فروری 2021
خواتین کے لیے صاف ستھرا تفریحی ادب
ماہنامہ
آنچل
کراچی
pklibrary.com
www.pklibrary.com

ماہنامہ آنچل کراچی
بانی مدیرہ زیب النساء
مدیراعلیٰ مشتاق احمد قریشی
مدیرہ سیدہ مشیر
نائب مدیرہ سیما رضا
گروپ ایڈیٹر طاہر احمد قریشی
مدیرہ معاون جویریہ احمد
رومین احمد
جلد 42
شمارہ 11
فروری 2021
نئے افق
رُکن آل پاکستان نیوز پیپرز سوسائٹی
رُکن کونسل آف پاکستان نیوز پیپرز ایڈیٹرز
رُکن چیمبر آف کامرس
اشتہارات و دیگر معاملات
0300-3264242
naeyufaq.com
Aanchal & Hijab
Official Group
/women.magazine
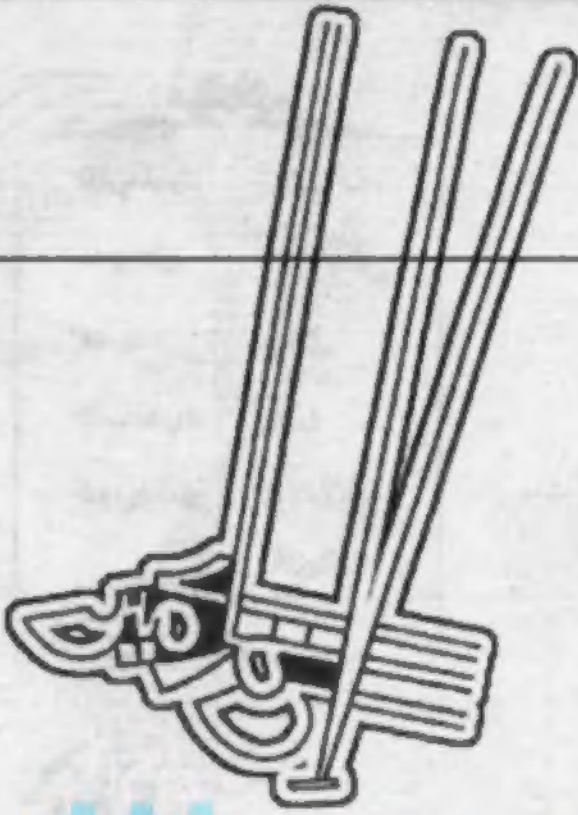
7

پبلشر مشتاق احمد قریشی پرنٹر جمیل حسن مطبوعہ ابن حسن پرنٹنگ پریس ہاکی اسٹیڈیم کراچی

دفتر کا پتا: 81 فیصر بیرکس ہاکی کلب آف پاکستان، اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

سرورق:......فرینہ اعجاز عکاسی:......موسیٰ رضا
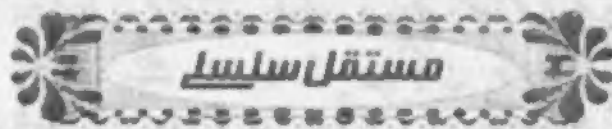
مستقل سلسلے

خط و کتابت کا پتا: ماہنامہ آنچل پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی، 74200 فون نمبرز 021-35620771/2

03008264242 یکے از مطبوعات نئے افق پبلی کیشنز ای میل: Info@naeyufaq.com

editor_aa@naeyufaq.com
www.facebook.com/EDITORAANCHAL

سرگوشیاں

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
فروری ۲۰۲۱ کا شمارہ آپ کے ذوق مطالعہ کی تسکین کے لیے حاضر ہے۔

یہ موسم فروری کا پھر سے کتنے رنگ لایا ہے
چمکتی دھوپ میں ٹھنڈی ہوائیں رقص کرتی ہیں
فلک پر روئی کے گالوں سے بادل اڑتے پھرتے ہیں
بہت سی بسری یادیں سنگ اپنے لے کے آیا ہے
یہ موسم فروری کا پھر سے کتنے رنگ لایا ہے

دعا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ اپنے خاص کرم سے آپ کی زندگی میں سکون کی ایسی بہار لائے جو کبھی ختم نہ ہو آپ سب کو ارض وسماء کی تمام آفات سے محفوظ رکھے اور آپ کو ہمیشہ خوشی، صحت وتندرستی عطا فرمائے آمین۔

وطن عزیز ان دنوں کووڈ 19 کی دوسری اور بدترین لہر کا سامنا کررہا ہے۔ اس عالمگیر وبا کی وجہ سے معیشت، معاشرت، تعلیم، سیاحت کھیل وغیرہ پہ منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں، کتنی ہی نابغہ روزگار شخصیات بچھڑ گئیں۔ عام شہریوں کی طرح قیدی بھی کرونا سے متاثر ہورہے ہیں۔ ادھیڑ عمر خواتین اور کم عمر قیدیوں کا خاص خیال رکھا جارہا ہے جن میں وہ بچے بھی شامل ہیں جو ماؤں کے ساتھ جیلوں میں مقیم ہیں۔ وفاقی محتسب کی جانب سے خاص ہدایات کی گئی ہے کہ ان کی صحت کا خیال رکھا جائے۔

یہ امر بہت خوش آئند ہے کہ سال نو 2021 کے شمارہ کو قاری بہنوں نے نہ صرف پسند کیا بلکہ بے لاگ تبصرے سے بھی نوازا۔

ماہ فروری میں اردو زبان کے سب سے بڑے شاعر مرزا اسد اللہ خان غالب کا یوم وفات ہے (15 فروری 1869) ان کا مشہور زمانہ شعر جو زباں زد عام ہے

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے میرے ارماں لیکن پھر بھی کم نکلے

ایک اور اہم بات کہنا چاہوں گی کہ دنیا میں سب برا نہیں، یہاں خوشبو، رنگ، موسم ہیں پرندوں کی چہچہاہٹ ہے۔ ہواؤں کی لطافت ہے، سچائی، نیکی، دردمندی اور احساس بھی ہے۔ بس ہمیں ان اچھائیوں کو اپنے قول وفعل سے بڑھانا ہوگا۔ اپنے ہاتھوں کی انگلیوں کو محض انگلیاں نہ سمجھیں۔ آپ کے ہاتھوں میں قدرت نے یہ دس چراغ تھمائے ہیں جن کی مدد سے آپ کو تاریکی میں روشنی پھیلانی ہے۔ لہٰذا اپنے قلم کے سفر کو مثبت کاموں میں صرف کریں اور ایسی کہانیاں رقم کریں جن میں اجالے ہی اجالے ہوں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔

اس ماہ کے ستارے:
اقراء صغیر احمد، غزالہ رشید، سپاس گل، قرۃ العین سکندر، فاطمہ عاشی، نازیہ جمال، صبا ایشل، ماورا طلحہ۔
اگلے ماہ تک کے لیے اللہ حافظ۔

مدیرہ
سعیدہ نثار

حمد

مسجد میں مندر میں کلیساؤں میں
گونجتی ہے یہی صدا فضاؤں میں
واحد لا شریک ہو
آسماں پر چھائیں ہوئی گھٹاؤں میں
تو ہے شہروں میں گاؤں میں
واحد لا شریک ہو
سنہری دھوپ میں ٹھنڈی چھاؤں میں
تو سانسوں میں تو آہوں میں
واحد لا شریک ہو
تمناؤں میں سب کی دعاؤں میں
تو ضیاؤں میں تو رضاؤں میں
واحد لا شریک ہو
راہوں میں تو پناہوں میں تو
تو ہے ممتا کی رداؤں میں
واحد لا شریک ہو
شاہوں میں تو گداؤں میں تو
محلوں میں تو کٹیاؤں میں تو
واحد لا شریک ہو
ساتھ ہے تیرا کرم ہے تیرا
انصر کی تمناؤں میں دعاؤں میں تو
واحد لا شریک ہو

نعت

جہاں فیض کا سمندر رواں رہتا ہے
وہاں ہر پل عجب سماں رہتا ہے
نعت کہتے پلکیں میری بھیگ جاتی ہیں
اختیار میں میرے یہ کہاں رہتا ہے
کسی لمحہ آجائے پیغام حاضری
ہر اک پل یہ گماں رہتا ہے
مدینہ کی گلی میں ہو گھر میرا
دل میں یہ میرے ارمان رہتا ہے
سر زمیں مدینہ پہنچ جائے جو بھی
بن کے آپ ﷺ کا مہمان رہتا ہے
بلا لیں اپنے غلام کو بھی پاس
اس جانب انصر کا دھیان رہتا ہے

(نعیم انصر ہاشمی)

رفاقت جاوید ...... اسلام آباد

پیاری رفاقت! سدا سہاگن رہو، آپ نے ہمیشہ ہی اپنی تحریر سے آنچل اور حجاب کو سجایا پر اب مصروفیت کی وجہ سے آپ نے لکھنا کم کردیا ہے۔ آپ کا نیا ناول "شب چراغ" زیرِ طبع ہے۔ امید ہے کہ بہت جلد منظر عام پر آجائے گا اور قارئین آپ کے ناول سے استفادہ کریں گے۔ آپ کا یہ ناول حویلی کے مکینوں کی تین نسلوں کی کہانی ہے۔ اب ایسی کہانیاں کہاں پڑھنے کو ملتی ہیں جو حقیقت سے قریب ہوں اور رشتوں کو آپس میں جوڑتی ہوں۔ یقیناً اسی وجہ سے ہمارے معاشرے میں بگاڑ پیدا ہورہا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صحت وتندرستی کے ساتھ سلامت رکھے آمین۔

ثمینہ فیاض ...... کراچی

پیاری ثمینہ! سدا سہاگن رہو، آپ کی والدہ کی رحلت کا پتا چلا۔ دعا ہے کہ اللہ سبحان وتعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا کرے، آمین۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ماں ہی بیٹیوں کی سب سے پہلی سہیلی ہوتی ہے اور ان کے دکھ درد کو سمجھتی ہیں اس لیے ایسی ہستی کا بچھڑ جانا یقیناً بہت بڑا دکھ ہے، جس پر صبر مشکل سے ہی آتا ہے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے، آمین۔ قارئین سے بھی دعا کی درخواست ہے۔

سلمیٰ غزل ...... کراچی

پیاری سلمیٰ! سدا خوش رہو، پچھلے دنوں آپ کی طبیعت خراب تھی اب تو ماشاء اللہ آپ صحت یاب ہوگئی ہیں اور یقیناً کچھ نیا بھی لکھ رہی ہوں گی۔ آپ کی تحریر "خوشیوں کی زنجیر" موصول ہوگئی ہے۔ ان شاء اللہ جلد آنچل میں شائع کریں گے۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو صحت کاملہ اور دراز عمری عطا فرمائے آمین۔

صدف آصف ...... آسٹریلیا

پیاری صدف! سدا سہاگن رہو آپ سے شکوہ ہے کہ آپ نے آنچل میں لکھنا کیوں چھوڑ دیا، اب مصروفیت کا بہانہ بھی نہیں چل سکتا کیونکہ آپ کو دیگر رسائل میں پڑھ رہی ہوں۔ امید ہے کہ جلد اپنی تحریر بھیج کر آنچل سے اپنی محبت کا ثبوت دیں گی۔ "دل کے دریچے" اب کتابی صورت میں بہت جلد آنے والی ہے۔ اللہ وسبحان وتعالیٰ آپ کو ایسی ہزاروں کامیابیاں عطا فرمائے آمین۔

صائمہ قریشی ...... یو کے

پیاری صائمہ! سدا سہاگن رہو، آپ نے جب بھی لکھا خوب لکھا اور اپنی تحریر سے قارئین کو اپنا گرویدہ کرلیا۔ "اناڑی پیا" کو اب بھی قارئین یاد کرتے ہیں اور ویسی ہی تحریر پڑھنا چاہتے ہیں۔ "مٹھے دی ماری میں جھلی" کو بھی آپ نے خوب لکھا اور قاری کا دھیان وقتی طور پر ہی سہی اناڑی پیا سے ہٹادیا پر اب کیا کہیں کہ قاری بہت جلد کچھ نہیں بھولتا۔ امید ہے کہ آنچل کی سالگرہ پر آپ ایک بار پھر "اناڑی پیا" کو ایک نئے انداز میں لے کر حاضر ہوں گی۔ آپ کی کتاب "لذت غم عشق اور تجدید حیات" منظر عام پر آگئی ہیں۔ ہماری جانب سے مبارک باد قبول کریں۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو مزید ترقی اور کامیابی عطا کرے آمین۔

عظمیٰ فرید ...... ڈیرہ اسماعیل خان

پیاری عظمیٰ! خوش وآباد رہو، آپ کا خط موصول ہوا، آپ سے مختصر ملاقات اچھی رہی۔ آپ نے مصروف زندگی میں سے کچھ وقت نکال کر آنچل کے نام کیے اچھا لگا۔ ہمیں بھی آپ کی کمی محسوس ہورہی تھی۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو اپنے گھر میں خوش وآباد رکھے۔ آپ کے بچوں کی عمر دراز کرے اور انہیں آپ کا فرماں بردار بنائے آمین۔ آپ کی ڈاک تاخیر سے موصول ہوئی ہے۔ اس لیے آنچل میں شامل نہیں کرسکے۔ آئندہ ماہ ان شاء اللہ

ضرور شائع کردیں گے۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

شفاء سعید...... بلوچستان

پیاری شفاء! جگ جگ جیو آپ کی جانب سے دو تحریر موصول ہوئیں۔ "اسیر محبت" اور "مہارت" کے نام سے دونوں تحریر پڑھنے کے بعد ہماری یہ رائے ہے کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ انداز تحریر اور موضوع دونوں کمزور ہیں جبکہ آپ کی تحریر "یہ فاصلے رہنے دو" حجاب کے لیے منتخب کرلی ہے۔ تحریر میں کام کرنے کے بعد ان شاء اللہ شائع کردیں گے۔ آپ آنچل میں دیے گئے موبائل نمبر پر مغرب کے بعد مجھ سے بات کرسکتی ہیں۔

سعدیہ حور عین حوری...... بنوں، کے پی کے

پیاری سعدیہ! سدا آباد رہو، سب سے پہلے تو ہماری جانب سے آپ اور آپ کے بھائی کو منگنی کی مبارک باد۔ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ دونوں کو خوشیوں بھری زندگی عطا فرمائے، آمین۔ قیصر آنی ہم سب کے لیے انمول نگینہ تھیں۔ ان کا دنیا سے چلے جانا ایک خلا پیدا کرگیا ہے جو شاید کبھی پر ہو سکے۔ وہ بھی آپ سب سے ایسی ہی محبت کرتی تھیں۔ جیسے آپ سب ان سے کرتے ہیں۔ ان کی خواہش تھی کہ آنچل میں سب کی موجودگی بھرپور انداز میں ہو۔ اس لیے وہ سب سے محبت سے پیش آتیں اور ہر ایک کو محبت سے جواب دیتی تھیں۔ فون پر بات بھی وہ اس وجہ سے نہیں کرتی تھیں کہ کہیں کام کی زیادتی کی وجہ سے ان کا لہجہ کسی قاری کے ساتھ تلخ نہ ہوجائے اور پھر وہ دل برداشتہ ہوکر محفل میں آنا چھوڑ دے۔ آپ نے قیصر آنی کے لیے جو پڑھا اللہ سبحان و تعالیٰ اپنی بارگاہ میں قبول و مقبول فرمائے آمین۔

زہرہ فاطمہ...... جگہ نا معلوم

پیاری زہرہ! خوش رہو، آپ کا شکایت نامہ موصول ہوا۔ ارے آپ نے کیسے سوچ لیا کہ ہم آپ کو اپنی محفل میں جگہ نہ دیں گے۔ بس ڈاک موصول ہونی چاہیے اب کیا کریں کہ ڈاک کا مسئلہ نئے دفتر میں مسلسل ہورہا ہے۔ آپ نے حجاب کے لیے تبصرہ لکھا پر ہم تک نہیں پہنچا اب کیا کہیں۔ آپ بھی درگزر کردیں اور نئے سرے سے حجاب پر تبصرہ لکھ کرارسال کردیں۔ آنچل کے لیے جو آپ نے نظم اور غزل بھیجی ہے وہ معیاری نہیں ہے۔ اس کے لیے معذرت۔ اپنا مطالعہ وسیع کریں ان شاء اللہ جلد ہی لکھنے میں بہتر آئے گی۔ آئندہ اپنے شہر کا نام ضرور لکھیں۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

فہمیدہ جاوید...... ملتان

پیاری فہمیدہ! سدا سہاگن رہو، آپ کا خط موصول ہوا۔ آنچل سے آپ کی وابستگی اچھی لگی آپ نے جو تجاویز دی ہیں ان پر بھی غور کریں گے۔ البتہ قیمت بڑھ جانے کے حوالے سے جو بات ہے ابھی فی الحال ایسا کچھ نہیں کرسکتے کیونکہ اس طرح آنچل کچھ لوگوں سے دور ہوجائے گا۔ آنچل کی سالگرہ میں ان شاء اللہ آپ ضرور کچھ تبدیلی دیکھیں گی۔ دعاؤں کے لیے جزاک اللہ۔

شیبہ حنیف...... گوجرانوالہ

پیاری شیبہ! جگ جگ جیو، آپ کی جانب سے تحریر "خوشبو" موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے ابھی لکھنے کے عمل کو چھوڑ کر مطالعہ پر توجہ دیں۔ اپنے مطالعہ میں نامور افسانہ نگار کو لائیں تاکہ لکھنے میں بہتری آئے۔ امید ہے مایوس ہونے کے بجائے کوشش جاری رکھیں گی۔

عظمیٰ فرید خان...... ڈیرہ اسماعیل خان

پیاری عظمیٰ! جیتی رہو، آپ کا خط موصول ہوا۔ کافی پہلے آپ آنچل کے ہر سلسلے میں شامل ہوا کرتی تھیں پھر ایک دم ہی غائب ہوگئیں یا ہم سب کو بھلا دیا۔ آپ کی دوستیں تو بہت یاد کرتی ہیں اور ہم نے بھی آپ کی کمی کو محسوس کیا اب پھر سے غائب مت ہوجائیے گا۔ آپ کی ڈاک تاخیر سے موصول ہوئی اس لیے دیگر سلسلوں میں آپ جگہ نہ بنا سکیں۔ ان شاء اللہ آئندہ ماہ ضرور شامل کردیں گے۔

سونیا اداس...... جگہ نامعلوم

پیاری سونیا! سدا مسکراتی رہو، آپ آنچل کی پرانی قاری ہیں اور ہر ماہ باقاعدگی سے ہر کہانی پر تبصرہ کرتی ہیں۔ اس بار آپ کی ڈاک تاخیر سے موصول ہوئی۔ اس لیے یہاں جگہ دے دی۔ آپ کو بھی نیا سال مبارک ہو۔ اللہ تعالیٰ آپ کو خوشیوں بھری زندگی عطا فرمائے اور غم سے ہمیشہ دور رکھے آمین۔ پرچا پسند کرنے کا شکریہ۔

ماہ نور نعیم...... بھکر

پیاری ماہ نور! سدا آباد رہو، آپ کی جانب سے تحریر ''ماہی بے آب'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ آپ میں لکھنے کی صلاحیت موجود ہے۔ جس طرح آپ نے الفاظ کا چناؤ اور کرداروں کے ساتھ انصاف کیا اس بات نے تحریر کو حسن بخش دیا ہے۔ ان شاء اللہ جلد ہی آپ کی تحریر آنچل کے صفحات پر جلوہ افروز ہوگی۔ امید ہے آئندہ بھی آپ کا تعاون برقرار رہے گا۔

سارہ عمر...... سعودی عرب

پیاری سارہ! جگ جگ جیو آپ کی جانب سے دو تحریر ''انتخاب'' اور ''ادھوری محبت'' موصول ہوئی۔ موضوع اور انداز قدرے بہتر ہے اس لیے حجاب کے لیے منتخب کرلی ہے جبکہ ''ادھوری محبت'' میں کمی ہے۔ اس لیے اس کو آپ خود قارئین کی نظر سے پڑھ کر دیکھ لیں اور جہاں کمی نظر آئے اس کو درست کرکے دوبارہ ارسال کردیں۔ امید ہے تشفی ہوئی ہوگی۔

فاطمہ عشی...... جھنگ

پیاری فاطمہ! خوش و آباد رہو آپ نے آنچل سے لکھنے کی ابتدا کی اور اب بھی بہت خوب لکھ رہی ہیں۔ لیکن آپ کی تحریروں میں ابھی پختگی نہیں ہے۔ ''وہ اک تحفہ'' موصول ہوئی اس میں لڑکی کو اغوا کیا اور پھر بعد میں اس کی شادی دکھائی۔ موضوع گو کہ پرانا ہے لیکن آپ نے اختتام بھی جلدی کردیا یہی آپ نے ''منزل مقصود'' کے ساتھ بھی کیا۔ آپ سے گزارش ہے کہ کہانی کے عنوان اس کی مناسبت سے رکھا کریں۔ ''زادِ راہ'' منتخب ٹھہری ان شاء اللہ باری آنے پر ضرور جگہ بنا لے گی۔

حفصہ نورین...... جہلم

پیاری حفصہ! سدا مسکراتی رہو، آپ کی جانب سے دو تحریر ''زندگی خاک نہیں ہے'' اور ''بھوک'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے آپ مطالعہ پر توجہ دیں اور نامور افسانہ نگار کے افسانوں کا بغور مطالعہ کریں تاکہ الفاظ کا استعمال اور تحریر کو سنبھالنے کا فن آسکے امید ہے مایوس ہونے کے بجائے کوشش کریں گی۔

ثمر رومیسہ...... مریدکے

پیاری ثمر! سدا خوش رہو، آپ آنچل کی خاموش قاری رہی ہیں اور اب آپ نے اس خاموشی کو توڑ دیا ہے اپنی شاعری ارسال کر کے۔ شاعری متعلقہ شعبہ میں ارسال کروی ہے۔ قابل اشاعت ہوئی تو ان شاء اللہ جگہ بنا لے گی آپ آنچل کے دیگر سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں۔

فاطمہ ابراہیم...... مانسہرہ

پیاری فاطمہ! جگ جگ جیوں، آپ کی جانب سے تحریر ''میرے عشق کی لاج رکھنا'' موصول ہوئی۔ تحریر تاخیر سے موصول ہوئی ہے اس لیے ابھی پڑھی نہیں گئی۔ ان شاء اللہ آئندہ ماہ پڑھ کر جواب دیں گے۔

عظمیٰ فراز...... کراچی

پیاری عظمیٰ! سدا شاد رہو، آپ کی جانب سے تحریر ''رشتے ناتے'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ پہلے مختصر موضوع کو قلم بند کریں اس کے بعد طویل موضوع کی طرف آئیں تاکہ کہانی بے ربط نہ ہو۔ اپنے مطالعہ میں معروف افسانہ نگار کے افسانے لائیں اور ان کو بغور پڑھیں تاکہ لکھنے میں مدد ملے امید ہے مایوس ہونے کے بجائے کوشش جاری رکھیں گی۔

انعم زہرہ...... ملتان

پیاری انعم! سدا سہاگن رہو، آج قیصر آنی کی جگہ میں آپ سے مخاطب ہوں۔ کافی عرصہ سے آپ غیر حاضر

ہیں۔ شاید قیصر آنی کے بعد آپ کا اس محفل میں آنے کو دل نہیں چاہتا ہوگا لیکن آپ کی سب دوست انتظار کر رہی ہیں اور آپ کی غیر حاضری کو بھی محسوس کر رہی ہیں۔ امید ہے کہ آپ آئندہ ماہ آنچل میں ضروری شرکت کریں گی۔ اللہ سبحان وتعالیٰ آپ کو خوشیوں بھری زندگی عطا فرمائے، آمین۔

بہت پختہ اور عظیم ہے بے شک تعلیم انسان کو سنوارتی اور اسے آگاہی اور شعور کی منازل عطا کراتی ہے۔ آپ گھر پر رہ کر پرائیویٹ تعلیم کے ذریعے اپنا شوق بخوبی پورا کرسکتی ہیں۔ دیگر نصابی کتب کے مطالعے سے بھی یہ پیاس بجھائی جاسکتی ہے۔ آپ کے ساتھ کی جانے والی حق تلفی واقعی قابل مذمت ہے یہ آپ کی محنت اور لگن کا زیاں ہے۔

سعادت بشیر...... آزاد کشمیر

پیاری بہن سعادت! خوش رہو، آپ کی تحریر ''میری ذات ذرہ بے نشاں'' موصول ہوئی۔ پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے لکھنے کے عمل کو چھوڑ کر مطالعہ وسیع کریں اور نامور افسانہ نگار کے افسانوں کا بغور مطالعہ کریں تاکہ لکھنے میں مدد ملے۔ امید ہے مایوس ہونے کے بجائے کوشش جاری رکھیں گی۔

ثمینہ مشتاق...... کراچی

پیاری ثمینہ! سدا آباد رہو، امید ہے آپ خوش وخرم ہوں گی۔ آپ بہت عمدہ لکھتی ہیں ابھی حال ہی میں آپ کی دوسری کتاب ''روزنِ فردا'' کی اشاعت ہوئی ہے۔ اس کتاب میں ایوارڈ یافتہ افسانے کے ساتھ دیگر افسانے بھی شامل ہے۔ آپ کا شمار ان لکھنے والوں میں ہوتا ہے جنہوں نے مسلسل محنت اور ریاضت سے اپنی جگہ بنائی ہے۔

صنم نلز...... گوجرانوالہ

پیاری صنم! شاد وآباد رہو، آپ کا خط پڑھ کر محسوس ہوا کہ آپ حساس دل کی مالک اور بے حد مخلص ہیں جب ہی اس سانحہ پر انتہائی غمگین اور رنجیدہ ہیں ان تلخ یادوں سے چھٹکارا حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آپ خود کو دیگر کاموں میں مشغول کرلیں۔ اللہ تعالیٰ تمام شہدا کے لواحقین کو صبر و استقامت اور ان شیاطین کو راہ ہدایت نصیب فرمائے۔ بے شک یہ لوگ گمراہی کے آخری درجے پر ہیں۔

ع ا ب...... سرگودھا

پیاری بہن! جگ جگ جیو، آپ سے پہلی نصف ملاقات بذریعہ مفصل خط بہت اچھی لگی۔ آپ کی سوچ

منیبہ احمد، زینب سلطان...... ٹوپی، صوابی

پیاری منیبہ! شاد وآباد رہو آپ کا خط اور ناول ''پاکیزہ محبت'' موصول ہوا۔ آپ نے پہلے ہی قدم پر ناول کی صنف پر طبع آزمائی کی ہے بہتر ہوتا کہ مختصر افسانے پر کوشش کی جاتی بہر حال ناول کا موضوع انتہائی کمزور اور فرسودہ ہے انداز تحریر بھی طوالت کی بنا پر جگہ جگہ کمزور پڑتا محسوس ہورہا ہے۔ مطالعہ اور وسیع مشاہدہ کی بنا پر آپ بہتر لکھنے میں کامیاب ہوسکتی ہیں ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحان و تعالیٰ آپ کو باعمل اور نیک عالمہ بننے میں کامیابی عطا فرمائے، آپ آنچل کے دیگر سلسلوں میں شرکت کرسکتی ہیں۔

اقرأ چنا...... کراچی

ڈیئر اقرا! سدا خوش رہو، آپ کی تحریر ''کچھ ایسا کر جاؤں'' موصول ہوئی پڑھنے کے بعد اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو بہت محنت کی ضرورت ہے اس لیے اپنا مطالعہ وسیع کریں گو کہ آپ کا موضوع قدرے بہتر تھا۔

مبشرہ خالد...... کراچی

پیاری مبشرہ! شاد وآباد رہو، آپ کی تحریر ''عزت نفس'' موصول ہوئی پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو محنت کی ضرورت ہے اس لیے اپنے مطالعہ میں نامور لکھاری بہنوں کی کہانیاں شامل کریں جس سے آپ کو لکھنے میں مدد ملے گی۔

رابعہ کنول...... ای میل

پیاری رابعہ! سدا خوش رہو، آپ کی تحریر ''عشق تلاطم'' کا حصہ اول موصول ہوا پڑھ کر اندازہ ہوا کہ ابھی آپ کو

مزید محنت کی ضرورت ہے۔ اس لیے نامور مصنفین کے ناول اور افسانے پڑھیں پھر لکھنے کی کوشش کریں اور پہلے مختصر موضوع کو قلم بند کریں اس کے بعد ناول پر طبع آزمائی کریں۔

عتیقہ ملک...... کراچی

پیاری عتیقہ! مسکراتی رہو آپ کی تحریر ''اک شمع جلا کر دیکھیں'' آنچل کے معیار پر پوری نہ اتر سکی اس لیے ہم معذرت خواہ ہیں موضوع کے لحاظ سے کہانی کچھ خاص تاثر قائم کرنے میں ناکام ٹھہری۔

قابل اشاعت:۔

زخم آشنائی، سیراب، انتخاب، میرا مسیحا، زادراہ، ماہی بے آب۔

ناقابل اشاعت:۔

میرا ہادی، رشتے، شاہ رخ ان ایکشن، حزن جاں، کسک درد محبت کی، حد، حسد، تماشا اور تماشائی، کہاں گئی فریحہ، منزل مقصود، عجب بندش تیری محبت، وہ اک تحفہ، دل کے ارمان، من مانی کمسیں، بھوک، زندگی خاک نہیں ہے، مہارت، اسیر محبت، جھوٹ، رشتے ناتے، مٹی دے گھر وندے، ادھوری محبت، خوشبو، دستار بندی، دستک، کچھ ایسا کر جاؤں، پاکیزہ محبت، اک شمع جلا کر دیکھیں، عشق تلاطم، عزت نفس۔

مصنفین سے گزارش

☆ مسودہ صاف خوش خط لکھیں۔ حاشیہ لگائیں صفحہ کی ایک جانب اور ایک سطر چھوڑ کر لکھیں اور صفحہ نمبر ضرور لکھیں اور اس کی فوٹو کاپی کرا کر اپنے پاس رکھیں۔

☆ قسط وار ناول لکھنے کے لیے ادارہ سے اجازت حاصل کرنا لازمی ہے۔

☆ نئی لکھاری بہنیں کوشش کریں پہلے افسانہ لکھیں پھر ناول یا ناولٹ پر طبع آزمائی کریں۔

☆ فوٹو اسٹیٹ کہانی قابل قبول نہیں ہوگی۔ ادارہ نے ناقابل اشاعت تحریروں کی واپسی کا سلسلہ بند کردیا ہے۔

☆ کوئی بھی تحریر نیلی یا سیاہ روشنائی سے تحریر کریں۔

☆ مسودے کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخری صفحہ پر اپنا مکمل نام پتا اور رابطہ نمبر خوشخط تحریر کریں۔

☆ کہانی ای میل کرنے کے لیے ایمج کی فائل ہو، ایم ایس ورڈ کی فائل میں اردو میں لکھیں تحریر ہونی چاہیے یا یونی کوڈ پر ہو۔ کہانی کے نام سے فائل کا نام رکھنا ہوگا۔ کہانی کے شروع میں کہانی اور اپنا نام لکھیں اور آخر میں اپنا پورا نام، مکمل پتا اور رابطہ نمبر بھی لکھنا ہوگا۔

☆ ای میل چاہے کہانی کی کرنی ہو یا مستقل سلسلوں میں ہمیشہ نیو ای میل کا انتخاب کریں اور سبجیکٹ میں کہانی اور سلسلے کا نام لکھیں۔ جوابی میل پر کچھ بھی ای میل نا کریں اگر جوابی میل پر کچھ بھی ای میل کیا جائے گا وہ قابل قبول نہیں ہوگا۔ editor_aa@naeyufaq.com

☆ ای میل پر کہانی یا مستقل سلسلے میں شرکت کے لیے اسکین، امیج، رومن یا پی ڈی ایف قابل قبول نہیں ہوتی۔

☆ دیگر سوشل ایپ پر بھی کہانی یا سلسلوں کی کوئی بھی چیز قابل قبول نہیں ہوگی۔

☆ اپنی کہانیاں دفتر کے پتا پر رجسٹرڈ ڈاک یا کوریئر کے ذریعے ارسال کیجیے۔ 81 پیپر ہیر کس ہاکی کلب آف پاکستان اسٹیڈیم نزد آنچل پریس کراچی 75510

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جو گروہ تم سے پہلے گزر چکے ہیں جنات میں اور انسانوں میں تم بھی ان کے ساتھ دوزخ میں جاؤ۔ (الاعراف۔ ۳۸)

تفسیر۔ آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ بدکار' سرکش' نافرمان' کفر و شرک اور منافقت میں ملوث تمام انسانوں اور جنوں کو روز قیامت روز حساب فرمائے گا تم سب اپنے اپنے ساتھیوں سے جاملو جو تمہارے دوست ہیں سب جو تم سے پہلے آچکے ہیں سب جہنم میں ہیں تمہارا ٹھکانہ بھی جہنم ہی ہے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں تھا نافرمانی' سرکشی کرنے والوں کا کیا انجام ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے انسانوں اور جنوں! دنیا میں تم نے چونکہ شیطان کی پیروی کی اس کے کہے پر چلتے رہے اس کی ہی پیروی و اطاعت پوری زندگی تم نے کی۔ ابلیس جو پہلے ہی مردود اور راندہ درگاہ ہے اس نے آدم کو سجدہ نہ کر کے حکم نہ مان کر نافرمانی کی تھی وہ تب سے ہی مردود ٹھہرا ہے۔ اس نے روز آخرت تک کی مہلت مانگی تھی اور یہ کہا تھا کہ میں تیرے بندوں کو بہکاؤں گا گمراہ کروں گا۔ تیری راہ سے ہٹاؤں گا تو اس شیطان مردود کو اسی وقت بتا دیا گیا تھا کہ تجھے اور تیرے سارے متبعین' تیری پیروی کرنے والوں کو جہنم میں جھونک دوں گا۔ چونکہ تم سب نے دنیا میں شیطان کے پیچھے لگ کر اس کی اتباع و پیروی کی ہے اس لیے اب تم سب جہنم میں داخل ہو جاؤ۔ تم سب ایک دوسرے کے دوست ہو اور سب کے سب برابری کی بنیاد پر جہنم کے مستحق ہو' جہنم اور اس کی آگ تمہاری منتظر ہے۔ وہی تمہارا آخری ٹھکانہ ہے جہاں تمہیں آگ کا عذاب جھیلنا ہے۔

ترجمہ۔ اور گنہگار جہنم کو دیکھ کر سمجھ لیں گے کہ وہ اسی میں جھونکے جانے والے ہیں لیکن اس سے بچنے کی جگہ نہ پائیں گے۔ (الکھف۔ ۵۳)

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ جب قیامت برپا فرما دے گا تو میدان حشر میں سب کے سب کو دوبارہ زندہ کر کے اپنے سامنے لا کھڑا کرے گا اور میدان میں عدل و انصاف کا ترازو لگا دیا جائے گا۔ تمام گنہگار' کافر' منافقین جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے تھے وہ سب کے سب میدان حشر کا منظر دیکھ کر اور اپنے ہاتھوں میں اپنے نامہ اعمال کو موجود پا کر انہیں یقین ہو جائے گا کہ اب جہنم سے بچنے کا کوئی ٹھکانہ کوئی جائے پناہ نہیں' ہم نے اللہ کی نافرمانی کر کے خود کو اس ہلاکت میں ڈال لیا ہے۔ اب شیطان جو زندگی بھر ہمیں دنیا میں بہکاتا رہا ہے ہر برائی اور خرابی کو ہمارے لیے پرکشش بنا بنا کر دکھاتا رہا ہے آج ہم بھی اس کے پیچھے کھڑے کر دیئے گئے ہیں۔ اب ہمارا حشر بھی اسی کے ساتھ ہونا ہے کیونکہ یہ بات تو ہم اچھی طرح جانتے تھے کہ شیطان تو اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور مردود ہے اس کا ٹھکانہ تو جہنم ہے۔ آج ہم بھی اپنی کوتاہیوں' بداعمالیوں' بے ایمانیوں کے باعث اسی کے ساتھ جہنم میں جھونکے جائیں گے۔ بعض

روایات میں آیا ہے کہ کافر ابھی چالیس سال کی مسافت پر ہی ہوگا کہ وہ یقین کرلے گا کہ اس کا ٹھکانہ بھی ہمیشہ کے لیے جہنم ہی ہے۔ جس میں تیز دہکتا آگ دہک رہی ہے جو کبھی نہ ختم ہوگی نہ کم ہوگی اور نہ ہی جہنم کا مکین آگ سے جل کر راکھ بنے گا بلکہ مسلسل عذاب چکھتا رہے گا وہ عذاب جو شدید بھی ہوگا اور مسلسل بھی کبھی نہ ختم ہونے والا۔

ترجمہ۔ ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہوگا۔ (یونس۔۸)

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو آخرت کے احکام الٰہی کے منکر ہوتے ہیں اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اہمیت نہیں دیتے۔ نہ کسی قسم کی عبادات کی ان کی نظر میں کوئی اہمیت ہوتی ہے ان کی نظروں میں یہ دنیا ہی سب کچھ ہے۔ ایسے افراد سوچتے ہی نہیں کہتے بھی ہیں کہ جو کچھ حاصل کرنا ہے اسی دنیا میں کرلو مرنے کے بعد کیا ہوگا کسے خبر ہے! حالانکہ وہ مسلمان گھرانوں میں پیدا ہوتے پلتے اور بڑھتے ہیں۔ قرآنی اور اسلامی تعلیمات بھی حاصل کرچکے ہوتے ہیں اس کے باوجود انہیں کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ انہیں ایک دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی حاضر ہونا ہے اور سب کچھ جانتے بوجھتے ہوئے بھی وہ اس کائنات کے منطقی تقاضوں سے آنکھیں چراتے ہیں۔ وہ خوب اچھی طرح اگر نہیں بھی سمجھتے تب بھی وہ یہ اندازہ تو کرسکتے ہیں کہ کائنات کا منطقی نہ سہی اخلاقی تقاضہ تو یہ ہے کہ آخری دن تمام چیزوں کا حساب کتاب ہو صاحب اختیار و اقتدار جس نے ساری زندگی تمہاری پرورش کی نگہداشت کی وہ تمہیں سونپی گئی ذمے داری کا حساب کتاب تو کرے گا کہ تم نے اس کی دی ہوئی نعمتوں کو کس طرح صرف کیا خرچ کیا۔ ہم اپنے اردگرد اور خود اپنے معاملات پر فکر کریں تو حقیقت واضح ہوجائے گی جب ہم کسی بھی شخص کو چاہے وہ ہماری اپنی اولاد ہو شریک حیات ہو کوئی ذمے داری سونپتے ہیں وقت مقررہ پر اس سے دریافت کرتے ہیں کہ اس نے اپنی ذمے داری کو کس طرح ادا کیا۔ ایسا ہی معاملہ روزِ محشر بعد از قیامت ہر انسان ہر مخلوق کو درپیش ہوگا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ جو اس عظیم کائنات کا خالق و مالک ہے۔ جس نے انسان کو دنیا میں اپنی نیابت کی ذمے داری سونپ کر اور تمام ہدایتوں سے آراستہ کرکے بھیجا تھا جب وہ اپنے نائب کو اپنے پاس بلائے گا تو اس سے دریافت کرے گا کہ تم کو جس کام کے لیے دنیا میں بھیجا گیا تھا وہ تم نے کس قدر اور کس طرح انجام دیا اس بات کو مزید آسانی سے سمجھنے کے لیے ہم یوں کرتے ہیں کہ فرض کیجیے کہ آپ نے اپنے بیٹے کو بیرون ملک اعلیٰ تعلیم کے لیے بھیجا اور اسے یہ بھی کہہ دیا کہ بیٹا تم فکر نہ کرنا بس اپنی پڑھائی پر پوری توجہ دینا۔ روپے پیسے کی فکر نہ کرنا ہم تمہیں سب کچھ یہاں سے بھیجتے رہیں گے اور جب وہ بیٹا اپنی تعلیم مکمل کرکے واپس آتا ہے تو ہم اس سے حال احوال بھی پوچھتے ہیں اور اس کی کارکردگی کے بارے میں بھی دریافت کرتے ہیں اگر وہ ہماری آرزوؤں کے مطابق کامیاب ہوکر آتا ہے تو ہم کس قدر خوشی و مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور اسے مزید سہولیات مہیا کردیتے ہیں۔ انعامات سے نوازتے ہیں اور اگر بیٹا ناکام و نامراد لوٹ آتا ہے تو ہم اسے ڈانٹتے ہیں پھٹکارتے ہیں سزا دیتے ہیں اس سے بات چیت کرنا بند کردیتے ہیں جو کچھ ہم کرسکتے ہیں وہ کرتے ہیں۔ بالکل ایسا ہی معاملہ اللہ اور اس کے بندے کے درمیان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس دنیا میں اپنا مستقل بنانے سنوارنے کے لیے بھیجا ہے اور جب ہم روز آخر یعنی جب ہمیں واپس اپنے خالق کے حضور پیش ہونا ہے تو وہ ہم سے پوچھے گا کہ میں نے تمہیں دنیا میں ذمے داریاں دے کر بھیجا تھا بتاؤ تم نے انہیں کس طرح اور کتنا پورا کیا۔ انسان تو اپنی اولاد کے کرتوتوں سے پوری طرح واقف نہیں ہوسکتا چاہے اس نے اپنے بیٹے کی کیسی ہی چوکس چوکیداری کیوں نہ کرائی ہو لیکن اللہ جو ہمارا خالق ہے وہ ہمارے ارادے ہماری نیت تک سے پوری طرح باخبر رہتا

ہے۔ جب انسان اللہ کی طرف سے دی گئی ذمے داری سے غفلت برتتا ہے وہ دراصل خود اپنے آپ سے غافل ہوتا ہے۔ خود اپنے حق میں ظلم وزیادتی کا مرتکب ہوتا ہے خود اپنے لیے آگ کا گڑھا کھودتا ہے جو لوگ دنیا میں اللہ کے احکام اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق زندگی نہیں گزارتے نہ تو انسانی عروج کے راستے پر چلتے ہیں اور نہ ہی انہیں انسانی کمال حاصل ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کو اپنے اعمال سے ناراض کر لیتے ہیں اور اللہ کے غضب کا شکار ہوتے ہیں۔ یہ لوگ کبھی بھی جنت تک نہیں پہنچ سکیں گے۔ جنت تو مومنین اور صالحین کی منزل ہے جو اس دنیا کی تھکاوٹوں اور محنتوں سے آزاد ہو کر اللہ کی حمد وثنا و فرماں برداری میں مشغول و مصروف رہتے ہیں اور اللہ کی رضامندی کے حصول کے لیے کوشاں رہتے ہیں وہاں اہل جنت ہمیشہ خوش وخرم رہیں گے جبکہ اپنی ناکامی اور بری کارکردگی بداعمالی کے باعث جہنم داصل ہونے والے ہمیشہ دوزخ کی آگ میں جلتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ تو اپنے نائب اپنے خلیفہ فی الارض انسان سے بہت شفقت ومحبت کا معاملہ کرتا ہے اور تمام جزا وسزا کے اعمال کو وضاحت کے ساتھ سامنے لاتا ہے تاکہ انسان عبرت حاصل کر سکے اور اس کے دل میں خوف الٰہی پیدا ہو اور وہ ہر قسم کی بد اعمالیوں برائی اور شیطانی کاموں سے صراط مستقیم کی طرف پلٹ آئے اور اپنی آخرت کو سنوار لے اللہ کو نہ تو ہماری کسی بھی طرح کی عبادت سے نہ ہماری بغاوت وکفر سے کوئی فرق پڑتا ہے نہ ہی کوئی ضرورت ہے اس کی حمد وثنا مناجات ہر دم ہر لمحہ بدکار انسانوں جنوں کے سوا تمام کائنات کر رہی ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ اس مالک الملک حاکم الحاکمین کی حمد وثنا عبادات میں مشغول ومصروف رہتا ہے۔ اللہ نے صرف انسانوں اور جنوں کو ہی ارادے کا اختیار عطا فرمایا ہے تاکہ وہ اپنی فہم وادراک سے اپنے لیے اپنے مستقبل کا فیصلہ خود کر سکیں اللہ تمام انسانوں خصوصاً مسلمانوں کو تقویٰ پرہیزگاری نیکوکاری کی توفیق عطا فرمائے اور صراط مستقیم پر چلنے والا اور حق کو حق ماننے والا بنائے سب کو اپنی پناہ نصیب فرمائے اور روز آخرت سب کو اپنے فضل وکرم عفو ودرگزر اور اپنے رحم سے نوازے اور عذاب آخرت اور عذاب نار سے محفوظ فرمائے۔ آیئے ہم سب مل کر بارگاہ الٰہی میں دست دعا دراز کریں۔

اے ہمارے رب! ہم اقرار کرتے ہیں کہ تُو نے یہ کارخانہ عالم بے کار پیدا نہیں فرمایا

اے ہمارے رب! اس دنیا میں ہمیں آخرت کی فکر نصیب فرما اور وہاں کی تیاری کی توفیق عطا فرما۔

اے ہمارے رب! تُو اپنے کرم خاص سے تمام اہل ایمان کو عذاب جہنم سے بچا اور قیامت کے دن کی رسوائیوں سے سب کو محفوظ فرما۔

اے ہمارے رب! ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پکار پر لبیک کہا اور کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ادا کیا تجھ پر اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے۔

اے ہمارے رب! ہمارے ٹوٹے پھوٹے ایمان کو قبول فرما اور ایمان پر ہمارا خاتمہ فرما۔

اے ہمارے رب! ہمیں اس دنیاوی زندگی کا اصل مقصد سمجھنے کی توفیق وفہم عطا فرما اور دنیا کی اس زندگی میں آخرت کو بہتر بنانے اور سنوارنے کی فکر نصیب فرما۔

اے ہمارے رب! ہمیں جنت میں اپنے رحم وکرم اور فضل سے بے حساب داخل فرما آمین یارب العالمین

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

دعا

اے اللہ! آپ مالک الملک ہیں بے شک آپ ہی غالب اور قادر مطلق ہیں' اپنی قدرت کاملہ سے جو چاہیں کر سکتے ہیں' اے مالک اے ہمارے رب! بے شک آپ حکیم ودانا اور مدبر ہیں اپنی حکمت سے جو کرنا چاہتے ہیں اس کے لیے اسباب بھی پیدا فرماتے ہیں۔

اے پاک پروردگار اس عاجز کو اس کی آنے والی نسلوں کو اپنی قدرت وحکمت سے اعتماد یقین کامل اور ہر حال ہر طرح سے اپنی ذات عالی کی طرف پوری طرح متوجہ رہنے کی سعادت عطا فرما اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری طرح اتباع کرنے والا بنا۔

اے مالک وخالق ہمارے! ہمیں اپنے صالح بندوں میں شامل فرما اور اپنی ظاہری باطنی نعمتوں سے سرفراز فرما اے ہمارے رب! مجھے میرے آنے والی تمام نسلوں کو میرے دوست رشتہ داروں کو میرے سرپرستوں استادوں کو اپنے شکر گزار بندوں میں شامل فرما۔

اے رحیم وکریم فضل کرنے والے تو خوب اچھی طرح جانتا ہے ہم تیری ہی خلق ہیں تجھ سے بہتر ہماری فطرت اور نیتوں کو کون جاننے والا ہے' اے مالک حقیقی ہم کمزور ونحیف ہیں ہمارا ایمان بھی ہماری طرح ناقص وکمزور ہے۔ اے رحمٰن ورحیم ہمیں ہماری اولادوں کو کسی مشکل میں کسی آزمائش اور امتحان میں نہ ڈالنا' ہم کسی بھی سختی کو سہارنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ اے اللہ ہمیں استقامت اور ثابت قدمی عطا فرما' ہمیں اپنی رضا میں راضی رہنے والا بنا ایمان کی دولت دے اور ایمان کی راہ پر چلنے والا بنا اور روز آخرت ہمیں ہمارے والدین کو ہماری آل اولاد کو شریک حیات کو رسوائی اور ہر قسم کی خرابی وبرائی سے بچا' اے اللہ ہم سے راضی ہو جا' ہم سے راضی ہو جا' ہمیں بندگی واطاعت کی توفیق عطا فرما۔ میرے والدین کی میرے اساتذہ ومحسنوں کی میری اولادوں میری نسلوں کی بخشش ومغفرت فرما اپنا رحم وکرم فرما آمین۔

اے مالک دو جہاں میں بڑی عاجزی انکساری وبندگی کے ساتھ تیرے کلام کی بہت معمولی سی خدمت کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اس کوشش کے نتیجے میں یہ کتاب ''ربنا اتنا'' پیش خدمت ہے اے غفور ورحیم اسے قبول فرما اور اہل علم مسلمانوں کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے خصوصاً نافع اور کارآمد بنا۔ مالک تو بخوبی جاننے والا صاحب علم وحکمت ہے میرے ناقص علم سے بھی خوب واقف ہے۔ تیری ہی دی ہوئی توفیق کا ثمر ہے مالک اسے لوگوں کے لئے نافع بنا۔ اے مالک صاحب علم وحکمت مجھے علم عطا فرما مجھے علم عطا فرما' مجھے علم عطا فرما' آمین یارب العالمین۔

(ختم شد)

ہمارا آنچل

ماریہ نذیر

س: آپ کے نزدیک حسین دور کون سا ہے؟

ج:۔ میرے نزدیک زندگی کا سب سے حسین دور بچپن کا تھا۔ جب کسی چیز کی پروا اور فکر نہیں ہوتی تھی۔ ہر ٹائم موج مستی ہلا گلا۔ "نہ فکر نہ فاقہ عیش کر کاکا" ہاہاہاہا۔ یہ حال رہتا ہے مگر حسین ترین دور کالج اور یونیورسٹی کا تھا جب یہ چیزیں چھوڑنا پڑی تو بہت دن تک اداس رہے مگر کب تک انسان کالج میں رہ سکتا ہے۔

س:۔ کیسی طالب علم تھیں آپ صرف پڑھائی پر توجہ دی یا غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی حصہ لیا؟

ج:۔ پڑھائی میں الحمدللہ بہت اچھی۔ ذرا زیادہ قسم کی پڑھاکو ٹائپ تھی تو غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ کم ہی لیا۔ کمپیئرنگ، تقاریر اور مضمون نگاری وغیرہ میں باقاعدہ حصہ لیا۔ اللہ کا شکر ہے پوزیشن ہولڈر رہی ہوں، میری لکھائی کی پہلی جماعت سے لے کر بی ایس کے لاسٹ سمسٹر تعریف کرتی تھیں ٹیچر، بی ایس فورتھ سمسٹر میں ایک بار فزکس کا ٹیسٹ ہوا تو میم نبیلہ کہتی "ماریہ ٹیسٹ تو ایسے دیا ہے جیسے موتی پروئے ہوں مطلب بہت صاف ستھرا سول ہی نہیں کر رہا نمبر کاٹنے کو" انہوں نے فل مارکس دے دیے جبکہ میرا آدھا نیومیریکل بالکل غلط تھا۔

س:۔ کون سا مضمون سخت ناپسند ہے؟

ج:۔ مجھے سارے مضمون بہت پسند رہے ہیں۔ میٹرک، ایف ایس سی میں، لوگوں کو میتھ اور بائیو سے نفرت ہوتی ہے مگر مجھے میتھ بھی بہت اچھا لگتا ہے۔ ایف ایس سی پارٹ ون میں میتھ سے چڑ تھی مگر میم شگفتہ کی بدولت ایم ایس سی لیول تک کا میتھ آتا ہے جبکہ ہمارا اصل سبجیکٹ کیمسٹری ہے۔ کیمسٹری جیسے خشک مضمون کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا مگر میں نے کیمسٹری کو ہی منتخب کیا۔ ان شاء اللہ اٹامک میں جانے کا ارادہ ہے۔ بی ایس آنرز کے دوران آرگینک کیمسٹری، بہت بری لگتی تھی۔

س:۔ اپنی تعلیم کو کس طرح کام میں لا رہی ہیں؟

ج:۔ اپنی تعلیم سے دوسروں کو فائدہ پہنچاتی ہوں۔ پڑھنے کے لیے جو بچے آتے ہیں ان کو بہت اچھی طرح سمجھاتی ہے میرا پڑھایا ہوا۔ ہر بچے کو ان کے مائنڈ کے مطابق گائیڈ کرتی ہوں۔ پڑھنے والی لڑکیاں کہتی ہیں۔ "آپی ماریہ میتھ بہت آسان طریقے سے کرائی ہیں" بہت جلد سمجھ آجاتی ہے جتنا علم ہے میرے پاس سب کو گائیڈ کر دیتی ہوں۔ کبھی غرور نہیں کیا۔ مستقبل قریب میں ارادہ ہے غریب نادار بچوں کو پڑھاؤں۔ ان شاء اللہ سی ایس ایس کا امتحان دینا ہے اور بھی بہت کچھ کرنا ہے۔

س: آپ اپنے کس استاد سے زیادہ متاثر ہیں؟

ج:۔ اللہ کا شکر ہے آج تک بہت زیادہ اچھے استاد ملے سب کے سب بہت نائس تھے کسی اک کا نام لینا باقیوں کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔ میٹرک میں میڈم شبانہ تحسین اور بی ایس میں میتھ کی میم ناہید متاثر کن شخصیت تھیں۔ سب ٹیچرز بہت پیار کرتے تھے اک دفعہ ففتھ سمسٹر میں ان آرگینک کیمسٹری کا پریکٹیکل تھا سب لڑکیاں بہت پریشان سر تھے بھی بہت سخت۔ ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ جو تھے۔ میری باری آئی تو مجھے کہتے "میں کوئی فارمولا نہیں سنوں گا نہ ہی اکویشن بیلنس کرواؤں گا مجھے تم بس ٹرک کے پیچھے شعر لکھا ہوتا ہے وہ سناؤ" میں حیران (اتنے رٹے لگائے تھے دائیوا کے) اب میں سر کے منہ کی طرف دیکھوں کہ مذاق ہے یا حقیقت۔ پھر ان کو شعر سنایا تب جان چھوٹی ہاہاہاہا۔ بہت یادگار دن تھا وہ۔ باقیوں سے بہت سخت دائیوا لیا۔ اللہ رب العزت سر اشرف شاہین کو لمبی اور صحت والی زندگی دے آمین۔

س:۔ پابندیاں صلاحیتوں کو متاثر کرتی ہیں یا شخصیت کو سنوارنے میں مدد دیتی ہیں؟

ج:۔ بے جا پابندیاں شخصیت کو بگاڑ دیتی ہیں۔ ایسی ہی پابندیوں، بچوں کو والدین سے دور کر دیتی ہیں۔ وہ کسی پر بھروسہ نہیں کرتے اور احساس کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں۔ پھر ناجائز طریقوں سے باہر بنا لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ بچوں پر اعتبار کریں ان پر بے جا روک ٹوک مت کریں تبھی ان کی شخصیت کو زنگ آلودہ ہونے سے بچا سکیں گے۔

س:۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرتی ہیں؟

ج:۔ جی بالکل، حقوق اللہ کا اتنا اہتمام نہیں کر پاتی مگر اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے وہ ہر چیز بن مانگے عطا کر دیتا ہے۔ حقوق العباد بھی بہت ضروری ہے۔ میں چاہتی ہوں میری وجہ سے کسی کو دکھ نہ پہنچے۔ صدقہ خیرات وغیرہ لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ

ہر انسان کو دوسرے کی مدد کرنے کی توفیق دے اور اک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کے لیے توفیق دے۔ "درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو" واقعی اللہ کی عبادت کے لیے فرشتے ہی کافی تھے۔ ہمیں کوشش کرنی چاہیے کہ اگر ہم کسی کو محبت نہیں دے سکتے تو اسے دکھ بھی ہرگز نہیں دیں۔

س:۔ اپنی شخصیت کو کس طرح بیان کریں گی آپ میں کیا خوبیاں، خامیاں ہیں؟

ج:۔ شخصیت کو بیان؟ اللہ کا شکر ہے اس نے اک مکمل انسان بنایا ہے۔ خوبیاں اور خامیاں ہر انسان میں ہوتی ہیں۔ کوئی بھی انسان پرفیکٹ نہیں ہے۔ خوبیاں، رحمدل ہوں اگر کسی کی رونے والی شکل ہی دیکھ لوں تو اس سے پہلے میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں کی، کسی کے لیے دل بہت سخت ہے۔ غریبوں اور معذور بچوں کو دیکھ کر بہت دکھ ہوتا ہے۔ بوڑھوں کو دیکھ کر بھی رونا آ جاتا ہے۔ بقول دوستوں کے "سارے لوگوں کے درد تم کو ہی ہیں" اس کے علاوہ جلدی گھل مل جانے والی خوبی ہے۔ پڑھے لکھے لوگ متاثر کرتے ہیں۔ ہر فن مولا ہوں۔ خامیاں، غصہ بہت آتا ہے اپنی غلطی جلدی نہیں مانتی۔ منہ پھٹ ہوں، موڈی ہوں ضدی بھی ہوں۔

س:۔ غم اور خوشی کے موقع پر آپ کا ردعمل کیا ہوتا ہے؟

ج:۔ غم کی رات نیند نہیں آتی اور خوشی کی رات سویا نہیں جاتا۔ غم طویل لگتا ہے اور خوشی مختصر۔ مگر یہ صرف ہمیں ہی لگتا ہے ورنہ وقت تو ہر چیز کا مقرر ہے غم کی رات بھی گزر ہی جاتی ہے اور خوشی بھی ختم ہو جاتی ہے خوشی کا ردعمل ہنس کے ہوتا ہے اور غم میں کسی کو نہیں بتا پاتی شیئر بھی نہیں کیا کسی سے بھی۔ بس دل ہی دل میں دعا کرتی ہوں کہ جو بھی ہو اللہ اچھا ہی کرے۔

س:۔ کن باتوں سے خوف آتا ہے؟

ج:۔ موت اور محتاجی سے۔ عزت میں کمی نہ ہو اس بات سے ڈر لگتا ہے۔ "گئی آبرو واپس نہیں آتی" اللہ نہ گرائے کسی کی نظروں سے اور کسی کے قدموں میں۔" آمین۔

س:۔ کس مقام پر پہنچنا چاہتی ہیں؟

ج:۔ ایک اچھا انسان بننا چاہتی ہوں سی ایس ایس کرنا چاہتی ہوں۔ کسی اچھی پوسٹ پر پہنچ کر غریبوں کے لیے اور معذور لوگوں کے لیے کچھ کرنا چاہوں گی کالجز کی اک چین بنانے کی خواہش ہے منافع کی ساری رقم ٹرسٹ میں دینا چاہوں گی۔ (آپ سب دعا کیجیے گا کیونکہ مخلص دوست کی دعا اللہ تعالیٰ کبھی رد نہیں کرتا، دوست کی دعا دوست کے حق میں قبول ہوتی ہے)

س:۔ محبت پر یقین رکھتی ہیں؟

ج:۔ تھوڑا بہت تو یقین ہے ہی۔ محبت دل سے کی جائے تو ضرور ملتی ہے۔ پر خلوص جذبے کبھی رائیگاں نہیں جاتے۔ والدین، بہن بھائی، دوستوں سے محبت اعلیٰ آفاقی جذبہ ہے۔ جبکہ صنف مخالف کے ساتھ محبت تو بس پرانے زمانے کے عاشقوں نے ہی کی تھی اب والی اور آج کل کی محبت جھوٹی محبت ہے ٹوٹلی فیک سب کچھ فیک۔ قدر مرد حضرات کی سرشت میں ہے ہی نہیں الٹا وہ عورت کو قصوروار گردانتے ہیں کہ عورت کی فطرت میں شک ہے۔ بہرحال محبت، محبت ہی ہوتی ہے۔ محبت ہی زندگی ہے۔

س:۔ گھر میں فیصلے کون کرتا ہے؟

ج:۔ ہمارے گھر میں سب کے سب فیصلے بھائی صاحب ہی کرتے ہیں۔ ان کا کہا پتھر پر لکیر ہوتا ہے۔ اللہ خوش رکھے ان کو آمین۔

س:۔ اپنے آج کو گزشتہ کل سے بہتر بنانے کے لیے کیا کرتی ہیں؟

ج:۔ آج کو کل سے بہتر بنانے کے لیے محنت مسلسل محنت، مگر مستقبل کی منصوبہ بندی نہیں کرتی کیونکہ انسان جو سوچتا ہے ویسا ہوتا نہیں اور جو نہیں سوچتا ویسا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مستقبل میں ہمارے ساتھ کیا ہوگا یہ صرف اللہ کو پتا ہے۔ پڑھائی ہی ایک چیز ہے جو ہم طالب علم کل پر چھوڑ دیتے ہیں۔ میں بھی ضرور کہتی ہوں کل پڑھوں گی کل پڑھوں گی ہاہاہاہا اور وہ کل آتی ہی نہیں اور جب امتحان ہوتا ہے تو ہماری پھرتیاں ہاہاہا دیکھنے کے لائق ہوتی ہیں۔

س:۔ نئے لوگوں سے ملنا، نیا ہنر سیکھنا اور عمل کرنا اچھا لگتا ہے یا گی بندھی زندگی گزارتی ہیں؟

ج:۔ نئے نئے لوگوں سے ملنا بہت اچھا لگتا ہے۔ ان کا لائف اسٹائل جاننے کا شوق ہے۔ مستقل مزاج نہیں ہوں، سو پرانے لوگوں میں زیادہ دیر نہیں رہا جاتا۔ نئے چہروں کی تلاش رہتی ہے۔ آپ یقیناً مجھے آنچل کی تمام قارئین اور تمام رائٹرز کے ساتھ ساتھ اسٹاف سے ملنے اور دیکھنے کا انتہائی شوق ہے خاص کر آپی قیصر آرا آنی سعیدہ اور شہلا عامر سے۔ ہر انسان کچھ نہ کچھ لازمی سیکھتا ہے آپ بھی بتایئے گا میرا تعارف پڑھ کر آپ لوگوں نے کیا سیکھا۔ آج کل ہنر کی مانگ زیادہ ہے۔ سو ہنر مند لوگ متاثر کرتے ہیں۔ اچھی نصیحت اور اچھی بات پر عمل پیرا ہونے کی

کوشش کرتی ہوں۔
س:۔اپنی کامیابیوں اور ناکامیوں سے کیا سیکھا؟
ج:۔یہی سیکھا کہ آپ کی ہار کسی کی جیت کا مقدر ہوتی ہے۔دنیا میں اک ہار اور اک جیت اک کامیابی اور اک ناکامی اک ہاں اور ایک ناں ہوتی ہے تیسرا کوئی آپشن نہیں ہوتا۔سو ناکامی پر بھی دلبرداشتہ نہیں ہوئے بلکہ اپنی غلطیوں کو نوٹ کیا جو ناکامی کا سبب بنی۔محنت کی اور کامیابی سے اپنے آپ کو منوالیا کہ ہاں ہم ہی ہیں جو کچھ کرسکتے ہیں۔
س:۔خود پر کتنی توجہ دیتی ہیں؟
ج:۔خود پر کبھی توجہ ہی نہیں دی۔اپنے لیے ٹائم ہی نہیں ہوتا دوسرا ٹپ ٹاپ رہنا پسند نہیں ہے۔کبھی سوچیں گے توجہ دینے کی طرف بھی سست ہوں بہت۔سوجنا سنورنا پسند نہیں بالکل۔شوق بھی نہیں۔
س:۔اگر ماضی میں جانے کا موقع ملے تو کس کے ساتھ وقت گزارنا پسند کریں گی؟
ج:۔دلچسپ اور اہم سوال۔میں دور جاہلیت اور پھر حضورﷺ کی آمد کے دور میں رہنا پسند کروں گی۔بس اور کسی بھی شخصیت سے ملنے کی نہ آرزو ہے نہ تمنا بس وہی دور اچھا لگتا ہے اور بہت لگتا ہے۔کاش میں اس دور کی ہوتی اور ادھر ہی ہوتی مگر جو ہوتا ہے اللہ بہتر کرتا ہے۔
س:۔ملکی حالات سے باخبر رہنے کے لیے کون سے ذرائع استعمال کرتی ہیں؟
ج:۔ہمارے گھر میں ٹی وی نہیں ہے۔سو اس جیسی خرافات سے ملکی حالات نہیں جان پاتی۔اخبارات وغیرہ کا مطالعہ کرتے ہیں آج کل تو ملکی حالات سے بے خبری ہی بہتر ہے۔مہنگائی دن بدن بڑھ رہی ہے اور حکمران بڑکیں مارنے میں لگے ہیں اللہ عمران خان کو ہدایت دے آمین۔
س:۔ایسی کون سی ایجاد ہے جس کے بغیر زندگی ادھوری ہوتی؟
ج:۔میرا نہیں خیال کہ ایسی کوئی چیز ہے جس کے بغیر انسان سے رہا نہ جائے کسی بھی چیز کو اتنا عادی مت بناؤ کہ اس کے بغیر رہنا محال ہوجائے ویسے آج کل موبائل فون ٹاپ آف دی لسٹ ہے ایسی لت ہے جس کے بغیر گزارا نہیں اور معاشرتی بگاڑ کا بھی ذریعہ ہے۔اب تو موبائل خود انسان کا عادی ہوچکا ہے۔کچھ دیر موبائل استعمال نہ کرو تو اس کے اندر سے آواز آتی ہے "مالک زندہ ہو" ہاہاہا۔بے چارہ کہتا ہے میرا مالک پتا نہیں کہاں سو گیا۔
س:۔مہمانوں کی خاطر تواضع میں مصروف ہوں اور چوہا یا کاکروچ نظر آجائے تو کیا کریں گی؟
ج:۔میں لڑکیوں کی ان اقسام میں سے نہیں ہوں جو کاکروچ دیکھ کر اپنے حواس چھوڑ دیتی ہیں اور چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیتی ہیں۔چوہا یا کاکروچ دیکھ کر ڈر بالکل نہیں لگے گا مگر مہمانوں کے سامنے کتنی شرمندگی ہوگی کہ دیکھو ان کا گھر صاف نہیں بھی ایسی چیزیں نکل رہی ہیں۔گھر صاف ہو تو ایسی کوئی چیز نہیں آتی۔
س:۔مہمانوں کے جانے کے بعد کیا تبصرہ کرتی ہیں؟
ج:۔مہمانوں پر ہلکا پھلکا تبصرہ بس۔برائی یا غیبت بالکل بھی نہیں کرتے۔
س:۔باتونی لوگوں سے کس طرح جان چھڑاتی ہیں؟
ج:۔میں باہر زیادہ تر ریزرو رہتی ہوں۔اگر اس قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑ جائے تو ان کی باتوں پر صرف سر ہلانے پر اکتفا کرتی ہوں زیادہ جواب نہیں دیتی اگلا بندہ خود ہی چپ ہوجاتا ہے۔
س:۔وطن کے لیے کیا سوچتی ہیں؟
ج:۔وطن کے بارے میں سب اچھا ہی سوچتے ہوں گے۔جس ملک میں ہم رہ رہے ہیں اس کی برائی تو نہیں کرسکتے ناں۔اللہ تعالیٰ وطن کے حالات اچھے کرے اور پاک فوج کو زیادہ جرأت اور ترقی دے آمین۔کرپشن کا خاتمہ چاہتی ہوں اور حقوق بس۔
س:۔زندگی کا سب سے خوب صورت لمحہ یا کوئی ایسا لمحہ جس کی آپ منتظر ہیں؟
ج:۔زندگی کا سب سے خوب صورت لمحہ تب ہوگا جب میں سی ایس ایس کلیئر کروں گی ان شاء اللہ ویسے ہر وہ لمحہ خوب صورت ہوتا ہے جب میری وجہ سے کوئی ہنسے اور کسی کو دکھ دینے کا موجب نہ بنوں۔اٹاک میں جاب کرنا بھی جنون ہے ان شاء اللہ تعالیٰ جلد ہی یہ لمحات لائے گا آمین۔

زہرِ عشق

اقرا صغیر احمد

چاہت میں ہم نے طور پرانے بدل دیے
جذبہ ہر اک سنبھال کے خانے بدل دیے
بے فائدہ ہے لوٹ کے آنا ہواؤں کا
ہم نے سبھی پرانے ٹھکانے بدل دیے

ٹپ ٹپ موٹی موٹی بوندیں آسمان سے تیزی سے گر رہی تھیں رات کی تاریکی میں یوں لگ رہا تھا جیسے آسمان کی سیاہ تھالی سے کرسٹل کے موتی جوق در جوق برس رہے ہوں۔ ان گرتی بوندوں نے موسم کی خنکی میں مزید اضافہ کردیا تھا، تیز ہوائیں مزید سرد ہونے لگی تھیں، رات کا ابھی پہلا پہر تھا مگر گہرے ابر آلود موسم کے باعث رات کے پچھلے پہر کا سماں بندھ گیا تھا، ایسے میں وہ موسم کی جولانی و یخ بستگی سے بے نیاز کرسی پر بیٹھا ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھے مسلسل ہل رہا تھا جو اس کے اندرونی کسی خلفشار کی غماز تھا بظاہر اس کا چہرہ نارمل تھا۔ دونوں بازوؤں کو سر کے پیچھے رکھے ہوئے وہ خاموش بیٹھا گہری سوچوں میں گم تھا۔

"او مائی گاڈ۔" معاموٰی نے ٹیرس پہ آ کر کہا۔

"اللہ کی قسم...... اتنے سرد موسم میں پرندے بھی اپنے گھونسلوں سے باہر جھانکنا گوارا نہیں کر سکتے اور تم بنا جیکٹ اور کچھ پہنے یہاں بیٹھے ہو؟" موٰی کے لہجے میں غصہ، حیرانی و اپنائیت پنہاں تھی۔

"سب معلوم ہونے کے باوجود مجھ کو ڈسٹرب نہ کرو تو بہتر ہے۔" اس نے دھیمے دبکھرے لہجے میں کہا اس کی نشست میں کوئی فرق نہ آیا تھا۔

"میری جان...... میں جانتا ہوں، تب ہی اپ سیٹ ہو رہا ہوں، وہاں شادی کے شادیانے بج رہے ہیں اور تم یہاں غم مناتے ہوئے خود کو اس سخت سردی میں سزا دے رہے ہو۔" جواباً وہ خاموش رہا۔

"میں ہزار دفعہ کہہ چکا ہوں کہ بھول جاؤ اس کو......"

"میری جگہ تم ہوتے تو بھی خود کو بھی یہی مشورہ دیتے کہ بھول جاؤ؟ اگر بھلانا اتنا ہی آسان ہوتا تو میں اس راہ کا مسافر بنتا ہی کیوں، کیوں خوار ہوتا' کیوں بے سکون رہتا؟" سرد موسم میں اس کے لہجے میں الاؤ دہک رہے تھے۔

"میں اپنے حق کی جنگ لڑ رہا ہوں، اگر میرا ساتھ دینا چاہو تو موسٹ ویلکم ورنہ تم خاموشی سے جاسکتے ہو، مجھے کوئی شکوہ نہیں ہوگا۔"

"ہونہہ...... خاموشی سے جاسکتے ہو' کردی ناں گری ہوئی بات۔"

"یہ اس بات سے زیادہ گری ہوئی ہے جو تم کہتے ہو میں اسے بھول جاؤں؟" وہ اشتعال انگیزی سے گویا ہوا تو موٰی بے اختیار ہنس دیا۔

"اللہ کی قسم...... اس ٹائم بالکل روٹھی ہوئی محبوبہ لگ رہے ہو، جس کو غصے میں محبت کی بات بھی نفرت لگتی ہے اوہ گاڈ۔" وہ کرسی پر بیٹھتے ہوئے ہنسنے لگا۔

"صدمہ مجھے ملا ہے اور لگتا ہے آپ کا اسٹوری تمہاری خراب ہوگئی ہے۔" وہ ذہنی طور پر اس قدر منتشر تھا کہ اس کی بات پر چڑ کر گویا ہوا۔

"نہیں ایسا بالکل نہیں ہوا ہے کیونکہ میں نے تمہارا کام کر دیا ہے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا معنی خیزی سے گویا ہوا، چند لمحوں پہلے جن آنکھوں کی جوت ماند پڑی ہوئی تھی یکلخت ان اداس نگاہوں میں روشنیوں کی قندیلیں روشن ہوگئی تھیں، خوشی سے چمکتے اس کے چہرے نے اس کی وجاہت کو مزید سحر انگیز بنا دیا تھا۔

"ریئلی......!" وہ فرط مسرت سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"میری دوستی پر اعتبار نہیں یا محبت پر شک ہے؟"

"کتنی بار کہا ہے کہ محبت یا عشق جیسے جملے میرے سامنے نہ استعمال کیا کرو نفرت ہے مجھے شدید نفرت۔" پل بھر میں اس کا مزاج بگڑا، موسیٰ نے فوراً کان پکڑ کر کہا۔

"سوری یار، زبان پھسل گئی ورنہ......"

"او کے، موضوع پر آؤ، یہ بتاؤ وہ راضی کیسے ہوئی؟"

"اتنی آسانی سے نہیں، پہلے تو خوف میں مبتلا تھی، بری طرح ڈر رہی تھی بات بھی کرنے کو راضی نہ تھی...... میں نے اس سے تمہارے احساسات و جذبات کی دیوانگی کی ترجمانی کی تو اس کو ماننا پڑا۔"

"مائی برادر موسیٰ...... تم نے سچ مچ دوستی کا حق ادا کر دیا، کل شادی ہے اور ہمیں آج ہی تمام پروگرام کی سیٹنگ کرنی ہوگی۔"

"میکائل...... میں کہہ رہا ہوں پھر سوچ لو یہ دو خاندان کا معاملہ ہے۔" وہ ہچکچاتا ہوا اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتا گویا ہوا۔

"منزل پر لاکر مجھے بھٹکانے کی کوشش مت کرو، زندگی کی نوید دے کر موت کا خنجر میرے سینے میں گھونپنے کی کوشش مت کرو...... اگر تم خود کسی وسوسہ کا شکار ہو تو مجھے

تنہا کرنے دو یہ سب۔" وہ اپنے شانے سے اس کا ہاتھ جھٹک کر آگے بڑھ گیا تھا۔

⁂

بینکویٹ میں گہما گہمی عروج پر تھی، بارات آ گئی تھی۔ مختلف قسم کے مشروبات سے مہمانوں کی خاطر تواضع کی جا رہی تھی، عروسہ بیگم آف وہائٹ ساڑی زیب تن کی ہوئی تھیں جس پر معمولی سا بھرائی کا کام تھا، ہاتھوں میں طلائی چوڑیاں، طلائی نازک سا سیٹ، لمبے بالوں کی چوٹی پشت پر موجود تھی، میک اپ میں کاجل اور پنک لپ اسٹک نے ان کی پروقار شخصیت میں جاذبیت پیدا کر دی تھی، فراز صاحب جوان کے شوہر تھے وہائٹ کاٹن کے سوٹ پر براؤن واسکٹ اور کھسوں نے ان کو بیگم کے حسن کے آگے ماند نہیں پڑنے دیا تھا، وہ دونوں مہمانوں سے علیک سلیک کر رہے تھے لوگ ان کو مبارک باد دینے کے ساتھ ساتھ ان کی جوڑی کو بھی سراہ رہے تھے عموماً مہمان خواتین کی گفتگو کا موضوع عروسہ بیگم تھیں، ہر ایک اپنی جگہ ان کی سادگی، کم گوئی، اخلاق، مروت وملنساری کی تعریف کر رہی تھیں، ان کی فیملی سے لوگ خاصے متاثر لگ رہے تھے معاً موضوع بدلا اور لوگ ان کی بیٹی کو زیر موضوع لے آئے جس کی شادی میں وہ لوگ مدعو تھے اور خاصے مرعوب بھی تھے۔

"عروسہ بھابی اور فراز بھائی نے بچوں کی تربیت بہت اچھی کی ہے اس دور میں خال خال دکھائی دیتی ہیں لیزا میں تمام ماں کے گن بھرے ہیں اور شرجیل کے مزاج میں باپ جیسی انکساری، عاجزی اور خدا ترسی موجود ہے۔" کسی رشتے دار خاتون نے سوپ سے انصاف کرتے ہوئے کہا۔

"رعب تو دونوں بچوں پر ایسا رکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں نا سونے کا نوالہ کھلایا مگر شیر کی نگاہ بھی رکھی۔" یہ خاتون بھی خاصی شاطر تھیں۔

"ایک بات بتاؤں آپ لوگوں کو جسے سن کر آپ لوگوں کو یقین نہیں آئے گا۔" ان خاتون کا انداز ہی کچھ ایسا تھا کہ سب چونکیں۔

"ایسی کیا بات ہے جو آپ نے لمحے بھر میں اتنا سسپنس کری ایٹ کر دیا؟"

"ہے ایک بات جس کو سن کر آپ کو معلوم ہوگا لیزا کی وہ معصومیت بھولپن صرف دھوکہ ہے...... دکھاوا ہے۔" اس عورت کے لہجے میں کچھ خاص تھا۔ دوسری خواتین مشروبات بھول کر اس کی طرف پر تجسس نگاہوں سے دیکھنے لگیں ان میں سے ایک بولی۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ نگینہ باجی؟ آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، لیزا کو ہم بچپن سے دیکھتے آ رہے ہیں وہ سادہ سی ڈری سہمی رہنے والی لڑکی ہے، چالاک و مکار لڑکیوں کی علیحدہ ہی شناخت ہوتی ہیں۔"

"میں ان کے پڑوس میں رہتی ہوں، پڑوس کو پڑوسی ہی بخوبی جانتے ہیں آپ لوگ تو پھر بھی دوسرے شہروں سے آئی ہیں۔"

"ارے اس بحث کو دفع کریں آپ اصل بات بتائیں۔" کسی خاتون نے اصرار کیا۔

"لیزا کسی اور لڑکے کے ساتھ شادی کرنا چاہتی تھی۔" انہوں نے جھک کر سرگوشی کی جواباً ان کے ہاتھوں سے چمچ گر گئے۔

"اوہ نو...... نو...... میں نہیں مان سکتی، لیزا ایسی لڑکی نہیں ہے، فراز بھائی اس کا ہاتھ کسی گدھے کے ہاتھ میں بھی دے دیتے تو وہ لڑکی خواب میں بھی ایسا سوچ نہیں سکتی تھی۔" فراز کی کزن نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"سفیر کو گدھا ہی تو سمجھا گیا ہے سب جان بوجھ کر وہ صرف چچا کی عزت رکھ رہا ہے۔ جو آج دلہا بن کر یہاں بیٹھا ہے وہ کسی لڑکے کو پسند ہی نہیں کرتی بلکہ اس کے ساتھ بھاگتے ہوئے بھی پکڑی گئی ہے۔" نگینہ باجی کی طرح بات منوائے بغیر پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھیں۔

"اصل بات تو یہ ہے کہ آپ شرجیل سے اپنی بیٹی بیاہنا چاہ رہی تھیں آپ کی دال نہ گلی تو آپ نے یہ چال چلی ہے۔" فراز کی کزن کو شدید غصہ آ رہا تھا۔

"صائمہ...... اگر تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو میں بنا رعایت کے اپنی سینڈل سے اس کی وہ درگت بناتی کہ تم ہی کیا کوئی دوسرا بھی میری بیٹی کا نام لینے سے ڈرتا، شرجیل کی کیا اوقات ہے شرجیل سے زیادہ ہونہار لڑکے میری بیٹی کا ہاتھ مانگنے آتے ہیں۔"

"محض چند گھنٹوں کے لیے یا ایک رات کے لیے ہاتھ مانگنے آتے ہیں؟ ہونہہ، تم شروع سے حسد کرتی ہو ہمارے خاندان سے، اپنی اس ناپاک زبان کو اپنے منہ میں ہی رکھو ورنہ تائی بنا کر لٹکانا مجھے اچھی طرح آتا ہے۔" صائمہ وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔

"ارے دیکھو کیا کیا بول گئی ہے میری معصوم بچی کو میں اس کو نہیں......"

"ارے ارے چھوڑیں نا نگینہ باجی، کہاں جارہی ہیں تماشا ہو جائے گا، ویسے یقین تو ہمیں بھی نہیں آرہا لیکن یہ بھی آپ نے ٹھیک کہا کہ ہر اچھے برے کی خبر پڑوسیوں کو پہلے ملتی ہے رشتے داروں کو بعد میں پھر پڑوس کو پڑوس ہی بہتر جانتا ہے لیزا کی حرکتوں کی خبر آپ کو کیسے ملی؟" وہاں بیٹھی دو خواتین نے اٹھتی ہوئی نگینہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے پوچھا۔

"ہمارے گھروں میں کام کرنے والی ماسیاں ہر راز سے آشنا ہوتی ہیں ان کے گھر کام کرنے والی ماسی نے میری ماسی کو بتایا اور میری ماسی نے مجھے وہ کہتے ہیں ناں عشق و مشک چھپائے نہیں چھپتے۔" وہاں موجود خواتین کے چہروں پر یکساں مسکراہٹ پھیل گئی تھی طنزیہ وحاسدانہ نظریں کچھ لوگوں کی فطرت ہی ایسی ہوتی ہے وہ لوگوں کی خوشیوں اور نیک نامی سے دل ہی دل میں حسد کرتے ہیں۔

"آگے کی رپورٹ نہیں ملی وہ اس شادی پر راضی کیسے ہوئی؟"

"دو دن پہلے ہی تو ایکسیڈنٹ میں اس ماسی کی ٹانگ ٹوٹ گئی وہ گاؤں چلی گئی نوکری چھوڑ کر ورنہ پتا چل جاتا اندر ہی اندر کیا ہوا؟"

"مجھے تو لگ رہا ہے لیزا رات میں ہی طلاق کے کاغذ لے کر آئے گی تم نے بتایا تھا ناں وہ پہلے بھی اس لڑکے کے ساتھ بھاگ چکی ہے یہ سب سفیر کو معلوم ہے شادی تو وہ کسی مجبوری میں کر رہا ہے مگر نباہ کرنا بہت مشکل ہے عورت تو مرد کا جھوٹا کھا لیتی ہے مگر مرد کبھی بھی کسی کی جھوٹن نہیں کھاتا۔" وہ قیاس آرائی سے کام لے رہی تھیں۔ ادھر ان باتوں سے بے نیاز عروسہ بیگم نے بے چینی سے رسٹ واچ میں وقت دیکھا، اس وقت تک لیزا کو پارلر سے آجانا چاہیے تھا انہوں نے پرس سے سیل فون نکال کر لیزا کو کال ملائی تو دوسری طرف موبائل آف تھا۔

"بے وقوف لڑکی حسب عادت موبائل چارج کرنا بھول گئی، کتنے اہم موقع پر بیٹری ڈیڈ ہوئی ہے۔" وہ دل ہی دل میں بیٹی سے مخاطب ہوئیں۔

"لیزا کو پک کرنے نہیں گئی تم؟ نکاح میں دیر ہو رہی ہے معلوم ہے ناں شہر کے سب سے بڑے مفتی صاحب کو نکاح کے لیے مدعو کیا ہے ان کا ایک ایک لمحہ قیمتی ہے اور تم یہاں اطمینان سے کھڑی گپ شپ میں مصروف ہو۔" ان کے دھیمے لہجے میں آگ برس رہی تھی مگر چہرہ پرسکون تھا۔

"میں مہمانوں کو اٹینڈ کر رہی تھی شرجیل کو پک کرنے بھیجا ہے۔"

"شرجیل کو بھیجا ہے جب میں نے تم سے کہا تھا اس کو لے کر خود آنا ہے پھر اس کو تنہا کیوں بھیجا، بہت بے وقوف عورت ہو تم، کال کرواتی دیر کیسے لگ سکتی ہے۔" ان کا دھیما لہجہ بلند ہونے لگا تھا عروسہ نے گھبرا کر ارد گرد دیکھا، وہ اس وقت لوگوں سے دور کھڑے تھے، فراز صاحب کا غصہ تھا کہ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

"آپ اس قدر پریشان کیوں ہو رہے ہیں، وہ لوگ آرہے ہوں گے۔"

"واہ...... بہت اچھے...... بارات دہلیز پر موجود ہے دلہن غائب ہے اور تم کہتی ہو پریشان نہ ہوں؟" وہ سخت لہجے میں گویا ہوئے، عروسہ کی جان پہ بن گئی تھی شرجیل فون اٹھا رہا تھا نہ لیزا، مشکل یہ آپڑی تھی کہ فراز صاحب کی

شائستگی وزم گفتاری کا مہم کھلنے لگا تھا لوگوں سے چھپا ہوا ان کا یہ انداز عیاں ہونے لگا تھا۔

"مجھے سمجھ میں نہیں آرہا آپ اتنا اسٹریس کیوں لے رہے ہیں، رات کا وقت ہے عموماً ٹریفک جام ہوتا ہے وہ لوگ آنے والے ہوں گے۔"

"تم بڑی ولی اللہ ہو، تمہیں الہام ہوا ہے کہ وہ آنے والے ہیں۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ...... وہ یہاں نہیں آئیں گے تو کہاں جائیں گے، سنبھالیے خود کو اللہ کے واسطے لوگ ہماری طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور وہ دیکھیے بھائی صاحب اور بھابی بھی ہماری طرف آرہی ہیں۔" عروسہ بیگم ان کی ایک دم غیر ہوتی حالت دیکھ کر گھبرائیں، اسی اثناء میں لیزا کے ساس اور سسر اور شرجیل وہاں آگئے، شرجیل کو تنہا دیکھ کر جہاں عروسہ ہکا بکا ہوئیں وہاں فراز صاحب کا دل بھی بے قابو ہونے لگا تھا وہ آگے بڑھے اور شرجیل کا گریبان پکڑ کر چیخے۔

"خالی ہاتھ کیوں آیا ہے اس نامراد کو کہاں دفن کر آیا؟"

"ریلیکس فراز ریلیکس...... کیوں تماشا بنا رہے ہو بھری محفل میں، میرے ساتھ ویٹنگ روم میں چلو وہاں چل کر بات کرتے ہیں کیا ہوا ہے؟" قبل اس کے کہ وہ شرجیل اور عروسہ بیگم پر ہاتھ چھوڑ دیتے ان کے بڑے بھائی اور بھابی انہیں وہاں سے لے گئے۔

چیختے چلاتے فراز صاحب کو سب نے دیکھا تھا جن کی حالت جنونی ہو رہی تھی، شرجیل کا گریبان انہوں نے اس بری طرح پکڑا تھا کہ چھڑوانے میں کئی بٹن ٹوٹ کر گر پڑے تھے اور ان کے درمیان میں آتی عروسہ بیگم کو اس انداز میں دھکا دیا تھا کہ شرجیل ان کو فوراً نہ تھام لیتا تو نہ جانے کیا ہوتا یہ سب تبدیلی دیکھ کر مہمان حیران تھے۔

برسوں کا ان کی فیملی کا بنا ہوا امیج، عزت و وقار سب لمحے بھر میں مٹی ہو کر مٹی میں مل گیا تھا لوگ کچھ سمجھ نہیں پا رہے تھے کہ اس ہنستی مسکراتی محفل میں یک دم ماتم کیوں ہونے لگا تھا سب آپس میں چہ میگوئیاں کرنے میں مصروف تھے۔

"نگینہ باجی...... دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔" ایک خاتون نے سرگوشی کی۔

"ارے پوری دال ہی کالی نکلی ہے جس کا اندیشہ تھا وہ ہی ہوا، چڑیا چڑے کے سنگ اڑ گئی ہے۔" نگینہ کی باچھیں کھل گئیں۔

"لگ تو ایسا ہی رہا ہے دلہا دیکھو کیسا زخمی شیر کی مانند لگ رہا ہے۔"

"ظاہر ہے چڑیا پھر سے اڑ گئی ہے، نگینہ کبھی جھوٹ نہیں بولتی۔"

"مجھے سمجھ میں نہیں آتی تم لوگ کل ہی ایک ہفتے بعد واپس آئے ہو اور اب پھر جانے کی تیاری ہے، ارے ایسے تو بنجارے بھی راتوں رات شہر نہیں بدلتے جس طرح تم لوگ سوٹ کیس اٹھا کر چل پڑتے ہو۔" عائزہ بیگم ان کی طرف خفگی بھری نگاہوں سے دیکھتی ہوئی کہہ رہی تھی۔ وہ سب اس وقت ہال میں براجمان کافی پی رہے تھے میکائل اور موی کے سوٹ کیس ان کے قریب رکھے ہوئے تھے۔

"قریبی گاؤں میں نئے پراجیکٹ کے لیے زمینیں دیکھنی ہیں، وہاں پہ سروے کرنے ہیں اور معلومات لینے میں دو سے تین دن لگیں گے کام ہوتے ہی میں فوراً آجاؤں گا، آپ پریشان نہ ہوں۔" وہ مسکرا کر مصالحت آمیز لہجے میں بتانے لگا۔

"میں بھی دو تین دن میں واپسی کا راستہ پکڑوں گا آپ کو معلوم ہے پولیس کی نوکری کرنا لوہے کے چنے چبانے کے مترادف ہے اینڈ شلی مجھ جیسے بہادر ایمان دار و جانباز آفیسر کو کوئی نہیں چھوڑتا۔" وہ گردن اکڑا کر کالر چھوتے ہوئے شان سے بولا۔

"میکائل بھائی پر نہیں پر آپ پر مجھے کچھ کچھ شک ہو رہا ہے کہ...... آپ کسی لڑکی کے چکر میں بار بار کہیں جا رہے ہیں ورنہ......"

"دیکھ رہی ہیں مما آپ، یہ کس طرح سے مجھ پر الزام

لگا رہی ہے میکائل کو یہ ہر دفعہ اسی طرح کلیئر کرتی ہے اور مجھ پر الزام لگاتی ہے کہ میں لڑکیوں سے چکر چلاتا ہوں۔“ موسیٰ اس کو گھورتے ہوئے بولا۔

”کوئی غلط تو نہیں کہہ رہی آنٹی کو سب معلوم ہے۔“ وہ روبرو گویا ہوئی۔

”ہانیہ بیٹی...... بھائی سفر پر جانے کو تیار بیٹھے ہیں ایسے وقت میں خوشی خوشی بھائیوں کو الوداع کہو واپسی پر خواہ خوب جھگڑا کر لینا۔“ اماں نے ان دونوں کے سروں پر شفقت سے ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

”سوری اماں...... سوری بھائی۔“ ہانیہ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اماں کے بعد موسیٰ کے قریب آ کر بولی تو اس نے اسے بازو کے گھیرے میں لے لیا۔ کل سے شروع ہونے والی بارش کا سلسلہ ابھی تک جاری تھا بلکہ ڈھلتی شام کے ساتھ ساتھ اس کی شدت میں بھی اضافہ ہو رہا تھا، عائزہ بیٹے کا چہرہ بہت غور سے دیکھ رہی تھیں جہاں کچھ ناآشنا سے نقوش دکھائی دے رہے تھے جو آج سے قبل بھی انہوں نے دیکھے نہ تھے، میکائل ماں کی بولتی نگاہوں کے تذبذب کو بخوبی سمجھ رہا تھا مگر مجبوراً خاموش تھا۔

”میکائل..... ایک بات پوچھوں؟“

”شیور۔“ وہ ان سے نگاہیں چرا کر گویا ہوا۔

”مجھے ایسا کیوں محسوس ہو رہا ہے جیسے آپ مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہیں دو دن سے میں آپ کو بے حد اپ سیٹ دیکھ رہی ہوں پھر یہ اچانک ایسے موسم میں روانگی کا فیصلہ اور فیصلے پر عمل درآمد کرنے پر میرے اندر نامعلوم سی بے چینی پیدا کر دی ہے۔“ بلآخر وہ کوشش کے باوجود بھی اپنے اضطراب کو چھپا نہ سکی تھیں۔

”کچھ بھی انہونی کرنے سے قبل یہ سوچ لیجیے گا کہ میری زندگی میں آپ کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں جس کے لیے میں جی سکوں۔“

”مما..... مما.....“ اس نے لپک کر ان کو بازوؤں کے گھیرے میں لے لیا وہ بے اختیار سسکنے لگیں۔

”آپ کو کیوں لگ رہا ہے کہ میں غلط بیانی کر رہا ہوں، میں نے کبھی آپ سے جھوٹ بولا ہے کیا؟“ وہ محبت سے ان کے آنسو صاف کرتا بولا۔

”نہیں...... کبھی نہیں لیکن اب میرا یقین متزلزل کیوں ہو رہا ہے؟ ایک طویل مدت بعد میرے اندر سرخ آندھی تباہی مچانے لگی ہے۔“

”پلیز مما...... معمولی سا بھی اسٹریس آپ کی طبیعت کے لیے خطرناک ہے، آپ الٹی سیدھی سوچوں کو بالکل بھی لفٹ نہ دیں، بس دعا کریں جس کام کے لیے جا رہا ہوں وہ کام ہو جائے پھر ان شاء اللہ ہم سب ساتھ زمینوں پر چلیں گے اور آپ کو یقین بھی آ جائے گا کہ میں جھوٹ کہہ رہا تھا یا سچ بول رہا تھا۔“ اس کے وجیہہ چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی اور ساتھ ہی ان کی دعاؤں کے حصار میں وہ روانہ ہو گئے تھے۔

تو میرا حوصلہ تو دیکھ\
داد تو دے مجھے کہ اب......\
شوق کمال بھی نہیں......\
میں بھی بہت عجیب ہوں\
اتنا عجیب ہوں کہ بس......\
خود کو تباہ کر دیا\
اور ملال بھی نہیں......

چھاجوں چھاج مینہ برس رہا تھا جس سے سردی کی شدت میں اضافہ ہو گیا تھا، سڑکوں پہ ٹریفک معمول کے مطابق تھا لیکن اس معمول کو پولیس کی بے تحاشا موجودگی نے سراسیمگی اور سست روی کا شکار بنا دیا تھا کیونکہ پولیس کے افسران حسب معمول کچھ بتائے بغیر گاڑیوں کی تلاشی لے رہے تھے اتنی زبردست چیکنگ اور پولیس گاڑیوں کے سائرن اور چمکتی لائٹس نے لوگوں کو اس سوچ سے خوف زدہ کر دیا تھا کہ شاید کسی خطرناک مجرم یا دہشت گرد کی تلاش کی جا رہی ہے۔ اسی وقت وہاں ایک ایمبولینس سائرن بجاتی ہوئی نمودار ہوئی اور اس کی طرف بھی ایک آفیسر اور کئی پولیس والے بڑھے تھے کیونکہ وہاں ایمبولینسز کی بھی تلاشی لی جا رہی تھی۔

"سر...... یہ تو ڈیڈ باڈی ہے اس کی کیا تلاشی لیں؟"
اندر بیٹھی تین خواتین غم ودکھ سے نڈھال زاروقطار روتے ہوئے سینہ کوبی میں مصروف تھیں اور ان کے سامنے رکھے اسٹریچر پر کسی کی میت رکھی تھی جو سفید چادر سے ڈھکی ہوئی تھی، وہ خواتین جن میں دو لڑکیاں اور ایک بڑی عمر کی عورت تھی وضع قطع سے وہ گاؤں کی رہنے والی لگ رہی تھیں۔

"آپ لوگ ہٹیں مجھے اپنی ڈیوٹی ادا کرنے دیں اوپر سے آڈر ہے کسی بھی گاڑی کو بنا چیک کیے نہ جانے دیا جائے خواہ وہ ایمبولینس ہی کیوں نہ ہو۔" وہ آفیسر سپاہیوں سے کہتا ہوا اندر گیا اور لمحے بھر کو اس نے سفید چادر ہٹا کر چہرہ دیکھا اور نفی میں گردن ہلاتا ہوا نیچے اتر آیا ساتھ ہی ایمبولینس کو جانے کا اشارہ کیا گاڑی شور مچاتی آگے بڑھ گئی تھی وہ لوگ پیچھے آتی گاڑیوں کی طرف بڑھ گئے، اس قطار میں چند گاڑیوں کے پیچھے کار میں میکائل بھی براجمان تھا اس نے میوزک لگایا ہوا تھا چہرے پر طمانیت ہی طمانیت تھی، ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی وہ پرشوق نگاہوں سے دور جاتی ایمبولینس کو دیکھ رہا تھا اور اس کے لبوں کی مسکراہٹ گہری ہوتی جارہی تھی معا اس اثناء میں اس کی کار کا بھی نمبر آ گیا تھا۔ یہاں آفیسر اور سپاہی دوسرے تھے جنہوں نے اس کی کار اور ڈگی کی تلاشی لی تھی اور کچھ نہ پا کر جانے کی اجازت دی تھی وہ دل ہی دل میں گنگناتا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

ان مراحل سے گزرتے ہوئے اس کو خاصا وقت لگا تھا بارش اسی طرح زور وشور سے برس رہی تھی، موسم اتنا سرد ہو گیا تھا کہ اگر کار میں ہیٹر آن نہ ہوتا تو وہ برف بن گیا ہوتا، اس کی گاڑی اب شہر کے ہنگاموں سے دور ہوتے مضافات کی طرف بڑھ رہی تھی جہاں داخل ہونے سے قبل رک کر اس نے ریسٹورنٹ سے کھانا کھایا، کئی دنوں بعد رغبت سے اس نے کھانا کھایا تھا، کافی پی اور کھانا پارسل لے کر آگے بڑھ گیا تھا چند گھنٹوں بعد اس کی گاڑی کسی گاؤں کی حدود میں داخل ہوئی تھی اور کچھ ہی دیر میں سرخ اینٹوں سے بنے مکان کے گیٹ پر وہ ہارن دے رہا تھا۔

***

عائزہ بیگم نے گیلری سے نیچے دیکھا جہاں کچھ دور روڈ پر ایک بائیک آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کی گلی کی جانب ہی بڑھ رہی تھی اور اس پر سوار نوجوان لڑکا اور لڑکی گفتگو کرتے ہوئے اردگرد سے بے خبر تھے لڑکی نے کالج یونیفارم زیب تن کیا ہوا تھا۔ وہ کئی ماہ سے دیکھ رہی تھیں، یہ ان کے روز کا معمول تھا وہ لڑکی شاذ و نادر ہی وقت پر آتی تھی ورنہ وہ اسی طرح لیٹ اس لڑکے کے ساتھ آتی تھی اور یہ چند ہفتوں سے ہو رہا تھا، اس سے پہلے وہ وین میں آتی تھی جب سے یہ اس لڑکے کے ساتھ آنے لگی تھی اس کے اطوار ہی بدل کر رہ گئے تھے، وہ اس کو بخوبی جانتی تھیں، وہ ان کے سامنے والے بنگلے میں رہنے والے اشتیاق صاحب کی بیٹی تھی، وہ لوگ بے حد معزز اور مذہبی فیملی سے تعلق رکھتے تھے، ان کی بیٹی ارم کے ساتھ جو لڑکا تھا وہ چہرے اور حلیے سے ہی کسی با عزت فیملی کا فرد دکھائی نہ دیتا تھا، حسب معمول وہ ایک گھنے درخت کے پاس آ کر ٹھہر گئے تھے یہ علاقہ ویسے بھی دوسرے علاقوں کے نسبتاً سنسان تھا۔ وہ بائیک سے اتر کر اس سے بے باک انداز میں مل کر آگے بڑھی، وہ لڑکا چلا گیا تو وہ خراماں خراماں مست چال چلتی ہوئی آگے بڑھنے لگی تھی معا اس کی نگاہ اوپر اٹھی اور عائزہ بیگم کو ملامتی نگاہوں سے دیکھتے ہوئے یکلخت اس کے چہرے کی خوشگواریت میں ناپسندیدگی کے رنگ پھیلتے چلے گئے تھے اور وہ تیز تیز قدموں سے گھر کی طرف بڑھ گئی تھی۔

"مجھے سمجھ میں نہیں آتی آنٹی آپ کو ارم کا یہ بی ہیویئر دیکھ کر بھی انسلٹ فیل نہیں ہوتی، پہلے وہ آپ کی عزت کرتی تھی اب دیکھا آپ نے کتنی نفرت سے وہ آپ کو گھورتی ہوئی گئی ہے۔" نامعلوم کس لمحے ہانیہ وہاں ان کے پیچھے دبے قدموں آ کھڑی ہوئی اور اس نے نیچے جو کچھ ہوا وہ سب دیکھ لیا تھا اور ساتھ ہی ان کا ہاتھ پکڑ کر لاؤنج میں لاتے ہوئے کہہ رہی تھی وہاں اماں بی بیٹھیں تسبیح پڑھنے میں مشغول تھیں۔

"تمہیں نہیں معلوم ہانیہ...... وہ کس کانٹوں بھرے راستے پر چل رہی ہے، وہ معصوم اور سادہ ہے، اس کو معلوم نہیں وہ درحقیقت کانٹے ہیں پھولوں کے بہروپ میں جو اس کی زندگی لہولہان کردیں گے۔"

"آنٹی...... آپ کیوں اس قدر فکر کررہی ہیں...... کیا اس کی اماں کو معلوم نہیں ہے ان کی بیٹی دیر سے گھر کیوں آتی ہے؟ کیا ان کو معلوم نہیں ہوگا کہ ارم نے دین چھوڑ دی ہے اور پتا نہیں کیا کیا میں نے اتنے ماہ میں کبھی ایک بار بھی سلمیٰ آنٹی کو ٹیرس پر نہیں دیکھا اور ادھر آپ جب تک وہ نہ آجائے پریشان ٹیرس پر کھڑی بے قراری سے راستوں کو دیکھتی رہتی ہیں کس بات کا خوف ہے آپ کو اور کیوں ہے جبکہ وہ محض پڑوسی ہیں۔" کئی ماہ سے اس کے اندر چھپا اضطراب اور تجسس بالآخر آج باہر نکل آیا تھا۔

"تم نہیں سمجھ سکتیں بیٹی، ان باتوں کو کہ ہم نے تمہیں ان باتوں سے بچا کر کیوں حفاظت سے رکھا ہے، قدم قدم پر تمہاری رہنمائی کی ہے۔"

"یہ فرض بھی پھر اس کی ماں کا ہے آپ کیوں ہلکان ہورہی ہیں؟" اس کا لہجہ دھیما اور خفگی بھرا ہوا۔

"ہانیہ...... کیوں بحث کررہی ہو اپنی آنٹی سے، اپنے کام سے کام رکھو بس...... جو وہ جانتی ہیں تم نہیں جانتی۔" تسبیحات سے فارغ ہونے کے بعد اماں بی نے ہانیہ کو ڈپٹا۔

"ارے آپا...... اس کو کچھ نہ کہیں، میری فطرت تو آپ جانتی ہیں، جہاں بھی بے حیائی اور بے حجابی کا کھیل کھیلا جاتا ہے میرے اندر آگ سی آگ بھڑک جاتی ہے اور میں بے کل اور بے چین ہوجاتی ہوں۔" وہ ہانیہ کا ہاتھ تھپتھپاتے ہوئے بھرائے ہوئے لہجے میں گویا ہوئیں۔

"مجھے غصہ اس لیے آیا ہے آنٹی کہ وہ آپ کو جس نفرت اور حقارت بھری نگاہوں سے دیکھتی ہوئی گئی ہے میرا دل تو کررہا تھا اس کا منہ نوچ لوں۔"

"نہیں...... وہ ابھی محبت کے جس جھوٹے نشے میں مدہوش ہے اس میں وہ ہر اس شخص سے نفرت کرے گی جو اس کے راستے میں آئے گا۔"

"جب یہ سب آپ سمجھ رہی ہیں تو اس کے والدین کیوں بدھو بنے ہوئے ہیں؟"

"مجھے یقین ہے اس نے گھر میں نہ معلوم کیسے کیسے جھوٹ بولے ہوں گے، کیسے کیسے فریب دے رکھے ہوں گے...... لیکن میں اس لڑکے کی پلاننگ کامیاب نہیں ہونے دوں گی، آج ہی جاکر ارم کے سامنے ہی مسز سلمیٰ کو ساری حقیقت بتاؤں گی جو میں روز ٹیرس سے دیکھتی ہوں۔"

"نہیں نہیں...... میں آپ کو نہیں جانے دوں گی، ارم کے تیور مجھے ذرا بھی اچھے نہیں لگے اور اگر اس نے آپ کی باتوں کو جھٹلا دیا اور آپ پر یہ تہمت لگائی کہ آپ جھوٹ کہہ رہی ہیں اور اس کو رسوا کرنا چاہتی ہیں تو آپ اپنی سچائی کا کیا ثبوت پیش کریں گی؟ کس طرح باور کروائیں گی کہ ان کی لاڈلی ان کی آنکھوں میں دھول جھونک کر غیر مرد سے محبت کی پینگیں بڑھا رہی ہے سرعام اس کے ساتھ بے باکی دکھا رہی ہے، ہم ہی نہیں ارد گرد رہنے والے نامعلوم کتنے پڑوسی دیکھ رہے ہوں گے لیکن کسی نے آج تک منہ سے آواز نہیں نکالی سب انجوائے کرتے ہیں مفت کا تماشا دیکھتے ہیں آنٹی۔"

"لیکن...... میں یہ نہیں دیکھ سکتی، یہ تماشا سارے خاندان کی رسوائی ہوتا ہے، اپنوں کو جدا کردیتا ہے، قبروں میں پہنچا دیتا ہے۔" وہ بے حد جذباتی ہوکر زاروقطار رونے لگیں۔

"بی کیئرفل عائزہ...... مجھے بھی تمہارا یہ فیصلہ درست نہیں لگ رہا۔" اماں نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے رسانیت سے کہا۔

"آپا...... آپ بھی یہی مشورہ دے رہی ہیں؟" ان کے لہجے میں دکھ در آیا تھا۔

وہ ابھی بیدار ہوا تھا اور یک ٹک چھت کو گھور رہا تھا، ہر لمحہ چہرے پر چھائی سنجیدگی اور اداسی گویا کم ہوگئی تھی، اس کو

لگ رہا تھا وہ آج پہلے سے کبھی اتنی پرسکون اور میٹھی نیند نہیں سویا تھا، ایک رات میں گویا صدیوں کی نیند سو کر جاگا تھا اور رات کا تصور کرتے ہوئے اس کو گزرے وقت اور رات کی ایک ایک بات یاد آنے لگی تھی۔

وہ کار اندر لایا تو تینوں ملازمائیں بڑی خوش و خرم اس کے استقبال کے لیے کھڑی تھیں اور اس کو کار سے نکلتے دیکھتے ہی اپنے پلان کے کامیاب ہونے کی مبارک باد دینے لگی تھیں، اس نے جواباً ہاتھ میں پکڑے ہوئے کھانے کا شاپر ان کو پکڑا دیا تھا اور جیب سے والٹ نکال کر کئی بڑے نوٹ ان تینوں کی طرف بڑھائے تھے۔

"نہیں سائیں...... یہ کام ہم نے اپنی خوشی سے کیا ہے، پہلے ہی آپ کے بے حد احسان ہیں ہم پر، آپ کی خوشی کی خاطر یہ چھوٹا سا کام کیا ہے، یہ ہم نہیں لیں گے۔" اللہ دسائی نے ہاتھ جوڑتے ہوئے مروت سے کہا تھا۔

"یہ پیسے میں اپنی خوشی سے دے رہا ہوں، یہ تم لوگوں کا انعام ہے جس کام کو تم معمولی کہہ رہی ہو یہ کام بہت مشکل اور خطرناک تھا جہاں غلطی کی ذرا بھی گنجائش نہ تھی اور کیا کمال ایکٹنگ کی تم نے رونے کی، میں ایک لمحے کو تو ڈر ہی گیا تھا تمہارا انداز اتنا فطری تھا کہ میں سمجھا وہ سچ مچ مر گئی ہے۔" وہ اب اندر کی طرف بڑھ رہے تھے یہاں بارش تو نہ تھی مگر سردی بڑی شدید تھی۔ وہ قہقہہ لگاتا ہوا بولا تو وہ بھی مسکرانے لگی تھیں۔

"سائیں جی، جب وہ آفیسر اندر آیا تھا ایمبولینس میں تو سچ مچ ہم ڈر بھی گئے تھے کہ اب یہ چادر ہٹا کر دیکھ رہا ہے اور اب ہم سب پکڑے جائیں گے، وہ تو ان کی طرف دیکھا تو پتا چلا وہ موٹی سائیں ہیں اور پھر ہماری جان میں جان آئی۔" سوہنی وہ منظر یاد کر کے کانپ گئی تھی۔

"کہاں ہے وہ؟" وہ صحن میں جا کر رک گیا تھا۔

"کمرے میں ابھی تک بے ہوش ہے۔"

"تم لوگ ڈنر کرو میں کمرہ میں جا رہا ہوں مجھے قطعی ڈسٹرب نہیں کرنا۔" آگے قدم بڑھاتے ہوئے ان سے کہا تھا۔

"سائیں...... گرم دودھ تو پئیں گے میں وہ لاتی ہوں۔" اس نے انکار کر دیا تھا اور کمرے میں آ کر اتنا بے سدھ ہو کر سویا تھا کہ اب آنکھ کھلی تھی، دماغ سے نیند کا خمار اترا تو وہ ایک جست میں بیڈ سے اٹھ کھڑا ہوا اور واش روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

سرخ اینٹوں سے بنا لال صحن موسم سرما کی زردی مائل دھوپ میں سونے کی مانند چمک رہا تھا، ہوائیں سرد تھیں، ہوا اور دھوپ کا امتزاج بہت خوش گوار محسوس ہو رہا تھا۔

"سائیں جی...... رات سے وہ ابھی تک بے ہوش ہے، کیا اس کو ہوش میں لانا نہیں چاہیے؟ رات سے ابھی تک اس کے منہ میں پانی کی بوند بھی نہیں گئی، کہیں وہ مر مرا نہ جائے۔" اللہ دسائی نے دبے دبے لہجے میں اس سے کہا جو ابھی ناشتے سے فارغ ہوا تھا، وہ کسی گہری سوچ میں گم ہوا۔ اللہ دسائی کی دونوں بیٹیاں گھر کے کام کاج میں لگی ہوئی تھیں۔

"اس کو جو بے ہوشی کی دوا دی گئی ہے وہ اپنے ٹائم پر ہی اثر ختم کریں گی، آپ فکر نہ کریں وہ جلد ہوش میں آ جائے گی، میں ایک کام سے جا رہا ہوں کوشش کروں گا جلد آ جاؤں شاید دیر بھی ہو جائے تو اس دوران اس کو ہوش آ جائے وہ ہوش میں آ کر کتنا بھی چیخے چلائے ہنگامہ کرے...... آپ میں سے کوئی بھی اس روم کے قریب نہیں جائے گا میں خود ہینڈل کروں گا۔" وہ کھڑا ہوتا ہوا سنجیدگی سے انہیں سمجھا رہا تھا۔

"جی بہتر سائیں۔" انہوں نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے کہا، وہ کوٹ پہن کر صحن کے دوسری طرف گیراج میں کھڑی کار کی طرف بڑھ گیا اور ساتھ ہی سوہنی گیٹ کھولنے لگی تھی۔

اس کے جانے کے بعد اللہ دسائی اور سوہنی میکائل کا کمرہ صاف کرنے چلی گئیں اور ہیر بظاہر تو وہاں صحن کے تینوں اطراف بنی کیاریوں میں لگے پودوں کو پانی دے رہی تھی مگر اس کی سوچ کمرے میں لیٹی بے ہوش اس لڑکی کی جانب مبذول تھی جو دلہن بنی کسی حسین و جمیل شہزادی

اولاد نرینہ، تھیلسیمیا، واٹھرا، کا کامیاب علاج

ہمارے ہاں اول بیٹا پیدا ہو کر دو ماہ بعد فوت ہو گیا دوئم حمل گروتھ خرابی کی وجہ سے ضائع کرانا پڑا۔
تیسرے نمبر پر بیٹی پیدا ہوئی جسے تھیلسیمیا میجر ہے۔ نیز بچے بھی میجر اپریشن سے پیدا ہوئے
ڈاکٹروں نے اس بیماری کی وجہ ہمارے رشتہ کزن میرج کو قرار دیا۔ جس کی وجہ سے ہم بہت پریشان تھے۔
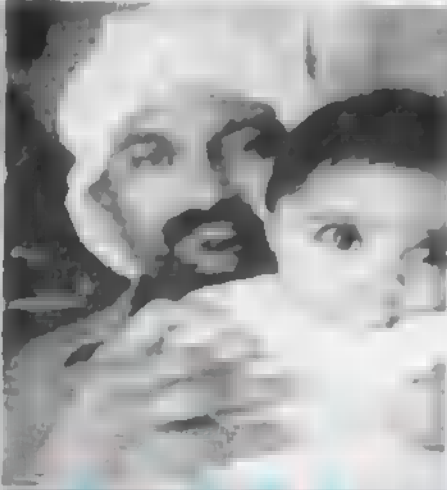
حضرت مولانا محمد شفیع صاحب کی خدمت میں کوٹ ادو حاضر ہوئے دعا کرائی
اور علاج حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے علاج کامیاب ہوا۔
مورخہ 4 جنوری 2020 کو تندرست بیٹا محمد عمر پیدا ہوا۔
یہ علاج کامیاب اور اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے۔

چوہدری اللہ ڈتہ اپنے تندرست بیٹے محمد عمر کے ساتھ

فیضیاب چوہدری اللہ ڈتہ ولد محمد بوٹا قوم بھنڈر جٹ چاہ ملوک والا
موضع درگھ تحصیل کوٹ ادو **0306-0125080**

یہ طریقہ علاج ان کے لیے ہے جن کے ہاں مسلسل بیٹیاں پیدا ہوں اور بیٹے نہ ہوں یا بچے زندہ نہ رہتے ہوں
یا بچے گروتھ خرابی کی وجہ سے پیٹ میں خراب ہو جاتے ہوں یا تھیلسیمیا کا عارضہ لاحق ہوں

نوٹ اولاد نرینہ کے لیے شدید خواہش مند حضرات جن کے بچے میجر آپریشن سے پیدا ہوتے ہوں
اور چانسز کم باقی ہوں تو انہیں علاج درجہ اول حاصل کرنا ضروری ہے اور جن کے بچے زندہ نہ رہتے ہوں
یا گروتھ خرابی کا عارضہ لاحق ہو تو انہیں امید ہونے پر بروقت علاج کرنا ضروری ہے۔

حصول علاج کے لیے ایڈریس

مرکزی جامع مسجد چوک کالی پل جی ٹی روڈ کوٹ ادو ضلع مظفر گڑھ

اوقات رابطہ 9 تا 11 بجے دن

رابطہ نمبر:۔ 0331-6002834

انٹرنیٹ پر دی گئی تفصیلات سے بھی معلومات حاصل کر سکتے ہیں۔
www.facebook.com/male progeny through the means of Quran and Sunnah

تحریر طارق اسماعیل بھٹہ پریس رپورٹر کوٹ ادو

کی مانند دکھائی دے رہی تھی۔

روشندان سے آتی تیز دھوپ نے اس کے مدہوش جسم میں حرارت پیدا کی تھی، دراز خوب صورت گھنی پلکیں جو ایک دوسرے سے پیوست تھیں آہستہ آہستہ وا ہونا شروع ہوئی تھیں اور لمحوں میں کھل گئی تھیں مگر چند لمحوں تک ان آنکھوں میں بیداری کی کوئی رمق نہ تھی، وہ بے حس و حرکت لیٹی خلاؤں میں گھورتی رہی، خاصی دیر تک اس کی یہی پوزیشن رہی تھی بالآخر چند لمحوں بعد اس کے دماغ نے کام کرنا شروع کیا تو اس کو یاد آنے لگا اور دماغ کی گرہیں کھلنے لگی تھیں۔

''میں نے تمہارا سارا سامان بیگ میں رکھ دیا ہے تم صرف سینڈل پہن کر جانا کسی اور شے کی ضرورت ہو تو بتادو تاکہ میں وہ بھی رکھ دوں۔''

''کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔'' اس کے لہجے میں بے حد بیزاری تھی۔ کزن مہرو نے بڑی محبت سے بیگ تیار کرتے ہوئے استفسار کیا تھا، اس کے اس درجہ کڑوے اور بیزار لہجے پر وہ اور اندر آتیں عروسہ بیگم چونکی تھیں اور دونوں نے بیک وقت اس کی طرف دیکھا تھا۔

''تمہارا دماغ خراب ہے لیزا...... کس انداز میں بات کررہی ہو، ذرا یہ تو سوچو کہ نکاح میں چند گھنٹے باقی ہیں، پارلر تم دلہن بننے جارہی ہو، اب ایسی باتوں سے کیا فائدہ میری بچی؟'' عروسہ بیگم نے اس کو گلے لگاتے ہوئے کہا تھا وہ چھم چھم روتے ہوئے گویا ہوئی۔

''اس شادی سے بہتر تھا آپ میرا گلا دبا کر مار دیتی امی مگر سفیر نامی جہنم میں نہ دھکیلیں وہ مجھے بالکل پسند نہیں ہے۔''

''تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے، تمہیں اس میں کیا برائی نظر آتی ہے، وہ خوش شکل ہیں، اسمارٹ وہینڈسم ہونے کے ساتھ بزنس ٹائیکون ہیں، تم کیوں خود کو اپ سیٹ کررہی ہو اور سراسر ناشکری بھی۔'' مہرو نے اس کو اس دن سے ہی اضطراب کا شکار دیکھا تھا جب سے اس کی منگنی سفیر سے ہوئی تھی اور لاکھ بار پوچھنے پر ایک بار بھی نہ بتایا تھا کہ وہ سفیر کو کیوں پسند نہیں کرتی، نہ ہی وہ کسی سے اپنا انمیر بتاتی تھی۔

''سب ٹھیک ہوجائے گا تم کھانا لے کر آجاؤ اس نے صبح سے صرف چائے پی ہوئی ہے، میں اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گی...... جانتی ہوں واپسی کے بعد پارلر سے یہ کچھ کھانے والی نہیں ہے۔''

''خالہ جان، آپ بھی ٹینس نہ ہوں یہ بس نخرے دکھا رہی ہے دیکھیے گا صبح سفیر بھائی کے سنگ کس طرح خوشی خوشی آپ کو سلام کرنے آئے گی۔'' وہ شرارت سے کہتی ہوئی باہر نکل گئی تھی۔ لیزا اسی طرح بے تاثر چہرے کے ساتھ بیٹھی تھی، عروسہ بیگم نے قریب بیٹھ کر اس کے مہندی سے سجے ہاتھ کو دیکھا جن پر خوب صورت نقش نگار بنے تھے، وہ دنگ رہ گئی تھیں جہاں حنائی رنگ بالکل پھیکا تھا ذرا بھی سرخی نہ آئی تھی عجیب پیلا پیلا رنگ تھا۔ وہ بے ساختہ کہہ اٹھیں۔

''ایسا رنگ تو کبھی کسی کے حنائی ہاتھوں پر نہ دیکھا تھا۔''

''امی سرخ رنگ سے میرا دل الجھتا ہے ہاتھوں پر کہاں سے آتا؟''

''کیا ہوگیا ہے تمہیں میری بچی؟ تمہاری فرماں برداری و سعادت مندی کی دھوم تھی، کبھی کوئی ضد نہیں کی، پلٹ کر جواب نہیں دیا۔''

''میرے دل پہ کیا گزر رہی ہے یہ آپ کو پتا نہیں چل سکتا اور میں دعا کرتی ہوں، آج کے بعد میں اس گھر میں کبھی واپس نہ آؤں۔'' وہ آنسو پیتی ہوئی اس وقت سخت بے رحم اور بے حس لگ رہی تھی، عروسہ بیگم نے دل پر ہاتھ رکھ کر آہ دبائی تھی، قبل اس کے کہ وہ کچھ کہتیں دروازہ دھاڑ سے کھول کر فراز صاحب وہاں آکر سخت طنزیہ لہجے میں بولے۔

''اپنی لاڈلی کو سمجھا دینا میرے بھائی کے گھر رہنے سہنے کے طور طریقے ہیں اگر کوئی شکایت آئی تو دیکھنا وہ حال کروں گا کہ مردوں میں رہے گی نہ زندوں میں سب کی باندی بن کر رہنا ہوگا اس کو۔'' وہ اسی طرح دندناتے ہوئے

چلے گئے تھے۔

”لیجیے جناب...... گرما گرم مٹن پلاؤ، بہاری بوٹی، پراٹھے اور بہت کچھ حاضر ہیں تم جب تک یہ کھاؤ میں تب تک کافی لے کر آتی ہوں۔“ مہر ڈرائی بیڈ کے قریب کھڑی کرتی ہوئی گویا ہوئی۔

”بیٹی...... اگر چندن ایکسیڈنٹ ہونے کی وجہ سے گاؤں نہ جاتی تو تمہیں اتنی محنت نہ کرنی پڑتی سدا خوش رہو تم۔“ عروسہ بیگم بھانجی کی شکر گزار تھیں کیونکہ ان کی پرانی ملازمہ چندن ایک ہفتہ قبل ہی حادثہ کا شکار ہو کر گاؤں لی گئی تھی، ملازمائیں اور بھی تھیں مگر وہ پرانی اور قابل بھروسا تھی۔

وہ پارلر میں بے دلی سے تیار ہوتی رہی، وہ اب کچھ سوچنا نہیں چاہتی تھی، اس کو تیار کرتی لڑکیاں بھی حیران و پریشان ہو رہی تھیں کہ انہوں نے کبھی بھی اتنی سنجیدہ، بیزار سپاٹ چہرے والی دلہن نہیں دیکھی تھی اور برائیڈل روپ میں وہ اس دنیا کی لگتی ہی نہ تھی۔ وہ تیار ہو کر بیٹھی ہی تھی کہ اس کو پک کرنے چندن آ گئی تھی اس کو دیکھ کر پہلی بار اس کے چہرے کا سپاٹ پن دور ہوا تھا۔ وہ حیران ہو کر بولی۔

”چندن ماسی تم اور یہاں، تمہارا پاؤں ٹھیک ہو گیا، کب آئیں گاؤں سے، میرے یہاں آنے تک تو نہیں آئی تھیں؟؟“

”ارے ماشاء اللہ بی بی، سوہنا رب نظر بد سے بچائے بالکل آسمان سے اتری ہوئی کوئی پری لگ رہی ہیں، آپ نے کبھی سنگھار نہیں کیا تھا ناں دیکھیں کتنا روپ آیا ہے اور آپ کا یہی روپ دیکھنے کے لیے آئی ہوں تھوڑی دیر پہلے ہی میں گھر پہنچی تھی تو بیگم صاحبہ کہنے لگیں میں آپ کو پارلر سے لے کر آ جاؤں بارات آ گئی ہے چلیں؟“ بارات کا نام سنتے ہی لیزا کا دل بند سا ہونے لگا دماغ ایک دم بوجھل ہوتا چلا گیا پھر اس کو محسوس نہیں ہوا وہ کس طرح اس کے ساتھ پارلر سے کار تک آئی کیونکہ اس وقت جب وہ جانے کے لیے کھڑی ہوئی تھیں بجلی چلی گئی تھی اور اس پورے علاقے کی لائٹ گئی تھی چندن نے اسے کار میں بٹھایا اس کے دل، دماغ اور آنکھوں میں غم و درد کا ایسا اندھیرا پہلے ہی چھایا ہوا تھا کہ اس نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے اجنبی کو بھی نہ دیکھا۔

”بی بی جی...... یہ کیا ہوا ہے آپ کو، لگتا ہے چکر آ رہے ہیں؟“ کار رواں دواں تھی معاً چندن نے پرس سے جوس نکالتے ہوئے گھبرا کر کہا اور اسٹرا اس کے منہ سے لگا دیا اور زبردستی پلانے لگی۔

”تھوڑا سا پی لیں بی بی جی، طبیعت سنبھل جائے گی تھوڑا سا......“ اس نے چند گھونٹ ہی لیے تھے کہ پھر اسے ہوش نہ رہا تھا۔

اسے اب ہوش آیا تھا اور پوری طرح آیا تو حیرت و خوف سے اچھل کر بیٹھ گئی۔ اس کا دل بری طرح دھڑکنے لگا تھا یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کی چھت، فرش اور دیواریں سرخ اینٹوں سے بنی ہوئی تھیں، وہاں فقط ایک پرانے طرز کا بیڈ تھا جس پر وہ براجمان تھی۔ بائیں دیوار میں ایک بڑا سا طاق بنا تھا جو خالی تھا، سامنے لکڑی کا دروازہ تھا جو بند تھا، اسی دیوار میں کچھ فاصلے پر سلاخوں والی کھڑکی تھی اس کے پٹ باہر سے بند تھے اور ایک دوسرا دروازہ بھی تھا جو شاید واش روم کا تھا۔ وہ اٹھ کر درمیان میں لگے دروازے کی طرف گئی اور دونوں ہاتھوں سے پیٹتے ہوئے چیخنے لگی۔

”دروازہ کھولو...... دروازہ کھولو...... کوئی ہے؟ دروازہ کھولو...... اللہ کے واسطے دروازہ کھولو...... کوئی ہے یہاں، کوئی ہے؟“ وہ مسلسل دروازہ پیٹتے ہوئے چیخ رہی تھی مگر باہر سے کوئی جواب نہ آیا تھا، دروازہ پیٹتے پیٹتے اس کے ہاتھ شل ہو گئے اور آواز بھرانے لگی تھی وہ خوف میں مبتلا ہو گئی تھی کہ وہ اغواء ہو گئی ہے...... اغواء کس نے کیا ہے اور کیوں؟ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہی تھی کہ دروازے کے باہر قدموں کی آہٹ ابھری تھی۔

❁ ❁

صبح سویرے ہی بارش رک گئی تھی مگر موسم میں سخت

سردی، ہواؤں میں نمی اب بھی موجود تھی آسمان سیاہ بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ وہ دونوں ایک کیفے میں بیٹھے کافی، زنگر برگر اور فرائز سے لطف اندوز ہوتے ہوئے کل والی روداد سنانے میں مصروف تھے۔

"ملازمہ چندن نے خوب ساتھ دیا ہمارا...... ایک تو پانچ لاکھ روپے کی لالچ مسٹر او پولیس آفیسری کا رعب اس نے کیا شاندار کام کیا۔"

"یہ میں اس کو پہلے ہی سمجھا چکا تھا کہ ساری معلومات دینے کے بعد وہ کسی بھی بہانے یا حادثے کا جھوٹ کہہ کر اس گھر سے رفو چکر ہو جائے پھر اس کا کام کچھ دن بعد گاؤں سے واپس آ کر لڑکی کو پارلر سے لانا اور ایک مخصوص مقام پر اتر کر پھر ہمیشہ کے لیے گاؤں چلے جانا ہے اور اس نے ایسا ہی کیا مگر......" وہ زنگر کا آخری نوالا لیتا ہوا کچھ توقف کے بعد گویا ہوا۔

"ڈیوٹی تم نے بھی نبھائی، میری خاطر شوفر بن کر نہ صرف اس کو وہاں سے لے کر آئے بلکہ بڑی صفائی ومہارت سے اس لڑکی کو اس نے ایمبولینس تک میں منتقل کیا اور اپنی پولیس پارٹی کے ہمراہ اسی روڈ پر موجود رہ کر خطروں کو ٹالتے رہے ویلڈن۔"

"فراز اور ان کی فیملی ملکی سطح پر بے حد نامور ہیں اور اگر ہم نے فل پروف پروگرام نہ بنایا ہوتا تو ہم پہلے ہی مقام پر پکڑے جاتے، اگر بروقت پاور ہاؤس سے لائٹس آف نہ کی جاتیں حالانکہ یہ سب محض دس منٹ تک ہوا تھا اور ہمارے لیے اتنا ہی موقع بہت تھا، ماسی چندن کو اس کی باقی شدہ رقم دے کر میں نے رکشے میں سوار کروایا تھا اور ایمبولنس تک ساری کارروائی تمہاری پلاننگ کے مطابق ہوئی تھی۔"

"خس کم جہاں پاک...... وہاں کا حال بتاؤ، میرا مطلب فراز کے گھر کا؟" گرما گرم کافی کے مگوں سے نکلتا دھواں گویا اس کی آنکھوں ولہجے سے نکلنے لگا تھا آواز میں اژدھوں جیسی پھنکار آ گئی تھی۔

"بہت برا حال ہے اس کا، وہ اپنا سر دیواروں میں مار رہا ہے، بال نوچ رہا ہے، مغلظات بک رہا ہے، بہت بری حالت ہے اس کی، اس کے بڑے بھائی فرجاد کے بے حد اثر ورسوخ ہیں، بات اوپر تک پہنچ گئی میڈیا اور پریس سے اس رسوائی آمیز خبر کو چھپایا گیا ہے، کل رات گئے تک یہ علاقے پولیس اسٹیٹ بنے ہوئے تھے مگر سخت نگرانی اب بھی شہر سے باہر جانے والے راستوں کی ہو رہی ہے۔" وہ گفتگو کرتا ہوا کافی پی رہا تھا میکائل کے لبوں پر عجیب مسکراہٹ تھی۔

"بس مجھے کسی اور کی پروا نہیں ہے، تم اس فراز کی پل پل کی خبر دیتے رہنا ہیڈ کوارٹر میں تاکہ تم پر کوئی شک نہ ہو۔"

"او کے جو حکم سرکار...... یہ بتاؤ وہ لڑکی کیسی لگی تمہیں؟"

"وہ میرے آنے تک ہوش میں نہیں آئی تھی۔" کافی پیتے ہوئے اس نے لاپروائی سے کہا جبکہ موسیٰ نے کپ میز پر رکھ دیا اور گھبرا کر کہا۔

"رئیلی......! وہ ہوش میں نہیں آئی تھی رات سے اب تک چوبیس گھنٹے ہونے والے ہیں کہیں وہ...... اس کو کچھ ہو تو نہیں گیا؟"

"ڈر کیوں رہے ہو صاف صاف کہو، کہیں وہ مر تو نہیں گئی؟" اس کے لہجے میں سفاکی اور سرد مہری تھی۔

"تم محاورتاً نہیں حقیقتاً سنگ دل ہو، حسب عادت تم نے اس کی صورت دیکھنی گوارا نہ کی ہوگی نہ خود گئے ہوگے نہ ملازماؤں کو اس کے پاس جانے کی اجازت دی ہوگی؟" وہ متوحش ہوا۔

"آف کورس...... کیا ضرورت ہے اس کو ہوش میں لانے کی نہ آئے۔ مر جائے مائی فٹ۔" وہ سخت بے رحم اور ظالم لگ رہا تھا۔

"تمہاری نفرت حق بجانب ہے لیکن...... کسی کی جان لینا سراسر جرم ہے۔" وہ کافی پینا بھول گیا تھا۔

"چلو، کال کرو اپنے ہیڈ کوارٹر سپاہی بلواؤ اور مجھے ہتھکڑی لگا کر لے جاؤ اور جیل میں بند کر دو، کرو کال میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو۔"

"میکائل پلیز، میری بات......"

"شٹ اپ..... کال کرو ابھی اور اسی وقت۔"
"اچھا یار سوری..... مجھے ایسا نہیں کہنا چاہیے تھا۔" وہ شرمندہ ہوا۔
"کان کھول کر سن لو اس شخص سے جڑی ہر شے سے مجھے نفرت ہے، شاید نفرت سے بڑھ کر کوئی جذبہ ہے، تم آئندہ اس معاملے میں نہ بولنا یہ میری وارننگ ہے۔" وہ غرایا تھا۔

"جگ جگ جیو میرے بچے..... کل سے اب چہرہ دکھایا ہے، تم تو کہہ رہے تھے صبح ہی آجاؤ گے اب رات میں آرہے ہو۔" اماں صدیقہ نے سلام کا جواب دیتے ہوئے اس کی پیشانی چومتے ہوئے کہا۔
"اماں آپ نے کل نیوز میں دیکھا ہوگا ناں دہشت گردوں کی شہر میں داخل ہونے کی اطلاع تھی اسی سلسلے میں رات سے صبح تک ہم چیکنگ میں مصروف رہے تھے پھر آفس میں کچھ کام تھا۔"
"اچھا کل ہم واک پر نکلے تو سڑکوں پر پولیس ہی پولیس دکھائی دے رہی تھی، گھر آکر ٹی وی کھولا تو کوئی خبر نہ تھی، ہوں اندرونی دہشت گردوں کا معاملہ تھا پھر وہ پکڑے گئے؟" چند لمحے وہ کچھ کہہ نہ سکا اس کی نگاہوں میں میکائل کا چہرہ تھا۔
"کہاں کھو گئے بیٹا..... میں تم سے پوچھ رہی ہوں دہشت گرد پکڑے گئے یا بھاگ گئے، منہ لٹکا کر آئے ہو لگتا ہے بھاگ گئے؟" اماں صدیقہ حسب عادت سوال در سوال کیے جارہی تھیں۔
"وہ اطلاع غلط اور جھوٹی تھی۔" وہ یہی کہہ سکا۔
"تمہارے لیے کھانا لے آؤں یا چائے پیو گے بیٹا؟"
"فی الحال تو سوؤں گا..... رات سے سویا نہیں ہوں۔ آنٹی اور ہانیہ کہاں گئی ہوئی ہیں؟" وہ اٹھتا ہوا پوچھنے لگا۔
"کچھ دیر قبل ہی شاپنگ کرنے گئی ہیں، ہانیہ کو آج کل بیکری آئٹمز بنانے کا خبط سوار ہوگیا ہے عائزہ سامان دلانے گئی ہیں۔"
"اللہ خیر کرے..... اب یہ تمام بیکریز بند کروائے گی۔" وہ ہنستا ہوا بولا۔
"ہر وقت مذاق اور مستی میں لگے رہتے ہو سنجیدہ بھی ہو جایا کرو۔" وہ ہنستا ہوا اپنے کمرے میں چلا گیا اور نیند نے کب اسے آلیا اس کو پتا ہی نہ لگا۔
وہ بیدار ہوا تو عائزہ بیگم اور ہانیہ آگئی تھیں، اماں نماز ادا کررہی تھیں، ہانیہ سے چھیڑ چھاڑ کرکے وہ عائزہ بیگم کے پاس بیٹھا گیا۔ وہ اس سے کل کی مصروفیات کے بارے میں پوچھتی رہیں ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ میکائل کی کال آئی تھی وہ کہہ رہا تھا زمیندار سے کچھ بات چیت ہورہی ہیں وہ کل یا پرسوں ان شاءاللہ آجائے گا۔
"جی..... میری بھی بات ہوئی تھی یہی ڈسکس کررہا تھا۔" اس کی جھکی نگاہیں جھوٹ کے بوجھ سے اوپر نہ اٹھ سکی تھیں۔
"میکائل کو کبھی بھی گاؤں سے دلچسپی نہیں تھی، یہ اچانک گاؤں کی زمین خریدنے کا شوق کیسے پڑ گیا..... میرا دل عجیب سی کیفیت کا شکار ہے اس پورے ہفتے سے اور کل..... کل سے تو مجھ پر کوئی نہ دکھائی دینے والا بوجھ ایسا آن پڑا ہے کہ دل کسی گہرے سمندر میں ڈولتی کشتی کی مانند دھیرے دھیرے ڈوب رہا ہے۔"
"آپ اس قدر کیوں سوچ رہی ہیں آنٹی؟" وہ آہستگی سے گویا ہوا مگر دل ہی دل میں ان کی محبت، احساس و تڑپ کو دیکھ کر حیران تھا کہ ماں کا دل اللہ تعالیٰ نے کس قدر گداز و حساس بنایا ہے کہ ایک خاص الہامی قسم کی کیفیت موقع پر دستک دیتی رہتی ہے۔
"موسیٰ..... میں نے تمہیں بھی میکائل کی طرح ہی پالا ہے، اس سے جتنی محبت کرتی ہوں آپ سے بھی اتنی ہی محبت کرتی ہوں۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر رقت آمیز لہجے میں کہا۔ "یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں میں کسی منافقت اور جھوٹ کا سہارا نہیں لے رہی ہوں، کوئی چاپلوسی نہیں کررہی ہوں؟"
"نہیں بالکل نہیں آنٹی، آپ نے ہمیں ماں کی کمی

محسوس نہ ہونے دی، ہمارے لیے آپ ہی ہماری ماں ہیں بلکہ ماں سے بڑھ کر ہیں۔" موحد نے ان کے ہاتھ چوم کر محبت سے کہا۔

"پھر ایک بات مجھے سچ سچ بتاؤ گے؟" اس کا دل اچھلنے لگا وہ سمجھ گیا تھا کہ کیا پوچھا جائے گا۔

"اس ہفتے میکائل کی سرگرمیاں کیا رہی ہیں؟"

"وہ کل رات سے کہاں ہے؟"

"میں اللہ کو حاضر وناظر جان کر کہہ رہا ہوں، جو کچھ بھی کر رہا ہوں وہ جائز ہے اور میرے اوپر فرض ہے، تم وعدہ کرو ہر حال میں منہ بند رکھو گے؟" شب جمعہ وہ اس کو لے کر نماز ادا کرنے جامع مسجد آ گیا اور نماز سے فارغ ہو کر اپنا ماضی سنا کر وہ اسے وعدہ لے رہا تھا۔

"وقت آنے پر میں خود مما سمیت سب کو حقیقت سے آگاہ کروں گا مگر وقت سے پہلے کچھ ظاہر ہوا تو وہ مر جائیں گی۔"

"اللہ نہ کرے..... مریں تمہارے دشمن، تم کیوں اتنے بے یقین ہو رہے ہو، وعدہ کرتا ہوں زبان کٹوا لوں گا مگر خاموش رہوں گا۔"

"معاملہ مما کی حساس طبیعت کا ہے، وہ یقیناً اصلیت کی کھوج میں لگی رہیں گی، میں جانتا ہوں میرے چہرے سے وہ عموماً میرے اندر کی کیفیت جان لیا کرتی ہیں اور میری اسپیشل مصروفیت ان کو مضطرب رکھے گی اور دیکھنا کسی نہ کسی طرح تم سے ہی پوچھیں گی اور اگر جذبات میں بہہ کر آدھا سچ بھی تمہاری زبان سے نکل گیا تو سوچ لینا میرا حاصل لاحاصل بن جائے گا، قیامت سے پہلے قیامت آ جائے گی اور موت....." ایک ہفتے قبل مسجد یعنی اللہ کے گھر میں اس نے میکائل سے وعدہ کیا تھا۔

"کس سوچ میں گم ہو گئے موحد؟" ان کی آواز اس کو چونکا گئی۔

"میں سوچ رہا ہوں، آپ کو کس طرح یقین دلاؤں میکائل زمین خریدنے کے سلسلے میں ہی گاؤں گیا ہے۔ آپ بے فکر ہو جائیں وہ کوئی غلط کام نہیں کرے گا، یہ میں سچ کہہ رہا ہوں۔"

وہ ایک نہیں کئی قدموں کی آوازیں تھیں، البتہ پہلے قدم کی آواز بھاری و مضبوط تھی، وہ جنونی انداز میں چیخنے اور دروازہ پیٹنے لگی پھر چند لمحوں بعد ہی دروازہ باہر سے اتنی شدت سے کھولا گیا اور چونکہ وہ دروازے سے چپکی ہوئی تھی اس طوفانی جھٹکے سے بے اوسان ہو کر فرش پر گر پڑی تھی۔

"اوہ..... گر گئی ہے۔" ماسی اللہ وسائی نے لپک کر اس کو اٹھانا چاہا مگر اس کی کرخت آواز پر وہیں رک گئی۔

"میں نے کہا تھا میرے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں ہوگا۔"

"جی..... جی سائیں بھول ہو گئی بس....."

"پھر بھی ایسی بھول نہیں ہونی چاہیے۔" اس کی سخت آواز پر وہ تینوں ہی گردن ہلانے لگیں اور اس اثناء میں وہ بھی خوف و استعجاب سے ان کو دیکھتی ہوئی کھڑی ہو گئی تھی۔

"کون ہو تم لوگ؟ مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟" وہ میکائل کو گھورتی ہوئی تیز لہجے میں بولی۔

"سوہنی..... اس کی جیولری اتار دو اور تم لوگ آپس میں بانٹ لو اور اس کو اپنا ڈریس دو، یہ ڈریس بھی تم لے لو اب یہ کوئی چیز اس کے کام کی نہیں ہے اگر یہ کچھ کھانے کی خواہش کرے تو لا دو۔" اللہ وسائی، سوہنی اور ہیر اس کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھیں، ساری رات اور دن گزارنے کے باوجود وہ اسی طرح خوب صورت و دلکش دکھائی دے رہی تھی۔ زیورات تھے جو کچھ الٹ پلٹ ہو گئے تھے ورنہ عروسی دوپٹے کا پن بھی ادھر سے ادھر نہ ہوا تھا۔

"میں تم سے پوچھ رہی ہوں جواب دو مجھے؟" وہ واپسی کے لیے مڑتے میکائل کا پیچھے سے کالر پکڑتی ہوئی چیخی۔ اس کے قیمتی تھری پیس سوٹ اور شاہانہ و قدرے مغرورانہ انداز سے سمجھ گئی تھی کہ وہ اس کے اغوا میں ملوث ہے اور وہ

تینوں دیہاتی ٹائپ کی عورتیں اس کی ملازمائیں ہیں۔ اس نے جھٹکے سے کالر چھڑ الیا۔

''عورت سمجھ کر پہلی اور آخری بار اس گھٹیا حرکت کو معاف کررہا ہوں لیکن نیکسٹ ٹائم تم کسی رعایت کی توقع مت رکھنا۔'' کہہ کر وہ آگے بڑھنے لگا، وہ جو اس سے جھٹکا کھا کر دور ہوئی تھی دیوانگی سے کہتی ہوئی پھر اس کی طرف بڑھنے لگی معاً وہ تینوں اس کی راہ میں حائل ہوئیں اور اسے اس کی طرف بڑھنے نہیں دیا۔

''ہٹ جاؤ تم لوگ میرے راستے سے، اس سے پوچھنے دو یہ مجھے یہاں کیوں لایا ہے، یہاں آئے مجھے کتنا وقت گزر رہا ہے، چندن کہاں ہے، مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے؟'' ان تینوں کو کسی دیوار کی مانند اس شخص کے پیچھے کھڑے دیکھ کر وہ چیخنے لگی۔

''دسائی..... اس بددماغ لڑکی کو بتادو اس کے کسی بھی سوال کے جواب دینے کا میں پابند نہیں ہوں، تم لوگ وہی کرو جو میں نے کہا ہے۔'' میکائل کہہ کر نہ پلٹنا تھا نہ کا تھا۔ سوہنی اور اللہ دسائی اس کی طرف بڑھیں تاکہ جیولری کے لیے جو حکم ملا ہے وہ پورا کرسکیں ہیر کھڑی کھڑی اس کو دیکھ رہی تھی۔

''لے لو یہ ساری جیولری، لے لو یہ سوٹ بھی دے دوں گی تم اور جتنا پیسہ و دولت مانگو گی سب دلواؤں گی، بلکہ..... بلکہ تمہیں گھر میں جاب دے دوں گی، یہ آدمی بہت ظالم ہے، تم لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ بہت تحقیرانہ اور سخت ہے، میرے گھر والے تم لوگوں کی بے حد عزت کریں گے، بس تم مجھے بتادو، وہ کون ہے، کیوں اور کس طرح میں یہاں تک آئی ہوں؟ میں یہاں کیوں لائی گئی ہوں اور.....''

''بس بس میڈم جی..... آج کی کلاس ہوگئی ہے، باقی کل کے لیے بچا کر رکھیں۔'' سوہنی نے سخت طنزیہ انداز میں زیورات سمٹ کر دوپٹے میں باندھتے ہوئے کہا، زیورات اتارنے میں اس نے کوئی مزاحمت نہ کی تھی اور خود بھی جلدی جلدی اتار کر انہیں دے رہی تھی کہ بھاری بھرکم زیورات سے اس کو تکلیف ہونے لگی تھی اور ان کو لالچ بھی دے رہی تھی کہ سوہنی کے سخت اور طنزیہ لہجے نے اس کو حیران کردیا۔

''تم اپنا پیسہ، دولت، سب اپنے پاس رکھو اللہ سائیں کے بعد جس نے ہمیں سہارا دیا ہے وہ ہمارا سائیں ہے، وہ ہم سے کسی بھی انداز میں بات کرے ہمیں برا نہیں لگتا وہ اگر غصہ کرتا ہے تو عزت بھی اتنی کرتا ہے، ایسا کوئی بھی صاحب لوگ اپنے نوکروں کا خیال نہیں کرتا ہے تم آرام کرو، میں تمہارے لیے کپڑے لاتی ہوں اور اماں دسائی کھانا لاتی ہے کل سے تم نے کچھ نہیں کھایا ہے۔'' سوہنی تیزی سے کہتی ہوئی اٹھی اور وہ تینوں کمال پھرتی سے باہر نکل کر دروازہ لاک کر کے چلی گئیں۔ اس نے چیختے ہوئے ان کے ساتھ ہی باہر نکلنا چاہا تھا مگر یکلخت ہی نقاہت اور کمزوری اس بری طرح حاوی ہوئی کہ وہ چکرا کر رہ گئی تھی۔

''سائیں..... آپ کا پسندیدہ کھانا پکایا ہے کھانا لگاؤں؟''

''تم لوگ کھاؤ جاکر، میری میٹنگ ہے زمین کے سلسلے میں وہیں کھانے پر بھی انوائٹ ہوں۔'' وہ خود پر پرفیوم اسپرے کرتے ہوئے بولا۔

''سائیں..... وہ لڑکی بہت اڑیل ہے، کچھ نہیں کھائے گی اس نے کہہ دیا ہے، مجھے تو ڈر لگ رہا ہے، اس نے کل سے کچھ نہیں کھایا اور.....''

''گو ٹو ہیل..... مرتی ہے تو مرنے دو۔'' معاً اس کے کمرے سے زوردار آواز آئی جو کسی دھماکے سے کم نہ تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارے میں)

ہنستی ہوئی لڑکی

غزالہ رشید

آیا تو ہے پیام بہاراں صبا کے ساتھ
خوں رنگ نہ ہو جائیں کہیں پھر فضا کے ساتھ
پھر پیار آ گیا ہے بہت آسمان کو
موتی لٹا رہے ہیں زمیں پہ گھٹا کے ہاتھ

"زونی، خوش رہو، جیتی رہو...... اچھا سا دلہا ملے۔"
فرمین نے ایک جملہ کیا کہا کہ زونی کے چہرے پر دھنک کے رنگ اتر آئے جبکہ اس کی کمر دہری ہوگئی تھی، مہندی لگا لگا کے، سب ہی نے مسکرا کے آمین کہا۔ تائی امی بہ مشکل مسکرائیں۔
"ماشاء اللہ، ہماری زونی ہے ہی ایسی کہ سب کو اس پر پیار آتا ہے۔" مایوں بیٹھی، بینا نے پیار سے اسے دیکھا۔
نزہت بیگم نے بیٹی کے لیے، مذاق میں کی گئی دعا پہ بھی آمین ثم آمین کہا...... قبولیت کی گھڑی شاید اسی لمحے کو کہتے ہیں۔
زونی سب ہی کے ہاتھوں میں نفاست سے مہندی لگا رہی تھی پر اس کے اپنے ہاتھ خالی تھے، زونی کو کاموں سے فرصت ملتی تو وہ بھی اپنی خواہش پوری کرتی۔ مہندی سے سجے، چوڑیوں سے کھنکتے ہاتھ، بھلا کس لڑکی کی تمنا نہ تھی۔ زونی کی بھی یہ اولین خواہش تھی اس لیے تھکن کے باوجود اس نے خود کو تیار کرنے کی ٹھانی۔ کلائیوں میں ہری، پیلی، کانچ کی چوڑیوں کے ساتھ سجے ہاتھوں میں مہندی لگی تو زونی کو خود بھی اپنے ہاتھوں پر پیار آنے لگا۔
ایسے میں، چائے کی آواز پھر سے مردانے سے آنی شروع ہوئی تو نزہت بیگم نے بیٹی کو روکتے ہوئے، اماں سرداراں سے کہا۔
"بچیوں کی مہندی خراب ہو جائے گی، اماں سرداراں، اب تم چائے بنا کے مردانے میں دے آؤ وہاں سیاست نے خوب رنگ جمایا ہوگا۔" ثریا خانم کو ہمیشہ سے ہی، نزہت بیگم کی ایڈمنسٹریشن سے چڑ تھی، وہ ہر جگہ اپنا وہی انداز اپنا لیتیں، جو بڑی بیٹی ہونے کے ناتے ان کی عادت بن چکا تھا۔ وہ جس عمل کے لیے سوچنے میں گھنٹے لگاتیں، نزہت بیگم کے لیے فیصلہ کرنا دس منٹ کی بات ہوتا۔

النفیس میں جس دن سے، ثریا خانم بیاہ کر آئی تھیں، ان کے حسن کے چرچے تھے، شوہر ان کی اداؤں پہ جاں نثار تھے، سانولے سلونے، وجاہت نفیس تو ان کو دیکھ دیکھ کے جیتے، سولہ کے سن میں بہو نے گھر میں قدم رکھا اور سال بھر بعد ہی زین احمد کی آمد نے ان کی اہمیت میں مزید اضافہ کر دیا، ساتھ ہی فیصل آباد سے اماں نے بچے کو سنبھالنے کے لیے، اماں سرداراں کو میکہ سے سسرال بھیج دیا تھا۔ ثریا خانم کو اب تو حکم دینے کی عادت ہو چکی تھی، احمد نفیس نے بچوں کی اماں کی وفات کے بعد شادی کرنے کے بجائے گھر میں بہو لانے کو ترجیح دی یوں ثریا خانم

چھوٹی عمر میں ہی بڑی بہو جیسے معتبر عہدے پہ فائز ہو گئیں، یوں اور تو کچھ نہ ہوا بس ان کو حکم عدولی یعنی حکم نہ ماننے والے ہر فرد سے نفرت ہو جاتی تھی۔

●●

احمد نفیس کا چاول کا کاروبار تھا جو ہر حال میں ترقی ہی کر رہا تھا۔ فرحان احمد جب بیرون ملک سے، ایم بی اے کی ڈگری لے کر لوٹے تو کاروبار کو نئے طریقوں سے مزید چار چاند لگانے کی کوشش کرنے لگے، چاولوں کی صفائی، ہر چھوٹے بڑے اسٹور پر خوب صورت پیکنگ میں، باسمتی چاول، دالیں، ریک پر نمایاں نظر آتیں، بڑھتے ہوئے کاروبار سے "النفیس" کی دیواروں کے رنگ اور بھی خوش نما ہوتے چلے گئے تھے۔

گھر کی نئے سرے سے تعمیر کے بعد لان میں رنگ برنگے پھولوں کے ساتھ باورچی خانے کے پچھلے حصے میں گارڈن بھی بنالیا گیا یوں تازہ سبزی، توڑ کر لانے سے اماں سرداراں کی بھی گاؤں کی یاد تازہ ہونے لگی۔ بس خرابی تھی تو صرف یہ کہ فرحان احمد کو اچانک ہی اپنی ماموں کی بیٹی، نزہت آرا پسند آ گئیں جن کے حسن کے چرچوں سے زیادہ ان کی، سمجھ داری، مزاج کا دھیما پن، ہنستے ہوئے، گالوں کے ڈمپل ان کے دل میں ایسی جگہ بنا گئے کہ وہ واپسی کا راستہ ہی بھول گئے تھے۔

ثریا خانم کو چاہ تھی کہ فرحان احمد ان کی پسند سے شادی کریں گے۔ بھابی کہتے کہتے ان کا منہ نہ سوکھتا تھا انہوں نے اس سلسلے میں براہ راست احمد نفیس سے بات کی اور وہ تو اس فیصلے پہ نثار ہی ہو گئے، باوفا بہو کی دل میں آج بھی جگہ تھی یہ بات ثریا خانم کو بھلا کہاں سمجھ میں آتی جو نوکروں کے جھوٹ پر قسم کھانے سے یقین کر لیتیں، ان سے زیادہ گھر کے اختیارات اماں سرداراں کے پاس تھے۔ وہ اماں سردار کے ہاتھوں اکثر ہی بے وقوف بن جاتیں، گھر کے مرد جان کر بھی کچھ کہہ نہ پاتے، ایسے میں نزہت آرا کا بہو بن کے آنا، گھر بھر پہ چھا جانا ان کے لیے جیتے جی مات کھانے کا باعث تھا۔ وجاہت نفیس کے رعب کے سامنے

کچھ کہنا بے کار تھا، ہارے ہوئے فوجی کی طرح ان کے وجود میں انتقام کا الاؤ روشن ہی رہتا تھا۔

ماضی، حال کو خوش حال بھی رکھتا ہے، بدحال بھی اور پھر مستقبل کو روشن یا پھر تاریک کرنے میں اس کا اہم کردار ہوتا ہے۔ فرحان احمد اور نزہت بیگم نہ چاہتے ہوئے بھی خاندان بھر کی آنکھوں کا تارا بن گئے۔ احمد نفیس کو اب سسرال میں پہلے سے زیادہ عزت و وقار ملنے لگا تو وہ راتوں کو تہجد ادا کرتے ہوئے سجدۂ شکر بجالاتے۔ گھر میں پنج وقتہ نماز کی پابندی تھی، اسی وجہ سے رحمتوں کا نزول بھی تھا، برکتیں بھی تھیں، محبتیں بھی، احمد نفیس کا خیال تھا کہ حسد اور رقابت، وقت کے ساتھ ساتھ کم ہوتی جائے گی لیکن انسان کی آزمائش بھی تو اس کی خوشیوں کا صدقہ ہوتی ہے۔ وہ سمجھداری سے گھر میں توازن کی فضا کو قائم رکھتے ہر رشتوں کو عزت و احترام دیتے ان کے اس انداز میں محبت اور شفقت نے پوتے، پوتیوں میں بھی عاجزی اور انکساری کی خاموش تربیت کی تھی۔ ثریا خانم کے ہاتھ میں ذائقہ تھا اور نزہت بیگم کو گھر کو سنبھالنا بہت اچھے سے آتا تھا۔ ان کی یہی خوبی ان کو سسرال میں ممتاز کرتی تھی۔

تمام پوتے پوتیوں پر دادا ابو کی شخصیت اور تربیت کا خاصا اثر تھا۔ دونوں بیٹوں نے گھر کے ماحول اور والد کو خوش رکھنے کی خود بھی اور بیگمات کو بھی اول دن سے عادت ڈال دی تھی، انہیں بھی کیوں اعتراض ہوتا جبکہ وہ ان کے میکے کو ان ہی کی طرح عزت دیتے تھے ہر پندرہ دن بعد ایک شاندار دعوت کے ذریعے خاندان بھر سے ملاقات کا اہتمام کرتے تھے جس میں دکھاوے سے زیادہ عزت و احترام اور محبت کا انداز نمایاں ہوتا تھا۔

جب ہم سے ملو گے تو ہمیں پاؤ گے مخلص
ہر چند کے اخلاص کا دعویٰ نہیں کرتے

آج بھی النفیس میں وہی محبتیں ہر دلعزیز تھیں، مینا کی شادی تھی، اس کا رشتہ بھی دادا ابو کے پرانے رفیق، عبدالصمد مرزا کے گھر ہو رہا تھا۔ بچے اب آپس میں، ملاقاتوں کے عادی نہ تھے لیکن شادی بیاہ میں ملاقات ضرور ہوتی تھی لہٰذا سب ہی خوش تھے، اسی ماحول میں کھانے کا مینو ثریا خانم کی مرضی سے طے ہوا تھا، نزہت بیگم سے شادی کارڈ سے لے کے رخصتی تک مشورہ کیا جاتا تھا۔ گو کہ ثریا بیگم کا دل نہ چاہتا کہ دیورانی کے ہر مشورے کو اتنی اہمیت دی جائے لیکن جب مہمان کھانے اور ارینج منٹ کی تعریف کرتے ہوئے رخصت ہوتے تو ان کو بھی اچھا ہی محسوس ہوتا تھا۔

مہنگائی کے اس دور میں آج بھی تمام تقاریب کا اہتمام گھر کے لان اور چھت پہ ہی ہوتا تھا۔ جس میں تمام روایتوں کے ساتھ موجودہ دور کے تمام اہتمام موجود ہوتے تھے، ایسی رونق تھی کہ سب ہی کی خواہش تھی کہ ''النفیس'' کے مکینوں سے بیٹی یا بہو لانے کا اعزاز اسے مل جائے۔

مینا کی رخصتی پر سب ہی افسردہ دل لیے لان میں کرسیوں پر اداس سے بیٹھے تھے کہ بے اختیار نبیل نے زین احمد کو دیکھ کے کہا۔

''بھئی مینا باجی کی رخصتی ہوگئی پھر زونی باجی بھی رخصت ہو جائیں گی، ہمیں بھی اپنے گھر میں بھابی لانی چاہیے، کیوں تائی امی؟'' نبیل نے ماحول خوش گوار کرنے کے لیے کہا۔

''ان شاء اللہ کیوں نہیں۔'' دونوں میاں بیوی مسکرا دیے۔

''ایسا بھی تو ہوسکتا ہے کہ گھر کی بات گھر میں ہی رہ جائے۔'' احمد نفیس نے فیروزی بادامی رنگ کے کرتے پاجامے میں دور سے آتی بھتیجی زونی کو پیار سے دیکھا، جو مینا کی رخصتی پر سب سے زیادہ اداس تھی، بچپن کی دوست جو رخصت ہوئی تھی۔

زین احمد نے مسکرا کے والدین کی طرف دیکھا، ثریا خانم نے ایسے بے نیازی کا مظاہرہ کیا کہ سب ہی ایک

دوسرے سے نظریں چرانے لگے اور دور سے آتی زونی کو احساس ہی نہیں ہوا کہ دلوں کی رنجشوں کے پودے گزرتے برسوں میں تناور درخت تو بن گئے لیکن سایہ دینے سے محروم تھے اور پھر نیند اور تھکن کے بہانے سب ہی نے اپنے اپنے کمروں کی راہ لی تھی۔

اس رات ثریا خانم نے شوہر سے بغیر لحاظ کیے وہ کچھ کہہ ڈالا جو اگر وہ اس سے پہلے اگر کہہ دیتیں تو شاید ان کے راستے علیحدہ ہو چکے ہوتے، وہ اپنی محبت سے، دست بردار تو نہ ہو سکے لیکن آج ان کو شدت سے احساس ہوا کہ ان کی شریک سفر حسد کی آگ میں جل رہی ہیں، وہ خاموش ہی رہے تھے۔

⁂

"النفیس" میں آج پھر سے رونق تھی، بینا رہنے آئی ہوئی تھی، اس رات ساری کزنز پھر سے اکٹھی ہوئیں، رونقوں نے گھر میں خوشیاں بھر دی تھیں، پریاں، گھر میں اتر آئی تھیں، زونی نے مالی بابا سے کہا اور بہت ساری موتیا کی کلیاں اور پھول جمع کر لیے تھے، گجرے بنانے کا شوق اسے اپنی ماں سے ملا تھا۔ محبت سے بنائے گئے گجرے، سب ہی کے ہاتھوں میں سجے تھے۔ بینا نے زونی کے دونوں ہاتھ پکڑ کے چوم لیے۔

"یہ میری ہنستی مسکراتی چھوٹی سی بہنا کا ویلکم تو سب سے ہی منفرد ہوتا ہے۔" سب ہی نے ہاں میں ہاں ملائی اور چائے کی فرمائش کر دی آج فرحین نے بینا کے ساتھ مل کر حلوہ پوری کی تیاری کے لیے لوازات تیار کیے تھے، الائچی والی خوشبودار چائے، زونی کے ہاتھ کی سب ہی کو پسند تھی، وہ بھی ہنستی مسکراتی یہ فرمائش پوری کرتی رہی۔

"ایک کپ چائے مجھے بھی ملے گی ناں زونی۔" زین نے کہا ایک لمحے کے لیے زونی نے کچھ اور ہی محسوس کیا پھر وہ فرحین کے ساتھ چائے بنانے میں لگ گئی۔

⁂

روح کی روح سے دوستی ہو جاتی ہے پتا ہی نہیں چلتا، زین اور زونی بھی باتیں تو بہت نہ کر سکے تھے لیکن ایک انجانی ڈوران کے درمیان بندھ گئی تھی۔ زین جب گھر میں داخل ہوتا اس کی نظریں ہنستی مسکراتی زونی کو تلاش کرتیں اور زونی بھی کالج سے واپسی پر لاؤنج میں کاؤچ پر ضرور نظر ڈالتی، وہ وہاں بیٹھتا ہی اس لیے تھا کہ اپنے بیڈ روم سے آتی جاتی زونی کو دیکھ سکے۔ یہ تعلق کب بنا، کیسے بڑھتا چلا گیا دونوں ہی بے خبر تھے مگر مگن تھے۔

وہ اس کے پرفیوم کی خوشبو کو پہچاننے لگی تھی، اسے وہ مردانہ پرفیوم، لیڈیز پرفیوم سے زیادہ اچھا لگتا، جی چاہتا وہ اسے آن لائن ہی منگوا کے اپنے پاس رکھ لے سب سے چھپا کے۔

زین احمد کو رنگوں کی پہچان ہونے لگی تھی، کون کون سے رنگ زونی پہ جچتے تھے، اسے خود ہی معلوم ہونے لگا تھا۔ اسے میرون اور کالا رنگ بہت اچھا لگتا تھا یا شاید لگنے لگا تھا۔ بینا کی رخصتی پہ وہ میرون کلر کے غرارے میں سیڑھیوں سے اترتی بینا کے ساتھ ساتھ قدم اٹھاتی اس کی یادوں کی البم میں محفوظ ہوتی جا رہی تھی۔ زین نے اپنے موبائل سے زونی کی تصویریں لی اور اپنی یادوں میں محفوظ کر لی تھیں۔

زونی کا ہنستا مسکراتا چہرہ اب تو اور بھی روشن ہوا جاتا تھا۔ ثریا بیگم کے سینے پہ سانپ لوٹنے لگے تھے، ان کو کچھ سمجھ نہ آتا کہ وہ کیا کریں، اب شوہر سے تو کوئی بات کرنے کا تصور ہی نہ تھا کیونکہ ان کا بدلا رویہ وہ واضح طور پہ محسوس کر رہی تھیں، اس رویہ کی وجہ بھی وہ "زونی" کو ہی سمجھتی تھیں۔ ثریا بیگم ماضی کے تجربات سے مقابلے کی فضا کو آج بھی نکال نہیں سکیں۔ وہ بساط کے مقابلے میں کسی ہارے ہوئے گھوڑے کی طرح خود کو سمجھتی تھیں، دو مختلف خواتین تھیں لیکن وہ ہمیشہ خود کو جیتا ہوا دیکھنا چاہتی تھیں، نزہت بیگم کے آنے سے وہ چاہتیں تو ان کو ایک دوست کی طرح ویلکم کرتیں تو شاید ان کے دکھ کم ہو جاتے، اس میں ان کے خیالات کے ساتھ ساتھ ان صحبتوں کا بھی دخل تھا جن کے بغیر ان کو سانس بھی نہ آتا تھا۔ ان کی پڑوسن فیروزہ بیگم جو ان کے خیالات ہر روز ایک نئے قصے کے ساتھ بدل ڈالتیں، بہت سے

واقعات جوان کے تجربے میں بھی نہ تھے، ان کو انہوں نے ان کے ذہن میں ڈال دیا تھا۔ جس پر ان کا یقین اتنا مستحکم ہو جاتا کہ وہ کچھ اور سوچ نہ پاتیں۔

اس روز بینا کی شادی کی مووی زین احمد کو دیکھتے ہوئے وہ بھڑک سی اٹھیں نہ جانے کیا کچھ بولتی رہیں۔

''کیا ہو گیا امی جان، کیا آپ کو بینا بالکل یاد نہیں آتی؟'' زین احمد آج کا نوجوان تھا بے دھڑک پوچھ لیا۔

''کیوں یاد نہیں آتی، فون پر بات کر لیتی ہوں، تمہاری طرح بینا کے بہانے بنا کر ہر وقت کاؤچ میں گھسے بیٹھے۔ لیپ ٹاپ پہ مووی دیکھتی رہوں تو گھر کی ذمہ داریاں کون سنبھالے گا۔'' وہ اپنی خواہشات کے مطابق بیٹے سے امیدیں باندھ رہی تھیں لیکن یہ ضروری تو نہ تھا کہ زین بھی وہی سوچے۔ وہ تو مستقبل میں زونی کے ہم قدم تھا۔ وہ سوچ ہی نہیں سکتا تھا کہ قریب رہتے ہوئے ضروری تو نہ تھا کہ راستے بھی قرب کے ہوں، ملن کے ہوں، محبتوں کے ہوں۔ وہ حیران ہی تو رہ گیا تھا آج ان کے اس انداز پر۔
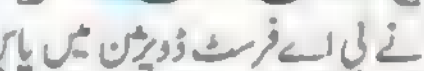
زونی نے بی اے فرسٹ ڈویژن میں پاس کر لیا تو سب ہی خوش تھے لیکن اب بینا کی شادی کے بعد نفیس احمد کا خیال تھا کہ زین اور زونی کا ملن ہو اور بھائیوں کی محبت اور مضبوط ہو جائے لیکن اسی شام چائے پہ وجاہت نفیس نے بڑی سمجھداری سے والد کی طرف دیکھا اور کہا۔

''میں زین احمد کے بارے میں آپ سب سے بات کرنا چاہتا ہوں۔'' ثریا بیگم کا دل تو مانو حلق میں ہی آ گیا۔

''بالکل کرو بیٹا، سب ہی موجود ہیں، کیا خوش خبری ہے؟'' احمد نفیس نے شفقت سے بیٹے کی طرف دیکھا۔

''میرے دوست کا بیٹا آسٹریلیا جا رہا ہے، میں چاہ رہا تھا اگر آپ کی اجازت دیں تو میں زین کو بھی ساتھ روانہ کر دوں اسی یونیورسٹی میں ایک ساتھ ہوگا تو رہنے کے لیے آسانی ہوگی۔''

''تعلیم حاصل کرنے کی بات ہے تو انکار بنتا ہی نہیں ہے، یہ ہم سے بہتر ہوں گے تو کاروبار کو مزید ترقی ملے گی لیکن کتنا عرصہ؟'' زین احمد حیران تھا باپ کا فیصلہ اسے بالکل بھی پسند نہ آیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس اچانک اعلان میں کوئی بھید ضرور پوشیدہ ہے جو وہ اس سے چھپانا چاہتے ہیں۔ اسے اعتراض تعلیم کے حصول سے نہ تھا لیکن وہ اپنے روایتی گھرانے کے رسم و رواج سے بھی واقف تھا، اس کی چھٹی حس اس کو الارم دے رہی تھی زونی سے جدائی کا۔

فرحان احمد، نزہت بیگم بھی حالات سے واقف تھے، لیکن بچوں سے کچھ کہنا، قبل از وقت تھا۔ بتاتے تو ان کی شخصیت شاید آج اتنی مکمل، اتنی خوب صورت، اتنی شاداب نہ ہوتی۔

''ابو، آپ نے مجھ سے مشورہ تک نہ لیا اور سب کے سامنے فیصلہ سنا دیا۔'' زین احمد نے شکوہ کیا تو وجاہت نفیس مسکرائے۔

''مجھے تم پہ یقین ہے کہ تم میرے فیصلے سے اختلاف نہیں کرو گے۔'' انہوں نے اس کے کاندھے پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اسے سامنے بٹھایا۔

کچھ کہنا قبل از وقت تھا، لہٰذا بیٹے کو مستقبل کے سنہرے خواب دکھانے شروع کیے۔ چاہ کر بھی نہ کہہ سکے تمہاری ماں تم پر محبت کے سارے راستے بند کر دینا چاہتی۔ ثریا بیگم بھی مطمئن ہو گئی تھیں ورنہ زین احمد کے زونی کی طرف بڑھتے قدموں نے ان کی راتوں کی نیند حرام کر دی تھی۔

ثریا بیگم بہت خوش تھیں سالوں کے فیصلے دنوں میں ہو گئے، پیسے کی کمی نہ تھی کہ درمیان میں کوئی مجبوری حائل ہوتی۔ یوں زین احمد نے پڑھائی کی غرض سے پردیس کی راہ لی تھی۔

نفیس احمد اس رات بیٹے اور بہو کے ساتھ ہی کافی دیر بیٹھے رہے۔

''مشکل فیصلہ کیا ہے فرحان احمد کی طرح لیکن اللہ تعالیٰ تم لوگوں کے حق میں بہتر کرے، آمین ثم آمین۔''
زونی کی طرف کسی نے نہیں دیکھا کہ وہ ہنستی مسکراتی ہوئی لڑکی اچانک ہی کمرے سے اب کم کم ہی باہر نکلتی تھی۔
ثریا بیگم نے سکھ کا سانس لیا اور نزہت بیگم نے بیٹی کی خاموشی کو محسوس کرلیا تھا۔ لیکن کیا کرسکتی تھیں۔ اس کے دل کی حالت سمجھتی تھیں۔ ماں تھیں اس کی محبت کا راز پا گئی تھیں۔
وقت اپنی مخصوص رفتار سے گزرتا رہا، بیٹا اب بھی آتی تو گھر میں رونق سی ہوجاتی، وہ اپنے گھر میں خوش تھی لیکن میکے کی اداسی، اس کا دل اداس کردیتی تھی۔ بھائی کی راز دار تھیں پر ماں کی وجہ سے خاموش رہتی تھی اس کا بہت جی چاہتا کچھ ایسا کرنے کا کہ پھر سے ''النفیس'' کی رونقیں بحال ہوں لیکن اس کے بس میں شاید کچھ بھی نہ تھا۔ ثریا خانم نے اب تو برملا اعلان کرنا شروع کردیا تھا کہ وہ زین احمد کی شادی خاندان سے باہر کریں گی، نئی بہو گھر میں تبدیلی لائے گی اور پھر گھر کے نئے انداز، نیا ماحول، نئے رشتے گھر میں مختلف ماحول بنائیں گے۔ دن رات سالوں سے وہی سب کچھ اب انہیں بیزار کرنے لگا تھا۔

کئی موسم بدلے اور پھر رشتے بھی بدلنے لگے، ایک رات اچانک ہی دل کا دورہ پڑنے سے نفیس احمد نے مکینوں سے رخصت لے لی، زین احمد چاہنے کے باوجود نہ آسکا۔ اس کے امتحان ہورہے تھے اور زندگی اپنے پرچے کھولے بیٹھی تھی۔ چہلم کے بعد بھی گھر کا ماحول، اداس ہی رہا۔ ایسے میں وہ فیصلہ جو فرحان احمد کو آسان لگ رہا تھا مشکل لگنے لگا۔ ایسا لگتا تھا تیز ہواؤں نے سایہ دار درختوں کو خزاں رسیدہ کردیا ہے۔

وہ دسمبر کی سرد شام تھی جب زونی کو یہ فیصلہ سنایا گیا کہ اس کی شادی عاطف صدیقی سے طے پارہی ہے۔
''امی...... میں ابھی شادی کرنا نہیں چاہتی۔'' اس نے آہستگی سے کہا۔
''جانتی ہوں زونی بیٹا لیکن تم یہ بھی جانتی ہو کہ تمہاری تائی امی کسی بھی طرح سے اس رشتہ کے لیے نہیں مانیں گی، چاہے انہیں اپنے بیٹے کو کھونا ہی کیوں نہ پڑے۔'' ان سے آج خاموش نہ رہا گیا۔
''کیوں امی؟''
''بس...... جو لوگ یک طرفہ جنگ لڑ رہے ہوں وہ اس سے نکلتے نہیں، وہ ہمیشہ ایسے ہی سخت دل ہوجاتے ہیں، میری ہر کوشش ناکام ہوگئی کہ ان کا دل میری طرف سے صاف ہو لیکن میں ناکام ہی رہی اور اس فیصلے کے بعد تو اب میں مایوس ہوں۔'' نزہت بیگم رو دیں۔
''کیا میں بھی، ایسی ہی ہوجاؤں گی۔'' زونی نے معصومیت سے پوچھا۔
''بچے...... ایسا سوچنا بھی مت، تمہاری ہنسی تو بہت قیمتی ہے، اسے ہمیشہ قائم رکھنا۔ دلوں کی نفرتیں ماتھے کی لکیروں پہ کنڈلی مار کے بیٹھ جاتی ہیں پھر ساری زندگی پہلے ہم اپنے سے خود کلامی کرتے ہیں اور پھر آہستہ آہستہ دوسروں سے بدکلامی کرکے خود تنہا ہوجاتے ہیں۔'' نزہت بیگم کو بیٹی کے جذبات کا احساس بھی تھا دکھ بھی لیکن وہ بے بس تھیں۔

وہی ماحول جو مایوں مہندی میں ہر لڑکی کا خواب ہوتا ہے۔ زونی کا بھی تھا لیکن وہ ہنستے ہنستے رو دیتی۔ اس کے ہاتھوں میں مہندی کے رنگ سج بھی رہے تھے۔ گیندے اور گلاب کی مہک، مایوں بیٹھی دلہن کو نئی زندگی کی نوید دے رہی تھی لیکن آج پہلی بار ہنستی ہوئی زونی کی آنکھیں بار بار چھلک جاتیں۔
بیٹا تو اس سے نظریں ہی نہیں ملا پارہی تھی۔ مطمئن نظر آنا بھی شاید فن ہی ہے جو کم از کم زونی کی عمر کی لڑکیوں میں نہیں ہوتا بس والدین کی تربیت سے خاموش رہنے کا فن زونی نے بھی سیکھ رکھا تھا۔ ورنہ خواب کی تعبیر نہ ملنے سے جو ڈپریشن ہوتی ہے وہ اس کا بھی سنگی ساتھی ہوچلا تھا۔

عروسی جوڑے میں زونی بے حد خوب صورت لگ رہی تھی چوڑیوں سے بھرے ہاتھ، مہندی کی خوشبو کے ساتھ عاطف صدیقی کو بار بار اس کی طرف متوجہ کررہے تھے۔ مسکراتے ہوئے لب، آنکھوں میں آنسوؤں کی چمک کے ساتھ نزہت بیگم کے دل کو ہلائے دیتے تھے۔ بیٹی کی رخصتی، ماں کی تربیت اور محبت کی سب سے بڑی آزمائش ہے وہ بار بار اسٹیج پر بیٹھی زونی کو دور سے دیکھتی اپنے آنسو خود سے بھی چھپائے ہوئے وہ پھر سے ہال میں موجود کسی مہمان سے سلام دعا میں مصروف ہونے کی کوشش کرتی تھیں۔

● ●

عاطف صدیقی سے ملاقات اچھی تھی لیکن زونی کو یہ بات شدت سے محسوس ہوتی تھی کہ دونوں گھروں کے رہن سہن، بالکل مختلف ہیں وہ اس گھر کی بڑی بہو تھی۔ سارے رشتے اسے امی جان کے ساتھ ساتھ نبھانے تھے۔ عاطف صدیقی اکثر ہی بیرونی دوروں پر رہتے اس کا زیادہ وقت امی جان کے ساتھ سسرالی رشتوں کو نبھانے میں مصروف رہتا۔ اس گھر میں ان کے میکے کی طرح دعوتوں کا رواج نہ تھا۔ سسر فواد بے حد اصول پسند انسان تھے۔ گھر کے ماحول میں اکثر ہی سناٹوں کا راج رہتا تھا۔ زونی کو ایسا لگتا جیسے وہ بالکل ایک نئی دنیا میں آ گئی ہے جہاں کام سے زیادہ وہ ذمہ داریاں ہیں جو اسے کبھی گھر میں نبھانی ہی نہیں پڑی تھیں۔

''آپ ناشتے میں کیا پسند کریں گے؟'' اس نے عاطف سے پوچھا آج وہ کافی دنوں بعد گھر پر تھے۔

''اماں صغریٰ کو معلوم ہے یہ ان سے پوچھنا۔'' وہ لیپ ٹاپ بند کرتے ہوئے بولے۔

''مجھے آپ کے کام کرنا اچھا لگتا ہے۔'' وہ خوامخواہ ہی مسکرائی۔

''میں زیادہ تر ملک سے باہر رہا ہوں، مجھے اپنے کام خود کرنے کی عادت ہے۔'' ان کی طرف سے جواب ملا۔

''آپ کے کپڑے پریس کردوں؟'' وہ ہکلائی۔

''یہ سب ہمیشہ سے اسلم صاحب کا کام ہے۔ وہ وارڈ روب سے خود ہی نکال کر آئرن کردیتے ہیں۔'' زونی کا جی چاہا ان سے پوچھے پھر آپ اور میں بھلا کیا بات کریں اس کے لیے بھی کوئی نیچر ہوتی تو چاہیے تھی لیکن کیا کرتی مسکرادی اور لان سے پھولوں کی تلاش میں نکلی اسے پھول پسند تھے۔

● ●

زونی نے عاطف صدیقی کی سالگرہ پر براؤنیز، کافی اور سینڈوچ سرو کیے تو وہ پہلی بار مسکرائے، زونی کو لگا کہ وہ اب دوبارہ اپنی سالگرہ پر ہی مسکرائیں گے لیکن پھر قدرت زونی کے ساتھ ہولی ان دونوں کی شادی کی سالگرہ تھی نہ جانے کیوں اس نے آن لائن عاطف صدیقی کے لیے سفاری پرفیوم منگوایا۔ بینا نے ایک دفعہ اس کے ساتھ زین کی سالگرہ پر اس کے لیے گفٹ خریدتے ہوئے بتایا تھا۔

''تمہیں پتا ہے یہ زین کا پسندیدہ پرفیوم ہے۔ وہ تو حیران ہی رہ جائے گا کہ میں اس کے لیے اس کا پسندیدہ پرفیوم خریدوں، اس سے کہوں گی میں نے اور زونی نے مل کے لیا ہے۔'' زونی مسکرادی تھی۔

چھوٹی چھوٹی یادیں تصویروں کی البم کی طرح دل کے فریم میں بھی رہ جاتی ہیں۔ عاطف صدیقی کو اس کا یہ گفٹ بے حد پسند آیا اور وہ اس رات ان کو دیکھ کے سوچ کر ہی رہ گئی۔ جب انہوں نے کہا۔

''یار زونی تم تو مجھے **Soul mate** لگی ہو۔'' اس نے سجدہ شکر ادا کیا۔

● ●

عاطف صدیقی تو دھیرے دھیرے ہر مرد کی طرح بدل گئے تھے۔ وہ ریان کو سینے پر لٹاتے اس سے اس کی زبان میں باتیں کرتے اسے بہت اچھے لگنے لگے تھے۔ اولاد اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین تحفہ ہے۔ وہ اکثر سوچتی ورنہ عاطف صدیقی کی خاموشی سے کبھی کبھی تو اسے گھٹن ہونے لگتی، وہ موبائل لیے ہاتھ میں گھنٹوں میسجز یا کال پہ مصروف رہتے لیکن کمرے میں بات کرنے کے

لیے کوئی موضوع ہی نہیں تھا۔ وہ ہنستی ہوئی زونی اسی طرح چھوٹے چھوٹے مدھر قہقہے بکھیرتی لیکن وہ کس سے کہتی کیا کہتی، شکایتوں کے دفتر ایک بار کھل جائیں تو پھر ڈھیر لگ جاتے ہیں اور وہ ان کے ڈھیر میں دفن ہونا نہیں چاہتی تھی۔ وہ سوچتی تھی تائی امی جیسے زمینی خدا انسانوں کی قسمت کے فیصلے اپنے ہاتھ میں لے کے شاید غیر مطمئن ہی رہتے ہوں کیونکہ زین بھی اب ان کی مرضی سے شادی نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ریان احمد اب اکثر لان میں شام کو دادا، دادی اور عاطف کے ساتھ اپنی کلکاریوں کے ساتھ مصروف رکھتا تھا۔ سب کی توجہ کا مرکز وہ ایک بچہ اس گھر کے سناٹے کو ختم کر گیا تھا۔ پورے لان کے چکر لگاتا رہتا، اماں صغریٰ بھی ہانپ جاتیں اور پھر سب ہی مسکراتے۔

زونی دیکھ رہی تھی کہ تائی امی اب اکثر اسے دیکھ کے حسرت سے مسکراتی ہیں، بیماریوں نے گویا ان کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ اس سے اکثر تقریبات میں جب ملاقات ہوتی تو وہ ریان احمد کو پیار سے دیکھتے ہوئے کہتیں۔

”بہت خوب صورت بچہ ہے، رونق لگائے رکھتا ہے تم بھی اسی لیے اسمارٹ، فریش، ہنستی مسکراتی رہتی ہو۔“

”کیسی گزر رہی ہے زندگی؟“ مینا نے اپنی مخصوص محبت سے آج پھر زونی کو گلے لگایا۔ ملاقات بھی تو کتنے دن بعد ہوئی تھی، دونوں ہی مصروف تھیں۔

”اچھی ہے، آپ سنائیں آپ کی صاحب زادی اہل کیا کر رہی ہے؟“

”آج کل اس کے اسکول کی تلاش ہے، تم سناؤ تم کیا کر رہی ہو، بیٹا تنگ تو نہیں کرتا؟ اب تو ملاقات بھی بس تقریبات میں ہی ہوتی ہے دل کی بات ہی نہیں کر پاتے۔“ مینا کا پیار، اس کا مان تھا۔ بچپن کی دوستی بھی تو تھی۔

”جی بس خوب شرارتیں اور پورے گھر میں دوڑتا رہتا ہے، لگتا ہے بڑا ہو کے کہیں کا سفیر بنے گا۔“ زونی نے کھنکھناتے لہجے میں کہا۔

”تمہارا بیٹا ہے تو محبتوں کا سفیر ہی بنے گا۔ بہت یاد آتی ہے وہی الائچی والی چائے اور تمہارے ہاتھوں کے بنے گجرے۔“ مینا نے اداسی سے کہا اور وہ ہنستی رہی لیکن آج آنسو نہ جانے کیوں آنکھوں میں جھلملائے تھے۔

”خیریت ہے ناں زونی؟“ مینا نے ہاتھ دبایا۔

”جی جی...... مجھے بھی وہ سب یاد آنے لگا تھا۔“ وہ ہنس دی۔

”کیا زین بھی یاد آتا ہے؟“ مینا نے اچانک ہی پوچھا تو وہ ہنس دی۔

”اچھے دن ہمارے ہوں اور یاد نہ آئیں، کیسے ممکن ہے اور جب الائچی والی چائے کسی کو بھی پسند نہ ہو، کافی کی عادت ہو تو پھر ذائقہ اس چائے کا، یادوں ہی میں تو رہ جاتا ہے ناں۔“ اس نے اپنا میرون کامدانی دوپٹا نزاکت سے سنبھالا اور پھر ہنستے ہوئے اپنے شوہر عاطف صدیقی کی طرف بڑھ گئی۔ جو بے حد نپے تلے انداز میں بات کیا کرتے تھے اور اکثر اس سے کہتے۔

”تم لڑکیاں اتنا ہنستی ہو کہ کبھی کبھی احمق لگتی ہو پتا ہے زیادہ ہنسنے والوں کے دل مردہ ہو جاتے ہیں۔“ وہ یہ سن کے مسکرا دیتی۔

”سچ ہے ناں یہ بھی تو......“ کاش ان سے کہہ سکتی ”کچھ باتیں ان کہی بھی رہنے دیا کریں، تنقید بھی تو ہر وقت کی ہو تو انسان خزاں کے موسم بن جاتے ہیں۔ زرد پتوں کی طرح بکھر جاتے ہیں۔“

یہ کیسا عشق ہے امجد کہ دل میں رہتا ہے
یہ کیسا درد ہے جس کا کوئی شمار نہیں

قسط نمبر 10

سانسوں کے اس سفر میں

ام ایمان قاضی
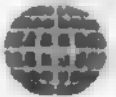
ہم کو بھی معلوم تھا یہ وقت بھی آجائے گا
ہاں مگر یہ نہیں سوچا تھا کہ پچھتائیں گے
یہ بھی طے ہے کہ جو بوئیں گے وہ کاٹیں گے وہاں
اور یہ جو بھی کھوئیں گے وہیں پائیں گے

(گزشتہ قسط کا خلاصہ)

اماں جہاں اور اماں جی دونوں بہنیں ہوتی ہیں۔اماں جہاں سنجیدہ طبیعت کی مالک ہیں اور جوانی میں اپنے خالہ زاد سے منسوب ہوتی ہیں لیکن خالہ زاد کو اماں جہاں کی دوسری بہن پسند آجاتی ہے اور یوں ان سے رشتہ ختم ہوجاتا ہے اور اماں جہان ان سے بدظن ہوجاتی ہیں اور اماں جی سے ملنا بند کردیتی ہیں۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اور حالات کے تحت ان کے مزاج میں سختی آتی جاتی ہے۔اماں جہاں کے گھر کے بچے اور اماں جی کے گھر کے بچے ایک ہی کالج میں پڑھتے ہیں اور ان میں دوستی بھی ہوتی ہے۔منتہا اماں جہاں کی لاڈلی اور منہ زور پوتی ہوتی ہے اس کے والدین ایک حادثہ کا شکار ہوکر انتقال کرجاتے ہیں،منتہا اپنے خالہ زاد کو پسند کرتی ہے اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہے اور یہ بات وہ بے خوف ہوکر اماں جہاں کو بھی بتادیتی ہے پر اماں جہاں کو لگتا ہے کہ ایک بار پھر حالات پہلے جیسے ہوگے ہیں مگر اس بار وہ اپنے دل میں چھپی کدورت کو منتہا کی خوشیوں کی بھینٹ چڑھادیتی ہیں اور بہت ہوشیاری سے منتہا کی شادی طے کردیتی ہیں مگر منتہا ان کے فیصلے کے خلاف ہوجاتی ہیں اور گھر سے بھاگ کر خالہ کے گھر پناہ لے لیتی ہے، اماں جہاں کو پتا چلتا ہے تو وہ یہ چال چلتی ہیں کہ وہ گھر آجائے تو اس کی شادی اس کی مرضی سے طے کردیں گی،منتہا ان کی شاطرانہ چال کو سمجھ نہیں پاتی اور وہ خوشی خوشی گھر آجاتی ہے مگر اماں جہاں کے اندر پلتے انتقام کو وہ سمجھ نہیں پاتی،وہ آخری لمحہ تک خوش ہوتی ہے مگر اماں جان بہت خاموشی سے گھر آنے کے کچھ دنوں بعد اس کو زہر دے کر ماردیتی ہیں۔یشعرہ موحد کی بہن ہے اور عبدالحنان کی بیوی۔شجر اور فجر دونوں کزن ہیں،یشعرہ بھی ان کی کزن ہے ان کے تایا کی بیٹی۔آیت موحد کی خالہ زاد کزن ہے پر بچپن سے اس گھر میں ہے اس لیے موحد کی ماں کو خالہ کے بجائے تائی کہتی ہے۔ایان مومنہ کا شوہر ہے مومنہ اماں جہاں

کی پوتی ہے۔ منتہا کی موت اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی ہوتی ہے اور ڈر کر اماں جی کے گھر آجاتی ہے، وہ اماں جی کو سب بتا دیتی ہے تب اماں جی مومنہ کا نکاح ایان سے کر دیتی ہیں۔

(اب آگے پڑھئے)

آیت نے تیزی سے لائن کاٹی اور موحد کو دیکھنے لگی جو میز سے فائل اٹھا کر بغیر کچھ کہے واپس پلٹ گیا تھا۔
آیت نے کچھ سوچ کر کال پھر سے ملائی۔

''زہے نصیب...... مل گئی موحد صاحب سے فرصت اور یاد آ گئی ہماری...... یار مت بھولا کرو کہ یہ معروفیت ہی تمہیں میری بدولت نصیب ہوئی ہے۔'' اس کا انداز عامیانہ تھا آیت غصہ سے کھول کر رہ گئی۔

''بکومت...... حالات کچھ بہتر ہوتے تو گرین سگنل دیتی ناں تمہیں اور اللہ کے واسطے اس احسان کو بار بار مت دہرایا کرو، اتاروں گی میں بدلہ سود سمیت تم بھی یاد رکھا کرو کہ یہ سب تم نے میرے لیے ہرگز نہیں کیا۔ یقیناً اس میں تمہارا ابھی مطلب تھا تب ہی تو یہ سب کر پائے۔'' وہ قدرے ناگواری سے بولی۔

''ہاہاہا......'' دوسری طرف فیصل کا قہقہہ بے ساختہ بلند ہوا۔

''ادھار رکھنا تو تم نے سیکھا ہی نہیں...... میں تو مانتا ہوں یار کہ اس میں میرا ابھی مطلب پوشیدہ تھا ورنہ ایسے پھڈوں میں فیصل کہاں ٹانگ اڑاتا ہے لیکن فائدہ تو پورا کا پورا فی الحال تم نے اٹھایا ہے، میرے دل کی مراد کب پوری ہوگی؟'' وہ مطلب کی بات پر آیا۔

''مختصر بات کیا کرو...... اسی لیے کال کی ہے تمہیں، مجھے لگتا ہے کہ تمہیں اپنا رشتہ بھیج دینا چاہیے اب میں اپنی پوری کوشش کروں گی سب کو منانے کی...... آگے دیکھو کیا ہوتا ہے۔''

''نہ نہ نہ...... یہ مت کہنا کہ آگے دیکھو کیا ہوتا ہے، میں نے تمہارا کام پورا کر کے تمہیں اپنا گوہر مقصود حاصل کرنے میں تمہاری مدد کی ہے تو اب تمہیں بھی کچھ ایسا کرنا ہے کہ وہ میری زندگی میں شامل ہو کر رہے...... اتنے پاپڑ میں نے اس لیے نہیں بیلے کہ تم مجھے یہ کہہ کر ٹرخا دو کہ دیکھو کیا ہوتا ہے۔'' اس کا لہجہ تیز ہوا۔

''اُف...... میں نے ایک ممکنہ بات کی ہے بس، مجھے پورا یقین ہے کہ وہ تمہیں ہی ملے گی۔'' اس کے انداز کو دیکھتے ہوئے آیت کو اپنا انداز بھی بدلنا پڑا تھا۔

''بس تم جلد از جلد وہ کرو جو میں نے تم سے کہا ہے۔'' گھڑی میں وقت دیکھتے ہوئے اس نے بات مختصر کی کہ کہیں پھر کوئی کمرے میں نہ آ جائے، تاہم فیصل کے انداز اور باتوں نے اسے بہت کچھ سوچنے پر ضرور مجبور کر دیا تھا کہ اس وقت تو وہ جذبات میں فیصل کو یہ راہ دکھا بیٹھی تھی اب جب وہ جس راستے پر چل نکلا تھا تو چاہتا تھا کہ وہ اس کو منزل تک بھی پہنچائے جب کہ اسے یقین تھا کہ وہ موحد، تایا اور تائی کو تو شیشے میں اتار لے گی مگر اماں جی کی شجر سے محبت کی حد کو بھی جانتی تھی کہ اماں جی شجر سے پوچھے بغیر کوئی ایسا فیصلہ نہیں لینے والی تھیں کیونکہ اس کی زندگی کا معاملہ تھا تو ایسی صورت میں وہ فیصل کے جارحانہ رویے کا کیا جواب دے گی۔ خیر ہار ماننا تو اس نے سیکھا ہی نہیں تھا۔ ایسا اگر ہو جاتا تو وہ ایک تیر سے دو شکار کرنے والی تھی۔ فیصل کے احسان کا بوجھ بھی اتر جاتا اور شجر نام کا کانٹا نکل جانے سے اس کی زندگی بھی گل و گلزار ہو جاتی...... اب اسے ایسا کچھ کرنا تھا کہ اماں جی سمیت سب گھر والے فیصل کے رشتے کے لیے مان جاتے اور بظاہر اس میں کوئی قباحت نظر نہیں آ رہی تھی۔ باقی سب بعد پر چھوڑ کر وہ گھر کے کام نمٹانے باہر چل دی تھی۔

''سنو شجر...... اب تو ہماری شادی ہونے والی ہے، اب تو تھوڑی عزت دے دیا کرو...... آپ کہہ کر بلا لیا کرو، دیکھنے سننے والے کیا کہیں گے؟'' وہ بیچارگی سے بولا۔

''یہ کیا بات ہوئی بھئی، عزت دل میں ہونی چاہیے۔ یہ بھاری بھرکم الفاظ، یہ آپ جناب، میرے منہ سے نکلتے ہی نہیں تمہارے لیے، زبان ہی بل کھا جاتی ہے...... لوگوں کا کیا ہے؟ ان کا کام ہی باتیں بنانا ہے، میں آپ جناب کہہ کر بلاؤں گی، تب بھی اعتراض کا کوئی نہ کوئی پہلو نکال ہی لیں گے۔'' اس کا انداز شاہانہ تھا۔ بے ساختہ ایک سسکی اس کے منہ سے نکلی۔

''دیکھو تو موحد، بڑی سے بڑی بات کو خاطر میں نہ لانے والی شجر آج تمہاری بیوی کی نوکیلی زبان کے زہر سے بچنے کے لیے اپنا گھر چھوڑ کر پرائے گھر پر ڈیرہ جمائے بیٹھی ہے مگر کب تک......؟'' اس نے دل ہی دل میں موحد کو مخاطب کیا تھا۔

''نہیں آیت...... نہیں، میں نے سوچا...... بہت سوچا پھر میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ میں نے کوئی گناہ کیا ہے نہ غلطی پھر میں کیوں در بدر بھٹکتی پھروں...... میرا ابھی اس گھر پر اتنا ہی حق ہے جتنا تمہارا، بھلے تمہارے شوہر پر اب میرا کوئی حق نہیں لیکن میں اب تمہارا کوئی بے جا دباؤ اور طنزیہ گفتگو برداشت نہیں کروں گی...... میں

پورے وقار اور شان سے جیوں گی اس گھر میں جو میرا بھی ہے کیونکہ ان چند دنوں میں، میں یہ اچھی طرح جان گئی ہوں کہ جب تک ہم خود اپنے آپ کو عزت نہیں دیں گے، کوئی دوسرا بھی نہیں دے گا، یہ دنیا کمزور کو دباتی ہے اور میں کمزور نہیں ہوں، میں اس قصور کی سزا نہیں بھگتوں گی جو میں نے کیا ہی نہیں ہے...... پاک پروردگار مجھے ثابت قدم رکھنا آمین۔'' پورے چاند پر نظر جمائے وہ کتنی ہی دیر سے خود احتسابی کے عمل میں تھی، یشرہ پوری کوشش کرتی تھی کہ اسے بھرپور کمپنی دے اور کسی نہ کسی کام میں مصروف رکھتی مگر عبدالحنان کو بھی یشرہ کی بھرپور توجہ چاہیے تھی اور کچھ دیر قبل ہی وہ اسے لڑکیوں والے کمرے میں چھوڑ کر گئی تھی، اس کے جانے کے بعد اس کا دل اتنا گھبرایا تھا کہ وہ باہر سیڑھیوں پر آ کر بیٹھ گئی کہ اسے کب ایسے اکیلا اور تنہا رہنے کی عادت تھی، وہ حتمی فیصلہ کر کے اٹھی اور اسی کمرے میں آ گئی جہاں اس کی رہائش تھی...... تھوڑی ہی دیر میں وہ واڈروب سے اپنے کپڑے نکال کر دوبارہ بیگ میں رکھ رہی تھی، یشرہ یقیناً اسے مہینہ بھر رہنے کے لیے اپنے ساتھ لائی تھی مگر بمشکل پانچ دن ہی گزرے تھے ابھی...... اس نے بہت سوچ کر جو فیصلہ کیا تھا اب اسے اس پر کاربند رہتے ہوئے زندگی گزارنی تھی اور ان لوگوں کو بھی اپنے طرز عمل سے خوشی دینی تھی جو اسے خوش دیکھ کر سکون سے جیتے تھے جیسے کہ اماں جی۔

عبدالحنان کی اجازت سے وہ آج شجر کو اماں جی کے گھر چھوڑنے گئی تھی۔ ارادہ تھا کہ اماں جی اور باقی گھر والوں سے بھی مل لے گی دوسرا اسے شجر کے عزم اور مضبوطی نے خوشی دی تھی جب اس نے بتایا تھا کہ وہ اب سب کچھ بھول کر نئے سرے زندگی شروع کرنا چاہتی ہے پھر اس کے یہاں رہنے کی وجہ سے اماں جی بھی بہت پریشان ہیں، یشرہ کو حقیقت میں اس کی سوچ بدلنے پر بہت طمانیت محسوس ہوئی تھی کیونکہ وہ شجر کے لیے دل سے پریشان تھی۔

ڈاکٹر نے عبدالحنان کو اب کچھ ایکسر سائز کے ساتھ ساتھ بیساکھی کے سہارے دن میں پانچ چھ بار بیس سے پچیس قدم چلنے کی تاکید کی تھی تاکہ ایک دو ماہ میں اس کا جسم عادی ہو سکے پھر اس میں بہتری دیکھ کر اسے آپریشن کی تاریخ دی جانی تھی۔ نہ جانے کیوں یشرہ کے سامنے اس طرح لاچاری سے چلنا اسے اچھا نہیں لگتا تھا کہ یشرہ کے سامنے وہ جس شان سے چلا کرتا تھا اس کے سامنے اب ایسے کس طرح چلے گا، البتہ یشرہ جب اسے چلنے کی تاکید کرتی وہ چڑ جاتا اسے ڈانٹ دیتا، ناراض ہو جاتا تھا۔

وہ اب اس صورت حال سے پریشان تھی سو آج جان بوجھ کر اسے اکیلا چھوڑا تھا پھر خود ہی جا کر اجمل کے ذمہ لگایا تھا کہ اس کے جانے کے بعد اسے چلنے کے لیے آمادہ کرے لیکن جب یشرہ کے میکہ جانے کے بعد جب اجمل اس کے کمرے میں آیا تو اسے خود سے ورزش کرتے دیکھ کر مطمئن ہوا تھا۔

''شاباش شہزادے...... شاباش...... ہمت کرو...... ہمت ہمیں بہت جلد وہ پہلے والا عبدالحنان چاہیے زندہ دل، بہادر، اپنے قدموں اور فیصلوں پر مضبوطی سے کھڑا رہنے والا۔'' اس نے پورے خلوص سے کہا۔ جواب میں پسینے سے شرابور عبدالحنان نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا، دس پندرہ منٹ بعد مخصوص ورزش کرنے کے بعد

وہ آہستہ آہستہ اپنی قوت مدافعت کو استعمال میں لاتے ہوئے پہلی بار لاٹھی کے سہارے باہر آیا تھا۔ اماں جہاں کے بستر سے لگ جانے کے بعد جہان منزل کی ساری رونقیں جیسے ماند پڑ گئی تھیں۔ سارے گھر میں ہو کا عالم تھا۔ سلطانہ تائی بھی شاید اپنے کمرے میں تھیں، اتنے دن بستر پر لیٹے لیٹے اسے چلنا جیسے بھول گیا تھا۔ مزید یہ کہ اسے چلنے میں بہت زیادہ تکلیف ہو رہی تھی۔ تاہم آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہ اماں جہاں کے کمرے کی طرف آ گیا...... بستر پر لیٹے ہوئے وہ چھت پر نظریں جمائے ہوئے تھیں۔ تاہم آہٹ پر مڑ کر دیکھتے ہوئے انہیں جیسے ہی پسینے میں شرابور عبدالحنان اندر آتا دکھائی دیا تو وہ خوشی سے کھل اٹھیں اور سہارا لے کر اٹھ بیٹھنے کی کوشش کرنے لگیں۔

''آؤ آؤ میرے بچے، جیتے رہو، خوش رہو...... تم سوچ بھی نہیں سکتے، تمہیں اس طرح اپنے پیروں پر چلتا دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہو رہی ہے۔'' وہ ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے نقاہت سے بولیں، عبدالحنان بغیر کچھ کہے ان کے بستر کے قریب آیا۔ بہت کوشش کے بعد ان کے بستر کے پاس پڑی کرسی پر بیٹھنے کے بعد بیساکھی بیڈ کے سہارے کھڑی کی اور گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ وہ بری طرح تھک گیا تھا۔

معمول کے انداز میں وہ کچن میں داخل ہوئی مگر ٹھٹک کر رک جانا پڑا کہ فجر کی کسی بات پر مسکراتی اور مگن انداز میں رائتہ بناتی وہ شجر ہی تھی، جس کی گھر میں ایک بار پھر موجودگی اسے کانٹے کی طرح چبھنے لگی تھی۔

''یہ کب آئی اور کیوں؟'' خود سے سوال کرتی وہ آگے بڑھی اور کسی سے کچھ کہے بغیر فریج کھولا کہ اس کو دیکھنے کے بعد وہ بھول گئی تھی کہ وہ کچن میں کیا کرنے آئی تھی۔

''السلام علیکم! کیسی ہو آیت؟'' شجر نے خود ہی پہل کی کہ اس کے خیال میں ان دونوں کے درمیان سرد مہری کی فضا گھر کے ماحول کو خراب کر سکتی تھی۔

''ٹھیک ہوں۔'' سلام کا جواب دیئے بغیر اس نے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔ فریج سے پانی کی بوتل نکالی شیلف سے گلاس اٹھا کر کوئی اور بات کہے اور سنے بغیر جیسے آئی تھی ویسے واپس چلی گئی۔

''مجھے تو یہ سمجھ میں نہیں آتی کہ آیت کو کیا ہو گیا ہے، وہ میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیوں کر رہی ہے؟ ناراضی اور غصے کی بھی کوئی وجہ ہوتی ہے، جو کچھ ہوا اس میں بہت سوچنے پر بھی مجھے رتی بھر بھی اپنا قصور نظر نہیں آتا پھر بھی ایسا لگتا ہے کہ جیسے وہ زبردستی یہ قصور میرے کھاتے میں ڈال کر مجھے تکلیف دینا چاہتی ہے۔'' اس نے فجر سے آیت کے رویے کا شکوہ کیا۔

''تم ٹھیک کہہ رہی ہو لیکن وہ شاید تمہارے اور موحد کے ساتھ رشتے اور تعلق کی وجہ سے ان سیکیور ہو جاتی ہے لیکن تم فکر مت کرو اور اس کے رویے کو محسوس مت کرو، یہ سب نیچرل ہے ایسی صورت حال میں، آہستہ آہستہ سب کچھ اپنے معمول پر آ جائے گا۔'' فجر نے برنر بند کیا اور پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو کر رسان سے سمجھایا۔ شجر بھی شاید اس کی بات سمجھ گئی تھی تبھی طویل سانس لیتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

''اچھا یہ بتاؤ آمنہ نے شادی کے بعد چکر لگایا تھا گھر، کیسی تھی، خوش تو تھی ناں؟'' فجر نے اس کا دھیان ہٹانے کی غرض سے پوچھا۔

کا ویب ایڈریس اور تمام کالموں کے ای میل تبدیل ہو گئے ہیں۔ قارئین نوٹ فرمالیں۔

پرانے ویب اور ای میل ایڈریس پر مسلسل صارفین کی شکایات موصول ہوتی رہیں۔ جس کی بنا پر ادارے نے اپنے ای میل ایڈریس تبدیل کر دیے ہیں۔ تمام سلسلوں کے الگ الگ ایڈریس اس پوسٹ میں لگائے جا رہے ہیں۔ براہ کرم انہیں اپنے پاس محفوظ کر لیجیے اور اپنے دوست احباب کو بھی اطلاع کر دیں۔

نیا ویب ایڈریس یہ ہے

www.naeyufaq.com

نئے اُفق، آنچل اور حجاب سے متعلق معلومات کے لئے یہ ای میل ہے	info@naeyufaq.com
نئے اُفق کی کہانیاں، سلسلے اور معلومات کے لئے	editorufaq@naeyufaq.com
آنچل کی کہانیاں، سلسلے اور معلومات کے لئے	editor_aa@naeyufaq.com
حجاب کی کہانیاں، سلسلے اور معلومات کے لئے	editorhijab@naeyufaq.com
بیاض دل اور نیرنگ خیال	biazdill@naeyufaq.com
دوست کے پیغام	dkp@naeyufaq.com
یادگار لمحے	yaadgar@naeyufaq.com
آئینہ کے لئے تبصرہ	aayna@naeyufaq.com
بزم سخن (شاعری)	bazsuk@naeyufaq.com
عالم میں انتخاب شاعری منتخب شعرا کا کلام	alam@naeyufaq.com
شوخی تحریر (اقتباسات)	shukhi@naeyufaq.com
حجاب میں تبصرے کے لئے حسن خیال	husan@naeyufaq.com

نئی کہانیاں یونی کوڈ، ورڈ اور ان پیج پر ٹائپ کر کے ای میل کر دیں۔ اردو رسم الخط میں موصول ہونے والی کہانیاں قابل قبول ہوں گی۔
نئے اُفق، آنچل اور حجاب کے کالم میں شریک ہونے کے لئے درست ای میل کا انتخاب کیجیے۔ بصورت دیگر ادارہ ذمہ دار نہ ہوگا۔
تمام احباب سے گزارش ہے کہ ای میل ایڈریس محفوظ کر لیں تاکہ بوقت ضرورت آپ کو کسی قسم کی دشواری نہ اٹھانا پڑے۔

''ہم...... آئی تھی اپنے خاوند کے ساتھ، بس کھڑے کھڑے ہی آئی اور جلدی آنے کا وعدہ کر کے لوٹ گئی...... اتنی دیر بیٹھی ہی نہیں کہ اس کی خوشی یا ناخوشی جانچ سکتی لیکن بہرحال مطمئن لگ رہی تھی، کہہ رہی تھی جلد ہی ہم سب کو اپنے گھر بلائے گی۔''

''اللہ پاک اسے خوش رکھے...... چلو تم میز پر برتن رکھنا شروع کرو، بس یہ سب کچھ ڈشز اور ڈونگوں میں نکالوں۔'' فجر نے چاولوں کا دم دیکھتے ہوئے کہا تو شجر سر ہلاتے ہوئے برتنوں والے کیبنٹ کی طرف بڑھ گئی۔

''فارغ ہیں تائی اماں، مجھے ایک بات کرنی تھی آپ سے؟'' آیت نے ان کے کمرے میں جھانک کر تایا جان کی غیر موجودگی کی تسلی کی اور پھر اندر آتے ہوئے کہا کہ تین دن سے وہ ان سے بات کرنا چاہ رہی تھی مگر وہ اسے اکیلے دستیاب نہیں ہو پا رہی تھیں۔

''آؤ آؤ بیٹا بیٹھو...... کیا بات ہے؟'' انہوں نے خوش دلی سے کہا اور دوپٹہ جس پر کروشیہ کی بیل بنا رہی تھیں، ایک طرف رکھ دیا اور عینک اتار کر پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''تائی اماں...... مجھے نہیں لگتا کہ جب تک شجر اس گھر میں ہے مجھے کوئی سکھ مل سکے گا۔''

''کیوں کیا ہوا...... کیا کوئی اور بات ہوئی ہے تم دونوں کے درمیان؟'' اس کی پریشانی دیکھ کر وہ سنجیدہ ہوئیں۔

''مسئلہ تو یہی ہے تائی جان کہ کوئی بات ہی نہیں رہ گئی ہمارے درمیان کرنے کو...... وہ سات دن جو اس کی غیر موجودگی میں میں نے گزارے، ہزار جتن کر کے موحد کو آہستہ آہستہ زندگی کی طرف واپس لے آئی، وہ ایک نارمل زندگی کی طرف لوٹ رہے تھے، محبت تو بہت دور کی بات ہے مگر وہ چھوٹی چھوٹی باتیں شیئر کرنے لگے تھے مگر اس کے واپس آتے ہی سب بگڑ گیا۔ وہ پھر سے ایسے ہو گئے جیسے کبھی مجھ سے کوئی رشتہ تھا ہی نہیں، پہلے سے بھی سخت خول میں بند ہو گئے ہیں، جب تک شجر اس گھر میں ہے نہ میں خوش رہ پاؤں گی، نہ ہی موحد میری طرف متوجہ ہو پائیں گے۔'' وہ روہانسی ہوئی۔

''میں نے تمہیں پہلے بھی کہا ہے آیت کہ آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ میاں بیوی کا رشتہ اللہ تعالیٰ کی رضا سے طے پاتا ہے، اس میں محبت اور مضبوطی بھی وہی دیتا ہے پھر اولاد اس رشتے میں مزید مضبوطی لے آتی ہے، ایسے میں تم صرف ایسا کرو اس بات کو محسوس کرنا چھوڑ دو کہ جب تک شجر ہے تم خوش نہیں رہ پاؤ گی یا موحد تمہارے بجائے اس کی طرف متوجہ رہے گا ایسا سوچتی رہو گی تو ایسا نہ بھی ہوا تب بھی تمہیں بدگمان رکھے گا۔''

وہ اسے ایک بار پھر سمجھا رہی تھیں۔

''شجر نے سدا اس گھر میں نہیں رہنا، جلد یا بدیر وہ بھی رخصت ہو جائے گی لیکن تم اس کو ذہن میں رکھو گی تو اپنی زندگی خراب کرو گی اور موحد کا دماغ بھی، تم خود خوش رہو اور اسے بھی خوش رکھو بس باقی سب خود بخود ٹھیک ہو جائے گا۔'' انہوں نے مزید سمجھایا۔

''تائی اماں...... میں سمجھتی ہوں کہ شجر کا اب اس گھر سے رخصت ہو جانا ہی بہتر ہے، پچھلے دنوں ماموں کے گھر مجھے فیصل ملا تھا وہ شجر کی تمام بدتمیزی (تھپڑ والی) بھول کر اب بھی اسے اپنانے کی خواہش رکھتا ہے، اس نے مجھے اپنا عندیہ گھر والوں تک پہنچانے کی درخواست کی تھی اور یہ بھی پوچھا کہ کیا وہ شجر کے لیے رشتہ لا سکتا

ہے؟ معذرت کے ساتھ لیکن میں نے اسے کہا کہ وہ جب چاہے اس مقصد کے لیے اپنے گھر والوں کو لاسکتا ہے۔'' اس نے جھجکتے ہوئے کہا۔

''اس میں معذرت کی کیا بات ہے؟ تم نے تو اچھا ہی سوچا جو بھی سوچا، میرے تو خیال میں ان حالات میں اس رشتے سے اچھا اور رشتہ کہاں ملے گا شجر کو، پڑھا لکھا، برسر روزگار خوبرو اور خاندانی پھر سب سے بڑھ کر اس کی شرافت کا ثبوت اور کیا ہوگا کہ معمولی سی بات پر لڑکی سے تھپڑ کھا کر پھر بھی اسی کی خواہش رکھتا ہے۔''

''جی بالکل، میں نے بھی یہی سوچا ہے، اب ایک دو دن میں وہ لوگ جیسے ہی آئیں، آپ کو اماں جی پر دباؤ ڈالنا ہے کہ ہر صورت اس رشتے کو ہاں کر دیں، ایک بار اماں جی مان گئیں تو پھر اور کسی کو اعتراض نہیں ہوگا۔''

''ٹھیک کہہ رہی ہو تم۔'' انہوں نے پرسوچ انداز میں کہا۔ آیت ان کو قائل کر کے مطمئن ہوگئی تھی۔

''کیا بنا رہی ہیں، دکھائیں ذرا۔'' اس نے دوپٹہ اٹھاتے ہوئے کہا۔

''واہ...... بہت زبردست کام ہے۔'' دوپٹہ ہاتھ میں لے کر اس نے توصیفی انداز میں کہا۔

''یشعرہ کا ہے...... تمہیں بھی بنادوں گی ایسا۔'' وہ مسکرا کر بولیں۔

''چلیں ٹھیک ہے، میں چائے لاؤں آپ کے لیے۔''

''ہاں لے آؤ...... تھوڑے سے کام سے سر میں درد ہونے لگا ہے اور آنکھوں میں بھی، اب نہ وہ وقت رہا، نہ ہمت، جب ڈھیروں کام ایک ساتھ نمٹالیا کرتے تھے اور پتہ بھی نہیں چلتا تھا۔'' انہوں نے عینک دوبارہ اٹھائی اور دوپٹے کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''بلکہ ایسا کرو آیت، اماں جی سے بھی چائے کا پوچھ لو پھر وہیں دے جاؤ چائے مجھے میں ذرا اماں جی کو شجر کی شادی کے لیے ٹٹول لوں کہ ان کے ذہن میں کیا ہے اور لگے ہاتھوں ان کو رائے بھی دے دوں گی کہ اغوا والی بات پھیلنے سے پہلے ہی جو مناسب رشتہ آئے، لڑکی کے ہاتھ پیلے کر دینے چاہیے۔'' وہ اٹھتے ہوئے بولیں۔

''جی ٹھیک کہا آپ نے۔'' آیت نے آج مودبانہ پن کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑے ہوئے تھے۔ سو جلدی سے اماں جی کے کمرے کی طرف چل دی تھیں۔

* * *

فجر کو ہی یاد آیا تھا سو اس نے ہی سب کو جا کر باری باری اپنے پروگرام سے آگاہ کیا گو کہ ایسا ہونا اس گھر کا شروع سے معمول تھا مگر پے در پے حالات و واقعات کی ترتیب کچھ ایسی بدلی تھی کہ وہ سب ہی اپنے اپنے مدار سے ہٹ گئے تھے۔ مومنہ سب سے زیادہ پرجوش اور خوش تھی کہ اس نے ایسے پروگرامز کے صرف قصے سن رکھے تھے اور اب وہ ان میں شامل بھی ہونے والی تھی۔ اس پر مستزاد یہ سب کچھ جس کے لیے ہو رہا تھا وہ اس کی زندگی کا اہم حصہ تھا...... اماں جی اور صفیہ تائی کی مشاورت سے کھانے کے لیے مینیو سیٹ کر لیا گیا تھا۔

* * *

اب فجر نے ہی شور مچایا کہ انہیں گفٹس کے لیے مارکیٹ جانے کی اجازت دی جائے مگر شجر والے واقعے کے بعد اماں جی بہت ڈر گئی تھیں سو وہ اس حق میں نہیں تھیں کہ وہ لوگ ٹیکسی سے جائیں جبکہ تایا اور موحد اپنے

اپنے کام پر تھے۔ گھر والی گاڑی بھی تایا جان لے کر گئے ہوئے تھے، ایسے میں یشرہ جو کھڑے کھڑے سب کا حال پوچھنے آئی تھی، اجمل کو بطور ڈرائیور ان کے لیے پیش کر دیا اور ان کا پروگرام سن کر خود بھی ساتھ ہی تیار ہوگئی۔ اب اماں جی کو اجازت دیتے ہی بنی تھی۔ سو سارا قافلہ اجمل کی معیت میں مارکیٹ کی طرف روانہ ہوا تھا سوائے آیت کے جسے آج صبح موحد آفس جاتے ہوئے اس کے ماموں کے گھر چھوڑ گیا تھا...... یوں اجمل جو دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر آئے روز یشرہ کو اپنی خدمات پیش کرتا رہتا تھا، اس کی تو دلی مراد بھی بر آئی تھی حالانکہ سلطانہ تائی کے صاف جواب کے بعد اسے امید کم ہی تھی اس تعلق کے پنپنے کی مگر دل کا کیا کرتا جس نے اس جیسے سخت اور اکھڑ بندے کو بھی چاروں شانے چت کر دیا تھا۔

"میں شاور لے لوں، تم جلدی سے چائے لے آؤ۔" آفس سے آتے ہی ٹک سک سے تیار مومنہ اسے ملی تو سارے دن کی تھکاوٹ جیسے پل میں اتر گئی تھی۔ سیٹی پر شوخ سی دھن بجاتا وہ فریش ہو کر جس وقت واش روم سے باہر آیا مومنہ اسے مسکراتی ہوئی ملی۔

"کیا بات ہے بھئی آج کیوں اس معصوم جان کا امتحان لیا جا رہا ہے، یہ اور بات ہے کہ یہ معصوم بندہ ایسا امتحان روزانہ پسند کرے گا۔" آئینے کے سامنے بیٹھے ہوئے اس نے بال سنوارتے ہوئے مسکرا کر مومنہ سے سوال کیا۔

"اور یہ چائے کہاں ہے بھئی؟" اب وہ صوفے پر بیٹھ گیا تھا۔

"صبر کریں، چائے کے ساتھ اور بھی بہت کچھ ملے گا، مگر یہاں نہیں آپ کو میرے ساتھ اوپر چلنا ہوگا۔" معنی خیزی سے مسکراتی ہوئی وہ اس کے قریب آئی اور ہاتھ پکڑ کر اٹھاتے ہوئے بولی۔

"یار...... یہ بیویاں جب ایسے جان لیوا انداز میں مسکرا کر بات کریں تو شریف آدمی سمجھ جاتا ہے کہ یا تو شاپنگ کا موڈ ہے یا اماں کے گھر کا مگر یقین کرو آج میں بہت تھکا ہوا ہوں، کل لے چلتا ہوں ناں جہاں تم کہو گی۔" بے چارگی سے بولتا ہوا وہ کسلمندی سے اور پھیل کر بیٹھ گیا۔

"افوہ...... بھئی ایسا کوئی مسئلہ نہیں ہے، ایسے ہی ان شوہر حضرات نے ہم بیویوں کو بدنام کیا ہوا ہے، چلیں تو سہی، مجھے گھر میں ہی آپ کو کچھ دکھانا ہے۔" وہ مصنوعی خفگی سے بولی۔

"اچھا بھئی چلو، لے چلو جہاں چلنا ہے۔" وہ اٹھتا ہوا بولا۔

آفس سے واپسی پر موحد آیت کو ماموں کے گھر سے لیتا ہوا آیا تھا، لاؤنج میں ہی ان دونوں کو فجر نے آن لیا۔

"ہیلو...... ہیلو خواتین و حضرات میرا مطلب ہے خاتون و حضرات رک جائیں...... شادی ہو جانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ ہمارے بھائی مکمل آپ کے قبضہ میں آگئے، بالکل اسی طرح آپ کی زندگی کی ساتھی بن جانے کا یہ ہرگز مطلب نہیں ہے کہ آپ ہماری گروپ ممبر پر مکمل قبضہ جمالیں۔" اس نے باری باری دونوں سے مخاطب ہو کر کہا۔

''ہم آپ کی گروپ ممبر پر قبضہ رکھنے کا ہرگز دعویٰ نہیں رکھتے، اس لیے ہمیں اس الزام سے بری کرتے ہوئے جانے کی اجازت دی جائے اور اپنی سہیلی کو جب بھی چاہیں، لے جاسکتی ہیں۔'' بہت دنوں بعد موحد بھی اپنے پرانے انداز میں دوبدو بولا تھا جبکہ آیت کو فجر کی یہ بے تکلفی بالکل پسند نہیں آئی تھی۔ وہ زبردستی مسکرائی۔

''نہیں ناں...... آپ دونوں کا تھوڑا سا قیمتی وقت چاہیے بس اور کتنا وقت آپ نے فضول سی بحث میں ضائع کردیا...... موحد تم یہ اپنا بریف کیس مجھے دو، میں کمرے میں رکھ کر آتی ہوں، تم دونوں چھت پر چلو، اماں جی نے فوراً بلایا ہے۔'' فجر نے کہتے ہوئے اس کے ہاتھ سے بیگ لے لیا جس میں لیپ ٹاپ اور ایک دو ضروری فائلز تھیں۔

''اماں جی نے...... !خیریت تو ہے، وہ ٹھیک ہیں؟''

''ہاں ہاں سب ٹھیک ہیں، تم اپنی بیگم کو لے کر چلو، میں یہ رکھ کر ایک منٹ میں آئی۔'' فجر عجلت میں کہتی وہاں سے چلی گئی، وہ دونوں ایک ساتھ سیڑھیوں کی طرف بڑھے اور چھت پر پہنچنے سے پہلے ہی فجر بھی ان کے قریب آ گئی تھی مگر چھت پر پہلا قدم رکھتے ہی وہ دونوں چونک کر رہ گئے، پوری چھت کی منڈیر اور دیواروں کو غباروں اور آرائشی جھنڈیوں سے سجایا گیا تھا، منڈیر پر ایک ایک فٹ کے فاصلے پر مٹی کے دیئے رکھے تھے جن میں سے آدھے روشن تھے، باقی بچ جانے والے دیوں کو مومنہ ایک ایک کر کے جلا رہی تھی، گھر کے سب ہی افراد فرشی نشست پر براجمان خوش گپیوں میں مصروف تھے جبکہ درمیان میں دستر خوان پر لگے برتن اور ساتھ رکھے کچھ بازاری کھانوں کے ڈبے بھی نظر آ رہے تھے۔ موحد کے وجود پر چھایا بے زاری کا جمود تڑخ کر کے ٹوٹا تھا اس نے اماں جی کے پہلو میں بیٹھی شجر کی مسکراہٹ کو بھی دیکھ لیا تھا پھر اتنے دن بعد گھر کے مکینوں کو ایسے ایک ساتھ خوشگوار موڈ میں دیکھنا ایک خوشگواریت کی لہر پورے وجود میں دوڑا گیا تھا تاہم آیت کا موڈ سب کو خوش دیکھ کر بگڑ گیا تھا مگر اس نے کچھ کہا نہیں اور آگے بڑھ کر صفیہ تائی کے ساتھ بیٹھ گئی۔

''آؤ بھئی دولہے میاں سالگرہ میری ہے، انتظار تمہارا ہو رہا ہے گھنٹہ بھر سے۔'' اس نے موحد کی جگہ اپنے پاس بناتے ہوئے خوش دلی سے کہا۔

''سوری میں بھول گیا تھا یہ دن، ورنہ مجھے اور گھر کے کسی فرد کی برتھ ڈے بھول جائے ہو ہی نہیں سکتا تھا۔'' اس کا انداز معذرت خواہانہ ہوا کہ واقعی اگر چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو اکٹھے بیٹھ کر بانٹنا اس گھر کی روایت تھی تو اس سب کا روح رواں موحد ہی ہوا کرتا تھا۔ یہ اور بات ہے کہ کچھ دن سے وہ دن خواب ہو گئے تھے۔

چلیں بھئی، اب جب سب آ گئے ہیں تو کیک کاٹ لیا جائے پھر کھانے کا وقت بھی ہوا چاہتا ہے، یشرہ بھی نیچے پہنچ گئی ہیں، میک اپ درست کرنے کے لیے پانچ منٹ کا وقت مانگا ہے انہوں نے، شجر ذرا آگے ہو کر دونوں ڈبوں سے کیک نکالو اور موم بتیاں جلاؤ اور مومنہ تمہارے دیئے نہیں مکمل ہوئے ابھی تک، جلدی آؤ بھئی۔'' فجر نے جلدی جلدی پلیٹیں سیٹ کرتے ہوئے کہا۔ شجر بھی سر ہلاتی ہوئی آگے بڑھی اور کیک نکالنے لگی۔ اتنے میں مومنہ بھی ان دونوں کے ساتھ شامل ہو گئی اور چند لمحوں بعد یشرہ نے شامل ہو کر ان کا پروگرام مکمل کردیا تھا پھر ایان کے کیک کاٹنے کے بعد اس نے پہلے والے انداز میں سب سے لڑ جھگڑ کر تحائف وصول کیے، موحد نے معذرت کرتے ہوئے اسے کل گفٹ دینے کا وعدہ کیا، آیت نے بھی زبردستی

مسکراہٹ چہرے پر سجا کر موحد والا ہی جواب دیا تھا۔ تاہم اس کا ایان کو نہ گفٹ دینے کا ارادہ تھا نہ ہی آئندہ ان لوگوں کی ایسی کسی سرگرمی میں شامل ہونے کا ارادہ تھا نہ موحد کو شامل ہونے دینے کا، اس نے اس بات کا دل میں مصمم ارادہ کرلیا تھا۔

بڑے جب کھانا کھانے کے بعد اٹھ گئے تو نجر نے ہی اعلان کیا اور عہد رفتہ کو آواز دیتے ہوئے محفل جمائی اور بیت بازی کی جائے، مومنہ یہ سب دیکھ کر بہت خوش تھی اور محفل میں بھرپور حصہ لے رہی تھی مگر جیسے ہی شجر کے شعر کو ''ی'' پر چھوڑنے کے بعد موحد نے ہاتھ کھڑا کیا، آیت کی برداشت کی حد ہوگئی وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی تو سب نے ہی چونک کر اسے دیکھا۔

''میرا خیال ہے رات بہت ہوگئی ہے اب چلنا چاہیے، صبح پھر آپ کی آفس کے لیے آنکھ نہیں کھلے گی۔'' اس نے موحد سے نرمی سے مخاطب ہوکر کہا۔

''تم چلو میں پانچ منٹ میں یہ کمپٹیشن جیت کر آتا ہوں۔'' موحد کا انداز خوش گواری لیے ہوئے تھا کہ ادب سے کمال کا ذوق ہونے کے باعث اس نے کبھی کسی کو جیتنے ہی نہیں دیا تھا تو آج کیسے یہ ہونے دیتا۔ آیت نے ایک نظر اس پر اور دوسری شجر پر ڈالی اور سلگتے ہوئے اپنے کمرے کی طرف بڑھ آ گئی تھی۔

صفیہ تائی آیت کے کمرے کے سامنے سے گزرتی ہوئی ٹھٹکیں کہ اندر سے رونے اور چیزیں زمین پر گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ ناب گھما کر دروازہ کھولا، اندر داخل ہونے پر جو کچھ انہوں نے دیکھا وہ خلاف توقع تھا، پورا کمرہ الٹ پلٹ تھا، سنگھار میز پر موجود ساری چیزیں قالین پر تھیں جن میں سے آدھی ٹوٹ چکی تھیں، بیڈ شیٹ اور تکیے نیچے پڑے ہوئے تھے۔ قالین پر گھٹنوں میں سر دیئے ہوئے زور زور سے روتی بلاشبہ وہ آیت ہی تھی، صفیہ تائی بجلی کی تیزی سے اس کے قریب آئیں۔

''آیت...... آیت میری بچی کیا ہوا؟'' وہ اس کے پاس نیچے ہی بیٹھ گئیں اور کندھے سے ہلا کر اسے متوجہ کیا، آیت نے جھٹکے سے اپنا سر اٹھایا، سرخ چہرہ، وحشت زدہ متورم آنکھیں اور چہرے پر عجیب سا تاثر جس کو دیکھ کر وہ خوف زدہ ہوئیں۔

''وہ...... وہ وہاں ہے اس کے پاس، میں اکیلی یہاں مر رہی ہوں...... میں اسے...... مار دوں گی...... میں اسے اپنی زندگی برباد کرنے کے لیے زندہ ہی نہیں رہنے دوں گی......'' لفظ ٹوٹ ٹوٹ کر اس کے لبوں سے نکلے جیسے وہ لاشعوری طور پر یہ سب کہہ رہی ہو۔

''کون کس کے پاس ہے آیت، تم کیا کہہ رہی ہو، موحد کہاں ہے؟'' انہوں نے اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے پیار سے پوچھا۔

''موحد...... تائی اماں...... موحد...... آپ نے دیکھ لیا ناں کہ میں کچھ بھی کرلوں اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ تک نہیں ہوتی میرے لیے نہ لبوں پر ایک لفظ اور...... اور اس کی صرف موجودگی سے وہ گلاب کی طرح کھل اٹھتا ہے...... وہ وہاں بیٹھا شعروشاعری کے ذریعے اپنے جذبات کی تسکین کر رہا ہے، مجھے اس نے سال بھیج دیا ہے۔'' وہ ایک بار پھر رو دی۔

''لیکن میں ایسے نہیں چلنے دوں گی، آپ دیکھنا، میں یا تو خود کو کچھ کرلوں گی یا اس شجر کو ماردوں گی...... کم از کم اس روز روز کی اذیت سے تو بہتر ہوگا یہ۔'' اس نے آنسو پونچھتے ہوئے فیصلہ کن انداز میں کہا، صفیہ تائی کو پہلی بار اس کے اس انداز پر غصہ بھی آیا اور خوف بھی محسوس ہوا۔

''پاگلوں والی باتیں مت کرو...... تم ایسی کوئی حرکت نہیں کروگی نہ ہی ایسا کچھ ہے کہ تمہیں ایسا قدم اٹھانے کی ضرورت پڑے۔'' وہ سختی سے بولیں۔ ''تم سن رہی ہوناں میری بات آیت۔'' انہوں نے اس کے چہرے کے تاثرات کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں کیا کروں تائی جان؟ مجھ سے یہ سب برداشت نہیں ہوتا، بہت کوشش اور ضبط کے باوجود بھی میرا دل چاہتا ہے کہ پوری دنیا کو آگ لگادوں، میں جب جب ان کے پرانے تعلق اور نئی تجدید کو دیکھتی ہوں میرے اندر ایک آگ بھڑک اٹھتی ہے۔'' اس نے بے بسی سے کہا۔

''میں نے کہا ناں کچھ عرصہ صبر کرو، جلد ہی شجر کی شادی ہوجائے گی اور تم جتنا اس بات کو سوچو گی تمہیں وہ سب مجسم ہوکر سامنے آتا محسوس ہوگا...... ایسا کچھ نہ بھی ہو ان کے بیچ تمہارا یہ رویہ تجدید کروا کر چھوڑے گا۔'' اب ان کے انداز اور لہجے میں محسوس کی جانے والی ناراضی تھی۔

اسی پل دروازہ کھول کر موحد اندر داخل ہوا مگر اسے کمرے کی حالت دیکھ کر ٹھٹک کر رک جانا پڑا۔

''یہ...... یہ سب کیا ہے اور کس نے کیا؟'' وہ حیرت اور سنجیدگی سے بولا۔ آیت نے نظریں چرائیں تو صفیہ تائی نے ایک جتاتی ہوئی نظر آیت پر ڈالی جیسے کہہ رہی ہوں کہ ''لو اب جواب دو۔'' موحد نے تکیے اٹھا کر بیڈ پر رکھے اور کاسمیٹکس کی چیزوں کو جو اشیاء بچ گئی تھیں، اٹھا کر دوبارہ اپنی جگہ پر رکھنے لگا۔ تاہم اس کے چہرے پر ایک محسوس کی جانے والی سنجیدگی در آئی تھی۔

''آپ کیوں بے آرام ہورہی ہیں اس وقت، چلیں میں آپ کو آپ کے کمرے تک چھوڑ آؤں۔'' وہ صفیہ تائی کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اٹھاتے ہوئے بولا۔

''وہ بیٹا...... آیت کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی تو......''

''طبیعت ٹھیک نہیں تھی اس لیے اس نے ایک قیامت برپا کردی۔'' وہ ناراضی سے بولا۔

''آپ فکر نہ کریں اور چلیں اپنے کمرے میں، جانتی بھی ہیں ذرا سی پریشانی ہو یا سونے جاگنے کے معمول میں تبدیلی سے آپ کی طبیعت خراب ہوجاتی ہے۔''

''ٹھیک ہے لیکن تم آرام سے بات کرنا، ابھی تمہاری شادی کے نئے نئے دن ہیں تو ایک دوسرے کو سمجھنے میں کچھ وقت لگتا ہے، ایسے میں درگزر ہی واحد رستہ ہے جس پر چل کر میاں بیوی ایک پرسکون گھر کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہو پاتے ہیں۔'' وہ چلتے ہوئے اسے سمجھا رہی تھی۔

''کاش کہ ان نصیحتوں کو آپ اپنی لاڈلی کے پلو سے بھی باندھتیں تو ہی پرسکون گھر بن پاتا۔'' وہ سر ہلاتا ہوا سوچ کر رہا گیا۔

''تم سمجھ رہے ہوناں میں کیا کہہ رہی ہوں؟'' وہ اپنے کمرے کے دروازے پر رک گئیں۔

''وہ نادان ہے، لاابالی اور کم عمر ہے مگر صرف اس چیز کو ذہن میں رکھنا کہ وہ تم سے شدت سے محبت کرتی

ہے......اس لیے آرام اور تحمل سے۔''
''جی جی...... میں سمجھتا ہوں، آپ فکر مت کریں، آپ نے دوا لے لی ناں؟''
''ہاں لے لی تھی...... جاؤ اپنے کمرے میں...... جیتے رہو، آباد رہو۔'' انہوں نے تسلی دے کر اسے رخصت کیا تھا۔

''یا میرے مالک تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے تو نے مجھے یہ دن دکھایا۔'' عنایت بی نے ہاتھ اٹھا کر بے ساختہ شکر کا کلمہ ادا کیا تو ناعمہ نے شرما کر سر جھکا لیا تھا۔
''دیکھا اماں جہاں کی دعاؤں اور پڑھے ہوئے پانی کی برکت، امید ہے اب تمہیں پتا چل ہی گیا ہوگا۔'' وہ خوش ہو کر فخریہ انداز میں بولیں...... جیسے ناعمہ کے گھر خوشخبری اماں جہاں کی ہی مرہون منت ہو کہ اگر وہ پانی نہ پڑھ کر دیتیں تو ناعمہ اس خوشی سے محروم رہ جاتی، ناعمہ ان کی اماں جہاں سے والہانہ عقیدت کو جانتی تھی اور شادی کے شروع کے دنوں میں ہر اچھے کو اماں جہاں کی دعاؤں اور دم سے اور ہر برے کو اماں جہاں کی نافرمانی سے منسوب کرنے پر بہت بحث کرتی تھی مگر اب اس نے ایسا کرنا چھوڑ دیا تھا کہ گھر کا سکون اسی سے مضمر تھا کہ وہ ان سے متفق ہو یا نہ ہو بس خاموش رہے اور جب سے وہ اس اصول پر کاربند ہوئی تھی گھر میں امن وامان رہنے لگا تھا۔
''مگر ایک مسئلہ ہو گیا ہے اماں...... ڈاکٹر نے ناعمہ کو مکمل بیڈریسٹ بتایا ہے اور آپ کا بھی پاؤں ابھی مکمل ٹھیک نہیں ہوا تو اب کیسے گھر کا کام چلے گا؟'' ان کے بیٹے نے پریشانی سے کہا۔
''آپ محلے کی کسی عورت کو کام پر رکھ لیں...... اس کے سوا تو کوئی چارا نہیں ہے۔'' اس نے بات کو مزید آگے بڑھایا۔
''میں نے تو اپنے مشکل ترین دنوں میں بھی کسی غیر عورت کے حوالے باورچی خانہ نہیں کیا کہ یہ میری مرشد کی نصیحتوں میں سے ایک نصیحت ہے تو اب کیسے کر سکتی ہوں یہ۔'' وہ دوٹوک انداز میں بولیں۔
''پھر ایک اور حل بھی ہے اماں اس کا مگر آپ سن کر ناراض نہ ہوں، اس لیے آپ کو کہا نہیں۔'' وہ جھجک کر بولا تو عنایت بی نے سوالیہ نظروں سے بیٹے کی طرف دیکھا۔
''اجلال بہت پریشان ہے، کل مجھے ملنے آیا تھا۔ آپ کی ناراضی اس کو کھائے جا رہی ہے، اپنی مرضی سے شادی کر کے بھی وہ خوش نہیں ہے کیونکہ آپ ناراض ہیں، وہ اپنے گھر آنا چاہتا ہے، یہاں آنا چاہتا ہے، اس نے کہا اماں سے کہیں مجھے اوپر والے کمرے میں شفٹ ہونے کی اجازت دے دیں، بے شک جب تک آپ نہ چاہیں اس کی بیوی آپ کے سامنے نہیں آئے گی مگر اسے یہ اطمینان تو ہوگا کہ وہ اپنے گھر میں ہے، آپ کی دعاؤں کے سائے میں، پہلے تو میں نے اس کی بات نہیں سنی اور ڈانٹ دیا کہ اب ہمارے گھر میں اس کی کوئی جگہ نہیں ہے مگر اس کی حالت دیکھ کر دل پسیج گیا اماں، وہ بہت کمزور ہو گیا ہے، آپ کی نافرمانی کا دکھ الگ ہے اور آپ کی جدائی کا غم اسے اندر ہی اندر کھا رہا ہے، کمزور کر رہا ہے اسے۔'' عنایت بی نے بے ساختہ پہلو بدلا، لاڈلے بیٹے کی حالت نے جیسے دل مٹھی میں لے لیا تھا۔

''وہ گھر آ جائیں گے تو مجھے پیچھے آپ کی اور ناعمہ کی فکر نہیں رہے گی......اب تو جو ہونا تھا وہ ہو چکا اور آپ یہ بھی جانتی ہیں کہ وہ لاڈلا (اجلال) اپنی دھن کا کتنا پکا اور کتنا ضدی ہے وہ اسے کبھی نہیں چھوڑے گا، آپ بڑی ہیں، آپ ہی درگزر فرمائیے، باقی آخری فیصلہ یقیناً آپ کا ہی ہوگا۔'' وہ طویل بات کہہ کر مودبانہ انداز میں بیٹھ گیا۔ یہ ناعمہ کے دن رات سمجھانے کا اثر تھا کہ وہ عنایت بی سے یہ بات کرنے پر راضی ہوا تھا ورنہ وہ بھی پوری طرح عنایت بی کا ہمنوا تھا مگر ناعمہ کو اسے مسلسل سمجھانا رنگ لایا تھا یا عنایت بی اور ناعمہ کی حالت تھی ایسی تھی جس نے اسے اماں سے بات کرنے پر مجبور کردیا تھا بہرحال ناعمہ پرامید ضرور ہوگئی تھی۔

''میں آرام کرنا چاہتی ہوں، بہو مجھے ایک گلاس پانی دو اور تم میرے پیچھے سے یہ تکیہ نکال دو۔'' وہ تھکے ہوئے لہجے میں بولیں، ناعمہ نے جلدی سے جگ میں سے پانی بھر کردیا پھر ان کو نیم دراز چھوڑ کر وہ دونوں میاں بیوی کمرے سے باہر آ گئے تھے۔

وہ بہت غصے میں اپنے کمرے کی طرف آیا تھا......اتنی دیر میں وہ کمرے کی حالت کافی بہتر کر چکی تھی۔

''یہ کیا تماشا تھا؟'' لہجہ بے پناہ سنجیدگی لیے ہوئے تھا کھلنڈرے سے موحد کا یہ انداز آیت کے لیے بالکل نیا تھا۔

''مجھے ایک ہی بار بتادو کہ میرے حوالے سے کس قسم کے خدشات تمہارے دل میں موجود ہیں تاکہ میں ایک ہی بار بیٹھ کر تمہاری غلط فہمی دور کردوں۔'' اس کے جھکے سر کو دیکھ کر وہ سختی سے بولا۔

''تم سے شادی کے بعد میرے اس گھر میں موجود باقی لوگوں سے رشتہ ختم تو نہیں ہوگیا......وہ میری کزن ہے، ہم ایک ساتھ ایک گھر میں پلے بڑھے ہیں، ایک ہی گھر میں رہتے ہیں، کبھی اس سے سامنا ہوجایا کرے گا تو کبھی بات چیت تو ہر بار تم ایسے ہی ہنگامہ کروگی؟'' وہ غصے میں ٹہلتے ہوئے بولا۔ آیت جیسے ٹک کر بیڈ پر بیٹھ گئی تاہم اس کا سر اب بھی جھکا ہوا تھا۔

''آج اس فضول حرکت پر اماں متوجہ ہوئی ہیں، کل پورا گھر ہوجائے گا، کیا عزت رکھ رہی ہو تم میری...... کیا کہیں گے سب کہ میں اتنا ہی نظر باز ہوں یا اتنا تھرڈ کلاس کہ شادی شدہ ہو کر بھی اپنی سابقہ محبوبہ پر نظر رکھتا ہوں اس لیے میری بیوی جھگڑا اور تماشا کرتی ہے۔'' اس کے قریب آ کر وہ دبے لفظوں میں غرایا۔

''مم...... مجھے خود پتا نہیں ہے کہ ایسا کیوں کیا میں نے، بس میرا خود پر بس نہیں چلا مجھے لگا تم مجھ سے دور ہوجاؤ گے......وہ چھین لے گی تمہیں مجھ سے۔'' بے بسی سے روتے ہوئے اس نے کہا۔

''وہ مجھے تم سے دور نہیں کرے گی بے وقوف عورت، مجھے اگر تم سے چھینے گا تو تمہارا یہ منفی اور شدت پسند رویہ، میں کیا بچہ ہوں یا مٹی کا گڈا جسے تمہارے ہاتھ سے چھین کر وہ بغل میں دبا کرلے جائے گی......چار لوگوں کے سامنے تمہیں اپنایا ہے تو مرد بن کر تمہارے ساتھ عمر بھر چلنے کا عزم بھی رکھتا ہوں لیکن بھری محفل میں اس کو بات بات پر طنز کا نشانہ بنانا، زبان خاموش ہو تو شعلے اگلتی آنکھیں اگر میں نوٹ کرسکتا ہوں تو ہر کوئی کرسکتا ہے، میرے ساتھ زندگی گزارنی ہے تو اپنا رویہ بدلو ورنہ پھر میں کسی قسم کے نقصان کا ذمہ دار نہیں ہوں گا۔'' انگلی اٹھا کر اسے سختی سے وارن کرنے کے بعد وہ رکا نہیں تھا۔ کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔ خوبصورت شام کا انجام اس نا

عاقبت اندیش صورت اور شدت پسند رویے کی نظر ہو گیا تھا۔ اس وقت اسے اپنی گھٹن باہر نکالنے کے لیے کچھ تازہ ہوا کی ضرورت تھی۔

''کوئی بھی مجھے نہیں سمجھتا، کوئی بھی نہیں۔'' سر ہاتھوں میں دیئے وہ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی۔

''وعدہ کرو کہ تم یہ سب جان کر ہم سے نفرت نہیں کرو گے۔'' وہ گہرے گہرے سانس لے رہی تھیں۔

''اماں...... کوئی اولاد بھی بھلا اپنے والدین سے نفرت کر سکتی ہے، اچھا آپ ابھی آرام کرلیں ہم پھر بات کریں گے۔'' وہ پیار سے ان کا ہاتھ سہلا کر بولا' اب وہ روزانہ ہی بیساکھی کے سہارے ان کے کمرے میں آجایا کرتا تھا مگر ایسا کرنے سے پہلے اس کی شرط یہی ہوتی تھی کہ یشرہ سامنے موجود نہ ہو، پتا نہیں اس میں اس کی کیا منطق تھی۔

''نہیں عبدالحنان...... ہم آج نہ کہہ سکے تو پھر کبھی نہیں کہہ سکیں گے، اس بوجھ تلے اب ہمیں سانس بھی مشکل سے آتی ہے، عمر بھر کی ریاضت اکارت چلی گئی ہماری، معافی تو ملنا ناممکن ہے شاید اب مگر بتا دینے سے احساس جرم کا بھاری پتھر شاید تھوڑا سرک کر بچی کھچی زندگی کو آسان بنا دے شاید۔''

''اچھا...... ٹھیک جیسے آپ بہتر محسوس کریں، جیسے آپ کو آرام ملے، بس یہ یاد رکھیے گا کہ جب میں اپنی زندگی کے سب سے بڑے مسئلے پر آپ سے ناراض نہیں ہوا تو پھر اور کوئی بات نہ تو میرے لیے اہمیت رکھتی ہے نہ ہی میری آپ سے محبت کو ختم کر سکتی ہے۔''

''تم...... تم سچ کہہ رہے ہو ناں عبدالحنان؟'' وہ جیسے کھل اٹھیں۔

''بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔'' وہ مسکرا کر بولا۔ انہوں نے اذیت سے آنکھیں میچ لیں جیسے کہ وہ سب دہرانے کے لیے ہمت جمع کر رہی ہوں، عبدالحنان جو پہلے اس بات کو ان کی حالت کی وجہ قرار دے رہا تھا اب قدرے تشویش سے ان کی طرف دیکھ رہا تھا۔

''اس کی ماں اچھے خاندان سے نہیں تھی، تم جانتے ہو ہم نے اس نیچ خاندان سے اس کو سینت سینت کر رکھا۔ تم گواہ ہو کہ اتنے لاڈ ہم نے اس گھر کی کسی بچی کے نہیں اٹھائے جتنے اس کے، اس کی ہر شرارت، ہر بدتمیزی کو برداشت کیا۔'' عبدالحنان حیرت سے ان کی بات سن رہا تھا اور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ وہ کس کے بارے میں بات کر رہی ہیں مگر اس نے انہیں ٹوکا نہیں۔

''پھر جب اس کی خودسری حد سے بڑھی اور ہم نے دیکھا کہ باقی بچیاں بھی اس کا اثر لے رہی ہیں تو ہم نے اس کی شادی طے کردی اپنے جاننے والے ایک شریف خاندان میں، انہی دنوں اس کے پاس ہم نے موبائل دیکھ لیا تھا۔'' وہ چھت کو گھورتے ہوئے آہستہ آہستہ بول رہی تھیں، عبدالحنان ان کی موبائل والی بات پر چونکا، جانتا تھا کہ اماں جہاں ان چیزوں کو خرافات میں شمار کرتی تھیں اور گھر کی کسی لڑکی کو بھی موبائل رکھنے کی اجازت نہیں تھی۔

''شادی سے پانچ دن پہلے اس نے اپنی خالہ زاد کے بیٹے سے شادی کی خواہش ظاہر کی اور پھر ہمارے بری طرح ڈانٹنے کے بعد بالکل خاموش ہو گئی تھی۔''

''پھر......؟'' عبدالحنان کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔
''وہ خاموشی ایک طوفان اپنے اندر چھپائے ہوئے تھی، جس کا پتا ہمیں اس وقت چلا جب اس کی مایوں والے دن بارات آنے سے پہلے وہ گھر سے غائب ہوگئی تھی۔'' اب کے ان کی آنکھوں سے آنسو قطار در قطار بہہ کر ان کی کنپٹیوں میں جذب ہو رہے تھے۔ عبدالحنان کے ماتھے کی شکنیں بڑھ گئی تھیں اس بات پر۔''
''ہم نے سلطانہ کو ساتھ لیا اور اس کی خالہ کے گھر ہی سب سے پہلے گئے تھے وہ وہاں موجود تھی اور اس نے اس شادی سے صاف صاف انکار کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ کبھی اس گھر میں واپس نہیں آئے گی۔'' عبدالحنان کے اذیت سے آنکھیں بھیچ گئیں۔
''ہم نے اس سے وعدہ کرلیا کہ وہ گھر چلے، ہم بارات والے دن اس کا نکاح اس کے خالہ زاد سے کردیں گے اور گھر کی کسی دوسری بچی کو اس کی بارات کے ساتھ رخصت کردیں گے۔'' عبدالحنان کے چہرے پر زلزلے کے آثار نمودار ہوئے۔
''وہ ہماری بات مان کر خوشی خوشی ہمارے ساتھ چلی آئی لیکن ظاہر تھا کہ جو کچھ ہم نے کہا تھا وہ ہم کسی صورت بھی نہیں کر سکتے تھے پھر ہم نے......'' ان کی ہچکیاں بندھ گئیں۔
''پھر اماں...... پھر کیا ہوا؟'' وہ بے تابی سے بولا۔
''پھر ہم نے اسے ماردیا عبدالحنان...... اپنے ان ہاتھوں سے جن سے ان کو جھولا جھلایا تھا، ان ہاتھوں سے ماردیا۔'' وہ اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے سرگوشی میں کہہ رہی تھیں مگر عبدالحنان کی سماعتوں نے وہ سب بخوبی سن لیا تھا۔ اس کے بعد ان کی سانس بری طرح سے پھول گئی اور ویسی ہی حالت ہوگئی جیسی کچھ عرصہ سے ہوجایا کرتی تھی، نہ جانے عبدالحنان کو کیا ہوا کہ اسے اپنے جسم سے جان نکلتی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔

***

''رشتے تو ہر اس گھر میں آتے ہیں جہاں بچیاں ہوں مگر سچ کہو تو بہو مجھے لڑکے کی ماں کا انداز کچھ پسند نہیں آیا۔'' اماں جی کا انداز تھوڑی سی ناگواری لیے ہوئے تھا۔
''مطلب اماں جی...... میں سمجھی نہیں؟'' صفیہ تائی کا انداز اور لہجہ محتاط تھا۔
''مطلب یہ کہ رشتہ لینا ہو تو منتیں کرنی پڑتی ہیں، جوتے گھسانے پڑتے ہیں، چلو ہم لوگوں میں یہ چیز نہیں ہے کسی کو تنگ کرنا مگر رشتہ مانگنے کے کچھ تقاضے ہوتے ہیں، درخواست کی جاتی ہے، انتظار کیا جاتا ہے مگر یہ کیا کہ پہلی بار میں ہی محترمہ مٹھائی کے ٹوکرے اور انگوٹھی سمیت ٹپک پڑیں اوپر سے دھونس کہ ہاں کروا کے اور لڑکی کو انگوٹھی پہنا کے ہی جاؤں گی اور تو اور ہم پر بھی الزام دھر دیا کہ صفیہ کے کانوں میں تو کب سے بات ڈال چکے تھے، وہ ہاں کا عندیہ بھی دے چکی تھیں، یہ تو ہم رسمی طور پر آئے ہیں، وہ تو ہمیں تمہاری عادت کا پتا ہے اور تم ایک بار سرسری ساذکر کر کے بتا بھی چکی تھیں ہمیں کہ یہ لوگ آنے کی خواہش رکھتے ہیں۔'' صفیہ تائی گڑبڑا کر رہ گئیں۔ ہاں کا عندیہ انہوں نے نہیں بلکہ آیت نے دیا تھا اور لڑکے نے بھی ماں کو یہی بتا کر بھیجا تھا کہ بات چیت ہوچکی ہے، ہاں ہی ہوگی مگر پھر بھی صفائی میں بولیں۔
''بس اماں جی...... ہماری اس بھابی کا تو آپ کو پتا ہی ہے کہ تھوڑی سے شوخی خاتون ہیں پھر رشتہ داروں

والی دھونس اس لیے دکھا رہی تھیں کہ لڑکا پڑھا لکھا، خوب صورت اور اچھی نوکری پر ہے اور دیکھا بھالا بھی ہے...... لڑکے کی عادت وفطرت میں اچھی طرح سے جانتی ہوں، بہت اچھا ہے، میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ آپ کا اپنا گھر ہے سو بارآئیں، بس اسی بات کو ہی انہوں نے یہ معنی دے دیئے۔'' انہوں نے وضاحت دی۔

''وہ تو ٹھیک ہے صفیہ مگر میری بچی بھی اتنے بڑے حادثے سے گزری ہے ابھی ابھی، اسے ابھی سنبھلنے میں کچھ دن لگیں گے، میں چاہتی ہوں کہ وہ ایک بار پھر زندگی کی طرف لوٹ آئے تب ہی اس پر گھر بار کی ذمہ داری ڈالوں...... یہ نہ ہو یتیم بچی پر ان جانے میں کوئی زیادتی کر بیٹھوں۔'' اماں جی کے انداز میں ہزاروں خدشات تھے۔

''شجر ہماری بھی بچی ہے اماں جی، اس گھر کی بچی ہے، ہم اس کا برا تو نہیں سوچیں گے، ویسے بھی لوہے پر چوٹ تب اثر کرتی ہے جب وہ گرم ہو...... میرا تو خیال ہے کہ یہی مناسب وقت ہے اس کی شادی کا پھر فیصل بہت پہلے سے شجر کے لیے اچھے جذبات رکھتا ہے اور کب سے اس کی شجر سے شادی کی خواہش تھی، ایک پیار کرنے والے کی رفاقت سے بڑھ کر کوئی بھی چیز اس کو وہ سب بھولنے میں مدد نہیں دے گی۔''

''شاید تم ٹھیک کہہ رہی ہو بہو......'' اماں جی نے طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ صفیہ تائی دل ہی دل میں پرسکون ہوئیں۔

اگرچہ اب انہیں شجر سے کوئی خاص پرخاش نہیں تھی مگر ان کے بیٹے کا گھر داؤ پر لگا ہوا تھا تو وہ اس لیے چاہتی تھیں کہ شجر جلدی اس گھر سے رخصت ہو جائے۔

''لیکن آخری فیصلہ میری بچی کرے گی۔'' ان کے حتمی انداز پر صفیہ تائی کو ایک بار پھر تشویش لاحق ہوئی کہ شجر نہ جانے کیا فیصلہ کرے۔

جس پل اپنے کمرے میں اس نے قدم رکھا یوں لگ رہا تھا کہ میلوں دور کا سفر کر کے آیا کوئی تھکا ماندہ مسافر ہو۔ بیساکھی بیڈ کی میز کے ساتھ لگا کر وہ بیڈ پر بیٹھ گیا جیسے اپنا سب کچھ ہار کر آیا ہو، جیسے جیسے اماں جہان کا جرم یاد آ رہا تھا وہ ایک اذیت کے سمندر میں خود کو اترتا محسوس کر رہا تھا، درد کیا حد سے سوا ہوا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے منہ چھپا کر زاروقطار رو دیا۔

''یہ کیا کر دیا آپ نے اماں جہاں...... یہ کیوں کر دیا آپ نے؟ کیا مانگا تھا اس چھوٹی سی لڑکی نے آپ سے، فقط اپنے حصے کی تھوڑی سی خوشیاں، زندہ رہنے کے لیے زندگی کا حق اور آپ نے کیا کیا؟ اس کی زندگی ہی چھین لی۔'' وہ با آواز بلند روتا ہوا بول رہا تھا۔

کمرے میں داخل ہوتی ہوئی بشرہ کو ٹھٹک کر رک جانا پڑا۔ اس حادثے سے لے کر اب تک اس نے عبدالحنان کی زندگی اور رویے کے کئی اتار چڑھاؤ دیکھے تھے۔ وہ غصہ کرتا تھا، چڑچڑا ہو جاتا، بے زاری کا مظاہرہ بھی کرتا تھا اور کبھی کبھار تو بالکل چپ ہو جاتا تھا مگر آج تھکے ہارے مسافر جیسا حال تو کبھی بھی نہ ہوا تھا اس کا نہ ہی اس طرح ہمت ہارتے دیکھا تھا بھی اس کو بلکہ پہلے پہل تو وہ ساکت سی دروازے میں کھڑی رہی مگر صورت حال کا صحیح ادراک ہوتے ہی تیزی سے بھاگ کر اس کے قریب آئی۔

''عبدالحنان...... عبدالحنان...... کیا ہوا ہے آپ کو، طبیعت تو ٹھیک ہے ناں آپ کی؟'' وہ اس کے ہاتھ منہ سے ہٹاتی بے تابی سے بولی۔

''پہلے مجھے امید تھی یشعرہ کہ شاید کبھی ہماری زندگی میں بھی بہاریں آئیں گی، کبھی ہم بھی پھول کھلتے دیکھیں گے مگر نہیں...... جن گھروں کی بنیاد میں انسانی حقوق اور خوشیاں دفن ہوں، وہاں کبھی بہاریں دستک نہیں دیتیں، اس کے مکینوں کو کبھی پھول کھلتے دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔'' آنسو صاف کیے بغیر اس نے اپنے چہرے سے ہاتھ ہٹائے، اس کا ستا چہرہ اور سرخ آنکھیں دیکھ کر وہ اور زیادہ پریشان ہوگئی۔

''کیا ہوا ہے عبدالحنان؟ مجھے تو بتائیں خدارا...... یقین کریں بتانے سے آپ کا دکھ تو شاید ختم نہ ہو پر اس کا بوجھ ضرور کم ہو جائے گا۔'' وہ خود بھی روہانسی ہوئی۔

''کچھ نہیں ہے یشعرہ کچھ بھی نہیں، بس کبھی کبھی یہ سوچ پریشان کرتی ہے کہ زمین پر خدا بن کر انسان کی زندگی اور خوشیوں کے فیصلے اپنے ہاتھ میں لینے والے لوگ یہ نہیں سوچتے کہ حشر میں جب اللہ سے ملیں گے تو کیا جواب دیں گے۔'' چہرہ صاف کرتے ہوئے اس نے عجیب سے انداز میں کہا۔

''عبدالحنان، میاں بیوی کا خون کا رشتہ نہیں ہوتا احساس کا ہوتا ہے۔ احساس جو ہر رشتے کو انمول بنا دیتا ہے، آپ اپنی پریشانیاں مجھے نہیں بتائیں گے تو کس کو بتائیں گے؟'' وہ اس کے ہاتھ سہلاتی ہوئی حوصلہ دیتے ہوئے بولی۔

''یشعرہ...... مجھے ایک گلاس پانی دو اور نیند کی دوا بھی دے دو...... کچھ دیر میں ساری فکرات بھلا کر ایک پرسکون نیند لینا چاہتا ہوں جو کہ میں جانتا ہوں کہ آنے والے وقت میں پلو کی محتاج ہوگی۔''

''ایسے مت کریں عبدالحنان، ڈاکٹر نے آہستہ آہستہ آپ کو ان دواؤں سے چھٹکارا لینے کو کہا ہے جو مصنوعی سکون و آرام دیں اور آپ رات تو رات اب دن کو بھی اس کے عادی ہونا چاہ رہے ہیں، میں یہ نہیں کرنے دوں گی آپ کو۔'' وہ پریشانی سے بولی۔

''میں جانتا ہوں یہ بات یشعرہ اور سمجھتا بھی ہوں لیکن اس حالت میں مجھے لگتا ہے میرے دماغ کی کوئی شریان پھٹ جائے گی، تھوڑی دیر آرام کروں گا تو امید ہے کہ بہتر محسوس کروں گا اور بے فکر رہو ایسا میں روز روز نہیں کرنے والا۔'' اس نے عجیب سے ہارے ہوئے انداز میں کہا تو یشعرہ کچھ دیر اس کا یہ شکستہ انداز دیکھتی رہی اور پھر جب اسے لگا کہ واقعی کسی بات نے اس کو بے حد دکھ پہنچایا ہے اور فی الوقت وہ اس کو برداشت نہیں کر پارہا تو وہ اٹھی اور اسے پانی کے ساتھ نیند کی [illegible] لے کر نیند کی وادی میں اترنے تک وہ اس کے پاس ہی بیٹھی رہی، کبھی اس کا سر دبانے لگتی تو کبھی یونہی چھوٹی چھوٹی باتیں کرنے لگتی، اپنی یونیورسٹی لائف کی، اپنے بچپن اور شرارتوں کی...... تاہم عبدالحنان بغیر کسی تاثر کے آنکھیں موندے لیٹے رہا، یشعرہ کی ایک بات بھی اس کی سماعتوں تک رسائی نہ پاسکی تھی کہ اماں جہاں کی کچھ دیر قبل کہی گئی باتیں ہی ایک عرصہ تک اس کے ذہن سے نکلنے والی نہیں تھیں۔

''پھر ہم نے اسے مار دیا...... پھر ہم نے اسے مار دیا......'' نیند میں جاتے جاتے بھی اماں جہاں کے اس فقرے کی بازگشت اس کے چاروں طرف گونج رہی تھیں۔

"آمنہ...... آمنہ کہاں ہو بھئی؟" وہ دروازے سے ہی پکارتا ہوا آیا حالانکہ چھوٹا سا گھر تھا، ذرا سی آواز بھی سارے گھر میں گونج جاتی مگر کچھ تھا جو وہ ایسے جوش سے چلاتا آرہا تھا۔ چھوٹے سے کمرے کی ڈسٹنگ کرتی آمنہ نے صفائی والا کپڑا بیڈ پر رکھا اور کمرے سے باہر نکل ہی رہی تھی کہ وہ خود اندر آ گیا۔

"آمنہ...... آمنہ...... آج میں بہت خوش ہوں اور تم بھی سنو گی تو تم بھی خوش ہو جاؤ گی۔" اجلال نے بازوؤں سے پکڑ کر اسے گھما دیا۔

"اف...... چکر آرہے ہیں مجھے اجلال...... چھوڑیں اور بتائیں کیا بات ہے؟" وہ اس کے بچکانہ انداز میں خود کو گھمانے پر پریشان ہو کر بولی۔

"ہونہہ...... خود بوجھو تو پتا چلے اور میں بتاؤں گا تو سرپرائز کیا رہ جائے گا؟" وہ بیڈ پر پھیل کر بیٹھتا ہوا بولا۔

"بتا دیں اجلال، پتا بھی ہے کہ کب سے کسی اچھی خبر سننے کو کان ترس گئے ہیں۔" وہ اداسی سے بولی۔

"اچھا بھئی اچھا...... آپ کو زیادہ انتظار نہیں کراتے اور بتائے دیتے ہیں کہ ہم دونوں کو گھر جانے کی اجازت مل گئی ہے، اگرچہ ابھی ہمارا قیام اوپر والے پورشن میں ہوگا اور اماں نے بھی اس شرط پر اجازت دی ہے کہ ابھی تم ان کے سامنے نہیں آؤ گی لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ آہستہ آہستہ مان جائیں گی اور سب بالکل پہلے والی حالت میں آ جائے گا۔" وہ جوش اور خوشی سے بولا۔

"شکر الحمدللہ...... یہ بھی بہت بڑی بات ہے، مجھے میری ساس نے ابھی تک قبول نہیں کیا اور میں کرائے کے گھر میں رہتی ہوں، یہ بات سوچ کر میں اپنی بہنوں کے درمیان تکو بن کر رہ جاتی ہوں، جب جب وہ مجھ سے میرے گھر والوں کے بارے میں سوال کرتی ہیں، اس لیے شادی کے بعد میں وہاں صرف دو دفعہ ہی گئی ہوں کہ نہ وہاں جاؤں گی نہ مجھے ان سوالات کے جوابات دینے پڑیں گے جو میرے پاس ہیں ہی نہیں...... میرے گھر آنے کو اتاولی ہو رہی تھیں وہ سب، کبھی کیا بہانہ تو ان کو ٹال دیتی ہوں اب کم از کم، میرے پاس میرے سسرال کا نہ سہی، اپنے خاوند کے گھر کا مان تو ہوگا ناں۔" وہ بھی خوش ہوئی۔

"میں نے کہا تھا ناں مالک کی رحمت سے کبھی ناامید نہیں ہونا چاہیے، وہ مایوسی کے گھپ اندھیرے میں بھی امید کی کرن دکھلا دیتا ہے۔" اجلال نے کہا۔ آمنہ بہت دن بعد دل سے مسکرائی تھی۔

"ٹھیک کہا آپ نے، میں ذرا شکرانے کے نفل ادا کرلوں پھر کھانا لگاتی ہوں۔" وہ اٹھتے ہوئے بولی۔

"اور ہاں، کب جائیں گے ہم اپنے گھر؟" جاتے ہوئے اس نے رک کر پوچھا۔

"جب تم چاہو...... چاہو تو آج ہی......"

"سچ......؟" اس نے بے یقینی سے کہا۔

"سچ......" وہ مسکرا کر بولا۔ آمنہ اس کے انداز پر مسکراتی ہوئی شکرانے کے نفل ادا کرنے چل دی تھی۔

"نہیں اماں جی...... اللہ کے واسطے نہیں...... ابھی نہیں اور اس شخص سے تو بالکل بھی نہیں۔" اماں جی کی بات سنتے ہی وہ بدک گئی۔

''اماں جی، مجھے پتا ہے کہ ہر لڑکی کو شادی کر کے اپنا گھر بسانا ہوتا ہے، میں بھی کروں گی، جو کچھ ہوا اس کو اپنی قسمت کا لکھا سمجھ کر قبول کرلیا، جو ہوگا یقیناً وہ بھی مجھے قبول کرنا ہی پڑے گا لیکن......ابھی نہیں...... مجھے تھوڑا سا وقت دیں، اس کے بعد آپ جب اور جہاں کہیں گی بالکل نا نہیں کروں گی لیکن یہاں اس شخص کے ساتھ نہیں جو پہلے دن سے پہلی نظر میں مجھے اچھا نہیں لگا تھا۔ یاد ہے آپ کو بھی آ کر بتایا تھا کہ مجھ سے کیسی عجیب عجیب باتیں کیں اس نے اور مجھے اس کی نظروں اور بہکی بہکی باتوں نے ہی تو غصہ دلایا تھا جو میں برداشت نہیں کر سکی تھی اور اب سے تھپڑ مار دیا تھا، جو مجھے کچھ لمحوں کے لیے بھی نہیں اچھا لگا اس کے ساتھ میں اپنی پوری زندگی کیسے گزار سکتی ہوں؟''

''ٹھیک ہے میری بچی، تم اتنی لمبی وضاحت نہ بھی دیتیں، صرف نہ کہہ دیتیں میرے لیے تمہارا نہ کہنا ہی کافی تھا، میں منع کر دوں گی ان کو، جیسے تم کہو گی، ویسے ہوگا...... تم بوجھ نہیں ہو ہم پر، میری بہت پیاری بچی ہو، میں کبھی بھی تمہاری مرضی جانے بغیر کچھ نہیں کروں گی...... پرسکون ہو جاؤ شاباش۔'' اماں جی نے اس کی ہراساں شکل دیکھ کر گلے سے لگالیا۔

''شکریہ اماں...... تھینک یو سو مچ، آپ نے کبھی مجھے ایک ماں کی کمی محسوس نہیں ہونے دی، میری ہر مشکل، ہر مسئلے میں میرے لیے ایک ڈھال کی صورت رہیں، میں آپ کے احسانات کا بدلہ مر کر بھی نہیں اتار سکتی۔'' شجر جذباتی ہوئی۔

''ارے مریں تمہارے دشمن اور ماں باپ بچوں پر احسانات نہیں کرتے، ان کے جذبات، احساسات اور ضروریات کا خیال کرنا ماں باپ کا فرض ہوتا ہے آئندہ یہ احسان والی بات کبھی مت کرنا۔'' انہوں نے پیار سے اسے تھپکتے ہوئے کہا۔ شجر نے ہمیشہ کی طرح ان کی گود میں سر رکھ کر آنکھیں موندلیں کہ جس طرح ہر مشکل میں مرغی اپنے بچوں کو اپنے پروں میں چھپالیتی ہے، وہ بھی اماں جی کی گود میں آ کر خود کو دنیا کے ہر جھمیلے سے آزاد محسوس کرتی تھی۔

''میری بیماری کو میری کمزوری مت سمجھنا، نہ ہی یہ سمجھنا کہ میں تمہاری نام نہاد محبت سے ہار گئی ہوں ایسا کچھ بھی نہیں ہے، میں نے اس کو یہاں قدم دھرنے دیا ہے تو صرف اس لیے کہ ایک گمراہ عورت کے لیے میں کیوں اپنی اولاد کی دوری برداشت کروں، تم نے اپنی جو کرنی تھی سو کرلی، اب جو میں کروں گی اس کو بھی تمہیں ماننا ہوگا، یاد رکھنا اجلال، اب کی بار تم نے اپنی ٹھان لی تو ماں کا مرا منہ دیکھو گے۔''

''ایسے مت کہیں، آپ جیسا کہیں گی ویسا ہی کروں گا، آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔'' وہ تڑپ تو گویا ہوا اس کی بات سن کر عنایت بی نے سکون کی سانس لی تھی۔

''بس تو پھر ٹھیک ہے، اس لڑکی نے جو کرنا تھا کرلیا۔ اب اس کی باری ہے برداشت کرنے کی، میں تمہاری شادی کروں گی اپنی مرضی کی لڑکی سے پھر اس کو پتا چلے گا کہ رشتوں کا جدا ہونا کتنا تکلیف دیتا ہے؟'' وہ کچھ سوچ کر مسکرائی۔

''کک...... کیا کہہ رہی ہیں اماں آپ؟'' ان کے کینہ توز انداز اور خطرناک ارادوں پر وہ بوکھلا گیا۔

''کیوں...... ابھی تم نے خود وعدہ کیا ہے میری ہر بات ماننے کا اور کیا میں نے تم سے کہلوا کر نہیں بھیجا تھا کہ تم اگر اس عورت کے ہمراہ اس گھر میں آؤ گے تو میری شرائط پر ورنہ نہیں......'' وہ بگڑ کر بولیں۔

''اماں......'' اس کے منہ سے بے بسی سے بس اتنا ہی نکل سکا تھا۔

''اچھا...... اچھا...... اماں، ابھی تو اسے آئے بمشکل ایک گھنٹہ ہوا ہے۔ سامان وغیرہ تو سیٹ کرلے پھر یہ باتیں بھی ہوتی رہیں گی، یاد ہے ڈاکٹر نے کیا کہا تھا کہ آپ کو کسی پریشانی والی بات کو اپنے سر پر سوار نہیں کرنا، جتنی زیادہ پرسکون رہیں گی، اتنی جلدی ٹھیک ہوکر دوبارہ سے چلنے پھرنے لگیں گی...... اٹھو اجلال تم اوپر جاؤ، بھابی اکیلی کیا کچھ کریں گی اور ہاں کھانا میں باہر سے لے آتا ہوں پھر بات ہوتی ہے۔'' بڑے بھائی نے معاملے کی سنگینی کو بھانپ کر دونوں سے کہا۔ عنایت بی نے ہنکارا بھرا جبکہ اجلال ایک نئی پریشانی کے زیر اثر باہر نکل گیا تھا۔ عنایت بی کی ضد وہ جانتا تھا کہ ایک بات پر اڑ جائیں تو اسے پورا کرکے چھوڑتی تھیں۔ اب اگر انہوں نے اس کی شادی کی ٹھان لی تھی تو بھلے وہ جتنا انکار کرتا وہ اسے بہت مشکل وقت دینے والی تھیں، ابھی تو ان دونوں نے اپنے گھر واپسی اور اماں کے مان جانے کی خوشی بھی نہیں منائی تھی کہ ایک نیا مسئلہ منہ کھولے ان کا منتظر تھا۔ وہ ڈھیلے قدموں سے سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ یہ طے تھا کہ اسے ابھی آمنہ کو یہ سب کچھ بتا کر پریشان کرنے کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔

''نہیں شجر نہیں، اتنی آسانی سے میں ہار نہیں مانوں گی، موحد کو اپنا بنانے کے لیے تمہارے وجود سے اس گھر کو پاک کرنا ضروری ہے اور اس کے لیے مجھے جو کرنا پڑا، میں کروں گی۔'' وہ ٹہلتے ہوئے اپنے آپ سے باتوں میں مگن تھی۔ موحد آفس جاچکا تھا اور ابھی ابھی صفیہ تائی نے اسے آکر بتایا تھا کہ شجر نہیں مان رہی شادی کے لیے تو اماں جی نے اس رشتے کے لیے معذرت کرلی ہے۔ اس وقت سے آیت کو کسی پل چین نہیں آرہا تھا وہ جلے پاؤں کی بلی کی طرح یہاں سے وہاں پھر رہی تھی، کبھی ایک منصوبہ بنا کر اسے رد کردیتی تو کبھی دوسرے منصوبے کے بارے میں سوچنے لگتی۔ چلتے پھرتے اس کے پاؤں شل ہوگئے تو تھک کر بیڈ پر آکر بیٹھ گئی۔ دفعتاً موبائل کی گھنٹی پر وہ چونکی۔ سیل پر فیصل کا نمبر چمکتا دیکھ کر اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔

''ایک تو یہ ڈھیٹ شخص لٹھ لے کے میرے پیچھے پڑ گیا ہے...... کتنی بار کہا ہے کہ میں کیا کروں، تم خود سے کال مت کیا کرو۔'' وہ بڑبڑائی۔ بج بج کر موبائل بند ہوگیا لیکن ابھی وہ سکون کی سانس نہیں لینے پائی تھی کہ دوبارہ اسی نمبر سے کال آنے لگی۔ غصے میں اس نے کال اٹینڈ کی مگر جب ہیلو کیا تو لہجہ ہموار تھا کہ اگلا بندہ بھی اسی کی ٹکر کا تھا۔

''اب یہ مت کہنا کہ موحد کی موجودگی میں کال مت کیا کرو...... مجھے پتا ہے کہ اس وقت وہ آفس میں ہوتا ہے۔ میں نے یہ پوچھنے کے لیے کال کی کہ مجھ میں ایسی کون سی خامی نظر آگئی تمہارے گھر والوں کو کہ چار دن ہونے کے باوجود کوئی جواب نہیں آیا...... میری امی نے کئی بار فون کرکے پوچھنے کی کوشش کی مگر کسی نے کوئی جواب ہی نہیں دیا خاطر خواہ بس کہتے ہیں کہ سوچ رہے ہیں ابھی، سوچ رہے ہیں ابھی...... اس سوچنے سے میں کیا مراد لوں آیت موحد، کیا تم نے میرا مقدمہ نہیں لڑا ابھی تک۔'' وہ سخت غصے میں تھا۔

''تم خاموش ہو گئے تو میرے کچھ کہنے کی باری آئے گی۔'' وہ دل ہی دل میں کوئی ایسا جواب سوچنے لگی جو اسے کم از کم اس وقت مطمئن کر سکے ورنہ شجر کا جواب سن کر اسے فیصل کا ردعمل بری طرح سے ڈرا رہا تھا۔

''دیکھو، رشتے ناتے بچوں کا کھیل نہیں ہوتے، نہ ہی اس قسم کے فیصلے فوری کیے جاتے ہیں پھر تم ہی ہو جو ہر قسم کے حالات سے واقف ہو، اگر اس حوالے سے تاخیر ہو بھی رہی ہے تو وہ اس لیے کہ شجر اس حادثے کے بعد سنبھل نہیں پائی، ہم سب ہی کوشش کر رہے ہیں کہ وہ تھوڑی اپنے حواسوں میں آئے، اپنی زندگی کی طرف لوٹے، تب ہی اس قسم کا کوئی سلسلہ جوڑا جائے ورنہ نہ تو تم پر کسی کو کوئی اعتراض ہے نہ ہی تمہارے رشتے میں کسی نے خامی نکالی ہے۔'' وہ دھیرے دھیرے اسے سمجھاتے ہوئے بول رہی تھی اور جب اس نے کال ختم کی تو وہ فیصل کو تو مطمئن کر چکی تھی مگر خود بری طرح سے پریشان تھی۔

⁂

صفیہ تائی کو آیت اپنے کمرے میں بے ہوش پڑی ملی تھی۔ ان کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے تھے۔ دل ہی دل میں موحد پر غصہ ہوتے ہوئے وہ اس کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگیں، پھر دو تین بار منہ پر پانی ڈالنے کے بعد جب وہ موحد کو فون کر کے بلانے کے ارادے سے اٹھ رہی تھیں اس نے آنکھیں کھول دی تھیں۔

''آیت...... آیت میری بچی کیا ہوا، کیا کوئی بات ہوئی ہے، موحد نے کچھ کہا ہے؟'' انہوں نے تشویش سے پوچھا۔

''میں تو تمہیں بتانے آئی تھی کہ میں بازار جا رہی ہوں، کچھ منگوانا ہے تم سے پوچھتی جاؤں...... یہاں آئی تو تم کارپٹ پر آڑھی ترچھی پڑی ملیں۔''

''پتا نہیں تائی اماں، مجھے خود نہیں پتا...... میں تو خود آپ کے پاس آ رہی تھی جب اتنی زور سے چکر آیا کہ آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا، اس کے بعد مجھے کچھ یاد نہیں۔'' وہ نقاہت سے بولی۔

''اس موئی ڈائٹنگ کے چکر میں جس نے نئی نسل کو ایک خبط میں مبتلا کر رکھا ہے کیا میں نہیں دیکھتی کہ بھری ہوئی میز سے تم اٹھاتی ہو تو ایک سوکھا سلائس اور وہ کالی سی چائے...... ایسے میں یہ چکر نہ آئیں تو کیا ہو...... خبردار جو میں نے آئندہ ڈائٹنگ کے نام پر یہ خرافات دیکھی ہو تو بلکہ میں خود تمہارے کھانے پینے کا خیال رکھوں گی آج سے بیٹھو میں تمہارے لیے کچھ لے کر آتی ہوں، دیکھو تو رنگت کیسی زرد پڑ گئی تھوڑی سی دیر میں۔'' وہ فوراً ہی اٹھ گئیں، آیت کو اب بھی نقاہت اور کچھ عجیب سا محسوس ہو رہا تھا جسے وہ کوئی نام نہیں دے پا رہی تھی۔ سو تکیے پر سر رکھ کر اس نے آنکھیں موند لی تھیں۔ صفیہ تائی جلدی سے کچن کی طرف آئیں جہاں ناشتے کے برتن سے الجھتی جز وقتی ملازمہ ملی۔ باقی خواتین یقیناً بڑے ہال میں تھیں، کیبنٹ سے انہوں نے دلیہ کا پیکٹ نکال کر شیلف پر رکھا اور دودھ لینے فریج کی طرف بڑھیں۔ دفعتاً ایک خیال نے انہیں چونکایا۔

''ارے اس طرف تو میرا خیال ہی نہیں گیا۔'' خوشی سے چہکتے انہوں نے خود کلامی کی اور تیز تیز ہاتھ چلانے لگیں کہ ابھی ابھی جو خیال انہیں آیا تھا وہ اس قدر تقویت دینے والا تھا کہ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ فوری آیت کو ڈاکٹر کے پاس چیک اپ کے لیے لے جائیں پھر کچھ سوچ کر وہ مسکرائیں۔

''اف...... موحد باپ بننے والا تھا اور وہ دادی۔'' یہ سوچ ہی انہیں گدگدائے دے رہی تھی، وہ ابھی جا کر

یشعرہ کو کال کر کے بلوانے والی تھیں تا کہ وہ اس کو ڈاکٹر کے پاس لے جا کر چیک اپ کرا لائے۔

''آؤ بیٹی، وہاں کیوں کھڑی ہو؟ ہمارے پاس آؤ۔'' اماں جہاں نے کمرے کے دروازے پر کھڑی یشعرہ کا تذبذب محسوس کر لیا تھا جبھی اس کو اپنے پاس بلایا۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اندر آئی اور ان کے پاس آ کر بیڈ پر ٹک گئی۔

''کیسی طبیعت ہے اب آپ کی؟''

''ٹھیک ہیں بیٹا، جی رہے ہیں؟ تم سناؤ کیسی ہو، خوش تو ہو ناں، عبدالحنان کہاں ہے؟ تین چار دن سے ہمارے پاس ہی نہیں آیا، آنکھیں ترس گئی اسے دیکھنے کو۔''

''ان کے بارے میں تو بات کرنے میں آپ کے پاس آئی ہوں۔'' وہ پژمردگی سے بولی۔

''کیوں کیا ہوا؟ کیا بات ہے بیٹی، ہمیں بتاؤ۔'' وہ بے چین ہوئیں۔ یشعرہ نے ایک طویل سانس لی اور بات شروع کی۔

''مجھے پتا ہوتا تو میں آپ کے پاس کیوں آتی۔'' وہ بے بسی سے بولی۔

''ویسے تو شادی کے دن سے لے کر آج تک میں ان کے پل میں تولہ، پل میں ماشہ والے رویے کو برداشت کر رہی ہوں کیونکہ میں جانتی ہوں ان کی تکلیف بہت بڑی ہے، ان کی محرومی ایسی ہے جس کا کوئی ازالہ نہیں جو عمر بھر ان کے ساتھ رہنے والی ہے۔'' اماں جہاں کی آنکھیں بھی عزیز از جان پوتے کے دکھ پر بھر آئیں۔

''لیکن ماتھے پر ایک شکن بھی لائے بغیر میں نے ان کی ہر بری بھلی بات برداشت کی کہ میں جانتی ہوں، یہ میری قوت برداشت کے امتحان کا وقت ہے، آج میں اس میں کامیاب ہو گئی ہوں تو آگے میرے لیے راحت بھی ہو گی اور خوشیاں بھی جب میرے ضبط وہ اپنی ہمت کے سہارے اپنی تکلیف کو شکست دے کر میرے ساتھ کھڑا ہو گا۔'' اماں جہاں نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دبایا جیسے اسے تسلی دینا چاہ رہی ہوں۔ یشعرہ پھیکا سا مسکرائی۔

''تھوڑی سی امید پیدا ہو چلی تھی مجھے کہ وہ مایوسی کے گھپ اندھیرے سے نکلنے کی کوشش کر رہے ہیں، ڈاکٹر کی تاکید پر بھی عمل کرنا شروع کر دیا تھا۔ دوائیوں کی باقاعدگی میں بھی پہلے کی طرح رخنہ نہیں ڈالتے تھے مگر کچھ دن پہلے تک......''

''کیا مطلب؟'' اماں جہاں پریشانی سے بولیں۔

''پتا نہیں بڑی دادی، مجھے نہیں پتا ایسا کیا ہوا ہے جس نے ان سے زندگی جینے کی امید چھین لی ہے...... وہ پہلے سے زیادہ خاموش ہو گئے ہیں۔ پہلے سے زیادہ بیزاری نے ان پر غلبہ پا لیا ہے...... گھنٹوں چپ بیٹھے نہ جانے کیا سوچتے رہتے ہیں۔ تین دن سے ایک بھی دوائی نہیں لی نہ ہی ایکسرسائز کی پہلے جو میری بات کا ہوں ہاں میں ہی سہی جواب دے دیتے تھے وہ بھی نہیں دیتے اب تو۔'' وہ بولتے ہوئے رکی جیسے اسے یہ بات کہتے ہوئے تکلیف ہو رہی ہو۔

''اور زور زور سے رونے لگتے ہیں اور ایسی مبہم باتیں کرتے ہیں کہ میں ان کا سرا تلاش کرتے کرتے تھک

جاتی ہوں۔'' وہ رو پڑی۔

''کیسی باتیں؟'' اماں جہاں نے سانس روک کر پوچھا کہ تین دن پہلے کی اپنی اور اس کی گفتگو من وعن یاد آ کر ان کے بوجھ کو بڑھا رہی تھیں جس کو برداشت کرتے کرتے وہ تنگ آ گئیں تو اپنے پیارے کو اس میں شریک کر لیا تھا۔

''کیا ہم نے ایک بار پھر غلطی کر دی؟'' یشرہ کو رکتے دیکھ کر وہ سوچ رہی تھیں، ان کی سانسیں ایک بار پھر تنگ ہونے لگی تھیں۔

لان میں سنگی بینچ پر وہ کسی مجسمے کی مانند ساکت بیٹھی ہوئی تھی، موحد سے نہ نظر چرا کر آگے جایا سکا نہ ہی قدم دوسری طرف موڑے جا سکے...... وہ کسی مقناطیس کی طرح اس کی طرف کھنچا چلا آیا۔

''کیا ہوا شجر، ایسے کیوں بیٹھی ہو؟ اس طرح سے الگ تھلگ، کوئی بات ہوئی ہے یا کوئی پریشانی ہے۔'' اس نے اس کے کھلکھلاتے روپ کے اتنے رنگ اپنے اندر جذب کیے ہوئے تھے وہ اجنبی اور اداس سا انداز اس سے برداشت ہی نہیں ہوا...... شجر ایک دم اپنے خیالوں سے باہر آئی۔

''نہیں کچھ نہیں...... بس ویسے ہی دل کر رہا تھا اکیلے بیٹھنے کو، تم آفس سے آئے ہو، تھکے ہوئے ہو گے؟ چائے لے آؤں تمہارے لیے؟'' وہ پھیکا سا مسکرا کر بولی۔ اس کا کترانا محسوس کر کے موحد تکلیف دہ انداز میں مسکرایا۔

''میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ کبھی اتنی اجنبیت در آئے گی ہمارے بیچ۔''

''پہلے تو جو بھی تھا، اس کو چھوڑ دو موحد...... اب تو یہی اجنبیت ہی ہم دونوں کے لیے اور اس گھر کے لیے بہتر ہے۔'' وہ اس سے آگے چلتے ہوئے بولی مبادا اس کو یہاں اس کے ساتھ کھڑے کوئی دیکھ لے اور نیا فسانہ گھڑ لیا جائے مگر وائے قسمت اسی پل ڈاکٹر کے پاس گئی ہوئی آیت اور یشرہ گاڑی سے اتریں اور انہیں ساتھ چلتے اور باتیں کرتے دیکھ لیا تھا۔ یشرہ نے تو کچھ نہیں سوچا البتہ آیت کے اندر ان دونوں کو ساتھ دیکھ کر جیسے ایک آگ بھڑک اٹھی تھی۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

اب کہ ہم بچھڑے تو

سباس گل

میرے دل کی وفاؤں کا حوصلہ تو دیکھو دوستو
طلب گار اس کا ہے جس کو میرا احساس تک نہیں
صرف وہ اک شخص کسی طرح مل جاتا
مجھے منظور تھے پھر جتنے ہی خسارے ہوتے

میں نے چکھی ہے ذائقے میں بھی
زندگی بلیک کافی جیسی ہے
چھن گئی سب مٹھاس یک دم سے
تلخ، کڑوی، کسیلی ہے اب تو
اس نے شک اور بدگمانی سے
زیست خوشیوں سے خالی کردی
شہد سی شیرینی اب کہاں باقی؟
زندگی "بلیک کافی" کردی

"یہ کالا پانی کس کے لیے ہے؟" حسن نے اپنے سامنے بلیک کافی کا کپ رکھتے ویٹر کو بھنویں سکیڑ کر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"آپ کے لیے ہے سر۔" ویٹر نے سیدھے کھڑے ہوکر مودب انداز میں جواب دیا۔

"کیوں بھئی؟ میرا کیا قصور ہے جو مجھے کالے پانی کی زیارت بخشی جارہی ہے۔ میں نے تو ملک کافی منگوائی تھی اپنے لیے۔" حسن نے اسے یاد کراتے ہوئے کہا۔

"جی سر...... مگر دودھ ختم ہوگیا تھا تو میں بنا دودھ والی کالی کافی لے آیا۔" ویٹر نے خجل ہوکر جواب دیا، حسن کا دوست اویس چائے سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ان دونوں کی صورت دیکھ اور سن رہا تھا۔ ہوٹل میں دس بارہ افراد موجود تھے جو چائے پی رہے تھے، حسن نے چاروں طرف نگاہ دوڑائی اور ویٹر سے مخاطب ہوا۔

"ان دس کپ چائے کے لیے دودھ تھا میرے ایک کپ کافی کے لیے دودھ ختم ہوگیا...... واہ بھئی یہ خوب ہے۔"

"سوری سر...... میں یہ واپس لے جاتا ہوں۔" ویٹر نے شرمندگی سے کہتے ہوئے کافی کے کپ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

"اب لے آئے ہو تو رہنے دو ادھر ہی، نا قدری کرنے والوں میں سے نہیں ہوں میں یہ کالی کافی بھی خوش ہوجائے گی کہ کسی نے تو یہاں اسے منہ لگایا۔" حسن علی نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روکتے ہوئے کہا تو اویس بول پڑا۔

"یار...... بلیک کافی تو خاصی کڑوی ہوتی ہے پی نہیں جائے گی۔"

"زندگی سے زیادہ کڑوی تو نہیں ہوگی ناں، جتنے کڑوے گھونٹ ہر روز پینا پڑتے ہیں اس کے آگے یہ ایک کپ "بلیک کافی" تو کچھ بھی ہے ہی نہیں دوست۔"

حسن علی نے گہرے اور معنی خیز لہجے میں کہا تو اویس کندھے اچکا کر بولا۔

"مرضی ہے تمہاری۔"

"ہماری مرضی کب اور کہاں چلتی ہے؟" حسن علی تلخ مسکراہٹ لبوں پر لا کر بولا۔

"اب کافی کے اس کپ کو ہی دیکھ لو بلیک کافی منگوائی تھی اور پانی میں یہ کڑواہٹ گھل کر آ گئی۔ یہ میری مرضی تھوڑی تھی...... یہ تو مجبوری کا گھونٹ ہے جو بھرنا ہے مجھے۔"

"بات تو تمہاری بھی درست ہے۔"

"درست بات کہنے والوں کی زندگی میں کچھ درست نہیں ہوتا...... معاملات صحیح ہو ہی نہیں پاتے۔"

"مایوس کیوں ہوتے ہو؟ ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اویس نے اس کی پریشانی اور تکلیف کو محسوس کرتے ہوئے اسے تسلی دینے کی کوشش کی تو وہ تلخی سے بولا۔

"کس دن...... جب میری زندگی کا آخری دن ہوگا اس دن؟"

"حسن یار...... ایسا کیوں سوچ رہے ہو تم؟"

"حالات جس نہج پر جا رہے ناں، میری سوچ کا زاویہ بھی اسی سمت سفر کر رہا ہے۔" حسن علی نے بلیک کافی کا کڑوا گھونٹ بھر کر کہا، وہ دونوں اس وقت ایک چھوٹے مگر صاف ستھرے کیفے میں بیٹھے تھے۔

"میں سمجھ سکتا ہوں تمہاری حالت۔" اویس نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"کاش...... وہ بھی سمجھ سکتی بنا جانے، بنا کچھ سنے، بنا سمجھے ہی فیصلہ سنا دیا یہ بھی نہیں سوچا کہ میرا دل کتنا ٹکڑوں میں بٹ جائے گا میری روح کیسے چھلنی ہو جائے گی اس کے اس ایک غلط فیصلے سے۔" حسن علی کے لہجے میں دکھ بول رہے تھے آنکھوں میں بے بسی اور کرب نمایاں تھا۔

"یہی ہوتا ہے میرے دوست، محبت میں بدگمانی، شک اور بے اعتباری آ جائے تو سب کچھ ختم ہو جاتا ہے،

جنت، جہنم بن جاتی ہے، بہار کو خزاں کہا جاتی ہے، تمہاری بہار تم سے روٹھی ضرور ہے لیکن مجھے امید ہے کہ جلد مان جائے گی۔ تم نے اسے جانے نہیں دیا ہوتا روک لیتے کسی بھی طرح۔" اویس نے سنجیدہ لہجے میں کہا تو وہ تڑپ کر بولا۔

"بہت روکا تھا میں نے اسے...... ہماری محبت کا واسطہ بھی دیا تھا مگر وہ نہیں آئی۔ اس نے مجھے دھمکی دی کہ اگر میں نے اسے جانے سے روکا تو ہمارے ہونے والے بچے کو مار دے گی، قتل کردے گی اس کا اور مجھے ایسا لگا جیسے اس نے میرے دل میں خنجر گھونپ دیا ہو، ہماری محبتوں، رفاقتوں، چاہتوں بھرے لمحوں کا خون کردیا ہو۔ مجھے آسمان سے گہری کھائی میں لا پھینکا ہو، اس پل میں اپنی خوشی، اپنی محبت اور اپنی زندگی کو ہار گیا تھا اور وہ مجھے پیروں تلے روندتی ہوئی، میرے گھر کو بے دردی سے بے ثمر کرتی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ کیا بہار کی مدت اتنی ہی مختصر ہوتی ہے، پھول کھلنے مہکنے لگیں تو چلی جاتی ہے، شگفتگی کا احساس چھوڑ جاتی ہے؟"

"صبر کرو میرے دوست، وقت خود حقیقت دکھائے گا اسے۔"

"کیا فائدہ؟" حسن علی زخمی لہجے میں بولا۔

"اب کیا فائدہ حقیقت اس پر آج منکشف ہو یا کل؟ مجھے تو اندر سے خالی کردیا ناں اس نے، میرے اندر کی مٹھاس، شیرینی سب چاٹ گئی وہ..... میرا محبتوں سے گندھا وجود کھنڈر کردیا اس کی بدگمانی اور اس کے شک نے..... قتل ہونے اور زندہ جلائے جانے تکلیف، درد اور اذیت جیسا احساس پل پل جھیلا ہے میں نے اور جھیل رہا ہوں..... اب وہ لاکھ محبتوں چاہتوں کے خزانے لے کر بھی آجائے تو مجھے پھر سے زندہ نہیں کرسکے گی۔ میرا وجود اندر سے اس "بلیک کافی" جیسا ہوگیا ہے کڑوا، کسیلا، گھپ اندھیرا لیے سیاہ رنگ کا، میرے اندر کے رنگوں کو اس نے ختم کردیا اویس۔"

"ایسی باتیں مت کرو حسن، میرا دل برا ہو رہا ہے تمہیں اس حال میں دیکھ کر..... تم دونوں کی چار سال کی محبت تھی۔ ایک سالہ شادی شدہ زندگی ہے یار، یہ سب ایک دم کیسے ختم ہوسکتا ہے؟" اویس نے پریشان نظروں سے اپنے جگری دوست کو دیکھتے ہوئے بے چینی سے کہا تو وہ کافی کا کڑوا گھونٹ بھر کر بولا۔

"ایک دم..... ایک لمحے، ایک پل میں ہی تو رشتے بنتے، بگڑتے، جڑتے اور ٹوٹتے ہیں، جہاں بھروسا نہیں وہاں پیار نہیں..... حقیقت تو ذویا کی اب مجھ پر آشکار ہوئی ہے..... محبت کو تو انسان بار بار موقع دیتا ہے پر ذویا نے مجھے ایک بار بھی موقع نہیں دیا حقیقت بتانے، سمجھانے کا اور میں ہر روز اسے معاف کرتا ہوں، میسج کرتا ہوں، موقع دیتا ہوں..... وہ ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتی۔ ذرا سی لچک پیدا نہیں کررہی اپنے رویے میں، کہ میں سہولت سے دو گھڑی اس سے بات کرسکوں..... میری ہر کوشش کے جواب میں وہ مجھے پہلے سے زیادہ مایوس اور ڈس ہارٹ کررہی ہے۔"

"اللہ تمہارے لیے بہتر کرے۔" اویس نے حسن علی کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر دل سے دعا دی۔

"ہوں..... ان شاء اللہ تعالیٰ۔" حسن علی نے ذرا سا مسکرا کر سر ہلایا اور کپ میں موجود کافی اپنے حلق میں انڈیل لی۔ اسے یوں لگا جیسے اس کی رگ رگ میں کڑواہٹ سرایت کررہی ہو۔

ابھی سال پہلے ہی تو بہت دھوم دھام سے حسن علی اور ذویا کی شادی ہوئی تھی۔ ذویا دلکش نین نقوش، لمبے گھنے ریشم بالوں کے ساتھ قد کاٹھ کی بھی اچھی تھی آواز میں ترنم تھا، انداز میں خود اعتمادی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، مقابل کو متاثر کرنا اپنی ذہانت کے حساب سے اس کے دائیں ہاتھ کا کام تھا، انہیں متاثرین میں حسن علی بھی پہلے دن سے اس کا گرویدہ ہوگیا تھا کہ ذویا سے زیادہ حسین وجمیل، خوب صورت خوش گفتار، خوش ادا حسینائیں یونیورسٹی میں موجود تھیں مگر حسن علی جو پہلے ذویا کی ذہانت سے متاثر ہوا تھا۔ اس سے دوستی ہونے پر اس کی خود

اعتمادی اور سمجھ داری نے بھی اسے بہت متاثر کیا تھا۔ دوستی محبت میں بدل گئی تھی اور محبت شادی میں...... شادی کے چند ماہ بعد ہی شادی شک اور بدگمانی کی نذر ہوگئی تھی۔ ذویا امید سے تھی۔ یہ خوشخبری ملنے پر ان دونوں کو یوں لگتا تھا جیسے زندگی میں کوئی دکھ ہے ہی نہیں، ان دونوں کی زندگی ایک دوسرے کے گرد ہی گھومتی تھی پھر نجانے کس کی نظر لگ گئی تھی یا ان کی محبت کی مدت پوری ہوگئی تھی کہ آن کی آن میں ان خوشیوں، چاہتوں اور محبتوں بھرا آنگن اجڑ کے رہ گیا تھا۔ اپنے آنگن کی بہار کو روک رکھنے کی حسن علی کی ہر کوشش ناکام ہوگئی تھی۔

حسن علی بلاشبہ بہت وجیہہ و شکیل مرد تھا۔ دولت مند والدین کی اولاد ہونے کے ساتھ ساتھ بہت مہذب، پڑھا لکھا اور سلجھا ہوا انسان تھا۔ محبت ذویا سے کی تو سب کچھ اس کی محبت کو مان لیا۔ یونیورسٹی میں بیسیوں لڑکیاں تھیں جو حسن علی سے بات اور دوستی کرنے کو ترستی تھیں اس کی شاندار شخصیت کو دیکھ دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرتی تھیں جن میں سے ایک مزنہ افتخار اور عروسہ جمشید بھی تھیں جو دل و جان سے حسن علی کو چاہتی تھیں اور یہ بات ذویا بخوبی جانتی تھی اور ایسی بات پر اتراتی بھی تھی کہ حسن علی اس کی محبت میں اتنا ڈوب چکا ہے کہ وہ کسی دوسری لڑکی کو گھاس تک نہیں ڈالتا۔ ذویا کا فخرہ انداز، اس کا غرور اور اترانا یونیورسٹی کی لڑکیوں سے ڈھکا چھپا نہیں تھا اور کیوں نہ ہوتا اس کی نظر عنایت و محبت صرف ذویا عرفان پر جو ٹکی رہتی تھیں، جانے کیا تھا اس گندمی رنگت والی خوش شکل، خوش مزاج لڑکی میں کے یونیورسٹی کی حسین سے حسین لڑکی بھی حسن علی کو دکھائی نہیں دیتی تھی...... لڑکیاں ذویا کی قسمت پر رشک و حسد کیا کرتی تھیں، بنا کسی رکاوٹ کے ان دونوں کی شادی بھی ہوگئی تھی۔ شاید بن مانگے اور آسانی سے مل جانے والی شے کی قدر ہر کسی کو نہیں ہوا کرتی، یہی وجہ تھی کہ ذویا نے بات کا بتنگڑ اور رائی کا پہاڑ بنا کر اپنی اور حسن علی کی زندگی "بلیک کافی" جیسی کڑوری کسیلی بنا کر رکھ دی تھی۔

حسن علی آفس سے واپسی پر پھولوں کی دکان پر رکا تھا ذویا کے لیے ڈھیروں تازہ گلابوں کے گلدستے خریدنے کے لیے آج ان کی شادی کی پہلی سالگرہ تھی اور وہ اسے یادگار بنانا چاہتا تھا گھر پر دونوں کی گھرانوں کے علاوہ قریبی دوست بھی مدعو تھے۔ ذویا آج دلہن کی طرح تیار ہوئی تھی۔ اسے اپنے عزیز از جان شوہر کو نئے سرے سے جیتنا جو تھا۔ حسن علی نے ذویا کو شادی کی سالگرہ کا تحفہ ایک ڈائمنڈ سیٹ کی صوت میں دیا تھا جو وہ ایک دن پہلے ہی خرید کر اپنے کمرے میں لاکر میں رکھ چکا تھا۔ حسن علی پھولوں کو بڑے خوشگوار موڈ میں دیکھ رہا تھا کہ سڑک پر زوردار دھماکہ ہوا حسن سمیت دکان والا لڑکا بھی چونک کر اس جانب متوجہ ہوا۔ دو گاڑیوں کا آپس میں تصادم ہوا تھا اور چیخ و پکار شروع ہوگئی تھی، سڑک پر گاڑیوں اور موٹر سائیکلوں کے ٹائر چرچرائے تھے دونوں گاڑیوں کے بونٹس اور سائیڈ کے دروازے ٹوٹ گئے تھے۔

"یا اللہ خیر...... یا الٰہی کوئی جانی نقصان نہ ہوا ہو۔" حسن علی نے گلدستے وہیں چھوڑے اور خود کلامی کرتا ہوا حادثے کی جگہ پہنچ گیا۔ ایک گاڑی میں پچاس، پچپن سالہ شخص تھا اور اس کے ساتھ چوبیس، پچیس سالہ خاتون تھی وہ دونوں خون میں لت پت تھے۔ دوسری گاڑی میں تیس بتیس سال کا جوان تھا وہ بھی خاصا زخمی تھا۔

"انہیں باہر نکالنے میں میری مدد کریں۔" حسن علی نے لوگوں کے ہجوم سے مخاطب ہو کر کہا تو چند افراد آگے بڑھے اور زخمیوں کو باہر نکالا۔

"مزنہ...... مزنہ افتخار۔" حسن علی نے لڑکی کا چہرہ دیکھا تو شناسائی کا جھٹکا لگا، وہ لڑکی مزنہ افتخار ہی تھی اس کی یونیورسٹی فیلو اور کلاس فیلو بھی تھی سب سے بڑھ کر وہ اسے بہت چاہتی تھی پیار کرتی تھی۔

"ایمبولینس کال کریں۔" حسن علی چلایا اور مزنہ کے والد افتخار نظامی کو اپنی گاڑی میں پچھلی سیٹ پر لٹا دیا اور فوراً ریسکیو کے نمبر پر کال کی۔ ایمبولینس پہنچ گئی تھیں۔ تینوں

زخمیوں کو ہسپتال پہنچا دیا گیا۔ افتخار نظامی کو حسن علی اپنی گاڑی میں ہی ہسپتال لایا تھا۔ تینوں کو فوراً ایمرجنسی لے جایا گیا تھا۔

ڈاکٹر اپنی کوششیں کر رہے تھے زخمیوں کو بچانے کی، مزنہ اور اس کے والد افتخار نظامی کی حالت بہت خراب تھی۔ دونوں کا خون بہت بہہ گیا تھا۔ ڈاکٹرز نے نرس کو بلڈ بینک کال کر کے بلڈ ارینج کرنے کے لیے کہا تھا۔ افتخار نظامی کے لیے خون کا بندوبست ہو گیا تھا مگر مزنہ کا بلڈ گروپ جو کہ اے پوزیٹیو تھا وہ نہیں مل رہا تھا حسن نے سنا تو اسے یاد آیا کہ اس کا بلڈ گروپ بھی اے پازیٹیو ہے۔ وہ فوراً مزنہ کو خون دینے کے لیے تیار ہو گیا اور ڈاکٹر کو بتایا، ڈاکٹر جواد نے بھی نرس سے کہا کہ حسن کا بلڈ لیا جائے اور اس نے حکم کی تعمیل کی۔ یوں حسن علی نے ایک بوتل خون دیا جو مزنہ افتخار کی رگوں میں اتارا گیا تو اس کی ڈوبتی سانسوں میں زندگی ڈورنے لگی تھی۔ ذویا اسے مسلسل فون پر فون کر رہی تھی اور وہ کال کاٹ دیتا یا موبائل بجنے دیتا تھا۔ اب پھر کال آئی تو اس نے اٹینڈ کر لی۔

"ہاں ذویا..... کیسی ہو؟"

"بہت غصے میں ہوں، کہاں ہو تم؟ کب سے تمہیں کالز کر رہی ہوں اور تم ہو کہ مسلسل میری کالز کاٹ رہے ہو، اگنور کر رہے ہو آخر تم ہو کہاں؟" ذویا اس کی آواز سنتے ہی بھڑک اٹھی۔

"میں ہسپتال میں ہوں۔" وہ ایمرجنسی روم کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیا ہسپتال میں..... تم ٹھیک تو ہو ناں، کیا ہوا تمہیں؟" ذویا اپنا غصہ بھول کر پریشانی میں اس کی خیریت پوچھنے لگی تھی۔

"میں الحمدللہ ٹھیک ہوں۔"

"تو ہسپتال میں کیا کر رہے ہو؟"

"ایک ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا تو میں زخمیوں کو لے کر ہسپتال آیا ہوں تینوں کی حالت سیریس ہے۔" حسن علی نے صورت حال سے آگاہ کیا۔

"تم نے تو نہیں کیا ناں ایکسیڈنٹ؟" ذویا نے سوالیہ لہجے میں پوچھا۔

"نہیں....."

"ہاں تو تم کیوں ہلکان ہو رہے ہو وہاں، تم نے زخمیوں کو ہسپتال پہنچا کر اپنا اخلاقی اور انسانی فرض ادا کر دیا ہے اب فوراً گھر پہنچو۔" ذویا تیزی سے بولتی رہی تھی۔

"ذویا..... یہاں ان کا کوئی رشتے دار ابھی تک پہنچا نہیں جب تک ان زخمیوں کے گھر والے آ نہیں جاتے میں انہیں چھوڑ کر نہیں آ سکتا سمجھا کرو سوئیٹ ہارٹ، یہ لوگ انہیں لاوارث سمجھ علاج کرنے سے پیچھے ہٹ گئے تو۔" حسن علی نے اسے نرمی سے سمجھانا چاہا۔

"تو یہ تمہارا مسئلہ نہیں ہے، تم بھول رہے ہو آج ہماری ویڈنگ اینی ورسری ہے، سب مہمان آ چکے ہیں بس تم فوراً گھر پہنچو۔" ذویا نے ضدی انداز سے اپنا حکم نامہ جاری کرتے ہوئے کہا۔

"پہنچ جاؤں گا ان زخمیوں کے ہوش میں آنے کے بعد۔"

حسن علی نے سنجیدگی سے جواب دیا اور کال منقطع کر دی تھی۔

"حسن.....!" ذویا تلملا کر رہ گئی تھی۔

مزنہ اور اس کے والد کے موبائل جائے حادثہ سے مل گئے تھے اور پولیس وہ لے کر ہسپتال پہنچ گئی تھی، حسن علی نے ان کے موبائل سے ان کے کانٹیکٹ نمبرز میں سے مزنہ کے بھائی اور انکل کے نمبروں پر کال کر کے اس حادثے کی اطلاع دی تو وہ لوگ آدھے گھنٹے میں ہسپتال پہنچ گئے۔ دوسری گاڑی کے زخمی کو ہوش آ گیا تھا اس کے بتائے ہوئے فون نمبر پر ہسپتال کے عملے نے کال کر کے اطلاع دی تھی اس کے گھر والے بھی ہسپتال پہنچ گئے تو پولیس کے سوالوں کے جواب دینے اور مزنہ اور اس کے والد کے ہوش میں آنے کے بعد ان سے مل کر حسن علی اگلے دن گھر پہنچا تھا اور ذویا نے اسے دیکھتے ہی غصیلے اور

طنزیہ لہجے میں اس کا استقبال کیا تھا۔

"ہوگئی خدمت خلق...... اب بھی گھر آنے کی کیا ضرورت تھی؟ وہیں رہتے ناں۔"

"ذویا...... یہ کیا طریقہ ہے بات کرنے کا؟ میں تھکا ہوا کل صبح کا گیا اب گھر لوٹا ہوں تم مجھ سے چائے ناشتے کا پوچھنے کی بجائے طنز کے تیر برسا رہی ہو، بڑے افسوس کی بات ہے۔" حسن نے تاسف زدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ اسے ذویا کے اس رویے اور لہجے نے بہت دکھ دیا تھا۔

"تو اور کیا پھول برساؤں؟ تم نے میری پھولوں جیسی مہکتی رات ان انجان لوگوں کے لیے ضائع کردی، ہماری خوشی کے دن کو غارت کردیا۔ یہاں میں اور سب مہمان تمہارا انتظار کرتے رہے اور تم...... کتنا شرمندہ کرایا ہے تم نے مجھے سب مہمانوں کے سامنے۔" ذویا نے بدتمیزی کی انتہا کردی تھی۔ حسن علی اس کا یہ روپ دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ یہ وہی ذویا ہے جس سے اس نے محبت کی تھی۔

"مگر الحمدللہ...... میں شرمندہ نہیں ہوں نہ اپنے ضمیر کے سامنے اور نہ ہی اپنے رب کے سامنے...... میں نے جو کیا اس کے لیے میرا دل مطمئن ہے۔" حسن علی اپنے نرم دھیمے لہجے میں اپنے دکھ اور غصے کو ضبط کرتے ہوئے سنجیدگی سے بولا تو ذویا کو اس کا سکون و اطمینان مزید تپ پا کر گیا۔

"تم نے جو رات کیا اس کے لیے میرا دل مطمئن نہیں ہے ہماری شادی کی پہلی سالگرہ تھی کل اور تم ہی تقریب سے غائب تھے۔" ذویا ناراضی اور تیز لہجے میں بولی۔

"ذویا...... اگر ہم اپنی خوشی میں دوسروں کی تکلیف کا احساس کریں گے تو اس سے ہمارا رب خوش ہوکر ہماری خوشیوں کی عمر بڑھا دے گا، وہ کسی کا دیا رکھتا نہیں ہے بلکہ دوگنا چوگنا کرکے لوٹاتا ہے اور ہم ساتھ ہیں تو ہمارا ہر دن عید، ہر رات شب رات ہے، ہر رات خوشیوں بھری ہے، اس میں شرمندہ ہونے والی تو کوئی بات ہے ہی نہیں، تم مہمانوں سے کہہ سکتی تھیں کہ جو سچ تھا تو کوئی میرے نہ ہونے پر سوال نہ اٹھاتا اور یقیناً اٹھایا بھی نہیں ہوگا یہ حقیقت جاننے کے بعد...... اتنی انسانیت تو ہم لوگوں میں اب بھی باقی ہے ہی کہ کسی کے حادثے پر افسوس تو کرسکیں۔ کیوں نہیں ہے کیا؟" حسن علی نے صبر و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے نرمی سے مسکرا کر کہا۔

"مجھے نہیں معلوم...... میں تم سے سخت خفا ہوں۔" وہ سر جھٹک کر بولی۔

"میں منالوں گا تمہیں...... فی الحال تو میں شاور لینا چاہتا ہوں اور اس کے بعد اچھا سا بریک فاسٹ کرنا ہے مجھے اوکے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا اور آخر میں جاتے ہوئے اس کے گال کو تھپتھپایا، وہ اس کے نرم رویے پر شرمندہ سی ہوگئی۔ اسے احساس ہوا کہ وہ بہت زیادہ بول گئی تھی آج اسے اپنے غصے پر قابو رکھنا چاہیے تھا۔ وہ کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔

ذویا نے حسن علی سے "سوری" کرلی تھی اور وہ اس سے ناراض تھا ہی نہیں لہٰذا بات ختم ہوگئی تھی۔ دونوں نے اس رات کھانا باہر کھانے اور اپنی شادی کی سالگرہ ہوٹل میں منعقد کرنے کا پلان بنایا، حسن علی نے ذویا کو ڈائمنڈ سیٹ گفٹ کیا تو ذویا خوشی سے پھولے نہ سمائی اور شرمندہ بھی ہوئی کہ اس نے ناحق اس پر غصہ کیا، اسے اتنی باتیں سنائیں جبکہ وہ تو اس کے لیے گفٹ بھی خرید چکا تھا۔ بہرحال رات کو وہ دونوں باہر کھانا کھانے گئے، ہوٹل میں کیک بھی کاٹا اور خوشگوار ماحول میں کھانا کھا کر گھر لوٹ آئے تھے۔

حسن علی نے مزنہ کو کلاس فیلو ہونے کے ناطے ہسپتال جا کر اس کی اور اس کے والد کی خیریت پوچھنا اپنا اخلاقی فرض سمجھا اور ان دونوں کی عیادت کے لیے تین چار دن مسلسل جاتا رہا تھا۔ اب ان دونوں کی حالت کافی بہتر تھی وہ دونوں اور تیسرا زخمی شخص جس کا نام انور تھا تیزی سے

صحت یاب ہو رہے تھے۔ حسن علی آفس جانے سے پہلے ان کی خیریت پوچھنے ہسپتال جاتا تھا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ شام کو دیر سے گھر پہنچے اور ذویا پھر سے غصہ کرے، ناراض ہو اسی خیال سے اس نے دوبارہ ذویا سے اس حادثے کے بارے میں کوئی بات نہیں کی تھی حالانکہ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ حادثہ ان کی کلاس فیلو مزنہ کے ساتھ پیش آیا تھا مگر ذویا کے غصے کے بعد وہ خاموش ہو گیا تھا۔ اس حادثے کو تقریباً دو ہفتے گزر گئے تھے، آج اتوار تھا اور حسن علی گھر پر ہی تھا۔ دن کے گیارہ بج رہے تھے کہ حسن علی کے سیل فون پر مزنہ افتخار کی کال آ گئی۔ نمبر سیو نہیں تھا اس لیے ذویا نے کال اٹینڈ کر لی۔

"ہیلو، کون بات کر رہا ہے؟"

"السلام علیکم! میں مزنہ بات کر رہی ہوں حسن صاحب سے بات ہو سکتی ہے کیا؟" اس نے اپنا تعارف کروانے کے بعد حسن سے بات کرنے کو کہا تو وہ چونک گئی۔

"میں حسن کی بیوی بات کر رہی ہوں کہیے کیا کہنا ہے؟" ذویا نے لٹھ مار لہجے میں کہا۔

"ذویا...... کیسی ہیں آپ؟" مزنہ نے اخلاق نبھایا۔

"تمہیں میرے نام کا کیسے پتا چلا؟"

"مجھے کیا...... ہمارے سارے یونیورسٹی بیچ کو پتا ہے کہ حسن علی کی بیوی ذویا عرفان ہے...... تم نے مجھے واقعی نہیں پہچانا ذویا؟"

"نہیں پہچانا جب ہی تو نام پوچھ رہی ہوں تمہارا۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"میں مزنہ افتخار ہوں...... یاد آیا ہم یونیورسٹی میں ساتھ تھے۔"

"اوہ......! تو تم ہو مزنہ افتخار؟" ذویا کو ایک دم سے سب یاد آ گیا تھا وہ شک، غصے اور بے چینی کے ملے جلے احساسات سے دوچار ہو گئی تھی۔

"تمہارے پاس حسن کا سیل نمبر کیسے آیا اور کیا بات کرنا چاہ رہی ہو تم میرے شوہر سے بولو؟" ذویا نے چبھتے ہوئے لہجے میں اسے جتاتے ہوئے پوچھا تھا۔

"دراصل میں حسن کا شکریہ ادا کرنا چاہ رہی تھی اور پاپا بھی ان سے بات کر کے ان کا شکریہ ادا کرنا چاہتے تھے جس طرح حسن نے ہمیں ایکسیڈنٹ کے بعد ہسپتال پہنچایا اور پھر ہمارا خیال رکھا یہاں تک مجھے اپنا خون دیا اور مجھے مرنے سے بچا لیا۔ ہماری یعنی میری اور پاپا کی عیادت کے لیے بھی آتے رہے یہ ہم پر ان کا بہت بڑا احسان ہے، ہم ان کے بہت شکر گزار ہیں۔" مزنہ نے جیسے ہی تفصیل بتائی ذویا کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی، وہ بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کر رہی تھی۔

"تو بقول تمہارے حسن تم باپ بیٹی کی عیادت کے لیے بھی آتے رہتے ہیں تو اس وقت ان کے اس احسان کا شکریہ ادا کرنے کا خیال نہیں آیا آپ دونوں کو جو یوں کال کرنا پڑی۔" ذویا نے طنزیہ لہجے میں استفسار کیا تھا۔

"جی جی، ان کا شکریہ تو ہم ہر روز ادا کرتے ہیں فون پہ بتانے کے لیے کیا ہے کہ آج پاپا بھی ہاسپٹل سے ڈسچارج ہو رہے ہیں تو وہ عیادت کے لیے ہسپتال نہ آئیں وہ آتے اور ہم کو نہ پاتے تو انہیں برا محسوس ہوتا ناں کہ ہم نے انہیں بتانا ضروری نہیں سمجھا۔" مزنہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اوہ...... صحیح اور تم...... تم ٹھیک ہو گئیں؟" ذویا کا لہجہ کاٹ دار تھا۔

"ہاں الحمدللہ...... میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔"

"ظاہر ہے، حسن نے اپنا خون دیا تھا تمہیں تو تم ٹھیک کیسے نہ ہوتیں؟"

"درست کہا تم نے میری زندگی حسن صاحب کی مقروض ہے، انہوں نے مجھے اپنا خون دیا، میری زندگی بچائی، میں ان کا یہ احسان کبھی نہیں چکا سکتی...... وہ میرے محسن ہیں، میرے پاپا کے محسن ہیں، حسن واقعی بہت عظیم انسان ہیں ورنہ لوگ تو سڑک پر حادثہ دیکھ کر گزر جاتے ہیں مگر حسن نے ایسا نہیں کیا، ہماری ہر ممکن مدد کی پاپا تو اٹھتے بیٹھتے حسن کو دعائیں دیتے ہیں۔" مزنہ اپنی دھن

میں حسن کی محبت وعقیدت میں کھوئی بولتی رہی تھی یہ سمجھے بغیر کہ دوسری طرف ذویا کے دل پر کیا گزر رہی ہے۔

''بس یا اور بھی کچھ کہنا ہے تمہیں؟'' ذویا غصے سے بولی۔

''نہیں بس میرا پیغام حسن صاحب تک پہنچا دینا، بائے ذویا۔'' مزنہ نے یہ کہہ کر کال منقطع کردی۔ ذویا غصے سے موبائل بیڈ پر پٹخ کر کمرے میں جلے پیر کی بلی بنی چکرانے لگی۔ حسن اس کے علاوہ کسی دوسری لڑکی کی طرف دیکھے یہ ذویا کو گوارہ نہ تھا اور یہاں تو حسن نے اس لڑکی کو اپنا خون دیا تھا جو حسن علی سے محبت کرتی تھی۔ یہ سچائی جان کر اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی تھی اور حسن نے اس سے یہ بات چھپائی تھی، ذویا سے یہ بھی برداشت نہیں ہورہا تھا۔ حسن علی شاور لے کر واش روم سے نکلا تو ذویا کو کمرے میں ٹہلتے دیکھ کر مسکرایا۔ تولیے سے اپنے بال خشک کرتا وہ آئینے کے سامنے کھڑا ہوا اور آئینے میں ذویا کا عکس دیکھا وہ اسی کی طرف خونخوار نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی حسن نے تولیہ قریب رکھی کرسی پر پھیلایا۔

''اتنی ظالم نظروں سے کیوں دیکھ رہی ہو لگتا ہے سالم ہی نگل جاؤ گی مجھے۔''

''میں مذاق کے موڈ میں نہیں ہوں حسن۔'' وہ غصیلے لہجے میں بولی۔

''وہ تو دکھ ہی رہا ہے، مرنے مارنے کے موڈ میں لگ رہی ہو، ہوا کیا ہے؟'' حسن علی نے بال سنوارتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

''مزنہ افتخار کے ساتھ تمہارا چکر کب سے چل رہا ہے؟''

''واٹ ربش؟'' حسن علی کو حیرت اور صدمے نے ہلا کر رکھ دیا تھا۔

''میری بات کا جواب دو حسن، تم نے اسے اپنا خون دے کر اس کی جان بچائی۔''

''ہاں تو......؟'' حسن علی نے اطمینان سے جواب دیا۔ ذویا اس کے اطمینان پر مزید سیخ پا ہوکر بولی۔

''ہماری شادی کی سالگرہ کے دن تم اس مزنہ کے ساتھ تھے، اس کی زندگی بچانے کے جتن کررہے تھے۔ آخر کیوں جھوٹ بولا تم نے مجھ سے؟''

''میں نے تم سے کیا جھوٹ بولا ذویا...... وہ باپ بیٹی سڑک پر حادثے کا شکار ہوکر زخمی حالت میں بے ہوش پڑے تھے، میں نے انسانیت کے ناطے انہیں ہسپتال پہنچایا اور صرف ان دونوں کو نہیں دوسری کار میں موجود زخمی شخص کو بھی میں نے ایمبولینس کے ذریعے ہسپتال پہنچایا اور جو ممکن ہوسکتا تھا ان تینوں کے لیے کیا۔ مزنہ کی جگہ کوئی اور لڑکی ہوتی تب بھی میں یہی کرتا اور جب میں ان کی مدد کے لیے آگے بڑھا تھا اس وقت مجھے نہیں علم تھا کہ وہ مزنہ اور اس کے فادر ہیں۔'' حسن علی نے ایمان داری سے ساری حقیقت بتادی۔

''اور انسانیت کے ناطے تم روزانہ ان کا حال پوچھنے ہسپتال بھی جاتے رہے۔'' ذویا نے تلخی کہا۔

''ہاں یہ میرا اخلاقی فرض تھا اور جب میں جان چکا تھا کہ مزنہ ہماری کلاس فیلو تھی تو اس حوالے سے یہ میرا فرض تھا کہ میں اس کی ہیلپ اور عیادت کے لیے جاتا۔'' حسن نے اپنا موبائل چیک کرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔

''بہت خوب، ساری انسانیت مزنہ کے لیے امنڈ آئی تھی ناں تمہارے دل میں۔ فون آیا تھا ابھی مزنہ کا یہ بتانے کے لیے کہ وہ ہسپتال سے چھٹی ملنے پر آج گھر جارہے ہیں تو حسن صاحب ہسپتال نہ آئیں آج...... یہ بتانے کا صاف مطلب ہے کہ حسن علی اب ان کی خیریت دریافت کرنے کے لیے ان کے گھر تشریف لایا کریں۔'' ذویا نے تلخ وطنزیہ لہجے میں ایک ایک لفظ چبا کر ادا کیا تھا۔ حسن علی کو ایک بار پھر اس کے اس رویے اور لہجے نے دکھ دیا تھا۔ اسے شدت سے یہ احساس ہوا تھا کہ اس سے ذویا کو سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے۔ وہ حالات کو معاملات کو سمجھنا ہی نہیں چاہتی بلکہ اپنی منفی سوچ سے بگاڑنا جانتی ہے۔

''فضول باتیں مت کرو، مزنہ ایک سلجھی ہوئی لڑکی

ہے۔" حسن بولا۔
"ہاں...... اور میں تو بری لڑکی ہوں ناں اب؟"
"اس وقت تو یہی شو کر رہی ہو تم۔" حسن صاف گوئی سے بولا۔
"تم نے اسے خون کیوں دیا؟" ذویا چلاتے ہوئے بولی۔
"دماغ خراب ہے تمہارا...... یہ کیسا سوال ہے؟"
"جو پوچھا ہے اس کا جواب دو مجھے۔" وہ ضدی لہجے میں بولی۔
"لاحول ولا قوۃ۔" حسن علی تاسف زدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے چڑ کر بولا۔ "ایک انسان کی زندگی بچانا اتنا بڑا جرم ہوگیا ہے کہ اس کے لیے تم نے مجھے کٹہرے میں لا کھڑا کیا ہے اور مجھ سے جرح کر رہی ہو۔"
"ہاں کیونکہ تم نے مجھے دھوکا دیا ہے۔" ذویا غصیلے لہجے میں چلائی۔
"مجھے نہیں معلوم تھا کہ کسی مرتے ہوئے انسان کو خون دے کر اس کی زندگی بچانا جرم ہے، دھوکا ہے اور تم یہ جان کر مجھ پر زندگی تنگ کر دو گی۔" حسن علی نے شدید دکھ میں مبتلا ہوتے ہوئے تاسف بھری نظروں سے ذویا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ ذویا اسی بدتمیزی اور شکی لہجے میں غصے سے بولی۔
"تم نے مجھ سے چھپایا کہ حادثے کا شکار ہونے والی مزنہ افتخار اور اس کا باپ ہیں، دل میں چور تھا تب ہی تو چھپایا تھا۔"
"فضول مت بولو، تم اس حادثے کے بارے میں کچھ سننے کو تیار ہی نہیں تھیں تو میں تمہیں کیا تفصیل بتاتا؟ تمہیں تو بس اپنی پارٹی کی فکر پڑی ہوئی تھی جتنا غصہ تم نے میرے ہاسپٹل رکنے پر کیا تھا اس کے پیش نظر میں نے تم سے مزید کوئی بات نہیں کی تھی اس حادثے کے حوالے سے کیونکہ میں گھر میں سکون چاہتا تھا اور تمہارا بگڑا مزاج مجھے غلط فہمی میں مبتلا کر گیا تھا کہ یہ تم نہیں ہو میرا وہم ہے مگر تم نے آج پھر سے وہی لہجہ اپنایا ہے بلکہ پہلے سے زیادہ لاؤڈ ہو رہی ہو بڑے افسوس کی بات ہے ذویا۔" حسن علی نے اسے دیکھتے ہوئے بڑے ضبط و تحمل کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔
"مجھ پر افسوس کرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔ مزنہ افتخار تم سے محبت کرتی تھی اور تم آج خون کی شکل میں اس کی رگ رگ میں دوڑ رہے ہو، پہلے محبت بن کر اس کے وجود میں سرایت کر رہے تھے اور اب تم نے اپنا خون دے کر اس کی محبت کو دو چند کر دیا ہے میں یہ بات ہرگز برداشت نہیں کر سکتی حسن۔" ذویا نے سپاٹ اور تیز لہجے میں کہا۔
"مزنہ افتخار ہی نہیں ذویا ڈارلنگ، حسن علی کو اور بھی بہت سی لڑکیاں پسند کرتی تھیں، محبت کرتی تھیں، میں کسی سے بے خبر نہیں تھا، میں صرف تمہیں چاہتا تھا اسی لیے میں نے باقی سب لڑکیوں کی خواہشوں اور چاہتوں کو نظر انداز کر دیا را، ان کی دوستی قبول کرنے سے معذرت کرتا رہا تھا، خیر جو ہونا تھا ہو گیا اور میں نے انسانی ہمدردی میں یہ سب کیا ہے محبت میں صرف تم سے کرتا تھا اور کرتا رہوں گا ذویا۔" حسن علی نے سنجیدگی سے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی مگر ذویا کے دل میں بال اور دماغ میں خلل آ گیا تھا وہ اس کی کسی بات پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھی۔
"جھوٹ بولتے ہو تم...... میں اب تم جیسے دھوکے باز کے ساتھ نہیں رہوں گی، جا رہی ہوں اپنے میکے۔" ذویا غصے سے کہتی کپڑے نکالنے الماری کی طرف بڑھی تھی۔
"ذویا...... تم غلط کر رہی ہو۔" حسن علی نے دکھ اور افسوس سے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ الماری کھولتے ہوئے بولی۔
"تم نے تو جیسے سب درست کیا ہے، صحیح کرتے آ رہے ہو ناں اب تک۔"
"ایک بے ضرر اور معمولی بات کو لے کر تم اتنا بڑا قدم اٹھا رہی ہو، مت کرو ایسا پلیز۔" حسن علی نے اسے ہینڈ کیری میں اپنے کپڑے رکھتے دیکھ کر بے بسی سے کہا تھا۔
"مجھے ایسا کرنے پر تم نے ہی مجبور کیا ہے۔" ذویا نے

اسے شعلہ بار نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ اس کی حالت کے پیش نظر جھکتے ہوئے بولا۔

''او کے، آئی ایم سوری...... ہمارے بچے کے لیے رک جاؤ جو ہماری محبت کی نشانی ہے۔'' حسن علی نے منت بھرے لہجے میں کہا مگر ذویا کا دل جیسے پتھر ہو گیا تھا۔

''حسن...... اگر تم نے مجھے روکنے کی کوشش کی تو میں تمہارے بچے کو ختم کر دوں گی۔'' ذویا نے بے رحمی سے کہا تو حسن علی کے پیروں تلے زمین نکل گئی تھی اور دل دکھ کے سمندر میں غوطہ زن تھا۔ ذویا اتنی سنگین بات کہہ دے گی ایسا تو اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ وہ تو جیسے بے دم سا ہو گیا تھا۔

''کیا......؟'' حسن علی صدمے کی سی کیفیت میں گھرا اس کی صورت تک رہا تھا۔

''ہاں قتل کر دوں گی میں اس بچے کو، ختم کر دوں گی تمہاری پر فریب محبت کی نشانی کو۔'' ذویا سنگ دلی سے بولی تو وہ ساکت رہ گیا تھا۔

مزید اس سے ایک لفظ نہ بولا گیا اور ذویا اپنا سامان پیک کر کے ڈرائیور کے ساتھ میکے چلی گئی تھی۔

● ●

مزنہ کو حسن کے ذریعے ذویا کی ناراضی اور میکے جانے کا پتا چلا تو اسے بہت افسوس ہوا اور حیرت بھی کہ ذویا تو حسن سے بے پناہ پیار کرتی تھی، وہ اس پر شک کیسے کر سکتی ہے؟ مگر یہ بات حسن نے خود بتائی تھی مزنہ کو لہٰذا اسے یقین کرنا پڑا تھا۔ مزنہ نے خود ہی فون کیا تھا حسن کو کیونکہ اس کے گھر نہیں آیا تھا والد صاحب کی خیریت پوچھنے اور نہ ہی فون کیا تھا تو مزنہ نے ہی کال کر لی تھی اور حسن علی نے اسے نا چاہتے ہوئے بھی ساری حقیقت بتا دی تھی۔

● ●

مزنہ افتخار اس وقت حسن کے سامنے اس کے آفس میں موجود تھی۔

''ایک چائے اور بلیک کافی بھیج دیں۔'' حسن علی نے انٹرکام پر اپنے پی اے کو کہا اور پھر مزنہ افتخار کی طرف متوجہ ہوا۔

''جی مزنہ...... خیریت کیسے آنا ہوا، انکل تو ٹھیک ہیں ناں؟''

''جی اللہ کا شکر ہے، بہت بہتر ہیں اور آپ کے بہت شکر گزار بھی ہیں کیونکہ آپ نے ہمارے لیے بہت کچھ کیا ہے اور ہم نے آپ کو پریشانی میں مبتلا کر دیا۔ مجھے ذویا سے ایسے ردعمل کی توقع نہیں تھی۔'' مزنہ نے نظریں جھکا کر قدرے شرمندگی سے کہا، وہ چمپی رنگت والی مناسب قد کاٹھ اور دلکش نقوش رکھنے والی بے حد حسین لڑکی تھی، ذویا کے مقابلے میں بہت حسین تھی ہر لحاظ سے چاہے جانے کے لائق تھی مگر حسن کی نگاہ التفات ذویا پر جم کر رہ گئی تھی، کوئی دوسری لڑکی تو جیسے اسے دکھائی ہی نہیں دیتی تھی۔

''توقع تو مجھے بھی نہیں تھی مگر ہو گیا یہ سب...... اسی لیے تو کہتے ہیں کہ کسی سے توقع نہیں رکھنی چاہیے۔ صرف اللہ ہے جو آپ کی توقعات پر پورا اترتا ہے ورنہ انسان تو اتنی صلاحیت اور ظرف نہیں رکھتا کہ کسی کی توقعات پر پورا اتر سکے اور ایسا نہ ہونے کی صورت میں دل سے ضرور اتر جایا کرتا ہے۔'' حسن علی سنجیدگی سے بولا۔

''صحیح کہا آپ نے، انسان توقعات پر پورا نہیں اترتا بلکہ دل سے اتر جاتا ہے لیکن آپ دونوں میں تو بہت محبت تھی ناں؟'' مزنہ سنجیدہ لہجے میں بولی۔

''تھی نا...... آپ کی بات کا جواب آپ ہی کے جملے میں موجود ہے۔'' حسن علی نے دکھی لہجے میں کہا، چہرے پر بے چارگی چھائی ہوئی تھی۔

''میں بہت شرمندہ ہوں آپ سے۔'' مزنہ ندامت سے بولی۔

''آپ کیوں شرمندہ ہو رہی ہیں؟'' حسن علی نے کرسی سے ٹیک لگاتے ہوئے اسے دیکھا تو وہ ایک نگاہ اس کے وجیہہ چہرے پر ڈال کر بولی۔

''آپ دونوں کی علیحدگی کی وجہ میں بنی ہوں اس لیے۔''

"وجہ آپ نہیں ہیں بلکہ ذویا کا شک بنا ہے وجہ۔"

"شک بھی تو میری وجہ سے ہی پیدا ہوا ہے ناں، وہ میری وجہ سے آپ سے بدگمان ہوئی ہیں، یہ بات مجھے بہت بے چین کر رہی ہے۔" مزنہ پریشان لہجے میں بولی۔

"آپ ریلیکس رہیں، ہیوی فیل کریں یہ تو بس ہونا تھا۔ ذویا کی محبت کی حقیقت اتنی جلدی مجھ پر آشکار ہوگی یہ تو میں نے کبھی سوچا بھی نہ تھا۔ جہاں بھروسا نہ ہو وہاں پیار زیادہ دن نہیں ٹکتا، جہاں اعتبار نہ ہو وہاں پیار کی کوئی جگہ نہیں ہوتی۔ فراز نے کیا خوب کہا ہے

ذرا سی بات پر برسوں کے یارانے گئے
مگر ہوا اتنا کچھ لوگ پہچانے گئے"

حسن نے گہرے دکھ اور کرب ناک لہجے میں اپنی بات اس شعر پر مکمل کی تو مزنہ کو اس کے ساتھ دلی ہمدردی محسوس ہونے لگی، وہ تو اسے آج بھی چاہتی تھی، اس کے دل میں حسن علی کی محبت اور عزت مزید بڑھ گئی تھی۔ وہ اسے دکھی نہیں دیکھ سکتی تھی اس کی پریشانی کچھ بھی کر کے ختم کرنا چاہتی تھی۔

"میں ذویا سے بات کروں گی۔" مزنہ نے کچھ سوچ کر اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"وہ آپ کی بات نہیں سنے گی۔"

"میں کوشش ضرور کروں گی۔"

"ٹھیک ہے آپ بھی کوشش کر کے دیکھیں مگر مجھے یقین ہے کہ آپ کو کامیابی نہیں ہوگی۔" حسن علی نے سنجیدہ اور مایوس لہجے میں کہا۔

"آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں؟"

"ذویا کو میں اچھی طرح جانتا ہوں...... پہلے نہیں جانتا تھا خوش فہمی تھی بس مگر اب جان گیا ہوں اس نے میری نہیں مانی تو آپ کی کیوں مانے گی؟" حسن علی نے زخمی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ ملازم ان دونوں کے لیے چائے اور کافی دے گیا تھا۔ حسن علی نے بلیک کافی کا کپ اٹھایا اور ایک ساتھ دو گھونٹ بھر کر کپ میز پر رکھ دیا۔

"حسن...... آپ تو بلیک کافی نہیں پیتے تھے، زہر لگتی تھی بلیک کافی آپ کو۔" مزنہ کو اس کی پسند ناپسند کا بھی علم تھا، حسن نے حیرت سے مزنہ کو دیکھا۔

"جب سے شک اور بدگمانی کا زہر ذویا نے دیا ہے تب سے مجھے بلیک کافی کڑوی نہیں لگتی بلکہ اچھی لگنے لگی ہے۔" وہ تلخی بھری مسکراہٹ لیے بولا۔

"میں سمجھ سکتی ہوں آپ کی اذیت اور تکلیف کو...... آپ نے میرے اور پاپا کے ساتھ جو نیکی کی ہے اس کا صلہ اللہ تعالیٰ آپ کو ضرور دیں گے حسن، آپ مجھے ذویا کا موبائل نمبر دے دیں میں ذویا سے بات کر کے اس کی غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کروں گی اگر فون پر اس نے میری بات نہ سنی تو میں اس کے گھر جا کر اسے سمجھاؤں گی۔" مزنہ نے حسن علی کو دیکھتے ہوئے خلوص دل سے کہا تو وہ بولا۔

"مجھے نہیں لگتا کہ وہ آپ کی بات مانے گی۔"

"مجھے کوشش تو کرنے دیجیے، آپ چاہتے ہیں ناں کہ ذویا گھر واپس آجائے؟"

"ہاں...... میں چاہتا ہوں کہ ذویا گھر واپس آجائے...... میرے لیے نہیں ہمارے بچے کے لیے۔" حسن نے سنجیدگی سے کہا۔

"جب اسے سچ معلوم ہوگا تو وہ آپ کے لیے واپس آئے گی نا آپ سے اپنے رویے کی معافی بھی مانگے گی۔ آپ سے بہت محبت کرتی ہے ناں ذویا...... اسی لیے کسی دوسری لڑکی کی طرف آپ کی توجہ اور مہربانی اس سے برداشت نہ ہو گی پلیز اسے معاف کر دیجیے گا۔"

"اس کے اور میرے بیچ اب کچھ بچا ہی نہیں ہے، اس کے آنے یا نہ آنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا مجھے۔ میں صرف اپنی محبت کی نشانی اپنی اولاد کو صحت مند اور سلامت دیکھنا چاہتا ہوں۔" حسن کے لہجے کا دکھ اور آنکھوں کا خالی پن مزنہ کو بے قرار کر رہا تھا اسے بہت دکھ ہو رہا تھا کہ اس کی وجہ سے اتنے اچھے اور مخلص انسان کی زندگی میں طوفان آ گیا ہے، اب وہ کسی بھی طرح ذویا کا دل صاف

کرنا چاہتی تھی۔ حسن علی نے ہلکی سی امید پر مزنہ کو زویا کا موبائل نمبر اور اس کے والد کے گھر کا پتا کو دے دیا تھا۔

مزنہ نے گھر جا کر زویا کو کال کی مگر زویا نے اس کا نام سنتے ہی کال کاٹ دی۔ مزنہ نے دوبارہ، سہ بارہ کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہو سکی لہٰذا اس نے فیصلہ کیا کہ وہ کل زویا سے ملنے اس کے والد کے گھر جائے گی اور دوسرے دن مزنہ دن کے گیارہ بجے زویا کے میکے پہنچ گئی۔ زویا کی ماں اسے ڈرائنگ روم میں بیٹھا کر زویا کو بلانے چلی گئیں۔

تلخیاں بڑھ گئیں اچانک یوں
گھل گئی زندگی میں بلیک کافی

"تم پھر بلیک کافی پی رہے ہو؟" اویس نے حسن علی کو بلیک کافی کے گھونٹ بھرتے دیکھ کر فکر مندی سے کہا۔ وہ اس کا حال پوچھنے آفس آیا تھا۔

"تو کیا کروں؟ حالات کی تلخی کم نہیں ہو رہی نہ ہی بلیک کافی کی کڑواہٹ زیادہ محسوس ہو رہی ہے عجیب کشمکش میں گھری ہوئی ہے زندگی۔" حسن علی نے اویس کو دیکھتے ہوئے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"مطلب...... زویا نہیں مانی۔" اویس نے افسوس سے کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"تم بتاؤ، آفس نہیں جانا جو یہاں چلے آئے؟" حسن علی نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے حال اور حالات کا پوچھنے آیا تھا سوچا شاید کوئی بہتری آئی ہو۔" اویس نے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

"بہتری کی امید بندھی تو ہے کیونکہ اللہ کہتا ہے مایوسی کفر ہے اس لیے مایوس نہیں ہوں مزنہ گئی ہے زویا سے مل کر بات کرنے...... اگر زویا نے اس کی بات صبر و تحمل سے سنی اور سمجھی تو بہتری کی توقع کی جا سکتی ہے ورنہ......" حسن علی نے بات ادھوری چھوڑ دی اور گہرا سانس لے کر کرسی کی پشت سے سر ٹکا دیا۔

"اللہ نا کرے۔" اویس نے تسلی آمیز نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ حسن علی نے ذرا سا مسکرا کر اس کے دوستانہ احساس کا جواب دیا تھا۔

"تم......! تمہیں جرأت کیسے ہوئی میرے گھر آنے کی؟" زویا نے ڈرائنگ روم میں قدم رکھا تو مزنہ پر نظر پڑتے ہی چیخ اٹھی۔

"یہ گھر تمہارا نہیں ہے...... تمہارا گھر وہ ہے جہاں تمہارا شوہر ہے۔" مزنہ اس کے اس ردعمل کے لیے تیار ہو کر آئی تھی اسی لیے آرام سے بولی۔

"تم میرے گھر تک چلی آئیں پھر گھر وہ ہو یا یہ۔"

"میں تمہارے گھر تک نہیں آئی زویا لیکن جو کچھ تم کر رہی ہو ناں حسن کے ساتھ...... تو کوئی بھی لڑکی تمہارے گھر تک چلی آئے گی اور تمہاری جگہ لینے میں دیر نہیں لگے گی سمجھداری کا تقاضا یہی ہے کہ تم اپنے گھر جاؤ اور اپنا گھر اور شوہر سنبھالو جو صرف تمہارا ہے...... محض ایک غلط فہمی کو اپنا گھر ٹوٹنے کا سبب مت بننے دو، حسن نے تمہیں دھوکا نہیں دیا وہ تمہارے ساتھ آج بھی مخلص ہیں۔" مزنہ نے اسے دیکھتے ہوئے سمجھانے کی کوشش کی۔

"مجھے سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے مزنہ بی بی...... کیا میں نہیں جانتی ہوں کہ تم حسن سے محبت کرتی تھیں، یونیورسٹی کے زمانے سے اسے چاہتی تھیں۔" زویا نے تیز اور سپاٹ لہجے میں کہا تو وہ سنجیدگی سے بولی۔

"ایک میں ہی کیا...... حسن علی کو تو کئی لڑکیاں چاہتی تھیں مگر یہ تمہاری خوش نصیبی تھی کہ حسن نے ہمیشہ صرف تمہیں چاہا اور تمہیں ہی اپنایا۔ ہاں میں مانتی ہوں کہ میں نے حسن سے محبت کی ہے وہ ہے ہی چاہے جانے کے لائق مگر تمہاری اور حسن کی شادی ہونے پر میں نے کبھی نہیں چاہا کہ حسن اور تمہارے درمیان علیحدگی ہو جائے...... تم حسن کی چاہت تھیں، خوشی تھی اس لیے میں بھی حسن کی خوشی میں خوش ہو گئی اور زویا اگر مجھے تمہاری

جگہ لینا ہوتی ناں تو میں یہاں کبھی نہ آتی۔"

"اس میں بھی تمہاری کوئی چال ہوگی..... خود کو اعلیٰ ظرف اور مہان ثابت کر کے حسن کے دل میں جگہ بنانا چاہتی ہو ناں..... پہلے میرے شوہر کو ورغلایا پھر یہ ڈرامے کر کے خود کو معصوم ثابت کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔" ذویا غصیلے لہجے میں بولی تو وہ اس کی کم عقلی اور بدگمانی پر تاسف زدہ انداز میں مسکرائی۔

"ذویا..... تم اپنی منفی سوچ اور شک کی وجہ سے اپنا ہنستا بستا گھر برباد کر رہی ہو، تم نے جیسا سمجھا ہے ویسا کچھ نہیں ہے میرے اور حسن کے بیچ۔" مزنہ نے سنجیدگی سے ایک بار پھر اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔

"مجھے یہ سب سمجھانے کی ضرورت نہیں ہے جاؤ تمہارے لیے میدان خالی ہے، حسن اکیلا ہے اس سے شادی کرلو۔" ذویا نے استہزائیہ انداز میں کہا تو مزنہ مسکرا کر بولی۔

"حسن میری محبت ضرور ہے مگر میری منزل نہیں ہے اور مجھے ایسی کوئی چاہ بھی نہیں ہے اور نہ ہی میں اس کی "چاہ" ہوں، میرے لیے یہ احساس ہی بہت ہے کہ جسے میں نے چاہا وہ خون بن کر میری رگوں میں دوڑ رہا ہے، میرا وجود، میری زندگی اس کے احساس اور خون کے طفیل سانس لے رہی ہے، میں اس کی نیک دلی کی وجہ سے زندہ ہوں، میں نے اسے کھو کر بھی پالیا ہے، وہ میرے ساتھ ہر لمحہ، ہر پل، ہر گھڑی، ہر سانس میں شامل رہے گا، میرے وجود کا حصہ بن گیا ہے وہ اور تم نے ذویا..... تم نے حسن کو پا کر بھی کھو دینے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ یاد رکھنا عمر بھر رونے اور پچھتانے کے سوا تمہارے پاس کچھ نہیں بچے گا۔ اپنے بچے کا ہی کچھ خیال کرلو جو تم دونوں کی محبت کی جیتی جاگتی نشانی ہے۔"

"مجھے نصیحت کرنے اور مشورے دینے کی ضرورت نہیں ہے، تم جیسی مکار عورت میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی، ایک طرف میرے شوہر سے محبت کا دم بھرتی ہو، دوسری طرف مجھے سمجھانے چلی آئیں کہ میں حسن کے پاس واپس چلی جاؤں..... خود کو حسن کی نظروں میں بلند کرنا چاہتی ہو تاکہ وہ تمہارا دیوانہ ہو جائے، تم پر مزید مہربان ہو جائے ہے ناں۔" ذویا اس کی کوئی بات سمجھنے کے لیے تیار نہیں تھی۔

"نہیں..... نہ تو میں نے تمہارے اور حسن کے سامنے محبت کا اقرار کیا نہ میں اب ایسا چاہتی ہوں..... تم نے خود یہ بات کہی، اسے بنیاد بنا کر اتنا بڑا ہنگامہ کھڑا کر دیا۔ میں تو صرف حسن کو خوش دیکھنا چاہتی ہوں اور اس کی خوشی تم ہو، ذرا سی بات پر تم نے اس کی برسوں کی محبت کو سوالیہ نشان بنا دیا ہے، محبت میں یقین، بھروسا اور اعتبار ہوا کرتا ہے جو تمہیں نہیں ہے حسن پر..... تمہارے اس منفی رویے، شک اور بے اعتباری نے حسن علی کو بہت دکھ پہنچایا ہے کچھ خیال کرو اس کا جان دیتا تھا وہ تم پر۔" مزنہ نے احساس دلانا چاہا۔

"ہونہہ..... جان دیتا تھا وہ مجھ پر اور "جان" بچالی اس نے تمہاری ہے ناں۔" ذویا تلخ لہجے میں بولی اس کی مسکراہٹ بہت زہریلی تھی مزنہ کو اپنی تمام کوششیں ناکام ہوتی دکھائی دے رہی تھیں۔

"ذویا پلیز....."

"میرے سامنے یہ ڈرامے کرنے کی ضرورت نہیں ہے، میں بٹے ہوئے شخص کے ساتھ نہیں رہ سکتی..... خلع لے رہی ہوں میں حسن سے پھر کر لینا اس کے ساتھ شادی۔" ذویا ہٹ دھرمی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

"میں اس انسان سے شادی کر رہی ہوں جو مجھ سے پیار کرتا ہے، دل و جان سے مجھے چاہتا ہے، میری مما کہتی ہیں کہ شادی اس سے کرو جو آپ کو چاہتا ہو، آپ سے محبت کرتا ہو..... اس سے نہیں جسے صرف آپ چاہتے ہوں، میں خوش ہوں اس رشتے سے جو میرے پیرنٹس نے میرے لیے پسند کیا ہے، میرا کزن مجھ سے بہت پیار کرتا ہے، وہ شادی کے بعد مجھے کتنا خوش رکھے گا یہ تم سوچ بھی نہیں سکتیں، جب انسان کو من چاہا جیون ساتھی مل جائے

ناں تو وہ آسمان میں اڑنے لگتا ہے، خود کو دنیا کا خوش نصیب ترین انسان سمجھنے لگتا ہے..... تم تو جانتی ہوگی ناں، قدر کرو حسن کی..... میرے لیے یہ احساس ہی بہت انمول ہے کہ جس سے میں نے محبت کی اس انسان نے انسانیت کے ناطے ہی سہی میری زندگی بچائی..... مجھے اپنا لہو دے کر ہمیشہ کے لیے دل میں میرے اپنا بلند مقام بنالیا ہے۔ میں بہت خوش ہوں بہت زیادہ خوش ہوں، اس لیے بھی خوش ہوں کہ مجھے چاہنے والا جیون ساتھی مل رہا ہے اور میں ان شاء اللہ اسے خوش رکھوں گی، اس کی محبت کی قدر کروں گی، اپنی زندگی میں محبت سے اجالا کروں گی۔ تم بھی اپنی محبت کی قدر کرو ذویا اسے یوں ناسمجھی میں مت گنواؤ، بے مول مت کرو اپنی زندگی، سیاہ رات میں تبدیل مت کرو، محبت کی روشنی کو مت روکو ذویا۔" مزنہ نے نرم مگر سنجیدہ لہجے میں کہا تو وہ چڑ کر بولی۔

"شٹ اپ..... تمہیں یہاں حسن نے بھیجا ہے ناں؟"

"نہیں میں خود آئی ہوں البتہ تمہارے گھر کا ایڈریس میں نے حسن سے ہی لیا تھا بہت ریکویسٹ کر کے۔" مزنہ نے سچ جواب دیا۔

"جھوٹ۔" ذویا تیز لہجے میں بولی۔ "تمہیں حسن نے بھیجا ہے میرے میکے، اپنا رونا رویا ہوگا ناں تمہارے سامنے..... تم دونوں کی باتیں، ملاقاتیں جاری ہیں اور مجھے بیوقوف بنانے چلی آئی ہو، تمہیں ضرور حسن نے بھیجا ہے کیونکہ اپنے ہونے والے بچے کی فکر ہو رہی ہے اسے۔" ذویا غصے سے [illegible] دیکھتے ہوئے بولی۔ مزنہ نے اپنا رویہ اور لہجہ مہذب [illegible] رکھتے ہوئے کہا۔

"یہ تو بہت اچھی بات ہے ذویا کے باپ کو اپنے ہونے والے بچے کی فکر ہو رہی ہے۔ تم بھی اپنے بچے کی خاطر اپنے گھر واپس چلی جاؤ۔"

"حسن [illegible] بچے کی [illegible] سے مجھے اپنے گھر واپس لانا چاہتا ہے [illegible] سے مجھ میں کوئی دلچسپی نہیں رہی۔"

"یہ تمہاری سوچ ہے ذویا..... ورنہ حسن [illegible] نہیں سوچتا۔"

"تم بہت جاننے لگی ہو حسن کو؟" ذویا نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کاش کہ تم بھی جان پاتیں اسے۔"

"شٹ اپ..... دفع ہو جاؤ یہاں سے اور جا کر کہہ دینا حسن سے کہ میں یہ بچہ اسے نہیں دوں گی اگر اس نے دوبارہ تمہیں میرے پاس بھیجا تو میں ختم کرلوں گی خود کو بھی اور اس بچے کو بھی۔" ذویا نے غصہ میں اسے باقاعدہ دھمکی دی تو وہ حیرت اور افسوس سے ذویا کو تکتی رہی تھی۔

"مجھے بہت افسوس ہے تمہاری اس سوچ پر، پڑھ لکھ کر گنوادیا تم نے..... محض اپنی انا، ضد اور ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنی محبت کو کھو رہی ہو، اپنا وقار بھی داؤ پر لگادیا تم نے۔ یاد رکھنا ذویا دل سے اترنے اور نظروں سے گرے ہوؤں کو کوئی اٹھاتا نہیں ہے اور ان کا مقام بھی واپس نہیں ملتا۔" مزنہ نے تاسف سے اسے دیکھتے ہوئے سمجھانے کی آخری کوشش کی۔

"شٹ اپ اینڈ گیٹ آؤٹ۔" ذویا غصے سے چلائی اور ہاتھ سے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔

"میں تو جا رہی ہوں ذویا مگر تم خیال رکھنا کہیں واپسی کے دروازہ بند نہ ہو جائیں تم پر اس سے پہلے سنبھل جاؤ تو اچھا ہے۔ اللہ حافظ۔" مزنہ اپنی بات مکمل کر کے وہاں سے چلی گئی۔ ذویا تلملاتی رہ گئی تھی۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں لاکھ کوشش کے باوجود بھی ذویا کو آپ کے پاس واپس آنے کے لیے قائل نہیں کرسکی، ہوسکے تو مجھے معاف کر دیجیے گا۔ [illegible] نہ چاہتے ہوئے بھی آپ کے دکھ اور پریشانی کا سبب بن گئی۔" حسن علی کے موبائل پر مزنہ افتخار کا میسج واٹس ایپ پر آیا تھا جسے پڑھ کر حسن علی نے سرد آہ بھری تھی۔ وہ جانتا تھا کہ مزنہ کو مایوسی ہوگی پر [illegible] کو خوش [illegible] بھی تھی کہ شاید اس کے سمجھانے سے ذویا واپس آجائے۔

"ذویا...... یہ تم کیا کررہی ہو، کیوں اپنا گھر خراب کرنے پر تلی ہو؟ مجھے اس لڑکی مزنہ کی باتوں میں سچائی محسوس ہورہی ہے، وہ اگر حسن کے ساتھ انوالو ہوتی تو یہاں کبھی نہ آتی۔" ذویا کی ماں صائمہ بیگم نے اسے دیکھتے ہوئے فکرمندی سے کہا۔

"امی...... آپ نہیں جانتیں اسے، اول درجے کی ڈرامے باز ہے، یونیورسٹی میں ڈرامیٹک سوسائٹی کی صدر تھی مزنہ۔ ڈرامے لکھنے اور کرنے میں ایوارڈ یافتہ ہے وہ...... یہ سب بھی اس کا ڈراما ہے۔" ذویا نے غصے سے کہا۔

"سوچ لو ایک بار...... یہ نہ ہو کہ کل خالی ہاتھ رہ جاؤ جیسا کہ مزنہ نے کہا۔" صائمہ بیگم نے سمجھایا۔

"بھاڑ میں جائے مزنہ۔" وہ غصے سے ٹہلتے ہوئے بولی۔

"اور تم...... تم کہاں جاؤ گی؟"

"کیا مطلب امی؟"

"تم کہاں جاؤ گی؟ یہی پوچھا ہے، اتنا مشکل سوال تو نہیں ہے کہ جس کا مطلب پوچھ رہی ہو؟" صائمہ بیگم نے اسے دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"حسن آئے گا مجھے لینے آپ دیکھیے گا، اپنے بچے کی خاطر وہ یہاں آئے گا، ناک رگڑے گا میرے سامنے، ہاتھ جوڑ کر کہے گا کہ ذویا میرے ساتھ گھر چلو پھر میں سوچوں گی اس کے ساتھ جانے کا۔" ذویا نے ٹہلتے ہوئے پرسوچ انداز میں جواب دیا۔ صائمہ بیگم کو اس کی ذہنی حالت پر شبہ ہونے لگا تھا۔

"تمہارا دماغ تو درست ہے ذویا...... حسن تین بار یہاں آیا ہے تمہیں منانے...... پہلی بار تم نے اس سے ملنے سے انکار کردیا تھا، دوسری بار تم نے اسے دھوکے باز کہہ کر یہاں آنے سے منع کردیا تھا، تیسری بار وہ آیا تو تم نے اس کے ساتھ بدتمیزی کی یہاں تک کے اپنے بچے کو نقصان پہنچانے کی دھمکی بھی دے دی اس کے بعد وہ نہیں آیا۔ کال تم سنتی نہیں ہو اس کی تو کیسے منا کر لے جائے گا۔" صائمہ بیگم درشتی سے بولیں۔

"وہ اگر مجھ سے سچی محبت کرتا ہے تو دوبارہ آئے گا اپنے بچے کے لیے آئے گا۔"

"تم نے جتنا اسے بے عزت اور ہرٹ کیا ہے ناں مجھے نہیں لگتا کہ وہ اب اس گھر میں قدم بھی رکھے گا۔ ایک مرد کی محبت اور اس کی برداشت کا امتحان لینے والی عورت اپنا ہی نقصان کرتی ہے۔ مرد کی نیت نیک ہو، وہ سچا ہو اور اس پر شک کیا جائے، اسے ایسے الزام دیا جائے تو وہ ایک حد تک ہی اپنی صفائی پیش کرتا ہے جب اسے نظر آجائے گا کہ اس کی محبت یا شریک حیات اس پر بھروسا نہیں کرتی تو وہ بھی پیچھے ہٹ جاتا ہے مزید نہیں گراتا خود کو ایسی عورت کے آگے۔" صائمہ بیگم نے اسے تاسف سے دیکھتے ہوئے سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ نجانے کس غرور میں تھی کہ کسی کا سمجھانا اس پر اثر نہیں کررہا تھا۔

"آپ نہیں جانتیں امی، یونیورسٹی میں ایک سے بڑھ کر ایک حسین اور قابل لڑکی موجود تھی مگر حسن نے میرا انتخاب کیا تھا، مجھ سے محبت کرتا تھا، کسی دوسری لڑکی کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہیں تھا اسے۔" وہ بڑے فخر اور غرور سے بتارہی تھی۔

"پھر بھی تم نے اس بے چارے پر شک کیا، اس شریف آدمی کو دھوکے باز، جھوٹا، فلرٹ کہا، کیسے الزام لگائے ہیں تم نے حسن پر اور وہ ہے کہ تمہیں منانے کی کوششوں میں لگا ہوا ہے۔ اپنی خوش نصیبی کو اپنے شک کے ہاتھوں بدنصیبی میں مت بدلو ذویا ورنہ ساری عمر روؤ گی۔" صائمہ بیگم نے سخت لہجے میں کہا۔

"روئیں میرے دشمن۔" وہ سر جھٹک کر بولی۔

"اپنی دشمن تو تم خود ہو۔"

"امی......" اس نے خفگی سے انہیں دیکھا۔

"کیا غلط کہا ہے میں نے؟ حسن بھی سوچتا ہوگا کہ دوسری لڑکیوں کی طرف نہ دیکھ کر کتنی بڑی غلطی کی اس نے...... تم سے بہتر لڑکی بھی اس کو مل سکتی تھی۔" صائمہ بیگم کو اس کی بیوقوفی پر غصہ آرہا تھا۔ جس نے رائی کو پہاڑ

ہٹادیا تھا۔

"امی...... آپ حسن کی حمایت کیوں کررہی ہیں؟"

"کیونکہ وہ درست ہے اور تم غلط۔"

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا؟"

"اچھا...... اور وہ خلع کے پیپرز جو تم نے حسن کو بھجوائے ہیں آج وہ کیا تھا؟ اگر اس نے دستخط کردیئے تو تم کہیں کی نہیں رہوگی...... تمہارا یہ غرور خاک میں مل جائے گا۔" صائمہ بیگم اسے متوقع صورت حال سے آگاہ کرنے، ڈرانے کی کوشش کررہی تھیں۔

"امی...... بجائے مجھے سپورٹ کرنے کے آپ مجھے ڈرائے جارہی ہیں۔"

"جو مائیں اپنی اولاد کو غلط باتوں پر سپورٹ کرتی ہیں وہ ان کا بہت نقصان کرتی ہیں، میں ان ماؤں میں سے نہیں ہوں جو اپنی بیٹی کو ناجائز اور غلط بات پر سپورٹ کروں۔ تم غلطی پر ہو اور میرا فرض ہے کہ تمہیں تمہاری غلطی بتاؤں، تمہیں سمجھاؤں۔" صائمہ بیگم سنجیدگی سے بولیں۔

"آپ بے فکر رہیں حسن خلع کے پیپرز پر دستخط نہیں کرے گا کیونکہ وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔" ذویا نے بڑے یقین سے کہا۔

"تو پھر جھگڑا کس بات پر ہے؟ جب اس کی محبت کا یقین ہے تو یہ تماشا کھڑا کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" صائمہ بیگم حیرت اور غصے سے بولیں تو وہ کھسیانی سی ہوکر ہنس دی۔

"حسن کو سبق دینا ضروری تھا تاکہ آئندہ وہ کسی مزنہ کی مدد نہ کرے اور مجھے یقین تو نہیں ہے پر حسن کو معلوم ہے کہ مزنہ اس سے محبت کرتی تھی اور دیکھیں کہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوا ناں۔ اسے موقع مل گیا ایک اور محبت انجوائے کرنے کا۔"

"پتا نہیں کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں اور بات سنو تم بھی تو حسن سے محبت کرتی تھیں ناں، کہاں گئی محبت جو اس کی ذرا سی غلطی معاف کرنے کا ظرف نہیں رکھتی، تم اس کی کسی کے ساتھ کی گئی نیکی کو بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوا گر تمہیں حسن سے سچی محبت ہوتی تو تم اس کی بات پر یقین کرتیں یوں طوفانِ بدتمیزی نہ کرتیں۔ یوں تو تمہاری محبت بھی ڈھونگ ہوئی ناں جو ایک پیچیدہ صورت حال پیدا ہوتے ہی ختم ہوگئی اور شک کے تیر برسادیے اپنے محبوب شوہر پر۔" صائمہ بیگم نے تیز لہجے میں اسے کھری کھری سنا دیں۔ وہ خاموش کھڑی رہ گئی تھی۔

● ●

کبھی جو بدگمان ہونا تو
ایسے بدگمان ہونا
وہ بیتے پل، کبھی یادیں، انہیں بھی ساتھ لے جانا
یا پھر جو مہرباں ہونا تو
ایسے مہرباں ہونا
اگر جانا ضروری ہو ہمیں بھی
ساتھ لے جانا

خلع کے کاغذات حسن علی کے سامنے میز پر رکھے ہوئے تھے۔ اسے سینے میں گھٹن کا احساس ہورہا تھا۔ وہ جتنا اس رشتے کو بچانے کی کوشش میں تھا ذویا اتنا ہی اسے توڑنے کے درپے تھی۔

"تو اب کیا کرو گے؟ دے دو گے اسے خلع۔" اویس نے پوچھا۔

"اس کا کہا کبھی ٹالا نہیں میں نے، وہ کچھ مانگے اور میں نہ دوں یہ کبھی ہوا نہیں، شاید اب کی بار میں ہار جاؤں۔" حسن علی بھیگے لہجے میں بولا۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ذویا عرفان درحقیقت اتنی احمق اور مغرور لڑکی ہے، سینکڑوں لڑکیاں چاہتی تھیں تجھے، مرتی تھیں تجھ پر مگر تو اس ذویا عرفان پر مرمٹا اور اب یہ ذویا عرفان تجھے سچ مچ مارنے، مٹانے کے عمل میں مصروف ہے۔ مجھے تو نے روک رکھا ہے ورنہ جاکر کھری کھری سنا کر آتا میں اسے۔" اویس نے بے چینی سے اٹھ کر ٹہلتے ہوئے کہا تو وہ اس کی دوستانہ محبت پر مسکرا دیا۔

"وقت پر چھوڑ رہا ہوں اب سب کچھ، وہی فیصلہ کرے گا ہمارے رشتے کا۔" حسن علی گہرا سانس لے کر بولا۔

"یہ ذویا کا فیصلہ ہی ہے میرے دوست، اب کیا تو بار بار اس کے پاس جا کر ناک رگڑے گا، معافی مانگے گا، اپنے ناکردہ جرم کی؟"

"ہرگز نہیں۔" حسن علی فیصلہ کن لہجے میں بولا۔

"مڈل کلاس کی مناسب شکل و صورت والی لڑکی کو شاید یہ لگا ہو کہ اس نے بر گر بوائے قابو کر لیا اور اب اس کو اپنے اشاروں پر نچائے گی، معاف کرنا دوست مگر مجھے کہنے دو اوقات اور حیثیت سے بڑھ کر کچھ نہیں، ان لڑکیوں کو سب کچھ مل جائے ناں تو کم عقل اور کم ظرف وہ سنبھال نہیں پاتیں۔ آپے سے باہر ہو جاتے ہیں، دماغ ساتویں آسمان پر پہنچ جاتا ہے اور پاؤں زمین پر نہیں ٹکتے، غرور آ جاتا ہے ان میں...... وہ یہ بھول جاتی ہیں کہ غرور کا سر ہمیشہ نیچا ہوتا ہے۔" اویس نے بے کل ہو کر سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اویس...... اسٹاپ اٹ یار، وہ بیوی ہے میری، اس کے بارے میں، میں ایسی باتیں نہیں سن سکتا۔" حسن نے فوراً ٹوکا تو اویس کو اس کی سوچ پر پیار آیا۔

"اور وہ جو سب کو سناتی پھر رہی ہے تیرے اور مزنہ کے بارے میں غلط سلط باتیں ان کا کیا؟" اویس نے تڑپ کر کہا۔

"وہ اس کا ظرف ہے۔"

"بہت ہی کم ظرف ہے۔"

"اویس......" حسن علی نے اسے گھورا۔

"سوری، مجھ سے تیری یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔" اویس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دل سے کہا تو وہ اس کا ہاتھ تھپک کر بولا۔

"مجھ سے بھی نہیں دیکھی جاتی اپنی یہ حالت مگر تو فکر نہ کر ان شاء اللہ جلد سنبھل جاؤں گا کوئی بھی حالت ہمیشہ کے لیے نہیں ہوتی۔"

"بس مجھے تو پہلے والا حسن چاہیے۔"

"پہلے والا تو اب کچھ نہیں رہا۔ حسن بھی نہیں۔" وہ زخمی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولا تو اویس کا دل کٹ کر رہ گیا۔ اس کا پیارا دوست کس کرب و اذیت سے دوچار تھا۔

⁂ .... ● .... ● .... ⁂

"حسن اکیلا ہے اور میری باتوں سے غمگین بھی ہو گا تو مزنہ باآسانی اسے حاصل کر سکتی ہے، پہلے تو اسے موقع نہیں مل سکا تھا میرے اور حسن کے درمیان آنے کا مگر اب راستہ صاف ہے۔ حسن کو تو یوں بھی اس سے بہت ہمدردی ہے جب ہی اپنے کیے پر اسے ذرا ندامت نہیں ہے اور مزنہ بڑی چالاکی سے مجھے سمجھانے آ گئی دراصل وہ دیکھنے آئی تھی کہ میری واپسی کے کیا ارادے ہیں؟ بھلا ایسے کیسے ہو سکتا ہے کہ مزنہ افتخار کو اپنی محبت پانے کا سنہری موقع ملے اور وہ اس موقع سے فائدہ نہ اٹھائے...... مجھے بیوقوف بنانے آئی تھی ہونہہ...... وہ نہیں جانتی حسن کی سب سے بڑی کمزوری اب اگر میں نہیں ہوں تو اس کا بچہ ضرور ہے اور وہ اپنے بچے کے لیے کچھ بھی کر کے مجھے واپس اپنی زندگی اور اپنے گھر لے کر جائے گا اور پھر وہ بھول کر بھی کسی لڑکی سے ہمدردی نہیں کرے گا۔" ذویا اپنے کمرے میں بیٹھی سوچ رہی تھی۔ اس کی منفی سوچ نے اسے تصویر کا مثبت رخ دیکھنے سے معذور کر دیا تھا۔

"تم اگر واپس جانے کا ارادہ رکھتی ہو تو حسن کو خلع کے پیپرز کیوں بھجوائے؟" دماغ نے لتاڑا تو وہ بے کل ہو کر بولی۔

"حسن کو اس کی غلطی کا احساس دلانے کے لیے بھیجے ہیں، وہ کون سا دستخط کر دے گا اور میرا آٹھواں مہینہ چل رہا ہے بچے کی پیدائش سے پہلے وہ کچھ بھی کر کے مجھے پھر سے منانے ضرور آئے گا۔" ذویا کی بدگمانی بھی عروج پر تھی جو [illegible] رہی تھی۔

رات کا آخری پہر تھا جب ذویا کی طبیعت بگڑ گئی۔ گھر میں امی ابو اور ذویا سے تین سال بڑا [illegible] بھائی عامر موجود تھے۔ وہی اسے ہسپتال لے [illegible]

"یا اللہ خیر کرنا ذویا کا آٹھواں مہینہ ہے جو بہت خطرناک بھی ہوسکتا ہے اگر اس دوران طبیعت بگڑ جائے تو......" صائمہ بیگم پریشان لہجے میں دعا گو تھیں۔ عرفان بیگ (ذویا کے والد) ان کے ساتھ بیٹھے تھے ایمرجنسی روم کے باہر وہ دھیمے پن سے بولے۔

"اللہ جو کرے گا بہتر کرے گا۔"

"ان شاء اللہ......" صائمہ بیگم نے کہا اور پھر حسن کا خیال آیا تو انہوں نے عرفان بیگ سے کہہ کر حسن کو فون کروا کر صورت حال سے آگاہ کردیا۔ حسن آدھے گھنٹہ بعد ان کے پاس ہسپتال میں موجود تھا۔

"ہم جانتے ہیں حسن بیٹا کہ ذویا نے تمہارے ساتھ ٹھیک نہیں کیا، کم عقل ہے، ہم شرمندہ ہیں اس کے رویے پر پلیز اسے معاف کردینا۔" عرفان بیگ نے حسن علی کے کندھے پر اپنا ہاتھ رکھ کر شرمندگی سے کہا تو حسن علی کو ان کو یوں شرمندہ ہونا اور اس سے معافی مانگنا اچھا نہیں لگا۔

"انکل...... میں اسے معاف کرچکا ہوں، وہ ہی مجھے معاف نہیں کررہی، میری اچھائی کو میری برائی اور میری نیکی کو میرا جرم بنادیا ذویا نے...... سچ کہوں مجھے بہت دکھ پہنچا تھا اس کی بات سے مگر میں نے نظر انداز کیا لیکن جب اس نے ہمارے بچے کو مارنے کی دھمکی دی تب میں ڈھے گیا تھا، میرا پیار، اعتبار، میرا مان سب مٹی ہوگیا تھا۔ مجھے اب تک یقین ہی نہیں آیا کہ یہ وہی ذویا ہے جس سے میں نے محبت کی اور شادی کی تھی، چار سال کی دوستی تھی ہماری اور میں سمجھ نہیں پایا اسے، پتا نہیں شاید کسی کا دل دکھانے کی سزا ملی ہے مجھے۔" حسن نا چاہتے ہوئے بھی سب کہہ گیا، وہ تینوں مزید شرمندہ ہوگئے تھے۔

"ذویا کو تمہارا دل دکھانے کی سزا نہ مل جائے کہیں، مجھے اس بات سے ڈر لگ رہا ہے۔" صائمہ بیگم پرنم آواز میں بولیں۔

"اللہ خیر کرے گا، تم بس دعا کرو ذویا کے لیے۔" عرفان بیگ نے تسلی دی۔

"حسن بھائی...... آپ کچھ لیں گے چائے یا کافی ہم نے آپ کو بھی سوتے سے جگادیا ہے۔" عامر نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں، چائے نہیں بلیک کافی ضرور پیئوں گا۔"

"میں پتا کرتا ہوں کینٹین سے۔"

"رہنے دیں میں کچھ دیر بعد خود جا کر لے آؤں گا ابھی میں ڈاکٹر سے مل کر آتا ہوں۔" حسن علی نے مہذب لہجے میں کہا تو وہ رک گیا۔

ذویا نے مردہ بچے کو جنم دیا تھا۔ اس کا بلڈ پریشر کنٹرول نہیں ہورہا تھا جو ہر ماہ سب بہتر ہے کی رپورٹ لے کر جاتی تھی آج مردہ بچے کو لے کر جانے والی تھی۔ بیٹا تھا جو دنیا میں آنے سے پہلے ہی چلا گیا تھا۔ ذویا بے ہوش تھی۔ بچے کی موت کی خبر حسن علی پر بجلی بن کر گری تھی۔ جس شاخ پر آشیانہ تھا وہ شاخ بھی اب تو جل گئی تھی۔ حسن علی نے بہ مشکل خود کو سنبھالا۔ اویس کو کال کرکے ساری بات بتائی تو وہ کچھ دیر میں تیار ہوکر ہسپتال پہنچ گیا تھا۔

اس وقت صبح کے نو بج رہے تھے۔ ذویا کو ہوش آیا یا نہیں یہ تو کوئی نہیں جانتا تھا مگر اس نے طویل بے ہوشی کے بعد آنکھیں ضرور کھول دی تھیں، درحقیقت اس کی آنکھیں کھلنا ابھی باقی تھیں۔ صائمہ بیگم روتے ہوئے عرفان بیگ سے مخاطب ہوئیں۔

"عرفان صاحب...... بھلا اس سب میں ذویا کے لیے کیا بہتر ہے؟"

"اللہ اپنے ناسمجھ اور ناقدرے بندوں سے ان کی محبوب چیز یا رشتے واپس لے کر انہیں سبق سکھاتا ہے، بتاتا ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر وہ کچھ نہیں کرسکتے۔ اللہ کرے کہ ہماری ذویا کو اب سمجھ آجائے، اسے اپنی غلطی کا احساس ہوجائے کیونکہ اس نے جو آج کھویا ہے وہ بہت قیمتی اور انمول تھا۔" عرفان بیگ نہایت سنجیدہ اور دلگیر لہجے میں بولے۔ صائمہ بیگم نے اپنے آنسو پونچھے۔

بچے کو ذویا کے پاس لے جایا گیا تھا تا کہ وہ اس کو دیکھ لے ذویا خالی خالی نظروں سے بچے کو دیکھتی رہی تھی اور عامر بچے کو باہر لے گیا تھا۔ حسن علی، اویس، عرفان بیگ اور دو چار دوستوں نے اس نومولود مرحوم کے جنازے میں شرکت کی تھی۔ حسن علی نے اپنے ہاتھوں سے اپنے بیٹے کی چھوٹی سی قبر پر مٹی ڈالی تھی۔ اس کے آنسو خاموشی سے بہہ رہے تھے۔ آج اس قبر میں حسن علی کی اولاد ہی نہیں اس کی محبت بھی ہمیشہ کے لیے دفن ہو گئی تھی اور وہ قبر پر آخری بار پھوٹ پھوٹ کر رو دیا تھا۔

....

"کتنی پکی نکلیں تم اپنی ضد اور ہٹ دھرمی میں...... مار دیا ناں میرے بچے کو، قتل کر دیا میری اولاد کو، خون کر دیا تم نے میری محبت کا، میرا بچہ مر جائے یہی چاہتی تھیں ناں تم؟ خوش ہو جاؤ اب مر گیا ہے وہ، تمہارے غرور، بے حسی، لا پروائی اور منفی رویے کے سبب، تمہاری خود سری اور بدگمانی کی بھینٹ چڑھ گیا میرا بچہ...... زندگی اب صرف تلخی اور کڑواہٹ ہی باقی بچی ہے سب ختم کر دیا تم نے...... سب کچھ۔" حسن علی ہسپتال میں ذویا کے کمرے میں اس کے سامنے کھڑا بھیگے لہجے میں مخاطب تھا۔

"اس کے نصیب میں...... زندگی لکھی ہی نہیں تھی۔" ذویا نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا، وہ تکیے سے ٹیک لگا کر بیٹھی تھی۔ اجاڑ صورت، زرد چہرہ، ویران آنکھیں اس کی شکستگی اور بے بسی کو ظاہر کر رہی تھیں۔

"ذویا کا مطلب تو زندگی ہے ناں؟ تم نے تو زندگی ہی چھین لی میری اور میرے بچے کی بھی۔ وہ بچہ ہمیں پھر سے ملا سکتا تھا مگر تم نے اسے بھی اپنے غصے، نفرت اور بے حسی کے حوالے کر کے موت کی نیند سلا دیا۔" حسن علی گہرے دکھ بھرے لہجے میں بولا۔

"میں نے نہیں مارا اسے...... مجھے غصہ تم نے دلایا تھا، اعتبار تم نے توڑا تھا میرا۔" ذویا غصے اور صدمے سے چلائی۔

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میں نے تم سے محبت کی تھی، اتنی بے حس، شکی اور خود غرض لڑکی سے...... میں تو تمہیں دنیا کی سب سے اچھی، رحم دل اور خوب صورت لڑکی سمجھتا تھا اور تم کیا نکلیں...... میرے جذبوں کو بے مول کر کے رکھ دیا تم نے۔" حسن علی نے اپنے ہاتھوں کو چہرے پر پھیر کر اپنے آنسو صاف کیے اور افسوس سے ذویا کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں اب تو میں بے حس اور خود غرض ہی لگوں گی تمہیں...... اب وہ مزنہ جو مل گئی ہے تمہیں جو سالوں سے چاہتی آ رہی ہے تمہیں، اس سے محبت ہو گئی ہے ناں تو میں بری ہی لگوں گی اب تمہیں۔" ذویا نے روتے ہوئے اسی شکی لہجے میں تیزی سے کہا۔

"تمہیں اب بھی سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم نے کیا کھویا ہے، کتنا بڑا نقصان کر لیا ہے ہم دونوں کا؟ قدرت نے سزا دی تمہیں اور تم اب بھی سمجھنے کے لیے تیار نہیں ہو، تمہیں اب بھی احساس نہیں ہو رہا کہ تم کیا غلطی کر چکی ہو؟" حسن علی نے تاسف بھرے لہجے میں اسے باور کرانے کی کوشش کی۔

"چلے جاؤ یہاں سے، اکیلا چھوڑ دو مجھے، میرا بچہ مجھ سے چھین لیا تم نے اور مجھے الزام دے رہے ہو۔ نہیں دیکھنی مجھے تمہاری شکل...... جاؤ یہاں سے چلے جاؤ۔" ذویا نے ہذیانی انداز میں رونا شروع کر دیا۔

"جا رہا ہوں اور آج کے بعد تم میری شکل نہیں دیکھ سکو گی۔" حسن علی نے اس کے چہرے پر الوداعی نگاہ ڈالی اور کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔

....

ذویا، عرفان بیگ اور صائمہ بیگم کی اولاد تھی، عامر اور ذویا ان کے دو ہی بچے تھے۔ عرفان بیگ سرکاری ملازم تھے، مڈل کلاس گھرانے سے تعلق تھا ان کا، ذویا کو اعلیٰ تعلیم دلوائی تھی، عامر بھی انجینئرنگ مکمل کرنے کے بعد انٹرن شپ کر رہا تھا جبکہ حسن علی، زاہد احمد اور فرخندہ زاہد جیسے اپر کلاس والدین کا بیٹا تھا۔ زاہد احمد بہت بڑے بزنس مین

تھے، ان کا بڑا بیٹا تھا جو لندن میں سیٹل تھا اپنی فیملی کے ساتھ حسن نے یہاں شادی کے بعد ان کے بزنس میں ان کا ہاتھ بٹانا شروع کر دیا تھا۔ ان دنوں زاہد احمد اور فرخندہ زاہد لندن گئے ہوئے تھے اور پیچھے حالات نے نیا موڑ لے لیا تھا۔ ذویا اور حسن کی راہیں الگ ہو رہی تھیں۔

......●......●......

"ذویا...... یہ کیا کر رہی ہو تم؟ پہلے اپنی نادانی سے تم نے حسن کا دل برا کر دیا پھر اس کے بار بار آنے اور منانے پر بھی تمہاری انا کی تسلی اور تسکین نہ ہوئی تو خلع کے پیپرز بھیج دیئے۔ بزعم تھا ناں تمہیں کہ حسن اپنے بچے کی وجہ سے ناک رگڑے گا تمہارے سامنے، اب دیکھ لو تمہارا بڑا بول، تمہارا غرور تمہارے سامنے آ گیا ہے، ناک تو تمہاری نیچی ہوئی ہے اور ہماری ناک تم نے کٹوا دی ہے، مارنا چاہتی تھیں ناں حسن کے بچے کو حسن کو دھمکی دیتے ہوئے تم یہ کیوں بھول گئیں کہ وہ بچہ صرف حسن کا نہیں تھا تمہارا بھی تھا اور اپنی اولاد کے لیے کون ماں ایسے سخت جان لیوا الفاظ زبان سے ادا کرتی ہے؟ شک میں اتنی اندھی ہو گئی تھیں تم اول فول بکنے لگیں...... اسی لیے کہتے ہیں کہ اپنی زبان سے ہمیشہ اچھے الفاظ نکالنے چاہیے، ہنسی مذاق غرور اور غصے میں کہے گئے الفاظ بعض اوقات انسان کے اپنے آگے آ جاتے ہیں...... کوئی بھی گھڑی قبولیت کی ہو سکتی ہے۔ غرور اور تکبر اللہ کو پسند نہیں ہے ایسا کرنے والا انسان ایک دن منہ کے بل گرتا ہے اس کا سر ہمیشہ نیچا ہی رہتا ہے پھر تمہارے غرور اور تکبر کا نتیجہ تمہارے سامنے ہے آج...... تمہارے بڑے اور برے بول نے تم سے تمہاری پہلی اولاد کو دنیا میں آنے سے پہلے ہی دور کر دیا ہے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور تم ہو کہ اب بھی حسن پر چلا رہی ہو۔ اولاد کو تو کھو دیا تم نے اب شوہر نہ ہاتھ سے نکل جائے یہ دعا کرو...... کسی کی نہیں سنی تم نے۔ اپنی من مانی کا انجام دیکھ لیا ناں۔" صائمہ بیگم نے حسن علی کے جانے کے بعد ذویا کو غصے اور افسوس بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تو وہ کچھ نہیں بولی بس روتی ہی رہی تھی۔

"اب پچھتاوے کیا ہووت، جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔" عرفان بیگ کمرے میں داخل ہوتے ہوئے بولے وہ بیوی کی کہی باتیں سن چکے تھے اور ان سے متفق بھی تھے۔

"کیا تھا اگر تم حسن کی بات مان لیتیں، اپنی ضد اور بدگمانی چھوڑ دیتیں، اگر وہ اس لڑکی میں دلچسپی لے بھی رہا تھا تو تمہیں چاہیے تھا کہ سمجھ داری سے کام لیتے ہوئے اسے اپنی محبت اور اپنی اولاد کی طرف متوجہ کر لیتیں۔ تمہاری محبت اتنی کمزور اور بے معنی تھی کہ حسن پر بھروسہ نہ کر سکی، بات کو سمجھنے کی بجائے تم نے بڑھایا، بگاڑا اس سب میں نقصان کس کا ہوا؟ صرف تمہارا، اپنی کہی فضول بات کی وجہ سے تم اپنے شوہر کے دل سے اتر گئی ہو اور اپنی ہٹ دھرمی اور بے جا ضد نے تمہیں حسن کی نظروں میں بے وقعت اور بدتمیز ثابت کر دیا ہے۔ مرد تو بیوی کے ہوتے ہوئے بھی کئی کئی افیئر چلا رہے ہوتے ہیں اور بیوی اپنا گھر بچانے، بسانے کے لیے سب نظر انداز کرتی ہے، برداشت کرتی ہے اور یہاں تو ایسا کچھ تھا ہی نہیں، چنگاری بھی نہیں تھی پھر بھی تم نے اپنے خوشبوؤں، محبتوں بھرے آنگن میں آگ لگا دی، سب کچھ بھسم کر دیا تم نے، حسن کو نیکی کرنے کی سزا دی مگر درحقیقت عمر بھر کی سزا تم نے اپنے لیے منتخب کر لی ہے، یہ تو اب عمر بھر کا رونا ہے میری کم عقل بیٹی اور ہم میں سے کسی کو بھی تم الزام نہیں دے سکتیں اپنے اس نقصان کے لیے کیونکہ ہم سب نے تمہیں بہت سمجھایا۔ حسن نے سمجھایا، تمہاری انا، غرور اور ناسمجھی نے تمہارا گھر اجاڑ دیا۔ افسوس صد افسوس۔" عرفان بیگ نے تاسف زدہ نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے دکھی لہجے میں کہا تو وہ اور شدت سے رونے لگی۔

"اللہ نہ کرے کہ ہماری بیٹی کا گھر اجڑے۔ ابھی حسن نے خلع نامے پر دستخط تو نہیں کیے ناں...... ہم اس سے بات کریں گے۔" صائمہ بیگم نے ذویا کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے تڑپ کر کہا۔

"بات کرنے کو کچھ بچا ہی نہیں۔ نہ حسن کی اولاد نہ

اس پر ذویا کا اعتبار، بھروسا اور پیار...... پھر کیا بات کریں گے ہم حسن میاں سے، یہ بھی غنیمت ہے کہ حسن میاں نے ہمارے ساتھ کسی قسم کی بدتمیزی یا بدکلامی نہیں کی، یہ ان کی اچھی تربیت اور ان کی اعلیٰ ظرفی ہی تو ہے۔" عرفان بیگ سنجیدگی سے بولے۔

"کہہ تو آپ درست رہے ہیں۔" صائمہ بیگم نے افسوس سے ذویا کو دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ اپنے آنسو صاف کرتی ہوئی بیڈ پر لیٹ گئی اور کمبل سر تک اوڑھ لیا۔ اب منہ چھپانے کے سوا کوئی چارہ جو نہ تھا۔

"صاحب...... یہ بلیک کافی زیادہ مت پیا کریں، صحت کے لیے اچھی نہیں ہوتی۔" حسن علی کے گھریلو ملازم امجد نے بلیک کافی کا مگ اس کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا تو حسن علی مسکرا دیا۔

"صحت اور زندگی کے لیے بہت کچھ اچھا نہیں ہوتا لیکن ہمیں کرنا پڑتا ہے مجبوری اور صبر کے گھونٹ بھرنا پڑتے ہیں۔" حسن علی نے مگ اٹھایا اور بلیک کافی کا ایک گھونٹ بھر کر اس سے کہا۔

"صاحب...... آپ کے بچے کا بہت دکھ ہوا مگر زندگی تو آگے بڑھنے کا نام ہے ناں...... کسی کے نہ ہونے سے، کسی پیارے کے مرنے سے زندگی نہ رکتی ہے۔ نہ ختم ہوتی ہے۔ ہاں زندگی جینے کا ڈھنگ ضرور بدل جاتا ہے۔ اب یہ آپ پر ہے کہ آپ خوشی سے جئیں یا دکھی ہو کے جی لیں۔" چھیالیس سالہ امجد نے سنجیدہ لہجے میں بڑے پتے کی بات کہی تھی، حسن علی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

"صحیح کہا آپ نے...... ہر حال اور حالات میں انسان کے پاس دو راستے ہمیشہ ہوتے ہیں یا تو وہ ہار مان لے یا پھر جیت کے لیے پھر سے کوشاں ہو جائے...... رک جائے، ڈھے جائے یا ہمت کر کے پھر اٹھے، چلے، دوڑے اور آگے بڑھ جائے، اپنے دکھوں، محرومیوں، ناکامیوں پر آنسو بہاتا رہے یا خوشیوں اور کامیابیوں کی تلاش میں پرعزم ہو کر محنت کرے ڈٹ جائے، لڑ جائے حالات اور مشکلات سے...... شکوہ، شکایت کی عادت اپنا لے یا شکر اور صبر کو اپنا شعار اور ہتھیار بنا کر اپنے لیے نئی منزلوں کے راستے ہموار کر لے۔ تھوڑا وقت لگتا ہے مگر انسان سنبھل جاتا ہے۔ اگر وہ سنبھلنا چاہے تو۔" حسن علی نے کافی کا گھونٹ بھرتے ہوئے سنجیدہ لہجے میں سمجھداری سے کہا۔

"درست فرمایا آپ نے...... اللہ آپ کو اپنے شکر گزار بندوں میں شامل کرے۔" امجد نے مسکرا کر دل سے دعا دی۔

"آمین...... شکریہ۔" حسن علی ذرا سا مسکرا کر بولا۔ امجد نے سر ذرا سا خم کیا اور اجازت طلب انداز سے اسے دیکھتا وہاں سے کچن کی طرف بڑھ گیا تھا۔

"تمہیں کس بات کا زعم تھا ذویا؟ تمہیں کیا لگا تھا کہ تم کچھ بھی کرو گی، کہو گی حسن علی تمہارے سامنے ہاتھ جوڑے منتیں کرتا تمہارے پیچھے بھاگا چلا آئے گا؟ وہ آیا بھی مگر تم نے ہر بار اسے مایوس لوٹایا اب جب تم اس کا بچہ بھی گنوا چکی ہو تو اب تو وہ کسی صورت نہیں آئے گا تمہارے پاس، یوں بھی تم نے اسے غصے اور بدتمیزی سے چلے جانے کے لیے کہا تھا ناں...... کسی کو الزام دینے کا تمہارا منہ نہیں رہ گیا...... سب نے سمجھایا تمہیں حتیٰ کہ اس مزنہ افتخار نے بھی سمجھایا کہ اس کے اور حسن علی کے درمیان کچھ نہیں ہے مگر تم...... تم پھر بھی نہیں سمجھیں، تم نے مزنہ کی مانی نہ ہی حسن کی بات کا یقین کیا، مزنہ کے لیے تو بہت ہی آسان تھا حسن کو اپنی طرف متوجہ کرنا، اس سے شادی کرنا مگر اس نے ایسا کچھ نہیں کیا اور نہ ہی حسن نے ابھی تک مزنہ کو اپنایا یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ اس سے محبت کرتی ہے۔ حسن کے دل میں صرف میں تھی مزنہ کی محبت ہی تھی نہ ہی وہ اس کو اہمیت دیتا تھا جب ہی تو وہ مجھے منانے آتا رہا اور میں وجہ بچے کو ہی سمجھتی رہی۔ اب تو وہ وجہ بھی ختم ہو گئی تو ہو سکتا ہے اب حسن اور مزنہ ایک

ہوجائیں۔ میرے منتی رویے اور اپنے بچے کو کھو دینے کے بعد تو حسن کے پاس معقول جواز ہے دوسری شادی کرنے کا اور اسے یہ موقع بھی میں نے ہی اپنی بیوقوفی سے دیا ہے۔" ذویا کو امی ابو نے جو کھری کھری باتیں سنائی تھیں تو اب وہ یہ سب سوچنے پر مجبور ہوگئی تھی۔ اس کا دل اب بھی ڈانواں ڈول ہو رہا تھا۔ آج اسے ہسپتال سے گھر آئے ہوئے پورے دس دن ہو گئے تھے، طبیعت بھی تقریباً ٹھیک ہوگئی تھی اور اس دوران اس کے پاس حسن علی کا کوئی فون یا میسج نہیں آیا تھا اور نہ ہی ذویا نے حسن کو ٹیکسٹ کرنا گوارا کیا تھا۔ صائمہ بیگم اسے کئی بار کہہ چکی تھیں کہ حسن کو کال کرے یا میسج ہی کرلے کیونکہ غلطی اسی کی ہے حسن بےقصور ہوتے ہوئے بھی کئی بار کوشش کرنے کے بعد خاموش ہو کر بیٹھ گیا تھا، مطلب صاف ظاہر تھا کہ اب حسن کو ذویا سے کوئی بھی امید نہیں تھی اور نہ وہ بار بار خود کو اس کے سامنے بے مول کرنا چاہتا تھا۔ ذویا نے ماں کے کہنے پر بھی حسن کو کال، میسج نہیں کیا تھا۔ انا، خودسر اور اکڑ طبیعت اب بھی یہی چاہ رہی تھی کہ حسن علی ایک بار پھر خود ہی اس سے رابطہ کرلے تب وہ اس کے ساتھ جانے کے لیے مان جائے گی۔

"حسن میاں کا فون آیا کیا؟" صائمہ بیگم نے ذویا کے سامنے کھانے کی ٹرے رکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں۔"

"تم نے بھی نہیں کیا ہوگا اسے فون؟"

"نہیں۔" ذویا موبائل کو تکتے ہوئے کھوئے ہوئے لہجے میں بولی۔

[illegible]

غصہ تھا۔

”امی...... جو ہونا تھا ہو گیا آپ بس میرے لیے دعا کریں کہ حسن ایک بار آ جائے مجھے لینے۔“ ذویا نے اپنے لہجے کو مضبوط کرتے ہوئے کہا تو صائمہ بیگم افسوس بھری نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے بولیں۔

”اللہ تمہیں عقل اور ہدایت دے میں تو آج کل یہی دعا کرتی ہوں تمہارے لیے کھانا کھالو۔“ صائمہ بیگم اٹھ کر جانے لگیں تو ذویا کے موبائل پر میسج ٹون بجنے لگی وہ حسن علی کے میسج کی امید و خیال کے تحت رک گئیں۔ ذویا واٹس ایپ میسج چیک کر رہی تھی۔

”کس کا میسج ہے؟“ صائمہ بیگم نے پوچھا۔

”مزنہ۔“ ذویا کے لب ہلے آنکھوں میں حیرت امنڈ آئی تھی اور ہاتھ پیر سے جیسے جان نکل گئی تھی، چہرہ پسینے سے بھیگنے لگا تھا۔ مزنہ نے اپنی شادی کی تصاویر واٹس ایپ کی تھیں شادی اور ولیمے کی تصاویر میں وہ اپنے دلہا کے ساتھ بہت خوب صورت اور خوش دکھائی دے رہی تھی گویا یہ تصویریں بھی مزنہ اور حسن کی سچائی کا منہ بولتا ثبوت تھیں۔ ذویا کا تو وہ حال تھا کہ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں۔

اسی وقت مزنہ کی کال بھی آ گئی جو بجبوراً ذویا کو سننا پڑی کیونکہ وہ آن لائن تھی اور مزنہ بھی دیکھ چکی تھی اسے آن لائن۔

”ہیلو۔“ ذویا نے مری ہوئی آواز میں کہا۔

”کیسی ہو ذویا؟ پکچرز دیکھ لیں ناں تم نے؟ تین روز پہلے میری شادی ہوئی ہے، میں نے تمہیں اپنی شادی کا بتایا تھا میرے کزن کے ساتھ ہوئی ہے۔ حسن علی کا بھروسا اور مان توڑ دیا تم نے...... اس کی نیت اور محبت پر شک کرکے برا رویہ اپنایا اس کے ساتھ تب کہاں سو گئی تھی تمہاری محبت؟ بات تو آرام سے بھی کی جا سکتی تھی مگر نہیں...... تم نے تو تماشا لگا کر رکھ دیا تھا۔ آئینہ دیکھتے ہوئے خود سے نظریں ملا پاتی ہو ذویا عرفان بیگ؟“

”ایسا کیا کر دیا میں نے؟ محبت میں تو یہ سب چلتا رہتا ہے اور جہاں بے پناہ محبت ہوتی ہے، شک بھی وہیں ہوتا ہے، بدگمانی بھی وہیں پنپنے لگتی ہے، ٹھیک ہے میں سوری بول دوں گی حسن کو وہ جب سب جھیل چکا ہے تو مجھے معاف کر کے پھر سے قبول بھی کر لے گا۔“ ذویا نے ضمیر کی آواز پر چیخ کر با آواز کہا، لہجہ اور انداز اب بھی ہٹ دھرمی اور غرور سے پر تھا یعنی وہ اپنی غلطیوں، بے حسی، لاپروائیوں اور بدتمیزیوں کو دل سے تسلیم کرنے کو تیار نہ تھی۔

سنا ہے اس کو محبت دعائیں دیتی ہے
جو دل پہ چوٹ تو کھائے مگر گلہ نہ کرے

”حسن علی مجھے دیکھ کر سب کچھ بھول جائے گا۔ اس نے آج تک مجھ سے کوئی شکوہ، گلہ نہیں کیا مجھے دکھ دینے کا، مجھ سے ناراض ہونے کا نہیں سوچا، وہ اب بھی مان جائے گا میرے جانے سے، سوری کہنے سے سب پہلے جیسے ہو جائے گا۔“ ذویا خوب اچھی طرح سج سنور کر حسن علی کے دولت کدے جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی اپنا سامان پیک کر لیا تھا۔ آئینے کے سامنے کھڑی وہ اپنے میک اپ کو آخری ٹچ دے رہی تھی۔ صائمہ بیگم اس کی خوش فہمی کے سچا ہونے کی دعائیں مانگ رہی تھیں۔ عرفان بیگ کو اس پر غصہ نہیں بلکہ ترس آ رہا تھا۔ عامر کو اس پر غصہ تھا کہ اس نے اپنی نادانی بلکہ ہٹ دھرمی کی وجہ سے اپنے شوہر کو کھو دیا تھا، اپنے بسے بسائے گھر کو اجاڑنے والا کام کیا تھا مگر پھر بھی وہ اس وقت دل ہی دل میں یہ دعا مانگ رہا تھا کہ حسن علی، ذویا کو معاف کر دے اور اپنا لے، ذویا کا گھر پھر سے بس جائے۔ وہ اپنا غصہ، اپنا ہر اندیشہ صبر کی کال کوٹھری میں پھینکے ذویا کو ”علی ولا“ چھوڑنے جا رہا تھا۔

”صاحب...... کچھ چاہیے تو نہیں؟“ امجد نے حسن علی کو اپنا لیپ ٹاپ بند کرتے دیکھ کر پوچھا تو وہ کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھ کر بولا۔

”ہوں...... بس ایک کپ ”بلیک کافی“ پلا دیں۔“

”پھر سے بلیک کافی؟“ امجد نے محبت سے

اسے دیکھا۔
"بس آج آخری بار۔" حسن علی نے مسکراتے ہوئے امجد کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا اور اسی وقت ڈور بیل بجی۔
"جی بہتر۔" امجد مسکرا کر بولا۔
"اس وقت کون آ گیا؟ جو کوئی بھی ہے کہہ دینا میں یہاں نہیں ہوں، میں کسی سے نہیں ملنا چاہتا۔" بیل کے آواز سنتے ہوئے حسن علی نے امجد کو ہدایت دی۔
"جی ٹھیک ہے میں دیکھتا ہوں جا کر۔" امجد نے جا کر دیکھا تو ذویا تھی اسے بہت حیرت ہو رہی تھی ذویا کو اچانک وہاں دیکھ کر۔
"کہاں مر گئے تھے میں کب سے بیل دے رہی ہوں سنائی نہیں دیتا کیا؟" ذویا نے گیٹ کھلتے ہی اندر قدم رکھتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی اپنا ہینڈ کیری بھی اٹھا کر اندر رکھا تھا۔
"میں کام میں مصروف تھا بی بی اور چوکیدار چھٹی پہ گیا ہوا ہے اس لیے تاخیر ہوئی گیٹ کھولنے میں۔" امجد نے مودب لہجے میں جواب دیا۔
"اچھا یہ سامان اٹھاؤ اندر رکھو لے جا کر۔" ذویا نے حاکمانہ انداز میں کہا تو وہ کچھ سوچ کر بولا۔
"بی بی...... آپ ابھی لان میں بیٹھ جائیں اندر پورے گھر میں اسپرے کروایا ہے، ابھی تو وہاں سانس لینا بھی مشکل ہو رہا ہے۔"
"اچھا ٹھیک ہے میرے لیے کچھ پینے کو لاؤ۔" ذویا یہ کہہ کر لان میں چلی آئی۔ عامر اسے گیٹ پر چھوڑ کر واپس چلا گیا تھا۔
"حسن کی گاڑی یہاں کھڑی ہے اس کا مطلب ہے کہ حسن بھی گھر پہ ہے یقیناً اندر ہوگا مجھے جا کر دیکھنا چاہیے؟ نہیں امجد نے بتا دیا ہوگا حسن خود آ جائے گا باہر۔" ذویا نے اندرونی منقش دروازے کو دیکھتے ہوئے خود کلامی کی تھی۔

● ●

"صاحب...... ذویا بی بی آئی ہیں سامان بھی ساتھ لائی ہیں اپنا...... میرے خیال سے وہ واپس آ گئی ہیں۔" امجد نے حسن علی کے کمرے میں آ کر اسے کوٹ پہنتے دیکھ کر بتایا تو وہ ایک لمحے کو رکا۔
"آپ انہیں بٹھائیں جائیے، کافی پلائیں اور یہ انہیں دے دیجئے گا۔" حسن علی نے دراز میں سے سفید رنگ کا لفافہ نکال کر امجد کو دیکھتے ہوئے ہدایت دیں۔ ذویا دروازے پر دستک دے رہی تھی امجد نے آتے ہوئے اندرونی دروازے کو اندر سے لاک کر دیا تھا۔

ذرا دیکھو تو
دروازے پہ کس کی دستک ہے؟
محبت ہو تو کہہ دینا
یہاں اب ہم نہیں رہتے
محبت، پیار، چاہت کے پرندے اڑ گئے ہیں سب
تمہیں جن کی قدر نہ تھی
وہ لمحے مڑ گئے ہیں سب
تم اس سے یہ بھی کہہ دینا
قدر جن کی نہیں ہوتی وہ لمحے لوٹ جاتے ہیں
واپس پھر نہیں آتے
ذرا دیکھو تو دروازے پہ کس کی دستک ہے؟
محبت ہو تو کہہ دینا
یہاں اب ہم نہیں رہتے

حسن علی نے کمرے کی دیوار پر آویزاں اپنی اور ذویا کی شادی کی تصویر اتاری اور الماری کھول کر اس میں بند کر دی اور گہرا سانس لبوں سے خارج کیا تھا۔

● ●

"بی بی کافی۔" امجد نے بلیک کافی کا کپ لان میں بیٹھی ذویا کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا تو ذویا نے بھنویں سکیڑ کر پوچھا۔
"یہ بلیک کافی اس گھر میں کب سے بننے لگی ہے؟"
"جب سے آپ اس گھر سے گئی ہیں تب سے حسن صاحب "بلیک کافی" ہی پیتے ہیں۔" امجد ہاتھ باندھے

موڈ انداز میں بولا۔
"مگر حسن کو تو "بلیک کافی" پسند نہیں تھی۔" ذویا خجل سی ہو کر بولی۔
"پسند تو ان کو یہ بھی نہیں تھا کہ آپ ان کے گھر سے ان کی زندگی سے دور جائیں۔" امجد نے بے اختیاری میں کہہ دیا۔
"اچھا بس...... زیادہ بڑا بننے کی ضرورت نہیں ہے۔" ذویا نے ہاتھ اٹھا کر غصیلے لہجے میں کہا تو وہ سنجیدہ لہجے میں بولا۔
"انسان جب تک جھکے نہ، خود کو چھوٹا نہ سمجھے تب تک وہ بڑا نہیں بن سکتا۔ بڑا بننے کے لیے بہت چھوٹا ہونا پڑتا ہے بی بی۔"
"تم تو لیکچر ہی جھاڑنے لگے، جاؤ اندر کچن میں دیکھو پاستا رکھا ہے کہ نہیں آج میں حسن کے لیے اپنے ہاتھوں سے پاستا بناؤں گی اسے بہت پسند ہے میرے ہاتھ کا بنا پاستا۔" ذویا نے کافی کا گھونٹ بھر کے عجیب سا منہ بنا کر کہا یوں جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو، امجد اس کی لاپروائی اور ڈھٹائی پر حیران تھا۔
"صاحب تو گھر پر نہیں ہیں۔" امجد بولا کیونکہ چند منٹ پہلے دوسرے گیٹ سے وہ حسن علی کو الوداع کہہ کر آیا تھا۔
"نہیں ہیں تو آجائیں گے شام تک انہیں آفس سے واپسی پر سرپرائز ملے گا میرے یہاں آنے کا، اف کس قدر کڑوی کافی ہے کیسے پی لیتے ہیں تمہارے صاحب یہ کالی کافی؟" وہ کافی کے گھونٹ بھر کر بولی۔
"زندگی میں صبر کے کچھ گھونٹ اتنے کڑوے ہوتے ہیں کہ آپ کی پوری زندگی سے مٹھاس کو چھین لیتے ہیں۔ نچوڑ لیتے ہیں پھر ان لوگوں کو کافی کڑوی اور تلخ محسوس نہیں ہوتی۔" امجد نے گہرے لہجے میں معنی خیز بات کہی۔ ذویا کپ واپس میز پر رکھ کر تنک کر بولی۔
"خیر تمہیں جو کہا ہے وہ کرو، زبان کا ذائقہ کڑوا ہو گیا دو گھونٹ "بلیک کافی" پی کر آئندہ میرے لیے مت بنانا یہ کافی۔"
"جی کبھی نہیں بناؤں گا آپ کے لیے کافی۔" وہ ذومعنی جواب دے کر کھڑا رہا۔ ذویا کو اس کی باتوں سے الجھن ہو رہی تھی، وہ اسے شرمندگی سے دوچار کرنا چاہ رہا تھا۔
"اب کھڑے کیوں ہو، جاؤ جا کر دیکھو کچن میں پاستا ہے کہ نہیں؟" ذویا نے حکم چلایا۔
"جی دیکھتا ہوں پہلے آپ یہ دیکھ لیں۔" امجد نے حسن علی کا دیا ہوا سفید لفافہ اپنی واسکٹ کی جیب سے نکال کر ذویا کی طرف بڑھایا۔
"یہ کیا ہے؟" ذویا نے تحیر آمیز نظروں سے اس لفافے کو دیکھا، دل خدشات میں گھر کر زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔
"حسن صاحب نے جاتے وقت کہا تھا کہ میں آپ کو یہ دوں۔"
"کہاں گئے ہیں حسن؟" ذویا نے لفافہ امجد کے ہاتھ سے لے کر پوچھا۔
"لندن...... اپنے ماں باپ کے پاس چلے گئے ہیں۔"
"کیا......! لندن۔" ذویا کی سماعت پر جیسے بم پھٹا تھا۔
"کب گئے ہیں وہ لندن؟" ایک دم کھڑی ہوئی۔
"ابھی کچھ ہی دیر بعد ان کی فلائیٹ ہے وہ ایئرپورٹ پہنچ گئے ہیں۔" امجد نے نظریں جھکا کر سنجیدگی سے جواب دیا۔
"ایسا...... کیسے ہو سکتا ہے، حسن مجھے چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہے؟" ذویا نے سفید لفافہ کھولتے ہوئے ہذیانی انداز میں کہا اور خلع کے کاغذ پر حسن علی کے دستخط دیکھ کر اسے اپنی غلطی، شک، بدگمانی اور ہٹ دھرمی کا ٹھیک ٹھاک جواب مل گیا تھا۔
حسن علی نے اس کی یہ خواہش اور فرمائش بھی پوری کردی تھی اپنے اور ذویا کے رشتے کو اس کی [illegible] کے مطابق

ختم کردیا تھا۔ ''ذویا حسن علی'' اب پھر سے ''ذویا عرفان'' ہوگئی تھی۔

''ح...... سن......'' ذویا کے لب کانپے، خلع کا کاغذ ہاتھوں سے پھسل کر کافی کے کپ کے قریب گر گیا۔ امجد وہاں سے چلا گیا تھا۔

''ذویا...... تم مجھ سے کوئی فرمائش کرو، کسی خواہش کا اظہار کرو اور میں وہ پوری نہ کروں ایسا کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔'' حسن علی کی محبت بھری بازگشت اس کے کانوں میں گونجی۔

''میں اپنی ذویا کا کہا کبھی ٹال ہی نہیں سکتا۔'' حسن کا محبت اور مان سے بھرا جملہ اسے تڑپا گیا۔

''حسن...... حسن...... پلیز مجھے معاف کردو...... میں اب کبھی تم پر شک نہیں کروں گی...... مجھے ایک موقع دے دو۔ تم ایسے کیسے جاسکتے ہو مجھے چھوڑ کر...... تم مجھ سے رشتہ کیسے ختم کرسکتے ہو؟ میں مرجاؤں گی حسن...... مم...... میں نے بہت غلط کیا تمہارے ساتھ میں مانتی ہوں لیکن تم میری یہ خواہش کیسے پوری کرسکتے تھے، تم تو مجھے چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے۔ تم تھوڑا سا انتظار اور کرلیتے۔ اب میں کیا کروں گی، کیسے جیوؤں گی، کہاں جاؤں گی میں؟'' ذویا روتے ہوئے حسن علی سے مخاطب تھی مگر وہ وہاں موجود نہیں تھا کہ اس کی بے بسی دیکھتا، اس کا اعتراف جرم سنتا، وہ جاچکا تھا اس سے اپنا ہر رشتہ ختم کرکے۔

''ذویا بی بی...... میں نے آپ کا سامان گاڑی میں رکھوادیا ہے ڈرائیور تیار کھڑا ہے آپ کو آپ کے والدین کے گھر چھوڑ آئے گا۔'' امجد نے کچھ دیر بعد اس کے پاس آکر بتایا اور اس کو روتے دیکھ کر تاسف سے سر ہلاتا واپس چلا گیا۔

گویا وہ اس گھر، اس کی ہر شے پر اپنا حق کھو چکی تھی، اسے ہر صورت یہاں سے واپس جانا تھا۔ اچانک تیز ہوا کا جھونکا آیا اور خلع کے کاغذ اور لفافہ اڑ کر لان میں بکھر گئے۔ ذویا کی نظر پڑی لفافے سے ایک چیک جھانک رہا تھا۔ وہ حیرت سے اپنے آنسو پونچھتی ہوئی اپنی جگہ سے اٹھی اور جھک کر لفافہ اور چیک، خلع کے پیپر اٹھائے چیک پر دس لاکھ روپے کی رقم درج تھی اور حسن علی کے دستخط موجود تھے۔ وہ جاتے ہوئے بھی اس کو اپنی محبت اور گزرے تعلق کے احساس کے تحت اسے یہ تحفہ دے گیا تھا۔ اسے یہ رشتہ ختم کرتے وقت بھی ذویا کے مستقبل کی، اس کے حالات کی فکر تھی۔ وہ اپنا پیار، اپنا خیال اور احساس اس چیک کی صورت میں ذویا کو سونپ گیا تھا، وہ روم روم حسن علی کی مقروض اور گناہ گار ہوگئی تھی۔ حسن علی اس کی زندگی سے نہیں گیا تھا بلکہ اس کے وجود سے زندگی چلی گئی۔ ہر خوشی چلی گئی تھی۔ ہر رنگ اڑ گیا تھا۔ دور افق پر جہاز اڑ رہا تھا ذویا نے اشک بار آنکھوں سے جہاز کو دیکھا جو حسن کو اس سے ہمیشہ کے لیے بہت دور لے جارہا تھا اور پھر میز پر رکھے ''بلیک کافی'' کے کپ کو اٹھا کر ہونٹوں سے لگالیا۔ کافی کی کڑواہٹ نے اسے اندر تک سے کڑوا کردیا تھا۔ وہ اس کڑوے گھونٹ کو پینے پر مجبور تھی۔

''میری زندگی بھی تو اب ایسی ہی رہے گی ہمیشہ بے رنگ، بدذائقہ، کڑوی، کسیلی، تلخ اور سیاہ...... میں نے اپنی نادانی، ناعاقبت اندیشی، غرور اور ضد کی وجہ سے حسن کی زندگی میں تلخی اور کڑواہٹ گھول دی تھی۔ مجھے اتنے اچھے انسان کی ناقدری کی سزا تو ملنا ہی تھی۔ تو بس آج سے 'ذویا عرفان' کی زندگی بھی ''بلیک کافی'' ہے۔'' ذویا عرفان نے بلیک کافی کا آخری گھونٹ حلق سے نیچے اتارا اور خالی کپ میز پر رکھ دیا۔ اب اسے واپس بھی تو جانا تھا وہاں جہاں اپنی کی گئی غلطیوں اور نادانیوں کے پچھتاوے سیاہ ناگ کی شکل میں پھن پھیلائے اس کے منتظر تھے۔ وہ مرے ہوئے قدموں سے چلتی ہوئی ''علی ولا'' کا گیٹ عبور کرگئی۔ باہر ڈرائیور گاڑی کے ہمراہ اس کا منتظر تھا۔

نیا سال مبارک

قرۃ العین سکندر

مسئلے تو پچھلے سال کے اپنی جگہ رہے
سب سوچتے رہے کہ نیا سال آ گیا
خوشیاں جو بانٹتا تو کوئی نئی بات تھی
گزرا ہوا یہ سال بھی عمریں بڑھا گیا

زیست میں کٹھنائیاں اور دشواریاں تو آیا ہی کرتی ہیں اصل میں ان کا سامنا کرنا اذیت ناک ہوا کرتا ہے۔ ارم پچھلے سات سالوں سے اسد کا انتظار کر رہی تھی۔ یہ انتظار طویل اور جان لیوا ہوتا جا رہا تھا۔ والدین کے گھر میں بیٹی کے لیے تب ہی تک گنجائش ہوتی ہے جب تک کہ وہ اس کی شادی کے فرض سے بری الذمہ نہیں ہو جاتے...... شادی شدہ بیٹی والدین کے در پر رہنے کے لیے حالات کی نزاکتوں کے تحت مجبور ہو جائے تو زندگی کتنی تلخ ہو جایا کرتی ہے اس کا اندازہ ارم سے بڑھ کر کون کر سکتا تھا۔

ارم اور اسد کی شادی نہایت دھوم دھام سے ہوئی تھی۔ اسد نے بیرون ملک جانے کا فیصلہ کیا، ارم نے ابتدا میں تو پیار سے اسد کو سمجھانے کی کوشش کہ وہ روپے پیسے کے پیچھے بھاگنے والی لڑکی نہیں ہے اسے فقط اسد کا ساتھ اور پیار درکار ہے مگر اسد کا تو خواب تھا کہ وہ بھی اپنے دوستوں کی طرح باہر کے ممالک دیکھے اور اس کی آرزو اس وقت مزید شدت پکڑ گئی جب اس کی والدہ کا انتقال ہوا کیونکہ والدہ ہی وہ واحد ہستی تھیں جن کی وجہ سے اسد ہر مرتبہ اپنا باہر جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا کرتا تھا، والدہ کی خواہش تھی کہ اسد ان کی نگاہوں سے کبھی اوجھل نہ ہو۔ اب وہ رکاوٹ بھی دنیا سے کوچ کر گئی تھی۔ یوں اسد نے ویزے کے لیے اپلائی کر دیا تھا۔

ویزہ لگا اور وہ کینیڈا روانہ ہو گیا۔ اسد کے جانے کے بعد ارم خود بخود اپنے والدین کی ذمہ داری بن گئی کیونکہ اسد کے دو بڑے بھائی شادی شدہ تھے اور وہ اپنی اپنی زندگی میں مگن تھے۔ ارم کی ذمہ داری اٹھانے کے لیے کوئی بھی تیار نہ تھا۔ ارم اسد کو یاد کر کے رویا کرتی تھی۔ شادی کو عرصہ ہی کتنا ہوا تھا۔ محض چند ماہ، ارم کے والدین نے ارم کی دلجوئی کی مگر دل سے وہ بے حد پریشان تھے نجانے اسد کب ارم کو بلائے اور واپس بھی آئے گا یا نہیں۔ انہیں کچھ بھی علم نہ تھا۔

ارم کی بڑی بہن سعودیہ میں تھی، چھوٹی بہن کا سسرال قریب ہی تھا وہ اکثر ملنے آ جایا کرتی تھی۔ ارم کی بھابی اور بھائی نے اوپر والا پورشن اپنے لیے سیٹ کر لیا تھا۔ نیچے ارم کے والدین مقیم تھے۔ ارم کو بھی ایک کمرہ مل گیا تھا۔ بھابی جو پہلے ہی اپنی ذمہ داریوں سے جان چھڑانے میں لگی رہتی تھیں۔ ارم کے آ جانے کے بعد تو وہ ساس سسر کی ذمہ داری سے بالکل ہی لاتعلق ہو گئی تھیں۔ بقول ان کے ارم نے کرنا ہی کیا ہوتا ہے۔ سارا دن اپنے والدین کی خدمت بھی نہیں کر سکتی۔ ارم کولہو کے بیل کی طرح سارا دن کاموں میں جتی رہتی تھی مگر عزت اور مقام جو محض شوہر کے دم سے ہی ملا کرتا ہے وہ ارم کے لیے محض چند دنوں میں ہی ناپید ہو چکا تھا۔ وہ اپنے والدین کے لیے بھی کھانا پکایا کرتی اور اوپر بھابی کے لیے بھی کھانا تیار کروا کر اوپر بھجوایا کرتی تھی۔ جب بھی ارم کی چھوٹی بہن فاخرہ اپنے میاں کے ساتھ آتی تو اس کے والدین اپنے داماد اور بیٹی کے آگے بچھ بچھ جاتے تھے۔ ارم یہ سب دیکھتی اور دل میں ہی اپنے آنسو پیتی رہتی تھی کیونکہ ارم کا بڑی بہن ہونے کے باوجود اب کوئی مقام نہ رہا تھا۔

وہ ایک ایسا بوجھ تھی جس کو برداشت کرنا اس کے والدین کے لیے ایک جبری مصلحت تھی۔ ایک دن وہ سارا دن اپنی قسمت پر ماتم کناں رہی۔ شام کو اچانک اسے زور کا چکر آیا اور وہ لہرا کر گر گئی......

آنسہ بیگم کسی کام سے کچن کی جانب آئیں تو دیکھا ارم فرش پر کچن میں چت بے ہوش پڑی ہے۔ انہوں نے ارم کے چہرے پر پانی کے چھینٹے مارے، ارم کا بی پی بہت لو ہو رہا تھا۔ رفیق صاحب نے ارم کے لیے ڈاکٹر کو گھر بلوالیا...... ڈاکٹر نے ارم کو آرام کی تاکید کی، طاقت کی دوائیاں دیں اور ساتھ ہی یہ خوش خبری بھی سنائی کہ ارم امید سے ہے۔ عام حالات میں تو یہ ایک نوید ہی تھی مگر ان کٹھن حالات میں یہ خبر ارم کے والدین کے لیے مزید پریشانی اور فکر مندی کا باعث تھی۔ گھر میں اس خبر سے کسی کو بھی مطلق خوشی نہ ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ ارم کی ماں کو بھی نہیں جو بچے کو اپنی ماںتا کی آغوش میں لپٹا کر زمانے کی دھوپ سے بچالیتی ہے، سرد و گرم میں ایک سایہ دار شجر کی مانند ہوتی ہے آنسہ بیگم کا رویہ ارم کے ساتھ مزید سرد ہو گیا تھا۔

O ”اسی لیے تو کہتے ہیں کہ اللہ کسی کو بھی بیٹی نہ دے، ایسی آزمائش مقدر میں لکھ دی ہے کہ ہم تو کسی عذاب میں گرفتار ہو چکے ہیں۔ کون جانے گا روز روز تمہیں ہاسپٹل لے کر جس کی ذمہ داری ہے وہ تو منہ چھپا کر پردیس میں بیٹھا ہے، ایک کیا کم تھی، اب ایک اور جان گلے کا پھانس بننے والی ہے۔“

آنسہ بیگم کا بی پی بہت ہائی ہو رہا تھا اور وہ مسلسل اول فول بول رہی تھیں۔ ان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ ارم کی کوکھ سے اس بچے کا نام ونشان مٹا دیں۔ ان کا اکلوتا بیٹا، بختیار یوں بھی ان کے ہاتھ میں نہ رہا تھا۔ شادی کے بعد اور اب جب سے ارم گھر آن بیٹھی تھی بختیار اٹھتے بیٹھتے طعنے دیا کرتا تھا۔

ارم دوہری اذیت کا شکار تھی۔ ایک طرف اپنے ہی گھر والوں کا ناروا سلوک اور رویہ سہتی رہتی تھی اور دوسری طرف وہ اپنے شوہر اسد کے سامنے اپنے والدین کا بھرم بھی رکھنا چاہتی تھی۔ اپنے گھر والوں کا بھرم در حقیقت اس کی اپنی ذات کا بھرم تھا۔ اگر یہ بھی پاش پاش ہو جاتا تو ارم بھی ٹوٹ کر بکھر جاتی اور وہ اپنے والدین کو کسی کی نظروں میں گرانا نہیں چاہتی تھی اور پھر اسد تو اس کے والدین کی اس قدر عزت کیا کرتا تھا۔ اسد ان سب حالات سے بالکل ناواقف تھا۔

اسد کا یہی خیال تھا کہ اس کے سسرال والے ارم کا خیال رکھ رہے ہیں۔ ارم پیار محبت سے اپنے والدین کے ساتھ رہ رہی ہے اور اسے یاد کر کے روتی رہتی ہے اور اداسی کا سبب بھی محض اسد سے جدائی ہے۔ اسد کو ان تمام معاملات سے لاعلم رکھنا ارم کی مصلحت تھی۔ اسد کو جب اولاد کی خوشی کی خبر ملی تو اس نے ارم کو ڈھیر ساری نصیحتیں کیں۔ جن میں سے ایک نصیحت خوش رہے اور آرام کرنے کی بھی تھی جو فی الوقت ممکن نہ تھی۔

* * *

جو ہجر مسلسل کا دکھ دے جاتے ہیں، آنسوؤں کے ریلے میں تنہا چھوڑ جاتے ہیں، ایک کرب ناک اذیت سے دوچار کر جاتے ہیں، نہیں جانتے کہ پیچھے رہ جانے والے کی آتی جاتی سانسیں فقط انتظار کے جان لیوا لمحوں میں اٹکی رہتی ہیں۔ وہ کیونکر خوش رہتی اور کس کے لیے خوش رہتی؟ اس کی ہنسی سننے والا، اس کے آنسو پونچھنے والا تو خود دور پردیس میں بیٹھا تھا۔ وہ جب بھی کسی خوشحال شادی شدہ جوڑے کو دیکھتی تو اپنی کم مائیگی اور تنہائی کا احساس دو چند ہو جایا کرتا تھا۔ یہ دکھ اور اذیت اس نے خود اپنے لیے اپنے ہاتھوں سے رقم نہ کی تھی، یہ تقدیر کے فیصلے تھے جن کے سامنے اس نے سر تسلیم خم کر لیا تھا اور خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا۔

ایسی حالت میں اسے اپنے مجازی خدا کی کمی زیادہ شدت سے محسوس ہوتی تھی۔ بھوک پیاس جیسے احساسات مر سے گئے تھے۔ کبھی کھا لیتی اور کبھی گھنٹوں بھوک پیاس سے لاتعلق بیٹھی خلا میں تکتی رہتی تھی۔ بھابی بھی اسی دور سے گزر رہی تھیں، جس دور سے وہ گزر رہی تھی۔ جس دن بھابی کی امید سے ہونے کی خبر ملی، بھائی بے حد خوش تھے گھر میں مٹھائی لے آئے۔ اماں اور ابا کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے اور اس وقت غیر محسوس طریقے سے اس کا ہاتھ اپنے پیٹ پر آ کر ٹھہر گیا تھا۔ کیا میری اولاد کی کسی کو بھی خوشی نہیں؟ ایک ایسا درد تھا جس میں توجہ اور محبت کی ضرورت پہلے سے بھی بڑھ کر ہوا کرتی ہے۔ بھابی کو بختیار بھائی کسی کام کو ہاتھ تک نہ لگانے دیا کرتے تھے مگر ارم سے دن رات کام لیے جاتے تھے۔

مجبوریوں میں گھر کے دیکھ لو
یہ زمین تنگ ہے آسماں کے ہوتے

یوں اس نے نو ماہ ایک ننھے معصوم جان کو اپنے بطن میں رکھا اور ایک سنہری دن میں ایک نہایت صحت مند خوب صورت بیٹے کو جنم دیا۔ ارم نے بچے کو موسیٰ کہہ کر پکارا کیونکہ اس نے اپنے بیٹے کا نام موسیٰ رکھنے کا سوچا تھا کیونکہ اکثر اسد اسے کہا کرتا تھا۔

”ارم ہمارا پہلا بیٹا ہی ہوگا اور اس کا نام ہم موسیٰ رکھیں گے یاد رکھنا۔“ اسد کی آواز کی بازگشت کانوں میں پڑی۔

ارم نے موسیٰ کو اپنی ممتا کی آغوش میں بھر لیا اور بے اختیار رو دی۔ بچہ ماں کے پھوٹ پھوٹ کر رونے کی وجہ سے چلا اٹھا اور بے ساختہ رونے لگا۔ نرس دوڑی چلی آئی۔

”یہ آپ کیا کر رہی ہیں، بچہ گھبرا گیا ہے۔ بہت..... رونا بند کریں۔“ ارم نے اپنے آنسو پونچھے اور بچے کو بہلانے لگی۔ دو دن بعد وہ گھر آ گئی تھی۔

بھابی نے آ کر سرسا بچے کو دیکھا تھا۔

”ہونہہ..... ایک اور بوجھ کا اضافہ۔“ بھابی کی خود کلامی با آواز بلند تھی۔

”میرا بچہ کسی پر بوجھ نہیں بنے گا بھابی۔ آپ تسلی رکھیں۔“ ارم نے جھٹ جواب دیا۔ ممتا بسا اوقات عورت کو بہت دلیر بنا دیا کرتی ہے، خاص طور پر اس وقت جب اس کے بچے کی جانب کوئی میلی آنکھ سے دیکھے۔

* * *

آنے والے دن مزید آزمائش طلب تھے۔ ایک جانب ننھا موسیٰ روتا رہتا اور وہ کاموں میں لگی رہتی۔ ایک کے بعد ایک کام اس کا منتظر رہتا اور ننھا موسیٰ کبھی کبھار تو بھوک کی شدت سے انگوٹھا چوستے روتے روتے سو جایا کرتا..... جب ارم آتی تو موسیٰ کی نم بند آنکھیں اس کا کلیجہ لرزا دیا کرتی تھیں۔

”کہاں چلے گئے ہیں اسد؟ اس تپتے صحرا میں ہم دونوں کو تنہا چھوڑ کر، پلٹ آئیں اسد۔“ ارم کی زندگی کا مرکز و محور اب صرف موسیٰ تھا۔ وہ اس کی واحد خوشی تھا۔ جب وہ موسیٰ کو دیکھا کرتی تو دن بھر کی ساری تھکان سارے غم معدوم ہو جایا کرتے تھے۔ پھر بھابی بھی ایک صبح ایک بیٹی کی ماں بن گئیں، گھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اماں ابا کے چہرے پر حقیقی خوشی دوڑتی رہتی تھی۔ ملیحہ کو کبھی اماں اٹھا کے رکھتی تھیں کبھی ابا اس کو چومتے رہتے تھے۔ موسیٰ کے رونے کی نہ تو کسی کو آواز سنائی دیتی تھی اور نہ ہی موسیٰ کے وجود کی کسی کو مطلق خبر ہوا کرتی تھی۔

* * *

ارم اکثر سوچا کرتی تھی کہ ماں بھی اپنے بچوں میں کبھی بھیت بھاؤ کیا کرتی ہے کیا؟ جس دن موسیٰ نے قدم قدم چلنا شروع کیا، وہ دن ارم کی خوشی کا دن تھا۔ اس نے اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا پھر موسیٰ اپنی توتلی زبان میں باتیں کرنے لگا۔ موسیٰ ایک سمجھدار اور حساس بچہ تھا۔ اب وہ چھ سال کا ہو گیا تھا۔ نہایت حساس بچہ..... جو ماں کے ایک اشارے کو بھی بخوبی سمجھنے لگا تھا۔ شروع میں جب موسیٰ اپنے ماموں کو ملیحہ کے لیے ڈھیروں چاکلیٹس اور ٹافیاں لاتے دیکھتا تو ماں سے سوال کرتا تھا۔

”ماما میرے پاپا کہاں ہیں؟ وہ کیوں نہیں میرے لیے گفٹ لاتے؟ آپ کو معلوم ہے ملیحہ کے لیے ماموں جان اتنا پیارا پیارا دوں

والا ایروپلین لائے ہیں، میرا استعمال کرتا ہے کھیلنے کو، میں نے ہاتھ لگایا تو ممانی جان نے مجھے زور کا ڈانٹ دیا۔“ ارم سب سنتی اور پتھر کا بت بن جایا کرتی تھی۔ پھر کچھ ماں کے سمجھانے پر اور حالات کی سنگینی کو دیکھ کر موسیٰ نے خود ہی ضد کرنی چھوڑ دی۔ وہ ماں کے آنسوؤں کا سبب بھی کچھ کچھ سمجھنے لگا تھا۔

”ماما آپ پاپا کو یاد کر کے روتی ہیں ناں، میں اللہ سے دعا کروں گا کہ ہم اب اپنے گھر میں چلے جائیں۔ یہ مجھے کہتی ہے یہ تمہارا نہیں ہمارا گھر ہے۔ جب تمہارے پاپا آئیں گے تم لوگ یہاں سے چلے جاؤ گے۔ ماما پاپا کب آئیں گے؟“ موسیٰ کے معصوم سوالات دن بدن بڑھتے جا رہے تھے۔ ارم ہر بار اس کو ٹال دیا کرتی تھی مگر اب ارم کے سجدے طویل تر ہوتے جا رہے تھے۔ ہر سجدے میں صرف ایک ہی دعا ارم کے لبوں کا احاطہ کیے رہتی۔

”یا اللہ میرے بیٹے کو ہر احساس محرومی سے بچانا۔“

دسمبر کا مہینہ تھا..... سرد موسم اور سرد لوگ کس قدر اذیت ناک ہوا کرتے ہیں۔ سرد موسم میں بیتے لمحوں کی یاد انسان کو بے اختیار رلا دیا کرتی ہے..... ایسے ہی کسی موسم میں ایک دن وہ اسد کے نام کے ساتھ منسوب ہوئی تھی۔ ایسے ہی کسی موسم میں اسد نے اس سے اظہار محبت کیا تھا۔ ایسے ہی کسی موسم میں اسد نے تاعمر ساتھ رہنے کا وعدہ کیا تھا ہاں ایسے ہی کسی موسم میں۔

شام سے ہی فضا نہایت بوجھل ہو رہی تھی۔ ارم شام کی دعوت کے لیے صبح سے ہی کام کاج میں لگی تھی۔ چھوٹی بہن فاخرہ اپنے میاں سمیت آ رہی تھی۔ حسب حال اس کے لیے پکوان پکانے کی ذمہ داری ارم ادا کر رہی تھی۔ باہر کی چہل پہل بتا رہی تھی کہ فاخرہ آ چکی ہے۔ وہ مہمانوں کی تواضع کے لیے مشروب بنا کر لے آئی، سلام احوال دریافت کرنے کے بعد وہ جیسے ہی کچن سے باہر آئی سامنے کا منظر نہایت حیران کن اور پر مسرت تھا۔ اسد موسیٰ کو اٹھائے سامنے کھڑے تھے اور بار بار محبت سے موسیٰ کا ماتھا چوم رہے تھے۔ موسیٰ نہایت خوشی سے اسد کے سوالات کا جواب دے رہا تھا۔

جب اسد اور ارم کی نگاہیں ٹکرائیں تو ارم کی آنکھوں میں ان گنت شکوے تھے۔ ارم کی آنکھیں بھیگ رہی تھیں۔

”ماشاء اللہ میرا بیٹا آیا ہے۔“ آنسہ بیگم نے اسد کے سر پر ہاتھ رکھ کر پیار دیا۔ تھوڑی دیر بعد فاخرہ اور اس کے میاں بھی آ گئے تھے مگر آج کی محفل کا مرکز تو صرف اور صرف اسد تھے اور اسد باری باری سب کو تحائف دے رہے تھے۔ موسیٰ مستقل گود میں تھا۔ عرصے بعد ملے باپ اور بیٹا جدائی کے احساس سے شاید خوف زدہ تھے۔ ارم سب کی خاطر تواضع کر رہی تھی۔ اسد نے دیکھا ارم نہایت مضمحل سی کمزور سی ہو گئی تھی۔ بنا ماتھے پر شکن لائے سب کے لیے بھاگ دوڑ کر رہی تھی۔ آج بھابی صاحبہ بھی اوپر سے اتر کر نیچے آ گئی تھیں۔ کینیڈا پلٹ بہنوئی کی آمد تھی۔ ارم نے کھانا لگایا سب نے رغبت سے کھایا۔ ارم چھوٹے چھوٹے لقمے موسیٰ کے منہ میں دے رہی تھی۔ ساتھ میں اسد بیٹھے تھے۔ یہ سب ایک خواب جیسا لگ رہا تھا۔ اسد کی مسلسل نگاہوں کے حصار میں ارم تھی، اسد اس کی ایک ایک حرکت اور اداس چہرے تک رہے تھے۔ برسوں کی تھکن اس کے چہرے پر رقم تھی۔ کچھ کہنے اور سننے کی نوبت سے قبل ہی وہ سب احوال جان گئے تھے۔ جب کھانے کے بعد وہ برتن سمیٹنے لگی تو اسد نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

”میں چائے بنا کر لاتی ہوں۔“ ارم نے کہا تو اسد لمبی سانس لے کر رہ گیا۔ فاخرہ اور بھابی نے مروتاً بھی اٹھنے اور کسی کام کو ہاتھ لگانے کی زحمت تک نہ کی۔

رات کو جب ارم کمرے میں آئی تو موسیٰ اسد کی گود میں سو چکا تھا۔ اسد نے آرام سے موسیٰ کو بستر پر لٹا دیا۔

”ارم ادھر دیکھو۔“ اسد نے ارم کی ٹھوڑی اونچی کی تو ارم کی آنکھیں گہرے پانیوں میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ارم کو بے ساختہ رونا آیا اور وہ اسد کے کندھے سے لگی روتی رہی۔ آنسوؤں کا ریلا تھا جو بہے جا رہا تھا۔

”نیا سال مبارک ہو ارم۔“ اسد نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ ارم شرما کر رہ گئی۔ آج یکم جنوری کے دن اسے کتنا اچھا تحفہ ملا تھا سرپرائز کی صورت میں۔ اتنے برسوں کا انتظار کا پھل مل گیا تھا۔

”آپ کو بھی مبارک ہو۔ اب مجھے کبھی چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے؟ اگر آپ گئے تو میں مر جاؤں گی۔“ اسد نے ارم کے لبوں پہ ہاتھ رکھ دیا۔

”اب رونا بند کرو کیونکہ خوشیوں کا لازوال آغاز ہو چکا ہے۔ اتنے سال اور نجانے کتنے دن ارم تم سے دور رہ کر مجھے احساس ہوا کہ میں بھی تمہارے بنا ادھورا ہوں، اسی لیے میں واپس لوٹ آیا ہوں۔ اب تم، میں اور موسیٰ ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔“

”آمین.....“ ارم کے منہ سے نکلا۔ آج ہر شے سرخوشی کے عالم میں تھی۔

قسط نمبر 31

آگاہی

عشنا کوثر سردار

> تمہارے ذہن میں جو بھی ہے صاف صاف کہو
> منافقت کا نشاں ہے اگر مگر کرنا
> میرے مزاج کا اس میں کوئی قصور نہیں
> تیرے سلوک نے لہجہ بدل دیا میرا

گزشتہ قسط کا خلاصہ

وقار الحق اور جنت بی بی کی ملاقات کا جان کر فاطمہ بی بی رنجیدہ اور افسردہ ہو جاتی ہیں اور وہ وقار الحق سے مزید فاصلہ قائم کر لیتی ہے جس کو وقار الحق سمجھ نہیں پاتے۔ بوا وقار الحق اور فاطمہ بی بی کے درمیان کشیدگی کو جان جاتی ہیں اور وہ فاطمہ بی بی کو سمجھنے کی کوشش کرتی ہیں۔ ادھر جنت بی بی سے ڈاکٹر صاحب شادی کے خواہ ہوتے ہیں اور وہ بار بار جنت بی بی سے اصرار کرتے ہیں شادی کے لیے پر جنت بی بی ٹال مٹول سے کام لیتی ہیں آیت اور جہانگیر کا رشتہ طے پا جاتا ہے پر آیت تردد کا شکار ہو جاتی ہے اور وہ اس سلسلے میں جہانگیر سے بات کرنے کا ادارہ کرتی ہے۔ وقار الحق فاطمہ بی بی کو زبردستی تقریب میں ساتھ چلنے کے لیے راضی کر لیتے ہیں اور فاطمہ بی بی بیزار سے ان کے ہمراہ چل پڑتی ہیں۔

(اب آگے پڑھیے)

"کیا سوچ رہی ہیں آپ؟" وقار الحق حیران ہوئے مگر وہ کوئی وضاحت دیے بنا رخ موڑ گئیں، وقار الحق نے نگاہ ایک لمحے کو ونڈ اسکرین سے ہٹائی اور ان پر توجہ کی پھر آہستگی سے بولے۔

"ہم نہیں جانتے کہ آپ کس بارے میں سوچ رہی ہیں۔ مگر اتنا کہہ سکتے ہیں کہ بے سمت سوچ کر آپ اپنی توانائی ضائع کر رہی ہیں اور سوا ایسی سوچوں میں خود کو ہلکان مت کیجیے۔" وقار الحق نے مشورے سے نوازا تو فاطمہ بی بی نے کوئی جواب نہیں دیا۔

جہانگیر نے ڈوبتے ہوئے سورج کی کرنوں کو آسمان پر پھیلتے دیکھا اور ایک نگاہ آیت کی طرف کی، شفق کے رنگ جیسے دن کے چہرے کو دہکا رہے تھے اور ایک عجیب سی چمک اس کے چہرے پر بھی تھی۔ وہ نظریں جھکائے اپنی سوچوں

سے جیسے الجھ رہی تھی۔ بلا کی ذہین، بلا کی خطیب لڑکی اس لمحے جیسے الفاظ کا کوئی چناؤ نہیں کر پا رہی تھی۔ جہانگیر نے گہری سانس خارج کی۔

''یوں لگتا ہے کہ جیسے آپ کو گفتگو کے ہنر اور آداب معلوم نہیں۔''

''کس متعلق بات کر رہے ہیں آپ؟''

''حسن کی ناز برداریاں۔'' جہانگیر نے کہا تو وہ چونکی۔

''حسن کی ناز برداریاں کرنے کو کس نے کہا آپ سے؟''

''کسی نے نہیں، مگر یہ سب کرنا پڑتا ہے کیا؟'' جہانگیر نے دریافت کیا۔

''خوف زدہ ہیں آپ، بھاگنا چاہتے ہیں، کوئی فرار کی راہ درکار ہے، ارادہ کیا ہے؟'' آیت نے دریافت کیا اور وہ گہری سانس بھر کر رہ گیا پھر آہستگی سے بولا۔

''آپ غلط سوچ رہی ہیں، ایسا کچھ نہیں کہا ہم نے۔'' جہانگیر نے نرمی سے کہا۔ آیت نے چند لمحوں تک اسے الزام دیتی نظروں سے دیکھا اور پھر کہے بنا پلٹی اور زینہ اتر گئی۔ جہانگیر گہری سانس لے کر رہ گیا تھا۔

''میاں ایسے کیا منہ لٹکائے بیٹھے ہو، ایسا کیا ہو گیا؟ تم میں تو وہ پہلی والی بات رہی ہی نہیں۔ ایسا کیا ہوا ہے، کس بات کا صدمہ لے رہے ہو؟ خیر سے اولاد خوش باش ہے۔ اپنی زندگی جی رہے ہیں بچے، تم اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے ہو۔ اللہ کا شکر ادا کیا کرو۔'' تاج بیگم نے نواب صاحب کو خاموش بیٹھے دیکھ کر ان کی مرمت کی تو وہ مسکرا دیے۔

"اماں جان...... اب ہم بڈھے ہو گئے ہیں پھر اس عمر میں کیا اٹھکھیلیاں کریں گے؟ اور کچھ دنوں میں دادا بن گئے تو لوگ باتیں بنائیں گے کہ موصوف دادا ابا بن گئے اور حرکتیں ایسے فرماتے ہیں کہ جیسے کل کے بچے ہوں۔" نواب صاحب مسکرائے۔

"وہ تو ٹھیک ہے میاں مگر پاکستان ہجرت سے قبل تو اچھے خاصے تھے، خوش رہنا کوئی بری بات نہیں، کھل کر مسکراؤ اور مسکرانے پر تو کوئی انگلی نہیں اٹھانے والا۔ خوامخواہ کی اداسی جان لیوا ہو سکتی ہے خدانخواستہ۔" اماں جان نے کہا تو نواب صاحب مسکرا دیے۔

"بجا فرماتی ہیں اماں جان، ہم غور کریں گے اس متعلق۔"

"ارے میاں، ہم کون سا آپ کو نکاح کرنے کا مشورہ دے رہیں جو آپ غور و خوض فرمانے لگے۔" اماں جان کی بات دل کو ایسی لگی کہ نواب صاحب ہنسنے لگے۔

"جانے دیجیے اماں جان، اب یہ عمر کیا ایسی باتیں سوچنے کی ہے۔"

"اے لو، میاں تم کہاں سے بڈھے ہو گئے؟ پینتالیس چھیالیس برس کی کوئی عمر ہے بھلا؟ چھوٹی عمر میں شادی کا ہی فائدہ ہوتا ہے۔ ویسے ضروری نہیں کہ بچے جوان ہو جائیں تو والدین اپنی زندگی کے متعلق سوچنا چھوڑ دیں۔ میاں تمہیں ابھی تو احساس نہیں مگر چند برسوں میں جب بچے اپنی زندگی میں مصروف ہو جائیں گے تو تنہائی محسوس ہو گی۔ میری مانو تو اپنے بارے میں بھی سوچو، نکاح میں کیا بری بات ہے؟" اماں جان نے کہا تو نواب صاحب لب بھینچ کر رہ گئے پھر قدرے توقف سے بولے۔

"اماں جان، ہمیں بچوں کی خوشی میں اپنی خوشی دکھائی دیتی ہے۔ اب کیا اپنے بارے میں سوچیں؟ بچے خوش تو ہم خوش۔ آنے والے دنوں میں بچوں کے بچے ہو جائیں گے تو ہماری مصروفیت کی راہ نکل آئے گی۔ اپنے پوتوں کے ہمراہ خوب مصروف ہو جائیں گے انہیں باہر گھمانے لے جائیں گے، ان کے ہمراہ وقت گزاریں گے۔" نواب صاحب نے کہا تو تاج بیگم نے سر ہلایا پھر کچھ سوچ کر بولیں۔

"میاں یہ تو ٹھیک ہے، مگر تمہاری فکر ہو رہی تھی کہیں کس جگہ دل تو نہیں لگا بیٹھے؟" نواب صاحب چپ سادھ گئے۔

"میاں یہ روگ برے ہوتے ہیں دل کو سنبھالو اور عقل کو بھی، گزارہ نہ ہو تو راستہ وہی ہے۔ عزت سے نکاح کرو اور زندگی گزارو۔" تاج بیگم نے کہا اور اندر بڑھ گئیں، نواب صاحب پہلو بدل کر رہ گئے۔

وہ چہرہ...... وہ نقوش

ایسے بھولنے والے تو نہیں تھے۔

وہ ہنسی وہ آنکھیں......

دل مسکرایا...... اور دوبارہ متحرک ہوا۔

کسی سے کیا کہیں...... کیا بتلائیں۔

کیا ہوا ہے اور کیا واقعہ ہے۔

اماں جان نے ٹھیک کہا۔ عشق بری شے ہے ضرورت عقل اور دل دونوں سنبھالنے کی ہے۔ ورنہ سب خاک ہوگا۔" نواب صاحب سوچ کر رہ گئے۔

"میاں، ہم کوئی نواب نہیں پر جو بھی ہو سکا اپنی بیٹی کو دیں گے ضرور۔" کرم دین چاچا نے کہا۔

''اس کی ضرورت نہیں چچا جان، آپ نے اپنی صاحب زادی کی عمدہ تعلیم وتربیت کی ہے، اس سے بڑھ کر کوئی والد کیا کرسکتا ہے۔ آپ نے جس زیور سے اپنی صاحب زادی کو آراستہ کیا ہے وہ کہیں قیمتی ہے، ہمیں آپ سے دعاؤں کے علاوہ اور کچھ نہیں چاہیے۔ برائے مہربانی ہمیں شرمندہ نہ کریں۔ ہم پہلے ہی آپ کے مقروض ہیں۔ آپ نے ہمیں جس روشنی سے نوازا ہے اس کے بعد میں خود کو آپ کا مقروض سمجھتا ہوں۔'' جہانگیر نے کہا، کرم دین نے سر ہلایا۔

''تم انتہائی سلجھے ہوئے مزاج کے سمجھ دار شخص ہو اللہ تعالیٰ تمہیں ہمیشہ نیک راہ پر چلائے خوش رہو۔'' کرم دین نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور اٹھ کر باہر نکل گئے۔ آیت جو قدرے فاصلے پر کھڑی تھی جہانگیر کو دیکھ کر رہ گئی۔ وہ فاصلے پر تھی سو کچھ سن نہ پائی تھی مگر جس طرح کرم دین نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا تھا وہ اتنا تو جان گئی تھی کہ وہ کسی خاص بابت بات کررہے تھے۔ وہ باورچی خانے کی طرف بڑھی تو جہانگیر اسے دیکھ کر رہ گیا۔

کہنے کو ہاں کردی تھی۔ ایک طرح سے رضامندی دے دی تھی مگر اب جانے کیوں عجب گھٹن سی محسوس ہورہی تھی۔ جی عجب مضطرب سا تھا جیسے کوئی مٹھی میں لے کر مسل رہا ہو۔ ایسا کیوں تھا؟ یہ بے چینی کس طرف اشارہ کرتی تھی۔

''کیا وہ اس رشتے سے دل سے مائل نہ تھا، کیا کوئی پرانا حوالہ راہ روک رہا تھا؟'' جہانگیر نے اپنے دل کو ٹٹولا۔

آیت شاید اس بات کو بھانپ گئی تھی تب ہی وہ قدرے متفکر سی تھی۔ اس کی فکر بے معنی نہیں تھی۔ کوئی بھی لڑکی اس کی جگہ ہوتی تو ایسے ہی فکر مند ہوتی۔ ہر لڑکی اس ایک رشتے کو بانٹنا نہیں چاہتی۔ ہر لڑکی اس رشتے کو پورا اور مکمل چاہتی ہے اور آیت کے خدشات بھی اس جانب ایسے ہی تھے۔ جہانگیر سمجھ رہا تھا مگر وہ اپنے احساسات سے خود واقف نہ تھا۔

٭٭٭

کبھی کبھی چیزوں کو از سر نو سوچنا بہت سی باتوں میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ جنت بی بی دانستہ تو نہیں مگر نادانستہ اپنے کل کے متعلق سوچ رہی تھیں۔ ان کا وقار الحق سے محبت کرنا وقار الحق کا ایک نئے رشتے میں بندھ جانا۔ ان کا تڑپنا، آہ و زاریاں کرنا، ان کے ہمراہ ہونے کے جتن کرنا اور بالآخر ان کی زندگی میں شامل ہوجانا اور پھر..... ایک سیاہ باب کے متعلق سوچ کر وہ آنکھیں سختی سے میچ گئیں۔ جیسے اپنے کیے پر پچھتاوا ہو اور وہ باب انتہائی ناپسندیدہ ہو۔

کیا واقعی انہیں اپنے کیے پر پچھتاوا تھا، کیا واقعی وہ زندگی کے اس حصے پر اپنے رویے پر پشیمان تھیں اور اپنے آپ کو بدلنا چاہتی تھیں؟ یہ تبدیلی کس بات کا مظہر تھی، کیا وقار الحق ان کو قبول کرنے کو رضامند تھا؟ انہوں نے گہری سانس خارج کی اور ہتھیلیوں کو پھیلا کر دیکھا پھر جانے کیوں مسکرادیں۔

''محبت عجیب ہے یا شاید عجیب ترین۔'' انہوں نے زیرلب کہا اور پھر اٹھ کر بالکونی میں آگئیں۔ خوشگوار ہوا کے جھونکے ان کے وجود کو چھونے لگے، ایک تازگی کا احساس محسوس ہوا۔

تغیر زندگی کا حصہ ہے اور نا چاہتے ہوئے خود بخود وقوع پزیر ہوتا ہے ہم تغیر کا حصہ بنتے ہیں۔ تغیر ہمارا حصہ نہیں بنتا۔ ہم زندگی کے دستور کے مطابق آگے بڑھتے جاتے ہیں اور فراموش کرتے جاتے ہیں اور چیزیں جو شدتیں رکھتی ہیں کہیں مدغم ہوکر اپنی شدت کھونے لگتی ہیں۔ ہر شے کی انتہا ہوتی ہے اور پھر اس انتہا کے بعد زوال کا سفر یقینی ہے شاید محبت بھی۔ ایک شدت کے نقطے پر رسائی کے بعد کا سفر محبت کے گراف کو گراتا جاتا ہے؟

کیا اسے محبت نہیں رہی تھی یا اس کا دل وسیع ترین ہوگیا تھا؟ اس نے سچائی کو قبول کرلیا تھا بالآخر یا واقعی اب وہ اس مقام پر تھیں جہاں ہونے یا نہ ہونے سے فرق نہیں پڑتا تھا؟ جنت بی بی نے دل کو ٹٹولا۔ خاموش ہی خاموشی تھی اور یہ خاموشی اس کے لیے حیران کن تجربہ تھا۔

٭٭٭

''آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟'' فاطمہ بی بی کمرے میں آئیں تو وقار الحق نے دریافت کیا۔ فاطمہ بی بی نے سر ہلا دیا۔
''فاطمہ آیئے یہاں بیٹھیے۔'' وقار الحق نے اپنے برابر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ خاموش رہیں۔ وقار الحق پھر نرمی سے بولے۔
''فاطمہ ایسی خاموشی سکون کا باعث بنتی ہے۔'' وقار الحق نے جتایا۔ فاطمہ بی بی نے تب بھی کچھ نہیں کہا۔ وقار الحق نے گہری سانس خارج کی۔
''کیا آپ اس رشتے میں خوش نہیں ہیں آپ کو ہم سے شکایت ہے؟'' وقار الحق نے دریافت کیا۔
''آپ غلط سوال دریافت کررہے ہیں۔''
''تو پھر درست آپ فرما دیجیے ہم واقعی سمجھ نہیں پارہے کہ آپ کس معاملے سے الجھن کا شکار ہیں۔''
''آپ کو ہماری الجھن سے کچھ سروکار ہے؟'' فاطمہ بی بی نے الٹا سوال کیا، وقار الحق چپ سادھ گئے۔
''وقار الحق ہمیں اس رشتے سے کوئی شکایت نہیں، ہم اس رشتے میں بندھے رہنا چاہتے تھے اور اب بھی ہم بندھے رہنا چاہتے ہیں۔ ہم نے ایک طویل سفر اس رشتے کی بدولت کیا ہے۔ یہ جو آپ ہمارا چہرہ داغ داغ دیکھ کر کوئی کشش محسوس نہیں کرتے تو اس کا باعث آپ ہی ہیں، ہم نے خود کو بچائے رکھا، خود کو آپ کی امانت کے طور پر سنبھال کر رکھا، آپ کی خاطر یہ چہرہ داغ داغ کیا، تمام کشش کھودی اور ہم نے کیا پایا؟'' فاطمہ بی بی کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔
''آپ سے کس نے کہا کہ آپ نے اپنی کشش کھودی یا آپ کا حسن ہی فقط ایک حوالہ تھا؟ کیا کیا سوچتی تھیں اور اب بھی سوچتی ہیں آپ۔ آپ کے دماغ میں کیا چل رہا ہے نہ کہتیں ہیں اور سناتی بھی نہیں ہیں آپ بس چپ چاپ کہانیاں بنتی رہتی ہیں۔'' وقار الحق نے پہلی بار ڈپٹا اگرچہ انداز اس قدر سخت نہ تھا مگر کسی قدر ڈپٹنے والا ضرور تھا۔
''آپ کھل کر کہیے کیا شکایت ہے؟''
''ہم فطری انداز میں شکایتیں نہیں گنوا سکتے۔'' فاطمہ بی بی نے تکیہ اٹھایا اور صوفے پر لیٹ کر سر تک لحاف اوڑھ لیا وقار الحق گہری سانس لے کر رہ گئے۔

وقار الحق صبح اٹھے اور کوئی بات کیے بنا آفس کے لیے نکل گئے، فاطمہ بی بی کو بہت کمزوری محسوس ہورہی تھی سو اٹھنے سے قاصر رہیں۔ ہاجرا اماں ناشتے کی ٹرے اٹھائے آئیں تو ان کو صوفے پر لیٹا دیکھ کر حیران رہ گئیں۔
''ارے بیٹا یہ کیا دیکھ رہی ہوں آپ صوفے پر سو رہی تھیں؟'' وہ جیسے حیران ہوئیں۔
فاطمہ نے جانے کیوں وضاحت دینا ضروری نا سمجھا کیا ان کی طبیعت ٹھیک نہ تھی ان کو متلی محسوس ہورہی تھی۔ ہاجرا اماں جلدی سے طشتری اٹھا لائیں۔ ان کو الٹی کرنے میں مدد دی۔
''ہماری طبیعت ٹھیک نہیں ہاجرا اماں، ہم ناشتہ نہیں کر پائیں گے آپ برائے کرم یہ ناشتے کی ٹرے واپس لے جائیں۔'' عجب بات تھی ہاجرا اماں ان کی طبیعت کے خراب ہونے کا سن کر پریشان نہ ہوئیں الٹا مسکرائیں اور ان کا سر چوم لیا۔
''جیتی رہیے...... مگر یہ چھوٹی چھوٹی ناراضی جانے دیجیے۔ وقار بہت اچھا لڑکا ہے اور یقیناً وہ ایک اچھا جیون ساتھی بھی ہے اور بہت ذمہ دار باپ بھی بنے گا، اس کی کوتاہی کو نظر انداز کردیا کیجیے۔ کاروباری مصروفیات میں الجھ کر شاید آپ کو زیادہ وقت نہیں دے پاتے مگر اب آپ نہیں سمجھیں گی تو اور کون سمجھے گا؟ آپ ان کی شریک حیات ہیں، ان کی زندگی

کا حصہ بھی ہیں۔ان کے بچوں کی والدہ محترمہ بھی ہوں گی۔" وہ مسکرائیں تو فاطمہ بی بی ان کے انداز پر حیران ہوئیں۔
"جیتی رہو، دودھوں نہاؤ پوتوں پھلو میری بچی، اللہ چاند سے بیٹے سے نوازے، اس خوش خبری سے سب کو آگاہ کرتی ہوں۔اب ایسی بڑی خبر پر نواب خاندان میں منہ بھی میٹھا نہ ہوگا؟ اس خاندان کا چشم و چراغ آنے کو ہے اب تو ڈھول بجیں گے۔" ہاجرا اماں مسکرائیں اور خوشی سے واپس لوٹ گئیں۔فاطمہ بی بی حیران رہ گئیں کچھ سمجھ نہ آیا۔
"یہ کیا ہوا...... ہاجرا اماں کیسی باتیں کررہی تھیں؟" فاطمہ لاعلمی سے سوچتی رہ گئیں۔

وقار الحق کو خبر ملی تو حیران ہوئے پھر خوشی سے مسکرائے۔
"ہاجرا اماں کیا یہ واقعی درست ہے؟ ہم ڈاکٹر کے ہمراہ گھر پہنچتے ہیں۔"
"ارے میاں ڈاکٹر کی کیا ضرورت...... ہمیں کیا مغالطہ ہوا ہے؟ سچ کہے دے رہے ہیں آپ کا صاحب زادہ راستے میں ہے، چھوٹے نواب کے آنے کی تیاریاں کیجیے اور چاہیں تو اپنی تسلی کو ڈاکٹر سے بھی تصدیق کرا لیجیے مگر مٹھائی لیتے آئیے۔" ہاجرا اماں نے کہا تو وقار الحق مسکرا دیے۔
"ہم آرہے ہیں ایسی خوشی کی خبر سن کر ہم رک نہیں پائیں گے۔آج کی تمام اہم میٹنگز کینسل کر کے ہم آرہے ہیں۔" وقار الحق نے کہا اور فون کا سلسلہ منقطع کردیا۔

"محبت کیا ہے، کیوں ہے؟ ہم نہیں جانتے۔اس بارے میں قطعی نابلد ہیں ہم مگر ہم ایمان داری سے پورے دل سے اور جان سے آپ کا ہاتھ تھامنے کے خواہاں ہیں اور زندگی کی شاہراہ پر عمر بھر آپ کے ہمراہ چلنے کے طلب گار بھی ہیں۔ہم یہ بھی نہیں جانتے ایسا ممکن ہے کہ نہیں یا ایسا ہوگا بھی کہ نہیں مگر ہم ایسا چاہتے ضرور ہیں۔" اکرام الحق نے کہا تو جنت بی بی نے کوئی جواب نہ دیا۔
"آپ خاموش رہتی ہیں، کچھ نہیں کہتیں مگر ہم دل برداشتہ نہیں ہوتے، ہمت نہیں ہارتے، ہم نے ایک دنیا دیکھی ہے، کئی چہرے پڑھے ہیں، ہم نہیں جانتے ہماری نظریں آپ کے چہرے پر کیونکر ٹھہر جاتی ہیں ہم آپ کو ہی کیوں دیکھتے رہنا چاہتی ہیں، ہم آپ کو ہی کیوں سوچتی ہیں؟ ہر طرف جا بجا، وقت بے وقت ہم نہیں جانتے اگر یہ محبت ہے تو ہم نہیں جانتے کہ محبت کسے کہتے ہیں۔ہم اس حقیقت سے بھی واقف نہیں اگر اسے عشق کہتے ہیں تو ہم نہیں جانتے ہمارے نزدیک قصے کہانیوں کی باتیں ہیں مگر آپ حقیقت ہیں اور ہم کسی کہانی کا حصہ نہیں اور ہم جس حقیقت میں سفر کررہے ہیں وہاں ہم آپ کا ہاتھ تھام کر چلنے کے خواہاں ہیں۔" اکرام الحق بہت کھل کر اپنی خواہش بیان کررہے تھے۔جنت بی بی جواب میں خاموش تھیں۔
"آپ کی آنکھوں میں خدشے صاف دکھائی دیتے ہیں، جنت ہم کس بات کے لیے آپ کو یقین نہیں دلا سکتے۔یہ سب فضول لگتا ہے زندگی بڑی غیر متوقع ہے۔ہمیں خود پر یقین نہیں کہاں کیا ہوجائے مگر ہم جب تک جینا چاہتے ہیں آپ کے ہمراہ زندگی چاہتے ہیں۔" اکرام الحق نرم لہجے میں گویا تھے۔جنت بی بی سر جھکائے بیٹھی رہیں۔کیا وہ اہم تھیں کہ کوئی ان سے محبت کرتا؟ وہ جیسے اپنی اہمیت کا احساس کھو چکی تھیں۔وہ جانے کیا سوچ کر مسکرا دیں۔
"کیا ہم واقعی اس قدر اہم ہیں؟" ان کی مسکراہٹ جیسے ایک گہرا طنز تھی، اکرام الحق نے ان کا ہاتھ تھام لیا۔
"آپ غیر اہم نہیں ہیں جنت۔" انہوں نے یقین دلانا چاہا مگر وہ ہنس دیں، کھوکھلی بے جان ہنسی اور اکرام الحق خاموشی سے انہیں دیکھنے لگے۔

"جنت زندگی کئی رنگ بدلتی ہے اور مزے کی بات ہر زاویے سے زندگی مکمل مختلف لگتی ہے اور نیا تجربہ لگتی ہے۔"
اکرام الحق نے کہا اور وہ مسکرادیں۔
"یہ کتابی باتیں سننے میں بھلی لگتی ہیں ڈاکٹر صاحب، کوئی نئی بات کیجیے۔" جنت بی بی نے کہا تو اکرام الحق ان کو بغور دیکھنے لگے۔
"آپ زندگی سے کیا چاہتی ہیں؟" وہ کھل کر مسکرائیں۔
"پتا نہیں۔ واقعی ہم نے سوچا نہیں کہ ہم زندگی سے کیا چاہتے ہیں۔"
"چلیے اب سوچ لیجیے۔"
"سوچیں گے۔"
"کب؟" وہ متجسس ہوئے۔
"کبھی فرصت میں۔" وہ غیر سنجیدگی سے مسکرائیں۔
"جنت پاگل پن کی باتیں مت کیجیے۔" وہ ہنس دیں۔
"زندگی نے ہمیں آڑے ہاتھوں اور انتہائی غیر سنجیدگی سے لیا ہے۔"
"ہمیں اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا، دراصل ہمیں اب کسی بھی بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ زیادہ سوچیں گی تو زندگی آپ کی مشکل میں گزرے گی۔"
"سچ کہا زندگی بے پروا ہے اسے کوئی سروکار نہیں نا کوئی فرق پڑتا ہے ہم نے یہ تو سوچا ہی نہیں، شاید ہم نے ایسے نقصان اٹھائے ہیں کہ اب ہم نفع نقصان کے معنی بھی بھول گئے ہیں۔" وہ مسکرائیں تو ڈاکٹر اکرام الحق خاموش رہے۔
"زندگی میں نفع نقصان سب کے ساتھ ہوتا ہے مگر جان بوجھ کر اپنے لیے گھاٹے کا سودا کرنا کوئی دانش مندی نہیں اور ایسے میں آپ الزام زندگی کو نہیں دے سکتے یہ لاپروائی ہے اور کسی قدر بے وقوفی بھی۔" اکرام الحق نے مدلل لہجے میں کہا۔ جنت بی بی نے سر ہلا دیا۔
"ہم مانتے ہیں کہ آپ درست فرماتے ہیں۔ کمزور لوگ اکثر ایسے الزامات زندگی کے سر دھر کر سکون محسوس کرتے ہیں یا خود کو بہلا لیتے ہیں اب خود کو بہلانے کا کوئی مرحلہ تو ہاتھ لگنا چاہیے ناں۔" جنت بی بی نے قبول کرنے میں کوئی عار محسوس نہ کی۔ اکرام الحق ان کو دیکھتے رہے پھر آہستگی سے بولے۔
"ایک محبت کو کوئی کتنا رو سکتا ہے یا پھر دوسرے معنوں میں ایک محبت کی ناکامی کو کب سے دل سے لگائے کتنی دیر کوئی بیٹھا سر پیٹ سکتا ہے۔" اکرام الحق کے دریافت کرنے پر وہ خاموش رہیں فوری طور پر شاید انہیں کوئی جواب ہاتھ نہ لگا تھا۔ اکرام مسکرادیے۔
"محبت دوطرفہ ہو یا یکطرفہ دکھ دے تو اسے بس ایک دفع رو لینا کافی ہے جنت بی بی، برے تجربات کو بار بار دہرانا دل سے لگا کر بیٹھے رہنا کوئی دانش مندی نہیں، دل کو دکھاتے رہنے سے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ زندگی آگے بڑھنے کا نام ہے بات پھر وہیں آ جاتی ہے۔ تغیر ضروری ہے۔" اکرام الحق نے کہا، جنت بی بی مسکرادیں۔
"بات تو درست کہی آپ نے مگر کیا کریں اب داغ دل ایسے ملے ہیں کہ زخم پر کھرنڈ آ بھی جائے تو دوبارہ کھرچ کر درد تازہ کرنے کی عادت ہوگئی ہے۔ محبت خود اذیتی بھی بن جاتی ہے کبھی کبھی خود کو اذیت دینا اچھا لگتا ہے خود کو سزا دیتے رہنا بھی اسی خود اذیتی کا حصہ بنتا جاتا ہے اب کسی پر اختیار نہیں تو خود پر تو ہے۔" جنت بی بی نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"خود پر اختیار ہے تو یہ خود اذیت دینا، یہ خود اذیتی بزدلی کی انتہا تصور کر لینا مناسب ہوگا؟" ڈاکٹر اکرام نے کہا۔

"خیر زندگی کو اذیت پسندی سے جینے کا ارادہ ترک کیجیے اور اپنے بارے میں سوچیں۔ زندگی نے اگر درد دیے تو ضروری نہیں کہ آپ بھی خود کو اذیت دیں، زندگی سے سب کو سب کچھ نہیں ملتا۔ کچھ ہاتھ لگ رہا ہے تو لے لیجیے۔ ورنہ کچھ ہاتھ نہیں آئے گا۔" اکرام الحق نے سمجھایا، وہ خاموش رہیں پھر قدرے نرمی سے بولیں۔

"ہم بھی زندگی کو جینا چاہتے ہیں اور ہر بات کا جواب بھی دینا چاہتے ہیں مگر جانے کیا بات ہے جو ہمیں روک دیتی ہے، ہم خود نہیں جانتے۔" اکرام الحق خاموش رہے۔

"آپ کو نہیں لگتا ہم بوند بوند زندگی کو ترس رہے ہیں سانسوں سے اس تسلسل سے آگے کی زندگی کیا ہوتی ہے ہم جان لینے کو بے قرار ہیں مگر خوف زدہ ہیں، ہاتھ بڑھائیں گے تو جانے کچھ ہاتھ بھی لگے گا کہ نہیں، ہم اس درجہ خوف زدہ ہیں کہ آنکھیں کھول کر دیکھنے سے بھی ڈرتے ہیں۔"

"اور آپ کیا سمجھتی ہیں خوف درست ہے؟"

"نہیں، یہ خوف ہم سے ہماری باقی کی سانسیں بھی جیسے چھین لے گا مگر ہم کیا کریں؟ ہم چاہ کر بھی اس خوف سے نکل نہیں پا رہے۔ یہ خوف ہمارے دل میں نہیں دماغ میں بھی ہے۔ یہ معمولی بات نہیں کہ ہم بھول جائیں۔" جنت بی بی آہستگی سے بولیں۔ ان کا جھکا سر ان کے اندر کی بے بسی کو ظاہر کر رہا تھا۔

"آپ اور صرف اور آپ ہی خود کو اس خوف سے باہر آنے میں مدد دے سکتی ہیں جنت، اس وقت آپ کسی اور کو اعتبار کے قابل نہیں سمجھتیں یہ ڈر آپ کے لیے ٹھیک نہیں ہوگا۔ ایک قدم آگے بڑھائیے، آنکھیں کھولیں آپ دیکھ اور محسوس کر پائیں گی کہ ایک معمولی سے خوف سے آگے کچھ نہیں ہے۔ جو ہے وہ فقط معمولی خوف ہے جسے آپ محسوس کرتی ہیں کیا آپ چاہتی ہیں کہ یہ خوف آپ پر غلبہ پا لے اور آپ اسی خوف میں تنہا زندگی گزار دیں۔ جنت آپ کا یہ خوف جنس مخالف کے لیے ہے، آپ کو لگتا ہے ہر مرد بدل سکتا ہے، آپ کو اس خوف سے روبرو ہونے کی ضرورت ہے۔ آپ کے ہاتھ میں کتنی انگلیاں ہیں کیا یہ تمام برابر ہیں کیا؟ دنیا کے تمام انسان بھی یکساں نہیں۔ ہم نہیں جانتے کیا معاملات رہے مگر آپ کو نہیں لگتا وقار الحق شفاف شخصیت کے مالک تھے؟ انہوں نے آپ سے دل سے محبت کی اور پھر جب ان کا نکاح کسی اور سے ہو گیا تو وہ دیانت دار رہے؟ اور اب آپ کو مدد کی ضرورت پڑی تو وہ آپ کی مدد کو فوراً تیار ہو گئے، آپ سے نکاح کیا اور آپ کو اپنے گھر کی عزت بنا کر محل لے گئے، رشتہ آگے نہ بڑھ سکا مگر کہیں کوئی جھول دکھائی نہیں دیتا وہ ایمان داری کے قائل رہے، انہوں نے کہیں ناانصافی نہ ہونے دی۔ اب محبت کے رخ بدلنے کی بات ہے تو محبت کی کہانی عجیب ہے، کہیں کسی طور بڑھتی ہے یا رخ بدلتی ہے اس کے متعلق بات نہیں ہو سکتی۔" اکرام الحق نے وقار الحق کے متعلق بات کی اور جنت بی بی جیسی مضبوط لڑکی کی آنکھیں یک دم چھلک پڑیں۔ اکرام الحق ان کو دیکھ کر رہ گئے پھر جیب سے رومال نکالا اور ان کی طرف بڑھا دیا۔

حویلی کی رونق دیکھنے لائق تھی۔ وقار الحق بے انتہا خوش دکھائی دے رہے تھے۔ ملازمین میں تحائف بانٹے جا رہے تھے، مٹھائیاں تقسیم ہو رہی تھیں اور فاطمہ بی بی کو یقین نہیں آ رہا تھا یہ کس طرح ہوا تھا، کیا وہ واقعی تخلیق کے مراحل سے گزر رہی ہیں۔

"آپ کے لیے خوشی کی خبر ہے؟" وہ حیران ہوئی وہ چونکے اور حیرت سے گویا ہوئے۔

"کیا یہ خوشی کی خبر نہیں، ہمیں خوش نہیں ہونا چاہیے؟" انہوں نے الٹا سوال کیا۔ فاطمہ بی بی نظریں چرا گئیں۔

"ہمیں نہیں پتا۔" انہوں نے مکمل لاعلمی کا اظہار کیا وقار الحق نے اس پر کوئی ردعمل نہ ظاہر کیا اور ان کے جھکے سر کو دیکھ

کر دریافت کیا۔

"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟ ہم نے ڈاکٹر سے بات کی ہے انہوں نے کچھ طاقت کی دوائیں لکھ کر دی ہیں جو آپ کی اور ہمارے بچے کی صحت کے لیے ضروری ہیں۔" وقار الحق غالباً ان کی فکر کر رہے تھے۔

جنت بی بی کے لیے وہ اپنے رشتے کو توڑنے کے قریب تھے جنت بی بی سے ان کی محبت اس قدر شدید تھی کہ وہ کچھ بھی کرنے کے درپے تھے۔ اس نے سنا تھا کہ بچے والدین کے درمیان ایک پل کا سا کام کرتے ہیں مگر ان کے درمیان شاید یہ پل بھی کارگر نہ رہا تھا۔ فاطمہ بی بی کو یقین نہیں تھا کہ وہ اپنے فیصلے پر کوئی نظر ثانی کرنے کو تیار تھے اپنی محبت کے لیے وہ فاطمہ بی بی سے ترک تعلق کر سکتے تھے ان کے لیے یہ رشتہ غیر اہم تھا۔

"زیادہ مت سوچیں یہ آپ کی صحت اور ہمارے بچے کے لیے مناسب نہ ہوگا۔" وقار الحق نے ایک بار پھر اپنے بچے کی خاطر ان کے لیے فکرمندی کا اظہار کیا، فاطمہ بی بی نے مردتاً سر ہلا دیا۔

"ان حضرت سے ہمارا بھی کوئی رشتہ بنتا ہے، اس ناطے کسی قدر فکر ہمیں بھی ہے۔" فاطمہ بی بی نے لاتعلقی سے جتایا، وقار الحق جواباً کچھ نہ بولے۔

نکاح کی تاریخ مقرر ہو گئی تھی اور آیت کے اندر کی بے چینی جیسے اور بڑھ گئی تھی۔ وہ ایک مکمل رشتہ چاہتی تھی۔ پورے دل اور دماغ کے ہمراہ محبت کرنا اور بات تھی مگر جب خبر ہوئی تھی یہ رشتہ استوار ہو رہا تھا تو دل بے چین ہو گیا تھا۔ محبت غیر جانبدار تھی علم نہیں تھا رشتہ بن سکے گا بھی کہ نہیں مگر اچانک سے ایسا ہوتا ممکن دکھائی دیا تو دھیان سو سمتوں میں پھیلنے لگا یہ کیوں ہے، ایسا نہ ہو ویسا نہ ہو، یہ انسان کیوں ناشکرا ہے؟ مانگتا بہت کچھ ہے اور جب ملتا ہے تو سو نقص نکالنے لگتا ہے، وہ جانتی تھی جہانگیر کبھی ان کی دسترس میں نہ تھا، اس سے رشتہ جڑنا بھی ناممکن دکھائی دیتا تھا مگر اچانک سے ایسا ممکن ہوا تو یہ بھی یاد آ گیا کہ ان کا مکمل دل نہ ملا تو، ان کی محبت مکمل نہ ملی تو؟ وہ کہیں اور بٹے ہیں تو کیوں، پورے میرے کیوں نہیں؟

"کیا ہوا آیت بیٹا...... آپ پریشان دکھائی دیتی ہیں؟" کرم دین نے ان کو فکروں میں گم دیکھ کر دریافت کیا تو آیت نے سر نفی میں ہلا دیا۔

"ایسی بات نہیں ابا جان۔"

"بیٹا آپ کی والدہ کے بعد ہم نے آپ کو محبت سے پالا، دوسرا کوئی راستہ نہ ڈھونڈنا، لوگوں نے کہا بھی کہ دوسرا نکاح کر لو کرم دین گھر کون سنبھالے گا، اس ننھی سی جان کو کون پالے گا مگر ہم نے ماں اور باپ بن کر دونوں کا پیار آپ کو دیا اور آپ کی تربیت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آپ اپنے دل کی بات ہم سے کہہ سکتی ہیں کیونکہ آپ کی ماں بھی ہم ہیں اور باپ بھی، ہم اپنی بچی کو اس طرح خاموش اور ناخوش نہیں دیکھ سکتے۔ آپ کے چہرے کی ایک مسکان کے لیے ہم کچھ بھی کر سکتے ہیں بیٹا، اولاد کی خوشی ہی والدین کے دل کا سکون ہوتی ہے۔ آپ خوش ہیں تو یہ بوڑھا باپ بھی دو چار برس اور جی لے گا ورنہ والدین تو جیتے جی مر جاتے ہیں اگر اولاد خوش نہ ہوں۔" کرم دین اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھ کر بولے تو آیت کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"ایسا مت کہیے ابا جان...... آپ نے واقعی دل و جان سے ہماری تربیت کی ہے اور ایسی کوئی بات نہیں جو ہمیں ناخوش کرتی ہو۔ آپ جذباتی ہو رہے ہیں اور ہمیں بھی جذباتی کر رہے ہیں۔" وہ آنسوؤں کے درمیان مسکرائی تو کرم دین مسکرا دیے۔

"جیتی رہ میری بچی......خوش رہ۔" آیت نے آنسو پونچھے اور مسکرائی۔
"اور اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سر پر قائم و دائم رکھے، ہم اداس نہیں ہیں، آپ فکر مند نہ ہوں ہم آپ کے فیصلے سے خوش ہیں بس یہ سوچ کر اداس ہو رہے تھے کہ جہانگیر اکثر کاروبار کی غرض سے شہر سے باہر رہتے ہیں اگر ہمیں ان کے ہمراہ جانا پڑا تو آپ کا خیال کون رکھے گا؟" وہ براسا منہ بنا کر بولی تو کرم دین مسکرا دیے۔
"جھلی ہے میری بیٹی۔"

جنت بی بی نے ڈاک سے آنے والا لفافہ کھولا تو اندر سے جو کاغذ نکلا وہ ایسا کچھ باعث حیرت نہ لگا تھا۔ طنزیہ مسکراہٹ ان کے چہرے پر در آئی تھی اور پرچا واپس لفافے میں رکھ کر انہوں نے دراز میں رکھ دیا تھا۔
"کیا ہوا بیٹی......ڈاک سے کیا آیا ہے، سب ٹھیک ہے ناں؟" خاتون نے ان کے چہرے کی بدلتی رنگت دیکھ کر پوچھا۔ جنت بی بی نے سر نفی میں ہلا دیا۔
"بخت بھری، پتر کچھ فکر کی بات ہے تو مجھے بتا۔" خاتون نے قریب آ کر فکر مندی سے شانے پر ہاتھ رکھا۔ جنت بی بی نے ایک بار پھر نفی میں سر ہلایا اور آہستگی سے بولیں۔
"ہم بالکل بھی پریشان نہیں ہیں خاتون اور پریشان کیونکر ہوں گے، پریشان ہونے لائق ایسا ہے کیا؟" وہ آہستگی سے مسکرائیں مگر انداز بے حد کھویا کھویا تھا۔
"خاتون......! آپ تو ہمیں اماں جان کہنے کی عادی ہیں؟" خاتون نے احساس دلایا تو جنت بی بی چونکیں پھر مسکرائیں۔
"معذرت اماں جان، ہمیں اندازہ نہیں ہوا۔ آپ کو کسی شے کی ضرورت تو نہیں؟ ہم کام سے باہر جا رہے تھے سوچا آپ سے پوچھ لیں۔ کچھ چاہیے ہو تو مطلع کر دیجیے۔ ہم آتے ہوئے لیتے آئیں گے۔" جنت بی بی نے اپنے احساسات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ خاتون نے سر نفی میں ہلایا اور جنت بی بی کا چہرہ ہاتھوں سے تھام کر پیشانی کو چوما۔
"تو خوش رہ میری بچی، تیری خوشی اس ماں کے لیے سب کچھ ہے، مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں۔" خاتون نے کہا۔ جنت بی بی مسکراتی ہوئی سر ہلا کر باہر نکل گئیں۔ گاڑی سے باہر نکالی اور دھند میں گاڑی دیوانہ وار دوڑا رہی تھیں اچانک گاڑی بے قابو ہوئی انہوں نے سنبھالنے کی کوشش کی مگر گاڑی بے قابو ہو کر درخت سے جا ٹکرائی۔

"بیٹا آج تیرے اماں ابا خوب خوش ہوں گے، ان کی روحیں سکون میں ہوں گیں، ہم ان کی بچی کا خیال رکھنے میں کامیاب ٹھہرے، ان کی لاڈلی خوشیوں سے بھری زندگی جی رہی ہے، اپنے گھر میں خوش ہے اس سے بڑا اطمینان ماں باپ کے لیے اور کیا ہوتا ہے؟ ناظم الدین اور بہو کے گزرنے کے بعد یہی قلق جان کو کھائے جاتا تھا کہ اگر ان کی لاڈلی کو خوش نہ دیکھ سکی تو جانے روز حشر ان کو کیا منہ دکھاؤں گی۔" تاج بیگم کی آواز بھرا گئی۔ فاطمہ بی بی نے ان کی گود میں سر رکھ دیا۔
"دادی جان......ہم اماں ابا کے جانے کے بعد تنہا رہ گئے تھے۔ اگر آپ ہمارے ہمراہ نہ ہوتیں تو ہم تو کب کے مر گئے ہوتے۔ آپ ہماری ہمت رہیں، ہمارے ہمراہ ہمیشہ کھڑی رہیں، ہمیں ہمارے ہونے کا احساس دلاتی ہیں، دراصل ہمیں حیات نو سے نوازا۔ ہم جس دادی جان کو اماں ابا سے پہلے جانتے تھے وہ دادی جان تو کہیں رہیں ہی نہیں،

ہم نے ایک یکسر مختلف روپ پایا ہے آپ کا۔ آپ نے اماں ابا دونوں کا احساس دیا، ہم نے اگر خود کو اپنے قدموں پر کھڑا کیا با دوبارہ زندگی میں لوٹ کر آئے تو فقط آپ کے ہونے سے۔" فاطمہ بی بی نے مدہم لہجے میں کہا تو تاج بیگم ان کا سر تھپکنے لگیں۔

"میری بچی، آج ہم بے حد خوش ہیں، اللہ پاک تجھے ہمیشہ شاد و آباد رکھے۔ ہم خوشیوں سے تیرا چمن مہکتا رہے۔ تیرے لیے میری ساری دعائیں تجھے خوش اور اپنے گھر شاد و آباد دیکھ کر بہت خوش ہوں۔" فاطمہ بی بی نے سر اٹھا کر ایک لمحے کو ان کو دیکھا وہ ان کو نہ بتا پائی کہ ان کی یہ خوشی چند روزہ ہے۔ مختصر ہے، فاطمہ بی بی سوچ رہی تھیں جب ان کو خبر ہو گئی کہ وقار الحق ان کو بیچ راہ پر چھوڑنے والے ہیں تو ان کے دل پر کیا گزرے گی؟ یہی سوچ کر فاطمہ بی بی کی آنکھیں چھلک پڑیں۔

"بچی، اتنے بڑے خوشی کے دن پر روتے ہیں کیا؟" تاج بیگم نے فاطمہ بی بی کے آنسو پونچھے، فاطمہ بی بی دانستہ چہرہ پھیر گئیں۔ نہیں چاہتی تھیں کہ دادی جان ان کے چہرے سے کسی بات کا کوئی بھید پا جائیں۔

"فاطمہ بچی، خوش رہا کر تمہارے ہر مزاج کا اثرات بچے پر ہوگا، تمہیں اس بات کا خیال رکھنا ہے۔ جو ہمراہ نہیں ان کی یادوں کو ساتھ رکھ اور ہر شے فراموش کر دے، ان کے لیے آنسو مت بہا۔ وہ اللہ کی رضا سے اس کے پاس گئے ہیں۔ اللہ نے ضرور انہیں اچھے مقام سے نوازا ہوگا۔ ہم سب کو بہر حال وہیں لوٹ کر جانا ہے سو کسی بات کو لے کر دل چھوٹا نہ کرو۔ وقار اچھا لڑکا ہے۔ ہمیں خوشی ہے تم دونوں زندگی میں اتنی مشکلات سہنے کے بعد بھی ہمراہ ہو اور ایک کامیاب زندگی کی طرف گامزن ہو۔ اپنے گھر کا سکھ ہی سب کچھ ہے میری بچی یہ خوشیاں عورت کی زندگی ہیں۔" تاج بیگم نے ملائمت سے کہا، فاطمہ بی بی نے آہستگی سے ان کی گود میں سر رکھ دیا۔

"کاش ایسا سچ ہوتا دادی جان۔" فاطمہ بی بی دل ہی دل میں سوچ کر رہ گئی۔

زندگی بہت کچھ سکھاتی ہے مگر ہم سیکھتے نہیں، بہت سے سبق دیتی ہے زندگی مگر ہم سیکھ کر بھی نہیں سیکھتے، سن کر نہیں سنتے، جان کر بھی نہیں مانتے" آیت نے گہری سانس خارج کی اور پلٹی ہی تھی جب جہانگیر کو سامنے دیکھ کر وہ رک گئی، اسے لگا تھا شاید وہ سونے کے لیے چلا گیا ہے۔ وہ جان بوجھ کر رات کے کھانے پر بھی نہیں آئی تھی اور جہانگیر شاید دانستہ اس لمحے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔ وہ تذبذب کا شکار نظر آئی۔

"کام ختم ہو گئے آپ کے؟" جہانگیر نے مدہم لہجے میں دریافت کیا۔ آیت نے فوری طور پر کچھ کہنے سے گریز کیا۔

"آیئے بیٹھیے کچھ بات کرتے ہیں۔" جہانگیر جو ہمیشہ کنی کترا کر نکل جانے کا عادی تھا اس لمحے قدر استحقاق سے بولا تو وہ حیران رہ گئی۔

"اس وقت؟" وہ چونکے بنا نہ رہ سکی۔ جہانگیر نے لمحہ بھر کو سوچا اور پھر بے پروائی سے شانے اچکا دیے۔

"آپ کو کچھ اندازہ ہے وقت کیا ہوا ہے؟" آیت نے گویا احتجاجاً کہا۔ جہانگیر نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی میں وقت دیکھا اور کہا۔

"آپ اس درجہ خوف زدہ کیونکر ہیں۔ آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے ابھی صرف شب کے دس بجے ہیں، لاہور شہر پورا جاگ رہا ہے ابھی۔ ایک بڑے شہر کی زندگی جی رہی ہیں آپ اس درجہ حیرت کس بات پر ہے؟" جہانگیر نے کہا تو وہ خاموشی سے سر جھکا گئی پھر مدہم لہجے میں بولی۔

"اس لمحے بات کرنا مناسب نہیں۔ آپ کو جو بھی بات کرنا ہے ہم کل کر لیں گے۔" وہ پراعتمادی لڑکی اس لمحے کنی کترا

ڈیسنٹ کشن اینڈ
بیڈ شیٹ ہاؤس

کر نکل گئی۔ جہانگیر اسے دیکھتا رہ گیا۔

امرأ کے تیور نرالے ہوتے ہیں۔ معمولی باتوں کو منانے کا بہانہ درکار ہوتا ہے، اس لیے اپنے بچے کے آنے کی خبر پر حویلی میں جشن کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ ہر خاص و عام کے لیے کھانے کا اہتمام تھا، عید کا سا سماں تھا تحائف بانٹے جا رہے تھے۔

''ایسی معمولی بات پہ ایسے جشن کا آغاز کیا معنی رکھتا ہے؟'' فاطمہ بی بی چڑ کر بولیں۔

''ارے ہمارے خاندان کا چشم و چراغ آنے والا ہے۔ نواب خاندان کا وارث کیا یہ خوشی کم ہے۔'' ہاجرا اماں نے کہا تو فاطمہ بی بی کو یہ نمود و نمائش پسند نہ آئی۔

نویں دن بڑی تقریب کا انعقاد تھا۔ وقار الحق نے تمام دوستوں کو دعوت نامے بھجوائے۔ ایک دعوت نامہ جہانگیر کے نام بھی گیا۔ وہ حیران نہ ہوا۔ دعوت نامہ آیت کو دکھایا۔

''یہ کیا ہے؟''

''ایک دعوت نامہ ہے۔''

''کس بات کا دعوت نامہ؟''

''نواب زادہ وقار الحق نے جشن کا اہتمام کیا ہے؟''

''کس خوشی میں؟''

''ان کے بچے کے آنے کی خوشی میں۔''

''فاطمہ ناظم الدین امید سے ہیں؟'' وہ حیرت سے بولیں۔ جہانگیر جواباً کچھ کہے بنا میز پر رکھی دستاویزات کو دیکھنے لگا۔ آیت کو لگا وہ اس متعلق بات نہیں کرنا چاہتا۔

''آپ جائیں گے؟'' آیت نے دریافت کیا۔

''آپ بھی ہمراہ چل سکتی ہیں۔'' جہانگیر نے کہا۔

''ہمارا جانا کیا اہم ہے، اس جشن سے ہمارا کیا تعلق؟''

''سروکار تو ہمارا بھی کچھ نہیں، مگر کسی کی خوشی میں خوش ہونا بھی تو آداب زندگی ہے۔'' جہانگیر نے کہا تو وہ چونکی۔

''آداب زندگی؟'' زیر لب کہہ کر وہ خاموش ہو گئی۔

''آپ کا جانا بنتا ہے۔'' آیت نے کہا تو جہانگیر چونکے۔

''ہمارا جانا کیوں ضروری ہے؟''

''کیونکہ آپ نواب زادہ وقار الحق کے کاروباری حریف اور دوست ہیں اس ناتے آپ کو دعوت نامہ بھجوایا گیا ہے تو آپ کا جانا تو ضروری ہے ناں؟''

''کسی کی خوشی میں شریک ہونا اچھی بات ہوتی ہے آیت بی بی، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہم اسے برا نہیں خیال کرتے۔'' جہانگیر نے کہا۔

آیت دعوت نامے کی طرف بغور دیکھنے لگیں۔ میز پر پڑے دعوت نامے پر جلی حروف میں جہانگیر کا نام درج تھا۔

''کیا نواب زادہ نے یہ دعوت نامہ کسی خاص نیت اور غرض سے بھجوایا تھا، کیا اس سے ان کا کچھ جتانا مقصود تھا یا جہانگیر کا اسے دکھانے کا مقصد اسے کچھ خاص بات جتانا تھا؟ کیا یہ اس کی پریشانیوں اور خدشات کے ختم کرنے کی ایک

کوشش تصور کی جا سکتی تھی۔ کیا جہانگیر اس کی سوچوں کو پڑھ رہا تھا؟ اسے اس حد تک جاننے کی کوشش کر رہا تھا، کیا واقعی وہ اس کو اس طور سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا؟ آیت خاموشی سے یک ٹک دعوت نامے کو دیکھتی رہی پھر یک دم باہر نکل گئی۔ جہانگیر اس کی اس حرکت سے کوئی خاص معنی نہ اخذ کر سکا مگر ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

جنت بی بی کو یقین ہو گیا تھا کہ اب کوئی آخری سانس ہی ہوگی وجود میں اور اس کے بعد یہ وجود زندگی سے خالی ہو جائے گا اور زندگی سے ہمیشہ کے لیے ان کا ناتا ٹوٹ جائے گا۔ وہ منظر آخری ہوگا جو دیکھا ہوگا وہ وقت وہ لمحہ زندگی کا آخری لمحہ ہوگا جس میں زندگی کو جیا ہوگا یا زندگی کے احساس کو محسوس کیا ہوگا مگر...... ایسا نہیں ہوا تھا۔

زندگی کبھی کبھی بہت ڈھیٹ بن جاتی ہے۔ حادثات پے در پے واقع ہوں تو بندہ سخت جان ہو جاتا ہے۔ شاید ایسا ہی جنت بی بی کے ساتھ ہوا تھا انہیں لگتا تھا زندگی کو ان سے اتنا لگاؤ ہے کہ چھوڑنے کو تیار نہیں، اس حادثے میں کوئی بات چونکا دینے والی واقع نہ ہوئی تھی لوگوں کی بھیڑ ان کے اردگرد لگ گئی تھی۔ وہ لمحہ بھر کو بے ہوش ہوئی تھیں مگر اگلے ہی لمحے حواس کی دنیا میں واپس آ گئی تھیں۔ معجزاتی طور پر انہیں اس حادثے میں معمولی خراش تک نہ آئی تھی مگر گاڑی کو شدید نقصان ہوا تھا۔

''جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔'' کسی بزرگ نے کہا، جنت بی بی کے کانوں میں آواز پڑی، ان کا دل چاہا کہ خوب زور سے چیخیں اور کہیں۔

''یہ میری سزا ہے قدرت کی طرف سے جو میرے نام مختص کی گئی ہے۔'' یہ سزا ہی نہیں تو اور کیا تھا؟ وہ اس خالی بنجر ویران زندگی کو جینے پر مجبور تھیں اور وہ بھی ایک شدید خوف کے ہمراہ۔

یہ کیا تھا۔ زندگی سے بے زار، وہ زندگی سے بھاگ رہی تھیں۔ زندگی سے ہاتھ چھڑانا چاہتی تھی اور زندگی ساتھ چھوڑنے کو تیار نہیں تھی۔ ڈاکٹر اکرام الحق کو خبر ہوئی تو فوراً پہنچے۔

''آپ ٹھیک ہیں؟''

''ہمیں کیا ہو سکتا ہے...... موت یا حادثے ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔'' وہ طنزیہ بولیں۔ ڈاکٹر اکرام الحق افسوس سے سر نفی میں ہلانے لگے۔

''بہت خوش نصیب ہیں آپ جنت صاحبہ، زندگی سب کے ساتھ ایسی مہربان نہیں ہوتی۔''

''یہ مہربانی ہے۔''

''آپ اذیت پسند ہو رہی ہیں۔''

''زندگی ہمیں اذیت دے رہی ہے۔''

''آپ کی منطق نا سمجھ میں آنے والی ہے۔''

''ہم خود سمجھنے سے قاصر ہیں۔''

''زندگی سے سمجھوتا کر لیجیے۔''

''زندگی سمجھنے کو تیار نہیں، سمجھوتا کس بنا پر کریں۔''

''آپ کے پاس ہزار جواز ہیں محترمہ۔''

''آپ کچھ بھی کہہ لیں آپ کے لیے بات کرنا آسان ہے۔''

''آپ کے لیے بھی سب کچھ آسان ہوگا مگر آپ خود چیزوں کو مشکل کر رہی ہیں جنت۔ آپ کو از سر نو سوچنے کی

ضرورت ہے۔ زندگی ہر ایک کو اس درجہ مواقع نہیں دیتی۔"

"اب مواقع دے رہی ہے تو کیا احسان کر رہی ہے؟ زندگی نے ستایا بھی تو بہت ہے۔" جنت بی بی نے کہا تو ڈاکٹر اکرام نے گہری سانس خارج کی پھر نرمی سے بولے۔

"زندگی کبھی بھی پرفیکٹ نہیں ہوتی جنت، مشکلات ہر ایک کی زندگی کا حصہ ہے، سب کے ساتھ کوئی نہ کوئی مسئلہ ہوتا ہے، کوئی نہ کوئی حادثہ رونما ہوتا ہے مگر لوگ آپ کی طرح لکیر نہیں پیٹتے، آگے بڑھتے ہیں، وہ کسی قدر سبق سیکھتے ہیں۔ زندگی سبق سکھاتی ہے تو سیکھنا واجب ہو جاتا ہے۔ آپ سیکھ لیں تو زندگی ایسی بے رحم نہیں رہے گی۔ اگر آپ کے نزدیک زندگی بے رحم ہے تو۔" اکرام الحق نے کھری کھری سنائیں اور اٹھ کر چلے دیے۔

فاطمہ بی بی کا تقریب میں شرکت کا کوئی ارادہ نہیں تھا۔ وہ تیار ہونے میں بھی پس و پیش سے کام لے رہی تھیں مگر وقار الحق نے الماری کھولی اور ایک بہترین فیروزی اور میرون امتیاز کا جوڑا نکال کر سامنے رکھ دیا۔ ساتھ ہی ایک قیمتی جیولری سیٹ بھی میز پر رکھ دیا۔

"ہمارا شریک ہونا کیا ضروری ہے؟ آپ اکیلے بھی تو تقریب اٹینڈ کر سکتے ہیں۔" فاطمہ بی بی نے صاف منع کیا۔

"ہمارے بچے کی والدہ صاحبہ آپ ہیں سو آپ کی شرکت انتہائی ضروری ہے۔" وقار الحق نے جوڑا اٹھا کر انہیں تھمایا اور چینجنگ روم میں دھکیل دیا۔

فاطمہ بی بی کو مجبوراً تیار ہونا پڑا۔ دل چاہا چیخیں اور کہیں جب رشتہ ہی اختتام کرتا ہے تو ان باتوں سے کیا فرق پڑتا [illegible] خاموش رہیں۔ وہ چپ چاپ تیار ہو گئیں۔ وقار الحق کمرے میں آئے تو ان کے عکس کو آئینے میں بغور دیکھا۔

"ایسی بے دلی سے کیوں تیار ہوئی ہیں آپ...... آپ کو ہمارے بچے کی خوشی میں شریک ہونا منظور نہیں؟" انہوں نے گویا شکایت کی۔ فاطمہ بی بی دانستہ خاموش رہیں۔ وقار الحق نے سیٹ ڈبے سے نکالا اور ان کے گلے میں پہنانے لگے۔

"آپ کو یہ سیٹ پسند نہیں آیا؟ ہاجرہ اماں نے کہا تھا اس موقع پر یاقوت پہننا ایک اچھا شگون ہوتا ہے سو ہم نے بطور خاص جیولر سے اس سیٹ کے لیے بات کی اگرچہ یہ سیٹ وہ کسی اور کو سونپ چکے تھے مگر ہم نے اصرار کیا تب ناچار ان کو یہ سیٹ ہمیں سونپنا پڑا۔ جیولر نے کہا نواب زادہ صاحب لگتا ہے آپ اپنی زوجہ محترمہ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں اور ساتھ ہی ہمیں کہا کہ مرد ہمیشہ اپنی بیگم کے گلے میں ہار پہنا کر اس کا دل جیت لیتا ہے۔ حضرت شوہر کی یہ ہار اس وقت جیت میں بدل جاتی ہے جب بیگم صاحبہ مسکرا کر ایک نظر اپنے خاوند کو دیکھ لیتی ہیں۔" وقار الحق ان کے گلے میں ہار پہناتے ہوئے ان کے عکس کو بغور آئینے میں دیکھتے بولے تو فاطمہ بی بی نے خاموشی سے انہیں دیکھا تو وقار الحق چونکے۔

"اوہ...... مگر ہماری بیگم کے چہرے پر تو کوئی مسکراہٹ نہیں...... گویا ہماری بیگم ہماری ہار کو جیت میں بدلتے نہیں دیکھنا چاہتیں؟" وہ مسکرائے فاطمہ بی بی نے جواباً کوئی تبصرہ ضرور خیال نہ کیا اور چپ چاپ کانوں میں جھمکے پہننے لگیں۔

"ویسے یہ یاقوت پہننے کی کیا منطق ہے؟ بیگم ایک خوب صورت سا لعل سونپنے جا رہی ہیں سو اسے لعل بطور تحفہ سونپنا ضروری کیوں خیال کیا جاتا ہے؟" وقار الحق مسکرائے، فاطمہ بھی سر جھکا گئیں۔ وقار الحق نے ان کا جھکا سر دیکھ کر ان

کے ہاتھ تھامے اور کنگن پہنانے لگے۔ فاطمہ بی بی چپ چاپ اس مرحلے سے خود کو گزرتا دیکھتی رہیں۔
"فاطمہ......" وقار الحق نے یک دم آہستگی سے پکارا۔ فاطمہ بی بی نے جواباً سر اٹھا کر انہیں دیکھا مگر وقار الحق جواباً خاموش رہے۔
ایسا کیا تھا جو وہ کہنا چاہتے تھے اور پھر ارادہ ترک کر دیا، ایسی کیا بات تھی ان کے دل میں؟ کیا وہ راستے کے اختتام کی بات کرنا چاہتے تھے؟ ایسی کوئی بات کہنا چاہتے تھے جو اس رشتے کے لیے حتمی فیصلہ تھی مگر پھر وہ خاموش کیونکر ہو گئے تھے؟ فاطمہ دریافت نہ کر سکیں مگر دل کی دھڑکنیں وہیں رک گئی تھیں۔
"آپ کچھ سوچ رہی ہیں؟" وقار الحق نے ان کا چہرہ دیکھ کر دریافت کیا۔ فاطمہ بی بی نے سر نفی میں ہلا دیا پھر آہستگی سے بولیں۔
"آپ کچھ کہنا چاہتے تھے؟" وقار الحق نے ان کا چہرہ بغور دیکھا اور پھر سر نفی میں ہلا دیا۔
"آپ اچھی لگ رہی ہیں یا پھر یہ لفظ بہت معمولی اور نا کافی ہیں۔" وقار الحق شیروانی میں بہت خوبرو دکھ رہے تھے۔
"کاش ہم معمولی سی عام سی زندگی جی رہے ہوتے۔" جانے کیوں انہوں نے وقار الحق کے ہمراہ اپنے عکس کو آئینے میں دیکھ کر کہا، وقار الحق چونکے۔
"اس زندگی میں کس شے کی کمی ہے؟" فاطمہ بی بی چپ رہیں۔
"آپ نے جواب نہیں دیا؟" وقار الحق نے اصرار کیا۔
"ہر سوال کا جواب ہو ضروری نہیں۔" فاطمہ بی بی نے مدہم لہجے میں کہا۔ وقار الحق ان کو خاموش سے دیکھتے رہے پھر گویا ہوئے۔
"آپ کی طبیعت ٹھیک ہے، کہیں ہم آپ پر کچھ زبردستی تو نہیں کر رہے؟ اگر آپ آرام فرمانا چاہتی ہیں تو کمرے میں رک سکتی ہیں۔" وقار الحق ان کے آرام کی غرض سے بولے۔
"نہیں ایسی بات نہیں..... اب ہم تیار ہو گئے ہیں تو تقریب میں بھی شریک ہو جاتے ہیں۔" فاطمہ بی بی نے کہا۔
"ہمیں جانے کیوں لگتا ہے کوئی بات ہے جو آپ کو پریشان کر رہی ہے، ہم جانتے نہیں مگر جاننے کے خواہاں ضرور ہیں۔" وقار الحق نے جاننے کا ارادہ ظاہر کیا مگر فاطمہ بی بی نے جواباً خاموشی اختیار رکھی۔ وقار الحق ان کی کلائیوں میں موجود کنگن دیکھتے ہوئے بولے۔
"فاطمہ آپ کی یہ خاموشی کس بات کی غماض ہے؟" وقار الحق جاننے کو بے چین ہوئے۔ وہ جواباً مسکرا دیں اس مسکراہٹ میں طنز کا عنصر صاف دکھائی دیا تھا۔
"آپ کیا سننا چاہتے ہیں؟ آپ کو کیا بات خوش کرے گی، کیا آپ ہماری خوشی کی پروا کرتی ہیں؟" وقار الحق نے پہلی بار شکوہ کیا وہ مسکرا دیں۔
"آپ چاہتے ہیں ہم آپ کی پروا کریں؟"
"آپ پروا کرنا ضروری خیال کریں گی؟" عجب انداز میں سوال پر سوال ہو رہے تھے۔
"ہمیں شاید تقریب کے لیے دیر ہو رہی ہے۔ مہمان منتظر ہوں گے، میزبان غائب ہو تو یہ بات تقریب کے آداب کے خلاف تصور کی جاتی ہے۔" فاطمہ بی بی نے کہا، وقار الحق نے جیسے ان سنی کر دی۔
"فاطمہ آپ کے لیے ضرور کیا ہے؟" وقار الحق جاننے کے لیے بضد ہوئے۔

''آپ آج اچانک جانے پر بضد کیوں ہیں؟'' فاطمہ بی بی نے دریافت کیا، وقار الحق نے آہستگی سے سر نفی میں ہلایا۔
''یہ ہمارے سوال کا جواب نہیں۔'' وقار الحق آہستگی سے گویا ہوئے، فاطمہ بی بی نے گہری سانس خارج کی۔
''ہر انسان کی ترجیحات مختلف ہیں وقار، جو ہمارے لیے اہم ہو سکتا ہے وہ آپ کے لیے اس درجہ اہم نہ ہو، باتوں کی اہمیت ہر ایک کے لیے مختلف ہوتی ہے۔'' فاطمہ بی بی نے الجھا سا جواب دیا، وہ مسکرا دیے۔
''یہ ایک چالاک جواب تصور کیا جانا چاہیے، ایسے الجھے بیان سیاست دان جاری کرتے ہیں۔ ثابت ہو گیا آپ ایک بہترین سیاستدان ہیں، مسلم لیگ کی بہت اہم کارکن۔'' وہ مسکرائے۔
''ہم ایسا نہیں سمجھے..... ہم نے سیاست کو زندگی کا حصہ نہیں بنایا، رشتوں میں سیاست تو بالکل شامل نہ کی، ہاں سیاست کے لیے کام ضرور کیا، اس سے ثابت نہیں ہو جاتا کہ ہم سیاست سے بھرپور بیان جاری کرتے ہیں۔'' وہ مسکرائیں، وقار الحق نے سر ہلایا۔
''بہر حال ہم نے سیدھی سی بات پوچھی تھی۔ اس کا جواب سیدھا ہی ہونا چاہیے تھا۔'' وقار الحق نے آہستگی سے کہا۔
''آپ کے لیے کیا اہم ہے؟'' فاطمہ بی بی نے پوچھا۔
''ایک بہترین سیاست دان ہی بات کا رخ بدل سکتا ہے۔''
''ہم گھر کی اس چار دیواری میں سیاستدان نہیں۔''
''درست فرمایا۔'' وقار الحق نے کوئی بحث نہ کی۔
''ہم آپ سے شکایت نہیں رکھتے۔''
''اور گلہ؟''
''ایسے کچھ گلے بھی نہیں۔''
''شکایت تو ضرور ہو گی؟''
''شکایتیں رکھنے سے فائدہ؟''
''کیوں؟''
''اثر نہیں ہو گا۔''
''ایسا خود سے فرض کر لیا آپ نے؟'' وقار الحق نے کہا۔
''خود سے فرض نہیں کیا۔ ہم اپنے طور پر باتیں فرض کرنے کے عادی نہیں۔''
''یہ بھی خوب کہی آپ نے۔'' وقار الحق مسکرائے۔
''بہر حال ان باتوں کے لیے یہ وقت مناسب نہیں آپ کی تقریب میں مہمان منتظر ہوں گے۔''
''یہ فقط ہماری تقریب نہیں آپ کے بچے کے اعزاز میں دی جانے والی تقریب ہے۔''
''زہے نصیب، شکریہ۔ اس اعزاز کے لیے مشکور ہیں۔'' وہ بولیں اور کھڑی ہو گئیں، وقار الحق نے ان کی طرف دیکھا فاطمہ بی بی نے قدم آگے بڑھائے۔ وقار الحق نے ہاتھ کے اشارے سے روکا اور جھک کر ان کو بازوؤں میں اٹھا لیا۔ فاطمہ بی بی جھجکیں۔
''بیگم ہیں آپ ہماری..... ہمارے بچے کی والدہ محترمہ۔ اتنا حق تو ہمارا بنتا ہے اور اتنا تو ہم آپ کے لیے کر ہی سکتے ہیں۔'' کان کے قریب وقار الحق کی سرگوشی ہوئی۔ فاطمہ بی بی آنکھیں میچ گئیں آج بھی یہ شخص دل کی تمام دھڑکنوں پر

اختیار رکھتا تھا۔ اگر چہ اس سے کئی شکایتیں تھیں مگر اس کے باوجود ایک وقت میں ان کو دنیا کو زیر و زبر کرنا آتا تھا۔

"ہمارا جانا ایسا کیا ضروری تھا؟ آپ نے خوامخواہ اصرار کیا۔" آیت نے آنچل سنبھالتے ہوئے گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ جہانگیر نے اسے بغور دیکھا جانے کا ارادہ نہ رکھتے ہوئے پھر بھی وہ خاصے اہتمام سے تیار ہوئی تھی اور اس تیاری کے ہمراہ وہ معمول سے خاصی ہٹ کر دکھائی دے رہی تھیں۔ جہانگیر نے ان کی تعریف نہیں کی مگر دیکھنے کا انداز بتا رہا تھا کہ آیت خاصی پرکشش دکھائی دے رہی ہے۔

"ہم تقریب میں شرکت کے لیے خاصے ہچکچاتے ہیں اور یہ تو وہ ہے جس میں جانے کے لیے ہم کوئی خاص حوالہ بھی نہیں رکھتے۔" آیت نے آہستگی سے کہا۔

"آپ جیسی پراعتماد لڑکی ایسی کسی ہچکچاہٹ کا شکار بھی ہو سکتی ہے؟" جہانگیر نے حیرت کا مظاہرہ کیا۔ آیت چونکی۔

"ہمارے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ ہم پراعتماد ہیں مگر بہت کم لوگ ہمارے بارے میں جانتے ہیں کہ ہم کسی قدر ہچکچاہٹ کا شکار بھی ہیں۔" آیت نے اپنے بارے میں کھل کر بتایا۔ جہانگیر نے خاموشی سے گاڑی آگے بڑھائی۔

"ابا جان کی طبیعت ٹھیک نہ تھی ہم گھر رہ جاتے تو بہتر تھا۔" ایک بار پھر آیت کو یاد آیا۔

"کرم دین چچا کی دیکھ بھال کے لیے ملازمین موجود ہیں۔ فکر کی کوئی بات نہیں ہے، ان کو معمولی نزلہ زکام ہے۔ وہ جلد صحت یاب ہو جائیں گے۔" جہانگیر نے جواز رد کر دیا۔

"پھر بھی"

"آپ کو ہمارے ہمراہ جانے پر ہچکچاہٹ ہو رہی ہے؟" جہانگیر نے اس کی ہچکچاہٹ کو بھانپتے ہوئے کہا۔

"نن نہیں ایسا نہیں ہے۔"

"ہمارے حوالے کی کوئی بات آڑ آ رہی ہے؟" جہانگیر نے ایک اور سوال کیا، وہ ایک نظر دیکھ کر دانستہ نگاہ بدل گئی۔

"ایسا نہیں۔"

"تو پھر کیا ہے؟" جہانگیر نے گویا گھیر لیا۔

"ہمارا وہ مطلب نہیں تھا۔"

"آپ کا کیا مطلب تھا پھر؟"

"آپ تو بات کا بتنگڑ بنا رہے ہیں۔"

"بال کی کھال کھینچنے کی کسر آپ نے بھی نہیں چھوڑی۔"

"آپ کیا ظاہر کرنا چاہ رہے ہیں۔ بہت شاطر ہیں آپ؟" وہ اعتماد سے بولی۔

"شاطر ہونا کیا عجب ہے، کیا ایک مرد کو اسمارٹ ہونا جائز نہیں۔"

"ہم نے ایسا کب کہا؟"

"آپ نے ویسا بھی تو کچھ نہیں کہا۔"

"اف کتنا بولتے ہیں آپ۔"

"شاید کہیں آپ کو بلوانے کی کوشش ہے۔"

"ہم نے کب زبان بندی کی؟"

"مگر آپ دل کی بات کرنے سے گریز کر رہی ہیں۔"

"دل کی بات؟" وہ چونکی۔
"ہمیں بالکل نہیں پسند جہاں لوگ دل کی باتیں دل میں رکھیں۔" جہانگیر نے اپنی پسند ناپسند کے متعلق اظہار کیا۔
"اچھا ٹھیک...... لیکن کیا اس قاعدے کو ہم پر لاگو کرنا روا ہے؟"
"کیوں نہیں؟"
"اوہ......!"
"کیا اوہ...... اس میں حیرت کس بات کی ہے؟"
"کتنا بولتے ہیں آپ۔" وہ کہہ کر کھڑکی سے باہر دیکھنے لگی۔
"کیا آپ کی ہچکچاہٹ کی وجہ یہ تقریب ہے یا تقریب کا انعقاد کرنے والے؟" جہانگیر نے تہہ تک پہنچنا چاہا۔
"یہ تقریب ایک ننھے فرشتے کی آمد کی خوشی میں ہے جو ابھی اس دنیا میں آیا بھی نہیں۔ ہمیں اس ننھے سے کیا پرخاش ہوسکتی ہے؟" آیت نے حیرت سے دریافت کیا۔
"شاید اس ننھے فرشتے کے والدین سے؟" جہانگیر شاید اسے جان بوجھ کر چھیڑ رہا تھا۔
"اس ننھے فرشتے کے والدین سے ہمیں کیا پرخاش ہوگی؟ نواب زادہ وقار الحق ایک بہت نفیس انسان ہیں ان کی فیملی سے کئی بار مل چکے ہیں ہم۔ فاطمہ سے تو اچھی دوستی رہی ہے۔" آیت نے وضاحت دی۔ جہانگیر نے ایک نگاہ اسے دیکھا اور نظر واپس ونڈ اسکرین پر جمادی۔
"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" جہانگیر کچھ کہے بنا ڈرائیو کرتا رہا۔
"جہانگیر یہ ٹھیک نہیں...... آپ ہم پر کوئی الزام عائد نہیں کرسکتے۔" وہ غصہ سے آگ بگولہ ہوئی۔ جہانگیر مسکرایا۔
"آپ جان بوجھ کر ہمیں غصہ دلا رہے ہیں ناں؟"
"یہ آپ کی دکھتی رگ ہے تسلیم کرلیا آپ نے؟"
"ہماری دکھتی رگ......! یہ کیا کہہ رہے ہیں، ہم کسی کی خوشیوں سے کیوں حسد کریں گے؟" وہ حیرت سے بولی۔
"یہ بات حسد کی نہیں ہے۔"
"تو پھر؟"
"حسد سے کہیں بڑھ کر ہے؟" جہانگیر نے اسے چڑایا۔
"آہ...... ہم اور حسد ایسی فضول باتیں نہ کیجیے۔"
"آپ کو تسلیم کرلینا چاہیے۔"
"یہ کیا بات ہوئی...... کیا تسلیم کرانا چاہتے ہیں آپ ہم سے؟"
"وہی جو آپ تسلیم کرنے سے کترا رہی ہیں۔"
"ہم کسی بات سے نہیں کترا رہے، ہماری سمجھ میں نہیں آرہا آپ کس بارے میں بات کررہے ہیں، درحقیقت کس بابت بات ہو رہی ہے؟"
"جس بابت آپ ہمیشہ بات کرتی ہیں اور بطور خاص جتاتی بھی ہیں۔"
"اوہ...... سو آپ ہم سے بدلا لے رہے ہیں۔" آیت نے خاموشی سادھ لی، اسے کسی قدر اندازہ ہوگیا تھا کہ جہانگیر کس متعلق بات کررہا ہے، جہانگیر نے ایک اچٹتی سی نظر اس کے چہرے پر ڈالی۔
"ہم آپ کو زچ کرنا چاہتے تھے۔" جہانگیر نے گویا معذرت کی۔ آیت خاموش رہی پھر آہستگی سے بولی۔

"آپ جتانا چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اس طرح زچ کرتے ہیں؟"
"آیت ہم بچے نہیں ہیں۔"
"تو کیا ہم بچے ہیں؟" آیت نے کہا۔
"ہم یہی جتا رہے ہیں کہ ہم دونوں بچے نہیں ہیں، ہم جانتے ہیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں یا کہہ رہے ہیں۔" جہانگیر نے جتایا۔
"اس سے کیا واضح ہوتا ہے؟" آیت نے دریافت کیا۔
"محترمہ آپ ایسی کند ذہن نہیں۔"
"اوہ..... آپ ہماری ذہانت کے معترف ہیں؟"
"ہم واقعی آپ کی ذہانت کے معترف ہیں۔"
"نوازش..... مگر آج ایسے عظیم انکشافات کرنے کا مقصد؟"
"آپ بخوبی سمجھتی ہیں۔"
"ہم نہیں سمجھے۔ واقعی بالکل نہیں سمجھ رہے۔"
"آیت ان باتوں میں کچھ نہیں رکھا۔"
"کن باتوں میں؟"
"..... کچھ نہیں [illegible]"
[illegible]
[illegible]
دکھائی دیتا تھا۔
"آیت..... " اس بات سے قطع نظر کہ وہ اس کو دیکھ رہی ہے۔ جہانگیر نے پکارا۔
"جی؟" آیت بولی۔
"یہ ٹھیک نہیں۔" جہانگیر نے جتایا۔
"کیا ٹھیک نہیں؟" آیت نے دریافت کیا اور جواباً جہانگیر نے چپ سادھ لی اور تمام توجہ ڈرائیونگ پر مرکوز کر لی۔ آیت دل میں کسک سی لیے اس کو دیکھ کر رہ گئی۔

حسن اہم نہیں ہوتا محبت کسی کے نقوش یا چہرے سے نہیں ہوتی، محبت اندھی ہوتی ہے، دیکھ نہیں سکتی۔ کوئی کیسا دکھتا ہے یا کتنا خوب صورت ہے، محبت کو اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا، کوئی خاص نہیں ہوتا۔ محبت اسے خاص بناتی ہے، محبت تمام اہمیت دیتی ہے۔ یہ تمام مراعات محبت دیتی ہے اور کوئی عام سے خاص ہوتا جاتا ہے۔
جہانگیر نے وقار الحق اور فاطمہ ناظم الدین کو ہمراہ کھڑے بغور دیکھا۔ دونوں کی جوڑی بلاشبہ چاند سورج کی جوڑی تھی، وہ دونوں ایک دوسرے کو مکمل کرتے دکھائی دے رہے تھے۔ جیسے ایک کے بنا دوسرے کا وجود نہ تھا یہ جوڑ اللہ تعالیٰ کے کرم سے جڑا تھا۔ اگر وقار الحق اپنی جگہ مردانہ وجاہت کا نمونہ تھے تو فاطمہ بی بی بھی نسوانی وقار، ناز و ادا اور خوب صورتی کا حسین پیکر تھیں۔ دونوں نے ایک دوسرے کو نہیں چنا تھا مگر ان کا جوڑ اقدرت نے بنایا تھا، جیسے وہ بنے ہی ایک دوسرے کے لیے تھے، وقار الحق کے ہمراہ کھڑے ہو کر فاطمہ بی بی کے چہرے پر ایک اطمینان اور سکون تھا۔ ان کے

چہرے کی دلکشی وقار الحق کی طرف اٹھی نگاہ، وہ پر شوق انداز، حیا کا ایک خاص پہلو وقار الحق کے ہاتھ تھامنے اور جھک کر ان کے کان میں کچھ کہنا اور ان کی نگاہ کا جھک جانا۔ چہرے کی دلکشی کا بڑھ جانا ہر انداز بتاتا تھا کہ وہ اس سنگت پر کس درجہ خوش ہیں اور انہیں نواب زادہ وقار الحق کا ساتھ کس درجہ عزت دیتا ہے۔ ان کے حسن کو کس قدر دو آتشہ کرتا ہے، ایک خاص انداز سے ان کی گردن کیسے تن سی جاتی ہے، آنکھوں میں کشش بیان سے باہر ہے اور عارضوں کا دہکنا کیسے سو بات کی ایک بات چپکے سے کہہ جاتا ہے۔ محبت ایک خاص وصف رکھتی ہے اور بے شمار رنگ رکھتی ہے۔ زندگی میں شامل ہو تو تمام رنگ کھلتے دکھائی دیتے ہیں اور زندگی سے چلے جائیں تو زندگی کو خالی کر دیتی ہے۔ یہ سوچ ایک لمحہ کو ان کو مزید سوچنے سے روک گئی تھی۔

''اللہ کرے آپ کے چہرے کے رنگ یوں ہی برقرار رہیں بی بی صاحب، آپ ایسے ہی رنگوں میں کھلتے رہیں۔ آپ کی طرف کوئی اداسی نہ قدم بڑھائے ان عارضوں کے رنگ اسی طرح دمکتے رہیں۔ ان آنکھوں کی ضیا بڑھتی ہے اور یہ کشش کبھی ختم نہ ہو، ہم آپ کی خوشیوں کے لیے ہمیشہ دعا گو رہیں گے، بی بی صاحب۔'' جہانگیر نے دل سے دعا دی۔

''ہم آس پاس رہیں نہ رہیں مگر آپ کی دنیا شاد و آباد رہے، آپ کے ارد گرد روشنیوں کا جہان آباد رہے اور رنگوں کی محفل لگی رہے۔'' جہانگیر اپنے ہی دھیان میں وقار الحق اور فاطمہ بی بی کی سمت دیکھ رہا تھا۔

''خوب صورت جوڑا ہے ناں؟ وقار الحق کے اندر کس درجہ وجاہت دکھائی دیتی ہے، ایک تمکنت کو ان کی شخصیت کا حصہ ہے، سو ہے مگر یہ دانہ خوب صورتی اور وجاہت کا شاہکار دکھائی دیتے ہیں اگر ان کے فاطمہ سے نکاح سے قبل ہم سے ملاقات ہو جاتی ہم شاید دل ہار جاتے۔'' آیت مسکراتی ہوئی اپنی ہی دھن میں بولی۔ جہانگیر نے جواباً اسے دیکھا مگر وہ دانستہ نگاہ ملانے سے گریز کرتی ہوئی مشروب کے گھونٹ بھرنے لگی۔ جہانگیر نے کچھ کہنے یا جتانے سے گریز کیا مگر اس کے دیکھنے کا انداز بتاتا تھا کہ اس کو کسی اور مرد کی تعریف سننا اچھا نہیں لگا، آیت نے اس کی طرف دیکھا تو عجیب سے انداز میں اس کو اپنی طرف دیکھتا پا کر وہ کسی قدر کم فہمی سے مسکرائی اور حیرت سے پوچھا۔

''کیا ہوا...... آپ اس طرح کیوں دیکھ رہے ہیں؟'' جہانگیر نے کوئی جواب دیے بنا نظروں کا رخ پھیر لیا، آیت مسکرا دی۔

''نواب زادہ وقار الحق بہت پر کشش شخصیت کے مالک ہیں ناں؟'' ایک بار پھر اس نے کہا تو جہانگیر نے اس کی جانب دیکھے بنا کہا۔

''ہم مرد ہیں، ہمیں مرد کی خوب صورتی دکھائی دیتی ہے نا اس سے کچھ سروکار ہے۔'' انہوں نے کہا تو آیت مسکرائی۔

''اوہ...... ہاں مرد کو مرد کی خوب صورتی یا وجاہت سے کیا واسطہ؟ آپ کو تو خواتین کی خوب صورتی متوجہ کرتی ہو گی ناں؟'' وہ شرارت سے مسکرائی۔

''ہم نظر باز نہیں۔'' جہانگیر نے آہستگی سے کہہ کر جتایا۔

''ضروری نہیں آپ نظر باز ہوں۔ جنس مخالف کی کشش اپنی جانب متوجہ ضرور کرتی ہے۔ اس میں کوئی عجیب بات نہیں ہے یہ ایک فطری بات ہے۔'' آیت نے شانے اچکائے۔

''درست فرمایا آپ نے، ہمیں اس بات سے اختلاف نہیں۔'' جہانگیر نے قریب سے گزرتی ایک مہ جبین کو بغور دیکھا۔

''آپ نے کچھ دیر پہلے فرمایا تھا کہ آپ نظر باز نہیں۔'' آیت کو اس کا کسی اور کو دیکھنا ایک نگاہ نہ بھایا مگر جہانگیر نے

شانے اچکا دیے۔
"آپ نے ہی فرمایا تھا کہ جنس مخالف میں کشش محسوس ہونا فطری بات ہے؟" جہانگیر نے صاف جتایا تو آیت ناگواری سے چہرہ پھیر گئی۔
"کیا ہم ان دوشیزہ کی شان میں دو حرف کہہ سکتے ہیں؟" جہانگیر نے محظوظ ہوتے ہوئے آیت کو چھیڑا، وہ پاؤں پٹختی ہوئی وہاں سے چلی گئی۔ جہانگیر مسکرایا اور مشروب کے گھونٹ لیتے ہوئے اطراف میں دیکھنے لگے تب ہی وقار الحق قریب آ گئے۔
"جہانگیر صاحب، آپ کی آمد سے دلی خوشی ہوئی۔ آپ کو ڈھیروں مبارک باد..... سنا ہے، بہت جلد سر پر سہرا سجانے والے ہیں۔" وقار الحق نے مسکراتے ہوئے کہا تو جہانگیر مسکرا دیا۔
"ہم نے سوچا اب ہم بھی گھر بسا ہی لیں، کب تک لور لور پھریں گے اور کرم دین چچا کی طرف سے معذرت ان کو آپ کی تقریب میں آنا تھا مگر ان کی طبیعت ناساز ہو گئی اس لیے وہ نہیں آ سکے۔" جہانگیر نے وضاحت دی۔
"اللہ کرم دین چچا کو صحت و تندرستی سے نوازے۔ آپ نے بہترین فیصلہ لیا۔ شادی شدہ زندگی میں ایک خاص سکون اور دلکشی ہے میاں، گھر کا سکون نصیب ہوتا ہے۔ بندہ خود کو مکمل محسوس کرتا ہے ہم سے پوچھیے ہم کس درجہ خوش ہیں، اپنے بچے کے آنے کی خوشی میں ہمارا بس نہیں چلتا کہ ہم بادلوں کے سنگ اڑتے پھریں، والد بننے کا احساس بہت سرشار کرنے والا ہے۔" وقار الحق نے مسکراتے ہوئے کہا، جہانگیر مسکرا دیا۔
"ہم آپ کی خوشی کا اندازہ آپ کے چہرے کی رونق سے کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی خوشیوں کو قائم و دائم رکھے، ایک بار پھر بہت سی مبارک باد۔" جہانگیر نے دل سے دعا دی۔
"آپ کو بھی مبارک باد میاں۔ چچا بننے جا رہے ہیں آپ اگر آپ نکاح کی تاریخ نہ مقرر کر چکے ہوتے تو ہمارے بچے آپ کے شہ بالا بننے کا شرف حاصل کرتے۔" وقار الحق نے مسکراتے ہوئے کہا تو جہانگیر کھل کر ہنس دیئے۔
"اوہ..... معذرت چاہتے ہیں، ہم نے عجلت کا مظاہرہ کیا ایسا کرتے ہیں اب اپنے موصوف سے شہ بالا کا اظہار کر لیتے ہیں نکاح کی تاریخ موخر کر دیتے ہیں۔" جہانگیر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"ارے نہیں میاں، آپ وقت پر نکاح کیجیے ہمارے صاحب زادے آپ کے شہ بالے چاہے نہ بن پائیں مگر آپ کے بچے کے بڑے بھیا اور بہترین دوست ضرور بنیں گے۔" وقار الحق نے کہا تو جہانگیر نے تائید میں سر ہلایا۔
"یہ ہمارے لیے باعث شرف ہوگا۔" سینے پر ہاتھ رکھ کر وہ بولے۔
"اپنے نکاح میں مدعو کرنا مت بھول جائیے گا۔" وقار الحق نے یاد دلایا۔
"ارے ایسا کیسے ہو سکتا ہے، آپ کے بنا نکاح کس طور ممکن ہوگا؟" جہانگیر کو احساس ہوا کہ وقار الحق خاصا دوستانہ مزاج رکھتے ہیں۔ ایک وقت میں وہ ان کے محل میں ملازم رہ چکے تھے اور اب کہاں وہ ان کو برابری کی سطح پر دوستوں کی طرح عزت دے رہے تھے۔ شاید وہ اس سطحی سوچ سے الگ سوچ رکھتے تھے اور انسان کو روایتی انداز سے الگ طرح سے جانچتے تھے۔
"تم خوش ہو ناں میاں؟" وقار الحق نے دریافت کیا تو جہانگیر نے لب بھینچ کر سر اثبات میں ہلایا۔
"خوشی کا احساس اور معنی محسوس کرنے سے ہوتے ہیں نواب زادہ وقار الحق، آیت سلجھے ہوئے مزاج کی دوشیزہ ہیں، ان جیسی ذہین شریک حیات کا زندگی میں آنا یقیناً خوش بختی ہے، آیت ایک بہترین ہمسفر اور شریک حیات ہونے کا ہنر رکھتی ہیں، ہم خوش ہیں۔" وقار الحق نے ان کے شانے پر ہاتھ رکھا اور مسکرا دیے۔

"کاروباری حریف کو ایک نئی زندگی کا آغاز کرتے دیکھ کر ہم خوش ہیں اور بہت سی دعائیں آپ کی کامیاب ازدواجی زندگی کے لیے۔" وقار الحق نے جہانگیر کو گلے لگایا۔ جہانگیر کی نگاہ فاطمہ بی بی پر پڑی وہ دانستہ نگاہ بدل گئے۔

جنت بی بی نیم تاریکی میں آرام دہ کرسی پر بیٹھی تھیں۔ خاتون اندر داخل ہوئیں اور کمرے کی روشنی کو بحال کیا۔
"شام کے وقت تاریکی کرنا ٹھیک نہیں بیٹا، کیا حال بنایا ہوا ہے اپنا؟" خاتون تیل کی شیشی اٹھالائیں اور جنت بی بی کے سر میں تیل لگا کر مساج کرنے لگیں۔
"بال کیسے الجھے ہوئے ہیں بخت بھری، یہ کیا ہو گیا ہے بیٹا؟ آپ کو خوش ہونا چاہیے، آپ حادثے میں محفوظ رہیں، اللہ نے آپ کو نئی زندگی دی ہے، کیسی خوش بخت ہیں آپ کو کچھ اندازہ ہے؟" خاتون نے کہا مگر جنت بی بی نے کوئی جواب نہ دیا۔
"بخت بھری، بیٹا زندگی کی قدر کرو، زندگی اللہ تعالیٰ کا خوب صورت ترین تحفہ ہے، تمہارے چہرے اداسی اچھی نہیں لگتی، اپنے لیے نہیں تو میرے لیے سوچو، میری سانسوں کی ڈور تم سے بندھی ہے، تم مسکراتی ہو تو میری زندگی جیسے بڑھتی دکھائی دیتی ہے اور تمہیں اداس دیکھتی ہوں تو مجھے اپنی سانسوں کی ڈور ٹوٹتی محسوس ہوتی ہے، ایک ماں کے لیے بچے کی خوشی کس قدر اہم ہوتی ہے اس کا اندازہ کرو میری بچی۔" خاتون نے اداسی سے کہا تو جنت بی بی نے سر ہلایا اور مدہم آواز میں بولیں۔
"آپ پریشان نہ ہوں اماں جان [illegible]
[illegible]
جنت بی بی مسکرائیں۔
"تو خوش رہ میری بچی، میں اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتی، تجھے شاد و آباد دیکھنا چاہتی ہوں، مجھے پریشان نہ کیا کر ورنہ کسی دن چھوڑ کر نکل جاؤں گی۔" خاتون نے دھمکی دی۔
"ایسا مت کہیے اماں جان۔" جنت بی بی نے ٹوک دیا۔
"ہاں تو، تو بھی مجھے پریشان مت کیا کر، تجھے ماں کی سلامتی عزیز ہے، سو مجھے اپنی بچی کی خوشی سے کوئی مرد کار نہیں جیسے؟" خاتون نے ہنستے ہوئے کہا تو جنت بی بی مسکرائیں۔
"اماں جان آپ کی ڈانٹ میں بھی ایک لطف ہے، ایسے ڈانٹ لیا کریں مگر ایسی دل جلانے والی بات مت کیا کریں، آپ کے دم سے تو ہم زندہ ہیں، ماں ہوتی ہے جو بچے کو زندگی دے کر دنیا میں لاتی ہے، ایک وہ ماں ہیں جس نے [illegible] موت کے منہ سے کھینچ کر نکالا اور ہمیں نئی زندگی بخشی۔ ہم نے اپنی والدہ کو نہیں دیکھا، مگر آپ کے چہرے میں ہم نے [illegible] ماں کو دیکھ لیا ہے۔" جنت بی بی نے کہا تو خاتون نے انہیں خود سے لگا کر بھینچ لیا۔

محبت کو اظہار کی ضرورت ہوتی ہے یا نہیں؟ آیت نہیں جانتی تھی مگر اس نے جہانگیر سے خاموش محبت کی تھی۔ وہ محبت جو لفظوں کی محتاج نہیں تھی، اسے علم نہیں تھا اگر جہانگیر اس کے بارے میں کبھی جان پایا تھا یا اس بات کا ادراک کر پایا تھا یا نہیں، عورتوں کا معاملہ مختلف ہے، ان کی حیات اور احساسات مختلف ہوتے ہیں، وہ زیادہ شعور رکھتی ہیں، باتوں کو جلد اور بنا کہے ہی سمجھ لیتی ہیں، چاہے مرد ان سے کئی گنا زیادہ ذہین ہو مگر احساسات کو سمجھنے میں اللہ تعالیٰ نے صنف نازک کو ایک خاص حس عطا فرمائی ہے جو کہ مردوں کے پاس موجود نہیں اگر جہانگیر یا کوئی اور مرد اس کے لیے جذبات و

احساسات رکھتا تو یقیناً وہ بہت جلد سمجھ لیتیں مگر جہانگیر مرد تھا اور مرد ایسی باتوں کو نہیں سمجھتے اگر چہ وہ خود احساسات سے گزر رہا تھا۔

''مگر جہانگیر اس بات سے واقف ہوا تو؟'' ایک نقطے پر اس کی سوچ تھم گئی اور بے تحاشا شرمندگی نے اسے آن گھیرا کسی کو چاہنا، محبت کرنا گناہ نہیں مگر اسے یہ سوچ کر سبکی محسوس ہوئی۔

''کاش ان کو کبھی خبر نہ ہو کہ ہم ان کے لیے ایسے کوئی احساسات رکھتے ہیں، جانے کیوں ہم ان پر یہ بات عیاں کرنا مناسب خیال نہیں کرتے، نکاح کے بعد اگر ان کو اس بات کی بھنک لگے تو الگ بات ہے مگر...... اس سے قبل ان کو اس بات کی خبر نہ ہو تو بہتر ہے۔'' اس کو اپنا نسوانی وقار بہت عزیز تھا۔ وہ اس پر کوئی حرف نہ آنے دینا چاہتی تھی۔ باحیثیت زوجہ اگر اس کا یہ راز کھل جاتا تو بات اور تھی، لڑکی کا نسوانی وقار اس کے لیے بہت معنی رکھتا تھا چھوٹی چھوٹی سے اس انا اور وقار پر چوٹ پڑتی ہے۔ نکاح کے دن قریب آ رہے تھے اور وہ جو اہم بات جہانگیر سے کرنا چاہتی تھیں کہہ نہ پا رہی تھیں۔

''کیا کریں، کیا کہیں ان سے، کیا سمجھیں گے وہ، ہم اعتبار نہیں کرتے، کیا جیسا ہے سب ویسا چھوڑ دیں؟ وہ بھی تو اپنے تحت اس معاملے پر سوچتے ہوں گے۔'' آیت کی سوچیں پھیلتی چلی گئیں۔

......

وقار الحق کوئی ضروری فائل گھر پر بھول گئے تھے اس کے لیے فاطمہ بی بی کو فون کیا اور اس ضروری فائل کو ڈرائیور کے ہاتھ آفس بھجوانے کا کہا۔ فاطمہ بی بی نے فون رکھ کر فائل ڈھونڈنے کا کام کیا۔ وقار الحق کے مطابق فائل میز کی دراز میں ہونا چاہیے تھی مگر فاطمہ بی بی کے تلاش کرنے پر بھی نہ ملی۔ تب وہ اندازے سے سب طرف دیکھنے لگیں تب ہی وقار الحق کی طرف سے آیا پیغام لے کر ڈرائیور آ گیا۔

''بی بی جی، صاحب نے وہ فائل میز کی دراز میں رکھی تھی آپ وہاں دیکھیں۔'' ڈرائیور نے کہا۔ فاطمہ بی بی نے وہی کیا مگر وہاں بھی فائل نہیں ملی۔

''صاحب سے کہو خود آ کر دیکھ لیں، ہمیں نہیں مل رہی۔'' فاطمہ بی بی اکتا کر بولیں تب ہی نگاہ الماری کے اوپر اٹھی وہاں ایک نیلی فائل رکھی تھی فاطمہ بی بی فائل تھامنا چاہی ہاتھ نہ پہنچا۔ تب انہوں نے ایک پیڑھی کی مدد سے یہ کام کر کے شکر ادا کیا جب وہ ضروری فائل ہاتھ لگ گئی۔

''ایسا کیا ہے اس فائل میں جس کی نواب زادہ کو اس قدر ضرورت ہے؟'' انہوں نے یہی سوچ کر فائل کھولی۔

''طلاق......'' وہ چونکیں مگر وقار الحق کی آواز سنائی دی اور وہ اس پہلی سطر سے آگے کچھ نہ پڑھ پائیں۔

''فائل ملی کیا؟'' وقار الحق خود اس اہم فائل کو لینے آن پہنچے تھے۔ فائل فاطمہ بی بی کے ہاتھ میں دیکھی تو ہاتھ بڑھا کر تھام لی۔ فاطمہ بی بی حیرت سے دیکھتی رہ گئی تھیں۔

(ان شاء اللہ باقی آئندہ ماہ)

میٹھی روٹی

نازیہ جمال

خیر و شر کی خبر کو مانتے تو سب ہی ہیں
کس کو ہوش رہتا ہے جبر اور ضرورت میں
دونوں درد دیتی ہیں آہ سرد دیتی ہیں
فرق کچھ نہیں ایسا نفرت و محبت میں

"ویسے تو وسط مارچ کے دن بڑے خوش گوار اور قدرے خنک گزر رہے ہیں مگر کچن میں چولہے پہ ذرا کام کرو تو گرمی سے حشر نشر ہو جاتا ہے۔" شائلہ نے گرم روٹیوں سے بھرا ہاٹ پاٹ میز پہ رکھتے ہوئے کہا پھر پسینے سے شرابور چہرہ دوپٹے سے پونچھنے لگی۔

"ہاں بیٹا، اب کچن میں گرمی محسوس ہوتی ہے، تم برآمدے والے چولہے پہ دن کا کھانا پکایا کرو، ناشتہ چلو کچن میں سکون سے بن جاتا ہے۔" فرش پہ بچھی دری پہ بیٹھے ہوئے زاہدہ نے جواب دیا۔ وہ سلائی مشین پہ قمیص کی ترپائی کر رہی تھیں۔ کپڑا اسمیٹ کر انہوں نے مشین میں پھنسایا پھر مشین پلنگ کے نیچے کھسکا دی۔ دن کے کھانے کا وقت ہو چکا تھا۔ ذکی اور عیاد آنے والے تھے۔

"آپا..... آپ نے روٹیوں میں بغیر گڑ چینی والی میٹھی روٹی بھی پکائی ہے یا نہیں؟" دستر خوان بچھاتے ہوئے رامین نے قدرے طنزاً شائلہ سے پوچھا۔

"بری بات رامین، ایسے نہیں کہتے۔" زاہدہ نے بیٹی کو ٹوکا۔

"ہاں ناں امی، دستر خوان لگنے والا ہے اور مامی شاہین ابھی آ جائیں گی۔ بالکل درست ٹائمنگ ہوتی ہے ان کے آنے کی، پتا نہیں ایک آدھ "میٹھی روٹی" خود گھر میں ان سے کیوں نہیں پکتی۔" رامین کا لہجہ بےزار تھا۔

"زیادہ فضول نہ بولو، کسی کے ایک دو روٹی کھانے سے ہمارا راشن کم نہیں پڑ جاتا..... دل اور دستر خوان وسیع رکھنے چاہییں۔" زاہدہ کو بےحد غصہ آیا۔ رامین منہ بنائے ماں کی ڈانٹ ڈپٹ سن رہی تھی۔ شائلہ ماں، بہن کی گفتگو پہ توجہ دیئے بغیر کچن سے کھانا سلیقے سے لے کر دستر خوان پہ سجا چکی تھی۔ یہ تو روز کا معمول تھا امی اور رامین کا بحث میں الجھنا، سب گھر والوں کے آتے ہی کھانا شروع کر دیا گیا۔

"پتا نہیں اتنی تھڑی لڑکی میرے ہاں کیسے پیدا ہو گئی، کسی کا کھانا برا لگے..... حد ہو گئی۔" زاہدہ کی ناراضی ختم ہو نہیں پا رہی تھی۔

"رازق اللہ کی ذات ہوتی ہے اور انسان اپنے نصیب کا کھاتا ہے، چاہے وہ اپنے دستر خوان پہ کھائے یا ہمارے۔" ان کی ڈانٹ پہ اب ناصحانہ رنگ غالب آ گیا تھا۔

"السلام علیکم.....!" دروازے سے ایک پرجوش اور شناسا آواز ابھری۔

"ارے آؤ شاہین، اندر آ جاؤ۔" زاہدہ نے خوش دلی سے شاہین کو اندر بلایا۔ شاہین کے چھوٹے بیٹا اور بیٹی بھی شرماتے اندر آ گئے تھے۔

"آئیں مامی ادھر میرے پاس بیٹھیں۔" شائلہ نے

کھسک کر شاہین کے لیے دستر خوان پہ جگہ بنائی۔

"نہیں بہت شکریہ...... ہم کھانا کھا کر آئے ہیں۔" شاہین احسان مندی سے بولی۔

"میں تو بس زاہدہ آپا سے ایک کام کے لیے آئی تھی۔"

"ہاں ٹھیک ہے، پہلے تم کھانا کھاؤ پھر باتیں ہوتی رہیں گی۔" زاہدہ نے چکن روسٹ سے بھری پلیٹ شاہین کی طرف کھسکائی تو دونوں بچے تیزی سے روٹی کھانے لگے۔

"آپا جیتی رہیں...... گھر سے پیٹ بھر کر کھانا کھا کر آئی ہوں مگر آپ کے گھر کی روٹی کا مزہ ہی الگ ہے، عجب مٹھاس ہے روٹی میں، جیسے کوئی عظیم نعمت چکھ لی ہو۔" مامی شاہین حد درجہ جذب سے بول رہی تھیں۔ بچے تواتر سے کھا رہے تھے آپا کی محبتوں سے چور تھی شاہین۔

"مگر مامی...... روٹی تو آپا پکاتی ہیں امی تو نہیں...... پھر آپ کو شیرینی کیونکر محسوس ہوتی ہے؟ آپا کوئی شکر تو گھولتی نہیں۔" رامین نے شاہین کی طرف دیکھتے ہوئے قدرے انجان پن سے پوچھا۔

"ہاں بیٹا، نہ شکر نہ گڑ مگر آپا کے گھر کی صرف روٹی نہیں بلکہ پانی تک بھی مجھے میٹھا محسوس ہوتا ہے۔ ایسا صرف آپا زاہدہ کی پر خلوص محبتوں کا اعجاز ہے۔ ورنہ یہی کھانا پینا تو گھر میں بھی چلتا رہتا ہے، اب میرے حسن کو دیکھ لو...... اب جاؤں گی تو کہے گا امی بڑی پھپھو نے میرے لیے کچھ نہیں کھانے کو بھیجا ایسا شوقین ہے آپ کے گھر کے کھانوں کا۔" شاہین مزے سے بتا رہی تھی۔ رامین کوفت سے چارپائی پہ لیٹ کے موبائل پہ کچھ سرچ کرنے لگی۔ ٹیچنگ جاب کی فائنل لسٹ بورڈ آفس میں لگنا تھی۔ اسے شدت سے انتظار تھا۔

"شمائلہ بیٹا نادر ماموں اور حسن کے لیے کھانا ٹفن میں باندھ دو۔" دستر خوان سمیٹتی بیٹی سے زاہدہ مخاطب ہوئیں۔

"ہاں تو شاہین، تم کوئی بات کرنے والی تھیں۔" اب رخ شاہین کی طرف کیا۔

"ہاں آپا، بات تو کچھ نہیں بس نادر دونوں بکریوں کو اس

جمعرات منڈی پہ لے گیا۔ اچھی قیمت نہیں لگی تو واپس بکریاں لے آیا۔ میں چاہتی ہوں کہ بکریاں جلد از جلد بیچ کر کمرے کی چھت کی لپائی کرلوں کیونکہ برسات ہونے والا ہے اور چھت چھلنی چھلنی ایسا نہ ہو کہ بکریوں کے دام بڑھنے کی امید میں ساون سر پہ آجائے اور ہمیں پانی کے تالاب میں سونا پڑے۔ آپ مشورہ دیں کہ نادر اس منڈی پہ پھر بکریاں لے جائے یا انتظار کرے۔'' زاہدہ چارپائی پہ دراز تھیں اور شاہین نیچے دری پہ بیٹھی ہوئیں۔

''تم نادر سے کھولپائی کے لیے مزدور لگوا لے۔ ایسے اونے پونے بکریاں نہ بیچے۔ اچھی نسل کی ہیں۔ مزدوری کی اجرت تمہارے بھائی جان دے دیں گے۔'' زاہدہ نے مہربان لہجے میں جواب دیا۔ شاہین کھانا لے کر ہمیشہ کی طرح دعائیں دیتی رخصت ہوگئی۔

''اور تم...... کیا ضرورت تھی شاہین کو روٹی کا جتانے کی؟'' اب زاہدہ غصے سے رامین کی طرف مڑیں۔

''ہاں ناں امی، مجھے مامی شاہین کی یہ خوشامدی اور مصنوعی لگاوٹ بہت بری لگتی ہے۔ یہاں ہمارے سامنے ہمارے گن گاتی ہیں اور ادھر چاچی منورہ کے گھر صدف کو جاکر بتادیا کہ ہم بازار سے کیا کیا شاپنگ کرکے آئے ہیں؟ اب صدف مجھ پہ ناراض کہ میں نے اپنی خریداری اس سے چھپائی، حد ہے مطلب پرستی کی بھی۔'' وہ ہنوز تپی ہوئی تھی۔

''جو بھی ہو...... کسی غریب کو اس کا کھلایا پلایا جتاتے نہیں، اپنی احسان مندی کو ضائع کرنے والی بات ہوگی اور نادر میرا ماموں زاد بھائی ہے، میری اماں کا بھتیجا...... یتیم و یسیر...... بچپن سے ہی اسے ہماری اماں روٹی کھلاتی آئیں، یہ ہمارے گھر پل بڑھ کر جوان ہوا، ہمارے گھر کے سودا سلف لانا اس کی ذمہ داری ہوتی تھی۔ ہمارے گھر کا فرد تھا یہ پھر شکر شاہین بھی ایسی بیوی ملی جس نے محبتوں کے اس دریا پہ کوئی پل باندھنے کی کوشش نہیں کی اور بیٹا غریب اور مجبور کئی حیلے بہانوں سے اپنے گھر کا چولہا چکی چلانے میں لگا دیتا ہے، مجھے سب پتا ہے میرے گھر کی روٹی میں کیوں اتنی مٹھاس ہے کیونکہ یہاں اچھائی بغیر جتائے جو کردی جاتی ہے اور تم احسان جتلا کر اس اچھائی اور نیکی کا ثواب ضائع کردینا چاہتی ہو۔'' زاہدہ کا لیکچر پھر سے شروع ہوچکا تھا۔ وہ منہ بنا کر لیٹ رہی تھی۔

''مگر اتنی دور اکیلی میں تمہیں کیسے بھیج دوں؟'' زاہدہ متفکر ہوئیں۔

''امی...... دور کہاں، آج کل کے تیز ترین ٹرانسپورٹ نے دوری کا لفظ بے معنی کردیا ہے۔'' رامین نے ماں کے تفکرات کے بادل ادھر ادھر ہاتھ مار کر چھٹا دیے۔

''ہاں امی، جاب کی مجبوری ہے، جہاں بھی تعیناتی ہو وہاں جانا تو پڑتا ہے پھر ٹرانسفر پالیسی بھی تو ہے۔ اس سے فائدہ اٹھا کر بینا واپس اپنے شہر آجائے گی۔'' شائلہ قریب بیٹھی ہوئی بولی۔

رامین کے گورنمنٹ اسکول میں ٹیچنگ جاب کے آرڈر موصول ہوئے تو گھر بھر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ رامین خوشی سے اچھلی کودی، چیخیں ماریں مگر زاہدہ متذبذب تھیں کیونکہ رامین کی ملازمت ایک دور افتادہ دیہات کے اسکول میں لگی تھی۔ جہاں روزانہ گھر سے جانا ناممکن تھا۔

''بینا...... ڈی جی خان کے ہوسٹل میں رہائش اختیار کرلے، وہاں سے وین کے ذریعے ڈیوٹی پر آتی جاتی رہے۔ ہفتے کے ہفتے گھر کا چکر بھی لگا لیا کریں۔'' ذکی نے کمال کا آئیڈیا دیا۔

پرائیویٹ ہاسٹل میں داخلہ باآسانی مل گیا تھا۔ چارجز زیادہ تو تھے مگر ہر چیز بہترین اور لگژری تھی۔ وہ پرسکون انداز میں اپنے تدریسی فرائض انجام دینے لگی تھی۔

''میم نے کہا ہے اگلے مہینے سے آپ کے چارجز میں اضافہ کیا جارہا ہے کیونکہ مہنگائی آسمان سے باتیں کررہی ہے۔'' اسکول واپسی پہ اس کی روم میٹ نازلی نے ہوش ربا خبر اسے سنائی، وہ بے حد پریشانی میں گھر گئی۔

''مگر نازلی فی الحال اتنی زیادہ پے منٹ کرنا ممکن نہ

ہوگا۔ میری جاب کا اسٹارٹ ہے اور سیلری چھ ماہ بعد یکمشت ملے گی۔ وین کا کرایہ، ہاسٹل کا رینٹ میں اتنے زیادہ پیسے گھر سے کیسے منگوا سکتی ہوں۔" وہ تفکرات میں گھر کر بولی۔

"ہاں یار...... خود مجھے بھی اپنے سمسٹر کی فیس جمع کرانا ہے اوپر سے یہ اضافی خرچہ...... اللہ خیر کرے۔" نازلی نے ٹھنڈی سانس بھری۔

"اگر ہر ماہ باقاعدگی سے مجھے تنخواہ مل جائے تو مسئلہ نہیں مگر بات تو یہ ہے کہ اتنی رقم میں گھر سے ہر ماہ کیسے منگواؤں، ایک ابو کی تنخواہ کہاں کہاں پوری ہو...... گھر کے خرچے، بھائیوں کی تعلیم، اکیڈمی کے اخراجات، شمائلہ کے جہیز کی تیاری، میں امی سے کال پہ بات کرتی ہوں۔" وہ اسی ادھیڑ بن میں تھی کہ گھر سے زاہدہ کی کال اس کے موبائل پہ آ گئی۔

"بیٹا رامین دعا کرو بیٹا تمہارے ابو کا ایکسیڈنٹ ہو گیا ہے ان کو چوٹیں آئی ہیں انہیں ہاسپٹل میں ایڈمٹ کرایا ہے۔" زاہدہ نے نم آلود آواز میں اسے بتایا۔

"میرے ابو......" اس کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی تھی۔

وہ کتنی دیر تک بلک بلک کر روتی رہی اور اللہ سے ان کی صحت یابی کی دعا کرتی رہی۔ اللہ کا کرم ہوا کہ زندگی بچ گئی تھی۔ امی نے اسے آنے سے منع کر دیا تھا۔ ایک مہینہ کیسے گزرا پتا ہی نہ چلا۔

......

اگلا مہینہ لگتے ہی ہاسٹل کی میم کی طرف سے ماہانہ واجبات کی ادائیگی کا نوٹس موصول ہو چکا تھا۔ کافی اضافے کے ساتھ، وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ کرے تو کرے کیا۔ گھر والوں سے کیونکر زیادہ پیسوں کا مطالبہ کرتی جبکہ ابو ایک اچھے پرائیوٹ ہاسپٹل میں زیر علاج تھے۔ ان کی چوٹیں کافی سنجیدہ نوعیت کی تھیں۔ دائیں ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اور پسلیاں بھی فریکچرڈ تھیں...... امی باقاعدگی سے اسے کال کرتیں۔

"اس ماہ کمیٹی نکلی ہے سوچا تھا شمائلہ کے لیے سونے کا سیٹ بنواؤں گی مگر تمہارے ابو کے علاج پہ کافی خرچ ہو رہا ہے تمہارے ابو خیر سے تندرست سلامت گھر لوٹ آئیں تو سب کچھ سیٹ ہو جائے گا۔" وہ افسردگی سے بتا رہی تھیں۔

"سنو...... تم یہ پرائیویٹ ہاسٹل چھوڑ دو، کسی گورنمنٹ ہاسٹل میں شفٹ ہو جاؤ۔ وہ تمہیں کافی سستا پڑے گا۔" نازلی اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھ کر ہمدردی سے بولی، اس نے خالی نظروں سے اپنی روم میٹ کا چہرہ دیکھا تھا۔

......

"چلو بھئی پیسے نکالو...... کمرے کا جھاڑو لینا ہے۔" سندس ان دونوں سے مخاطب ہوئی۔

"کس چیز کے پیسے؟ میں نے پچھلے ماہ ڈسٹ بن خرید کر یہاں رکھا تھا۔ اب جھاڑو خود خریدو۔" موبائل پہ انگلیاں پھیرتے ہوئے سبرینہ باجی نے صفاچٹ جواب دیا۔

"ہاں رامین، جھاڑو کے پیسے تم دو گی۔ دیکھو روم کتنا گندہ ہو رہا ہے۔" سندس نے کمرے میں نظر دوڑائی۔

"کیا میں دوں پیسے؟" اس کی چیخ نما پھنسی سی آواز نکلی۔

"میرے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے، وین کا کرایہ دیا ہے، راشن خرید لائی ہوں، موبائل کا بیلنس......" اس نے بے چارگی سے خرچے گنوائے۔

"یہ تمہارا سردرد ہے...... کئی دنوں سے میں ساتھ والے روم سے جھاڑو مانگ رہی ہوں، اب تو رابعہ لوگوں نے دینے سے انکار کر دیا ہے۔" سندس بگڑ کر بولتی روم سے باہر چلی گئی۔ چار دن پہلے واش روم کے لیے ڈٹرجنٹ کا سامان خرید کر لے آئی تھی۔ اب یہ جھاڑو کا خرچہ، پیسے دانت سے پکڑنے کے باوجود بھی نکل رہے تھے۔

"اللہ پوچھے صدف تم سے...... یہ گورنمنٹ ہاسٹل مجھے کہاں سے سستا پڑا۔" اس کے دل نے دہائی دی، یہ ورکنگ ویمن ہاسٹل تھا۔ ساری خواتین ملازمت پیشہ تھیں، یہ بات درست کہ کرایہ بہت معمولی وصول کیا جاتا تھا مگر باقی سب کچھ خود برداشت کرنا پڑتا تھا۔

"یا اللہ تو میری مدد کر...... میرے لیے آسانی کا رستہ نکال، میرے گھر والے مشکل میں ہیں اور میں تنگدست ہوں۔" رات کے اندھیرے میں وہ چپکے سے پھپھک کر رو پڑتی تھی۔

"اگر اس دفعہ گھر کا چکر نہ لگاؤں تو جو کرایہ بچے گا اس سے پانی کا کولر خرید لوں گی۔ دوسروں کے کولر سے پانی پینا اچھا نہیں لگتا۔ اگر رات کو روٹی سالن کے بجائے نوڈلز بنا کے کھانا شروع کر دوں تو سالن کا جو خرچہ بچے گا اس سے باتھ والی بالٹی لے لوں گی۔" پیسوں کے انہی جوڑ توڑ میں وہ سارا دن چکراتی رہتی۔

"اف...... سر درد سے پھٹا جا رہا ہے، چائے کی بہت طلب ہو رہی ہے مگر بنانے کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔" سبرین باجی نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر دبایا۔ وہ چالیس سال کی کنواری ہیڈ نرس تھی جو ضلعی ہسپتال میں کام کرتی تھی۔ اس کی تمام اشیائے ضرورت بہت اعلیٰ تھیں۔ نقوش واجبی اور چہرہ پہ تختی تھی جو شاید زمانے کی دین تھی۔ رامین کبھی سبرینہ سے شادی نہ ہونے کی وجہ نہ پوچھ پائی تھی۔ وجہ یہ تھی کہ دونوں کی روٹین ٹائمنگ میں فرق تھا۔ سبرینہ کی ہاسپٹل میں اکثر نائٹ ڈیوٹی ہوتی تھی اس لیے دن کو وہ خراٹے مارتی رہتی تھی۔ اب بھی اس کے وجود پہ تھکن اور اضمحلال کے آثار تھے۔

"سبرین باجی، میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاتی ہوں۔" وہ جھٹ سے اٹھی۔

"ہاں رامین، میری الماری سے چائے کا سامان نکال لو۔" سبرینہ نے لمبی جمائی لی۔ وہ جھٹ سے دو کپ چائے بنا کے لے آئی، ایک اپنے اور دوسرا سبرینہ کے لیے۔

"باجی آپ کا ملک پاؤڈر بہت لاجواب ہے۔ چائے کا تو مزہ آ گیا۔ میری چائے میں تو ایسا ٹیسٹ نہیں آتا۔" چائے کا گھونٹ بھرتے ہوئے اس نے تعریفی انداز میں کہا۔

"ہاں تو میں ہر چیز اعلیٰ درجے کی لیتی ہوں، چیپ چیزیں مجھے پسند نہیں ہیں۔" سبرینہ قدرے غرور سے بولی۔

"جی باجی، صرف کھانا پینا ہی نہیں...... آپ کی ڈریسنگ بھی لاجواب ہوتی ہے، شوز، بیگز۔" رامین کے لہجے میں حد درجہ ستائش تھی۔ نظریں سبرینہ کے وجود پہ ملبوس برینڈڈ شرٹ پہ تھیں۔

"ہاں...... ڈریسنگ سے یاد آیا، میں نے اپنا سوٹ کل کے لیے پریس کرنا ہے لیکن پہلے سلیکٹ کروں کہ کون سا پہنوں۔" سبرینہ دھیرے دھیرے گھونٹ بھر رہی تھی۔

"باجی آپ مجھے بتائیں میں آپ کا سوٹ پریس کر دیتی ہوں۔ ابھی لائٹ ہے ایسا نہ ہو کہ چلی جائے۔" رامین جلدی سے بولی۔

"اچھا میری الماری میں براؤن کاٹن کا ہے والا کر دو۔" سبرینہ نے شانِ استغنا سے ہامی بھری تھی۔

رامین نے بے حد توجہ اور احتیاط سے سبرینہ کا سوٹ استری کر کے ہینگر میں لٹکا دیا تھا۔ ساتھ میں اپنے دو جوڑے بھی استری کر لیے جو اسکول میں پہننے تھے۔ استری خریدنے کی اس میں سکت تھی نہیں۔ اس لیے یہ پھرتی اور جی حضوری ناگزیر تھی۔ سبرینہ جیسی بدمزاج، سنکی اور کسی حد تک سست (کام کاج میں) بلکہ کافی حد تک خود پرست طبیعت کی مالک لڑکی کو یہ جی حضوری اور خدمت کافی راس آ رہی تھی، سبرینہ کے آنے کا جونہی وقت ہوتا تو رامین جھٹ سے کھانا تیار کر کے پیش کر دیتی، ساتھ میں اپنا پھلکا بھی پکا لیتی۔ کم خرچ بالانشین نہیں بلکہ زیر نشین والا فارمولہ وقت کی اشد ضرورت تھا۔

"اللہ باجی آپ کے آٹے کا جواب نہیں...... اتنی نرم اور اتنی میٹھی روٹی پکتی ہے کہ مزہ آ جاتا ہے۔" رامین ہر نوالے پہ لطف لیتے ہوئے کہتی۔

"کیوں رامین، سبرینہ باجی کوئی چینی ملا آٹا لیتی ہیں جو تمہیں روٹی میٹھی محسوس ہوتی ہے؟" منہ پر کریم لگاتے ہوئے سندس نے ہنستے ہوئے پوچھا سراسر تمسخرانہ ہنسی۔

"ارے بھئی، جب اپنا کم پڑ رہا ہو تو دوسروں کے آٹے سے "میٹھی روٹی" ہی پکتی ہے۔" سبرینہ کے قہقہے میں غرور ہی غرور تھا۔ اس کی آنکھوں میں نمی سی پھیل گئی تھی۔
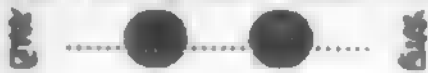
''ہیلو...... ہیلو گرلز کیا ہو رہا ہے؟'' سامنے والے روم کی آئلہ نے اندر جھانکا، وہ تینوں اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔
''اصل میں مجھے تھوڑی سی چائے کی پتی چاہیے۔ راشن ختم ہے، ان شاء اللہ کل خرید کر لے آؤں گی۔'' آئلہ بیڈ پر پھسکڑا مار کر بیٹھ گئی۔
''سوری اپنی طرف سے بھی سب ختم شد۔'' سبرینہ اور سندس نے صاف انکار کردیا۔ آئلہ خاصی مایوس ہوئی۔ اس نے دانستہ بیگ کھول کر اس میں منہ ڈالا جیسے کچھ ڈھونڈ رہا ہو۔
''اچھا چلو...... چائے کی پتی نہیں ملی مگر تمہیں مس رامین بغیر چینی اور گڑ والی ''میٹھی روٹی'' بنانے کی ریسپی بتاتی ہیں۔'' سبرینہ اچانک سے شوخ انداز میں بولی۔
''میٹھی روٹی...... او وہ کیسے؟'' آئلہ کے پلے کچھ نہ پڑا۔
''ارے بھئی ہماری اس روم میٹ کو چٹکارا آتا ہے کہ آٹا گوندھتے ہوئے بس صرف نمک ڈالو مگر کھاؤ تو حد درجہ مٹھاس محسوس ہوگی۔'' سبرینہ نے ہنستے ہوئے بتایا تو سندس بھی اس کے ساتھ ہنسنے میں شامل ہوگئی، دونوں دل کھول کر قہقہے لگا رہی تھیں۔ خون اس کے چہرے پہ سمٹ آیا تھا۔ آئلہ کے چہرے پہ ابھی بھی ناسمجھی کا تاثر تھا۔
''جی ہاں میٹھی روٹی...... اگر وہ کسی دوسرے کے آنے سے بنائی جائے۔'' سندس نے ہنسی پہ قابو پاتے ہی ٹکڑا جوڑا۔ اب سندس اور سبرینہ دونوں مل کر ''میٹھی روٹی'' کی کنفیوژن آئلہ کے سامنے ختم کر رہی تھیں اور وہ اٹھ کر باہر آ گئی تھی اور اپنی طنزیہ باتیں یاد کر رہی تھی۔

''مینا کیا تو ٹھیک سے کھاتی پیتی نہیں تھی، پھل، دودھ، سب کھل کر کھاتی پیتی، پیسوں کی پروانہ کرتی۔'' زاہدہ نے محبت سے اس کے ماتھے کے بال ہاتھوں سے ہٹانے کی کوشش کی۔ وہ کل کی بس سے گھر پہنچی تھی، گھر والوں کو اس کی جسمانی صحت دیکھ کر دھچکا لگا تھا۔
''دفع کرو ایسی نوکری کو...... گھر میں کس چیز کی کمی ہے، تمہارے ابو صحت یاب ہو کر گھر آ گئے ہیں ان کی تنخواہ کافی ہے، شکل ہی نہیں رہی تمہاری تو پہلے جیسی۔'' زاہدہ بے حد آزردہ ہوئیں اور ان کا تفکر بھی بجا تھا۔ کمزور جسم، آنکھوں میں حلقے، روکھی جلد۔
''امی...... مجھے شہر کا پانی راس نہیں آیا، ان شاء اللہ اب یہاں اپنے گھر کی روٹی کھاؤں گی تو پہلے جیسے فٹ ہو جاؤں گی۔'' اس نے ماں کو مطمئن کیا۔
ٹرانسفر اوپن ہوتے ہی اس نے اپنے شہر کے اسکول کی خالی سیٹ پہ اپلائی کر دیا تھا۔ خوش قسمتی سے دوسرا کوئی متوقع امیدوار نہ ہونے کے باعث اس کی درخواست مہینے کے اندر ہی منظور ہو گئی تھی۔ چھ ماہ کی جو تنخواہ بنی وہ ڈیڑھ لاکھ تھے۔ اتنی رقم سے شمائلہ کی شادی با آسانی ہو جانی تھی جو عید کے فوراً بعد متوقع تھی۔ اس لیے شمائلہ کو ریسٹ دینے کی خاطر اس نے چولہا جزوی طور پر خود سنبھال لیا تھا۔ شمائلہ اس کا ہاتھ بٹانے کی کوشش کرتی مگر وہ ٹوک دیتی۔
''نہیں آپا، آپ نے اس گھر کی بہت خدمت کی، آپ یہاں چند مہینوں کی مہمان ہیں۔ ویسے بھی آپ کے بعد میں نے ہی کوکنگ سیکھنی ہے تو ابھی سے کیوں ناں۔'' اسکول قریب ہونے کے باعث وہ گھر کے کاموں کے لیے آرام سے وقت نکال لیتی تھی۔
جب بھی کھانا پکا کر دستر خوان لگاتی تو مامی شاہین اور ان کے بچوں کا کھانا نکال کے ضرور رکھتی۔ اگر جو شاہین کھانے کے وقت نہ آ سکتی تو خود کہہ دیتی۔
''مامی...... کیا آپ کو میرے ہاتھ کی روٹی میٹھی نہیں لگتی جواب بھی کبھار آتی ہیں۔'' وہ اپنائیت سے پوچھتی۔
''ارے نہیں مینا، دنیا کی ساری نعمتیں ایک طرف اور آپا زاہدہ کے گھر کی ''میٹھی روٹی'' ایک طرف۔'' شاہین پیار سے کہتی تو رامین کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے تھے۔ ندامت، عجز و انکساری اور تشکر کے آنسو۔

قیدِ رشتے
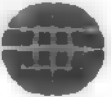
فاطمہ عاشی

بھلا دکھ کے آنگن میں سلگتی لڑکیاں کیا جانیں
کہیں چھپتے ہیں آنسو آنچلوں میں منہ چھپانے سے
مجھے تنہا محبت کا یہ دریا پار کرنا ہے
ندامت ہوگی اس کے حوصلوں کو آزمانے سے

ہمیشہ کی طرح ایک روشن اور پُرعزم دن کی امید لیے صبح کی کرنیں نمودار ہوئی تھیں اور ناشتہ کے وقت سب میز پر پہنچ چکے تھے۔ عیشال اور شفیق صاحب میز پر بیٹھے ناشتہ کررہے تھے، عموماً وہ دونوں صبح خیزی کے عادی تھے۔ جلدی اٹھنا، نماز پڑھنا، واک کرنا اور پھر بھرپور ناشتہ کرنا روزانہ کا معمول تھا۔ زین اس معاملے میں تھوڑا سا سست واقع ہوا تھا۔ صبح جلدی اٹھنا اور نماز پڑھنا تو نہیں، ہاں مگر ٹریڈمل پر دوڑنا اور ناشتہ کرنا اس کی بھی عادت تھی۔ عیشال کبھی کبھار نماز میں سستی کرجاتی تھی مگر ناشتے کی میز پر وہ تینوں ضرور موجود ہوتے تھے۔

''اوہ...... آج بریک فاسٹ میرے بغیر ہی اسٹارٹ کردیا۔ ڈیڈ، عیشال اٹس ناٹ فیئر۔'' ٹریک سوٹ پہنے جونہی زین اندر داخل ہوا ان دونوں کو دیکھ کر تاسف سے بولا۔

''تم نے آج تھوڑی سی دیر کردی مائی سن۔'' وہ اسے دیکھ کر جواباً مسکرائے، زین کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا عیشال کے پھولے لینس کی طرف دیکھا اور بولا۔

''تمہیں آج یونیورسٹی چھوڑ دوں گا۔ جلدی سے بریک فاسٹ ختم کرو۔''

''نہیں...... زین میں تمہارے ساتھ نہیں جارہی...... میں ڈیڈ کے ساتھ جاؤں گی۔'' خلافِ معمول عیشال نے کہہ کر رخ موڑ لیا، شفیق صاحب بھی حیران ہوئے۔

''ڈراپ تو میں ہی تمہیں کروں گا مائی سسٹر۔ ویسے بھی اگر تم کل کے اس تماشے سے ناراض ہو تو آئی ڈونٹ کیئر...... تم مجھے جانتی ہو۔'' انگلی اٹھا کر زین نے عیشال کو تنبیہہ کی عیشال کے ماتھے پر بل پڑ گئے تھے۔

''کیسا تماشا؟'' شفیق صاحب نے حیرت سے عیشال سے پوچھا۔ شفیق صاحب کی طرف دیکھ کر اس نے تاسف سے سر ہلایا وہ سمجھ گئے کہ کیا ہوا ہوگا۔

''ڈیڈ کل زین نے پھر......'' اس سے پہلے کہ عیشال کچھ کہتی زین نے اسے چپ کا اشارہ کیا اور خود بتانے لگا۔

''کل میں نے پھر عیشال کے سامنے اس کے گروپ فیلو کی پٹائی کی، وہ کیا ہے ناں ڈیڈ...... وہ اسے ڈراپ کرنے کی آفر کررہا تھا، میرے ہوتے ہوئے عیشال کسی اور کے ساتھ گھر واپس آئے یہ کبھی نہیں ہوسکتا...... بس اسے تھوڑا سا مارا تھا۔ اب تو وہ کافی بہتر ہے۔ میں پتا کروا چکا ہوں۔'' اس کے انداز میں لاپروائی سی تھی، شفیق صاحب نے ہلکا سا سنجیدگی سے کہا۔

"سمجھا دیتے اسے یوں سر عام پیٹنا نہیں چاہیے تھا یہ کام تمہیں سوٹ نہیں کرتا۔" شفیق صاحب کی بات پر عیشال نے گھور کر دونوں کو دیکھا۔

"آپ سے مجھے بھی امید تھی..... آپ دونوں کے درمیان میں سینڈوچ بن جاتی ہوں، میری بات کوئی نہیں سنتا اور زین نے تو قسم کھائی ہوئی ہے کہ جو میں کہوں گی وہ اس کے خلاف ہی جائے گا۔"

"ایسی بات نہیں..... تم ہم دونوں کی کیئر اور محبت کو سمجھو تو پھر تمہیں یہ سب ٹھیک ہی لگے گا۔" زین نے جواب دیا۔ عیشال بس خاموشی سے شفیق صاحب کی طرف دیکھتی رہی مگر وہ نظریں چرا کر رہ گئے۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ بھی زین کے آگے بے بس ہیں۔ شفیق صاحب اٹھ کر جا چکے تھے۔

"کیا ہوا؟ اٹھو..... ہری اپ جلدی تیار ہو، مل کر نکلتے ہیں دونوں۔" ناشتہ ختم کر کے نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا زین اٹھ کھڑا ہوا، یہ عیشال کے لیے جلدی کرنے کا حکم تھا۔ اس نے صرف چائے پی اور اٹھ کھڑی ہوئی جانتی تھی اگر ایسا نہ ہوا تو زین کا غصہ یک دم بڑھ جاتا تھا۔

● ●

"یار بندہ گدھا ہو پر چھوٹا بھائی نہ ہو۔" عماد نے انتہائی دکھ اور چہرے پر مایوسی کی کیفیت لا کر انتہائی معصومیت سے کہا تو سامنے بیٹھا غفران قہقہہ لگا کر ہنس دیا، اندر آتی زوبیہ بھی بولی۔

"اور چھوٹی بہن بھی نہ ہو۔" چائے رکھتے وہ بولی تو عماد کا قہقہہ بے ساختہ بلند ہوا۔

"یعنی تم بھی..... تم بھی میری طرح مظالم کا شکار ہو؟ واقعی زوبی یہ دنیا بہت ظالم ہے چلو آؤ اس دنیا سے کہیں دور چلے جاتے ہیں۔" تاسف سے کہہ کر زوبیہ کے ہاتھوں سے چائے لیتے عماد نے شوخی دکھانا چاہی، زوبیہ نے گھور کر غفران کی طرف اشارہ کیا جو چائے کے سپ لے رہا تھا۔

"بھئی زوبیہ کا تو مجھے پتا ہے مگر تم پر کون سے ظلم ہو رہے ہیں میرے بھائی؟" غفران نے سوال کیا۔

"امی ابو کی ڈانٹ سنتا ہوں، وقاص بھائی کے کماؤ پوت ہونے کے طعنے ملتے ہیں دن رات بھابی سناتی رہتی ہیں کہ بے روزگار ہوں، گھر میں پڑا روٹیاں توڑ رہا ہوں، وقاص بھائی دکان پر جانے کا کہیں...... انکار کروں تو مصیبت اگر چلا بھی جاؤں تو ابو کی تکرار کہ حساب الٹ پلٹ کردیا اور سب سے بڑا ظلم تو امی کا ہے کہتی ہیں کہ نوکری نہیں ملے گی تو شادی نہیں ہوگی...... کیا کروں کہاں جاؤں، سب دوست یار دو دو بچوں کے باپ بن چکے ہیں اور میں آہ...... میری قسمت۔" ماتھے پر ہاتھ مار کر عماد نے ساری صورت حال بتائی تو زوبیہ جو اس کی دیوانی تھی، اس کے مزاحیہ انداز نے اسے مسکرانے پر مجبور کردیا۔

"یعنی یہ ہے کہانی میرے بھائی کی...... یہ تو اب پرانی ہوگئی یار، میں سمجھا کہ کوئی اور ظلم ہوا ہے تم پر۔" غفران نے لاپروا انداز میں دیکھا تو عماد چڑ کر بولا۔

"ہاں ہاں...... تم تو کہو گے تمہیں جو سب مل گیا، نوکری بھی اور چھوکری بھی، ایسے گھٹیا ہوتا ناں تم دوست کو دعا دینے کی بجائے الٹی ہی ہانکتے ہو۔ جارہا ہوں میں بھاڑ میں جاؤ تم، میرے زخموں پر نمک پاشی کرتے ہو سب۔" زوبیہ کو پیار سے دیکھ کر وہ باہر نکل گیا۔

"اف بھائی آپ نے ناراض کردیا۔" برتن سمیٹتے وہ بولی اور چلی گئی۔ غفران نے کندھے اچکائے۔

"ویسے یہ حیرت کی بات نہیں ہے مجھے سو فیصد یقین تھا کہ محترم زین صاحب کو اپنی حرکت پر ذرا بھی شرمندگی نہیں ہوئی ہوگی۔"

"مگر جو بھی ہو یار تمہارا بھائی ہے بہت ڈیشنگ مگر انتہا کا کھڑوس بھی ہے۔" نوٹس بناتی سارہ نے عیشال سے کہا تو وہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی۔

"یہ القابات زین کو دینا کیا ضروری ہیں؟" چڑ کر عیشال نے پوچھا۔

"ویسے ایک بات یہ بھی ہے عیشال...... یونیورسٹی کے پچھلے چار سالوں میں تمہارے زین بھائی کی بھی حرکتیں رہی ہیں، اب جب آخری سمسٹر ہے اور پیپرز بھی ہونے والے ہیں اور پیپرز کے بعد تم آفس جوائن کرو گی یا گھر بیٹھو گی وٹ ابور تو کیا اب بھی ایسے ہی زین تمہیں قیدی بنا کر رکھے گا؟" سارہ نے اس کے سوال کو نظر انداز کر کے پوچھا۔

"ایسا کچھ نہیں ہے، زین صرف میری ایکسٹرا کیئر کرتا ہے، پیار ہے اسے مجھ سے اور مجھے کبھی ایسا نہیں لگا، کتنا مشکل ہوتا ہے ان لوگوں کے بارے میں غلط سلط سننا جن سے آپ پیار کرتے ہوں۔" عیشال نے آنکھوں میں آئی نمی اور لہجے کی تھکن کو اندر دھکیلتے ہوئے وہی جواب دیا جو وہ ہمیشہ دیتی آئی تھی۔

"تم ان سوالات سے بچ نہیں سکتی، یہ بحث کرنا تمہاری پرانی عادت ہے۔" سارہ نے جواب دیا۔

"اچھا چھوڑو...... تم سے ایک موضوع ڈسکس کرنا ہے لائبریری چلتے ہیں۔" عیشال نے موضوع بدلا وہ جانتی تھی کہ مزید یہاں اسی بات کو دوہرایا گیا تو اسے تکلیف ہی ہوگی جو بھی تھا وہ زین سے محبت کرتی تھی اور اپنے بھائی کے خلاف زیادہ برا سننا اسے گوارا نہ تھا۔

"ینگ مین...... آپ کا کیریئر تو اسی طرح بن سکتا ہے کہ تعلیمی ریکارڈ کے ساتھ ساتھ کچھ تجربہ بھی ہو، مگر ایک دو اداروں میں کچھ عرصہ کام کے سوا آپ نے کچھ نہیں کیا۔" شفیق خان نے عماد کی سی وی ایک نظر دیکھنے کے بعد قدرے نرمی سے کہا تو یہ سن کر عماد کے چہرے پر تھکن سی آگئی۔

"سر...... آپ گھما پھرا کر بات کیوں کررہے ہیں صاف کیوں نہیں کہتے کہ آپ مجھے جاب نہیں دے سکتے یہ بات میں کئی بار سن چکا ہوں اور اب تو مجھے لگتا ہے کہ یہ بات میری ذات کا حصہ بن چکی ہے...... اوکے ایز یو وش سر...... بٹ تھینکس...... مجھے جانا ہوگا۔" اچانک سے کھڑے ہو کر عماد نے آگے بڑھ کر سی وی ان کے ہاتھ سے لیتے ہوئے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا دروازہ

کھولا ہی تھا کہ اندر آتے زین سے ٹکرا گیا۔

"مسٹر عماد...... ینگ مین اتنی مایوسی...... یہ اچھی بات نہیں ہے۔" شفیق صاحب اٹھ کر اسے بازو سے پکڑتے ہوئے بولے چہرے پر نرم مسکراہٹ تھی۔

"سوری ڈیڈ...... ٹریفک جام نے لیٹ کروادیا آج تو ہمیں انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ کے لیے انٹرویوز کرنا تھے، کتنے امیدوار آئے...... ویل یہ مسٹر کون ہیں؟" صوفے پر بیٹھتے ہوئے زین نے یک دم کئی سوالات پوچھ ڈالے، عماد کو شفیق صاحب کرسی پر بٹھا چکے تھے وہ خاموشی سے بیٹھ گیا تھا، شفیق صاحب نے اس کے چہرے کے تاثرات پڑھ لیے تھے۔

"یہ عماد مبشر ہے۔ ٹیکسٹائل انجینئرنگ کی ڈگری ہے ان کے پاس مگر تجربہ کم ہے...... آئی تھنک ہمیں اسے چانس دینا چاہیے۔" وہ اس کا تعارف کرواتے ہوئے بولے تو زین نے ایک نظر عماد پر ڈالی اور مغرور انداز میں بولا لہجے میں ہتک تھی۔

"ویسے ڈیڈ...... میں ایسے لوگوں کو جاب دینے کے خلاف ہوں لیکن آپ کہہ رہے ہیں تو یہ رسک لیا جاسکتا ہے مگر کچھ الٹا سیدھا ہوا تو آپ ذمہ دار ہوں گے۔" دو ٹوک انداز میں کہتا وہ اٹھ کھڑا ہوا اور آفس سے باہر نکل گیا، عماد کو اس کا انداز ذرا بھی نہ بھایا تھا۔

"یہ امیر کبیر لوگ پتا نہیں کیوں ہم مڈل کلاس کو کیڑے مکوڑے سمجھتے ہیں؟" اس نے سوچا، شفیق صاحب کی پیشکش پر وہ خوش بھی نہ ہو پایا۔

"مسٹر عماد...... آپ کی جاب ہوچکی ہے، آپ کل سے جوائن کرسکتے ہیں۔ فی الحال جاکر انجینئرنگ ڈیپارٹمنٹ کے ہیڈ احمد صاحب سے مل لیں وہ آپ کو آپ کی ڈیوٹی سے آگاہ کردیں گے۔"

"تھینک یو سر اینڈ سوری، جاب دینے کے لیے تھینکس اور سوری اس لیے کہ میں جذباتی ہوگیا تھا، اصل میں جاب کی اشد ضرورت تھی مجھے...... یہ رٹا رٹایا جملہ سن سن کر کان پک گئے تھے، جب سچے ارادوں پر جذبات اور غصہ غالب آجائیں تو یہی ردعمل ہوتا ہے جو میرا تھا۔"

"اوہ...... اٹس اوکے، میں نے برا نہیں مانا۔" وہ مسکرائے جواب میں اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ انہیں دیکھا جس میں ان کے لیے احترام اور شکریہ کی کیفیات تھیں۔

"شفیق خان خان ٹیکسٹائل" کے مالک انتہائی نرم دل، باوقار، نفیس طبیعت انسان تھے۔ بیوی کی وفات کے بعد اپنا بزنس اور دو بچوں کو بھی اچھی تعلیم و تربیت دی۔ زین خان شفیق خان کا اکلوتا لاڈلا بیٹا، تھوڑا سا اکھڑ اور ضدی، نہایت اصول پسند اپنے والد اور خاص طور پر اپنی بہن عیشال کے لیے حد درجہ شدت پسند مگر نرم دل بھی تھا لڑکیوں (صنف نازک) سے دور بھاگتا تھا، باپ کا بزنس بھی دیکھ رہا تھا۔ عیشال خان زین سے تین سال چھوٹی تھی، گھر بھر کی لاڈلی چہیتی، شفیق خان کی جان اس میں قید تھی۔ زین کی بہن، خوب صورت معصوم اور نرم دل طبیعت کی مالک، ہمیشہ اپنے بھائی کی ہی مانتی تھی، حد درجہ پیار تھا اسے زین سے۔ عماد مبشر مڈل کلاس گھرانے کا نظر انداز ہونے والا سب سے چھوٹا بیٹا تھا۔ والد کی کریانہ کی دکان تھی جسے بڑا بھائی وقاص اور وہ مل کر چلاتے تھے، دو بہنیں صبا اور ثناء شادی شدہ تھیں۔ والدین نے بہت محنت سے انجینئر بنایا مگر وہ ہر وقت نوکری کے لیے پریشان رہتا تھا۔ طبیعتاً سادہ، صاف گو، مزاحیہ باتیں کرکے سب کا دل موہ لیتا تھا۔ زوبیہ عماد کی خالہ زاد کزن تھی جسے وہ پسند کرتا تھا، سوچتا تھا کہ اسے ہی جیون ساتھی بنائے گا۔ زوبیہ تین بھائیوں کی اکلوتی مگر سب سے چھوٹی بہن تھی، وہ بھی عماد کو پسند کرتی تھی مگر اظہار نہیں کرتی تھی اس کی ذو معنی باتوں کا مطلب خوب سمجھتی تھی۔ عثمان، نعمان بڑے ہیں۔ غفران عماد کا ہم عمر اور دوست بھی تھا۔

زین جیسے ہی ہاتھوں میں کافی کے دو مگ تھامے عیشال کے کمرے میں داخل ہوا تو اسے آتا دیکھ کر بیبر اور

پینسل تکیے کے نیچے کچھ چھپاتی بہن کو دیکھ کر ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ رینگ گئی تھی جسے اس نے چھپا لیا تھا۔

"زین تم کیوں لے آئے میں خود بانو بی سے بنوا لیتی کافی۔" کافی کا مگ اس سے لیتے ہوئے وہ بولی۔

"تم نے ڈریسز دیکھے؟ جو میں نے تمہارے لیے منگوائے ہیں۔" کافی کا گھونٹ بھرتے زین نے پوچھا۔

"یار ہم دونوں مل کر کہیں سے لے آتے...... تم نے ایویں منگوا لیے۔" عیشال منمنائی۔

"اتنا وقت نہیں ہے میرے پاس کہ ساتھ کہیں جا کر شاپنگ کروں...... ویسے بھی میری پسند تمہاری پسند بھی تو ایک ہی ہے ناں مجھے اچھے لگے میں نے آرڈر کر دیے۔" اس نے دوٹوک جواب دیا۔

"گھر پر رہ کر الٹی سیدھی لکیریں کھینچنے سے بہتر ہے کہ تم کل سے آفس جوائن کرو، پیپرز ختم ہو چکے ہیں تمہارے، وقت ضائع کر رہی ہو تم عیشال...... تمہیں میں نے ایم بی اے اسی لیے کروایا ہے کہ تم ڈیڈ اور میرے ساتھ مل کر بزنس سنبھالو، کل سے تم میرے ساتھ آفس چلو گی۔" زین نے تکیے کے نیچے سے جھانکتے ایک صفحے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا انداز میں تھوڑی سی سختی تھی۔

"تم جانتے ہو زین اسکیچنگ کرنا میرا جنون ہے۔ تم کیا کوئی بھی اسے نہیں روک سکتا۔" عیشال نے منہ بسور کر جواب دیا۔

"ویسے کافی بہت اچھی بناتے ہو تم نو ڈاؤٹ۔" مگ خالی کر کے اس نے میز پر رکھ دیا۔

"شاید آفس جوائن کرنے کی کوئی بات کی ہے میں نے؟" زین نے گھور کر عیشال کو دیکھا جو جان بوجھ کر موضوع سے ہٹنا چاہتی تھی مگر سامنے بیٹھا اس کا بھائی اس کی سب اداؤں اور عادتوں سے اچھی طرح واقف تھا جب ہی بولا۔

"اٹھو تم ابھی آؤ میرے ساتھ...... تمہیں اپنے بزنس کے بارے کچھ گائیڈ کرنا ہے۔" کافی ختم کر کے اسے ہاتھ سے پکڑ کر زبردستی اٹھایا۔

"زین یہ کیا زبردستی ہے؟ کل سے چلوں گی ناں تمہارے ساتھ فی الحال میں تھوڑی سی مصروف ہوں۔" عیشال نے منہ بگاڑا مگر نرمی سے کہا بھائی کے غصے کو جانتی تھی۔

"او کے...... مگر کل کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔" بازو چھوڑ کر زین نے تحکم بھرے لہجے میں کہا۔

"او کے باس۔" عیشال مسکرائی جواب میں زین نے تکیے کے نیچے سے اسکیچ شدہ پیپر اٹھایا اور کہا۔

"واؤ...... سو نائس مگر وقت ضائع کرنے کا بہترین طریقہ۔" عیشال کے سر پر چپت بھی لگا دی۔

"اب تو جاب لگ گئی ہے گھر والو...... کوئی میرے سر پر بھی سہرا سجانے کا خیال کرے۔ آخر کو اب میں بھی کماؤ پوت ہو چکا ہوں۔" سامنے سے گزرتی زوبیہ کو دیکھ کر عماد نے ہانک لگائی، زوبیہ کے چہرے پر حیا کے رنگ آن ٹھہرے، وہ اس وقت خالہ سے ملنے عماد کے گھر آئی تھی۔ خالہ امی کو چائے بنا کر دیتے اس کے ہاتھ یک دم ٹھہر گئے تھے۔

"میرا پیارا بچہ...... ابھی تو نئی نئی نوکری ہے کچھ پیسے تو جوڑ لوں تمہارے لیے...... بچت کرو گے تو کچھ ہوگا۔" امی نے جواب دیا اور چائے پینے لگیں۔

"یعنی اب بھی انتظار...... میں بوڑھا ہو جاؤں گا اپنے بچوں کی قلقاریاں سننے کی حسرت ہی نہ رہ جائے میری کہیں۔" عماد نے سرد آہ بھری۔

"ویسے عماد بھائی...... شادی کا بہت ہی شوق ہے آپ کو؟" زوبیہ نے جب منہ بگاڑ کر کہا تو "بھائی" کا لفظ سن کر عماد کا حلق کڑواہٹ سے بھر گیا، زوبیہ نے شرارتاً "بھائی" پر زور دیا تھا۔

"ہاں ہاں بہت شوق ہے اسے، جب شادی ہوگی تب پتا چلے گا۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا اندر آتے غفران نے ہانک لگائی، وہ زوبیہ کو لینے آیا تھا، عماد نے غصے سے زوبیہ کو دیکھا جس نے مسکرا کر رخ پھیر لیا تھا۔

"بدتمیز انسان...... خود لڈو ٹھونس لیا اور مجھے ذائقہ تک چکھنے نہیں دیا۔" عماد نے چڑ کر جواب دیا، غفران امی اور زوبیہ ہنس دیئے، ان کی ہنسی عماد کو زہر لگی۔

"ٹھیک ہے پھر تم لوگ کچھ نہ کرو جو کرنا ہے میں خود کروں گا۔" تروٹھے پن سے کہتا عماد دوبارہ بولا۔

"اچھا چھوڑ...... جاب کیسی جارہی ہے، آفس کا ماحول کیسا ہے؟" غفران نے پوچھا۔

"جاب اچھی چل رہی ہے، شفیق صاحب تو اسم با مسمی ہیں انتہائی نرم مزاج اور کھلے دل کے مالک مگر اللہ بچائے ان کا بیٹا...... بڑی ہی کوئی عجیب مخلوق ہے، ہر وقت غصہ اس کے سر پر سوار رہتا ہے، بار بار جتاتا رہتا ہے کہ نوکری دے کر مجھ غریب پر اس نے بہت بڑا احسان کیا ہے مگر تمہیں میرا تو پتا ہے میں اپنے کام سے کام رکھتا ہوں موقع نہیں دیتا اسے کہ میرا کوئی بھی عیب نکالے، باقی زیادہ عرصہ نہیں ہوا مجھے دیکھتے ہیں کیا بنتا ہے...... اللہ بہتر کرے۔" عماد نے جواب دیا۔

"تم محنتی تو ہو میرے دوست، سچی لگن سے کام کرو گے تو بہت جلد آگے جاؤ گے ان شاء اللہ۔" غفران بولا۔

"ہمت مرداں...... مدد خدا۔" عماد نے جواب دیا اور چائے کا کپ لبوں سے لگالیا۔

* * *

اپنے آفس کے ویل ڈیکوریٹڈ روم میں اس وقت وہ دونوں باپ بیٹا موجود تھے، عیشال آج پہلے دن آفس آئی تھی صوفے پر براجمان سر پر خوب صورت گلابی رنگ کا اسکارف لیے صاف ستھرا سادہ چہرہ کے ساتھ اپنی روشن آنکھوں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی، حد درجہ بے زاری چہرے پر طاری کیے ہوئے تھی، شفیق صاحب اور زین تسلسل اپنی باتوں میں مگن تھے جب عماد دروازہ کھول کر اجازت لے کر اندر کوئی داخل ہوا تھا۔

عیشال کی نظر جونہی اس وجیہہ چہرے پر پڑی تو پلٹنا بھول گئی، بے خود سی بس اسے ہی دیکھتی رہی...... اونچا لمبا قد، خوب صورت کالی آنکھیں، عنابی ہونٹ اور چہرے پر لطیف سا تبسم، اسے بلاوجہ ہی اپنا بنایا ہوا اسکیچ یاد آ گیا۔

"سر اس فائل پر آپ کے سائن چاہیے، میں نے ڈیزائننگ کا پروجیکٹ مکمل کرلیا ہے آپ دیکھ بھی لیں اگر کچھ ردوبدل چاہیے تو آپ بتاسکتے ہیں۔" اس نے آگے بڑھ کر ایک فائل زین کے آگے رکھی۔

"مسٹر عماد...... ویل میں نے آپ کے بارے میں جیسا سوچا تھا آپ تو اس سے بڑھ کر بہتر کارکردگی دکھا رہے ہیں گڈ...... ہمیں آپ جیسے ورکرز ہی چاہیے، مجھے آپ سے کوئی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ آپ اچھا کام کررہے ہیں اگر آپ کو کوئی پرابلم ہے تو مجھے پرواہ نہیں ہے...... یونو آئی وانٹ دا بیسٹ...... آئی ایم ہیپی کہ ڈیڈ آپ کا انتخاب غلط نہیں رہا اس بار۔" فائل کو اچھی طرح غور سے پڑھنے کے بعد عماد کی طرف بغور دیکھتے ہوئے زین نے کہا آخر میں شفیق صاحب کو مسکرا کر دیکھا۔

"تھینک یو سر...... ویل مجھے کوئی بھی مسئلہ نہیں ہے۔" عماد نے فائل لے کر مختصراً کہا۔ وہ باس ہونے کی وجہ سے چپ رہا ورنہ عماد کی یہ عادت نہیں تھی۔

"اوکے ڈیڈ...... آپ اپنی بیٹی کو ذرا ہینڈل کریں جب سے آئی ہے اس کا منہ بنا ہوا ہے، مجھے ایک میٹنگ اٹینڈ کرنی ہے اور عیشال جب میری واپسی ہو تو یہ سوجا ہوا منہ نہ دیکھوں تمہارا...... دیکھتا ہوں آکر کہ کیا کرنا ہے تمہارا۔" اپنی چیزیں سمیٹا زین عیشال کی طرف آیا اور اسے کہا جو بالکل خاموش بیٹھی عماد کی طرف دیکھ رہی تھی جو اب شفیق صاحب کی طرف فائل لے جا کر ان کو چیک کرارہا تھا۔

"یہ چہرہ کچھ کچھ کل بنائے گئے اسکیچ سے ملتا جلتا ہی تھا۔"

"عیشال...... عیشال...... کہاں گم ہو تم اے ہیلو......" زین نے اسے متوجہ کیا۔

"او...... نہیں کہیں نہیں...... فکر نہ کریں کہیں بھاگ نہیں رہی میں۔" عیشال نے بے توجہی سے کہا۔

"گڈ گرل...... ٹیک کیئر۔" زین کمرے سے نکلا گیا تھا۔

"عماد…… یہ میری بیٹی ہے عیشال…… ایم بی اے کرچکی ہے اسے تو اسکیچنگ کا شوق ہے مگر زین چاہتا ہے کہ یہ ہمیں بزنس میں جوائن کرے اور عیشال یہ عماد بشیر ہے، بہت لائق اور محنتی بچہ ہے میں چند دنوں میں اس کی صلاحیتوں کا قائل ہو چکا ہوں۔" شفیق صاحب نے رسماً دونوں کا تعارف کرایا، عماد نے ٹھیک سے اسے دیکھا، اچھی خوب صورت سی لڑکی تھی۔

"ہیلو…… مجھے آپ سے مل کر خوشی ہوئی لیکن سر ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آپ کی بیٹی کے ساتھ زبردستی کی گئی ہے۔" عیشال کے چہرے پر طاری بےزاری کو دیکھ کر اس نے مسکرا کر پوچھا۔

"یہ تم اس سے ہی پوچھو ینگ مین۔" چپ بیٹھی عیشال کو دیکھ کر شفیق صاحب نے عماد سے کہا۔

"ڈیڈ آپ بھی زین کی سائیڈ لیتے ہیں…… آپ تو جانتے ہیں کہ میں یہاں نہیں آنا چاہتی تھی۔" اس نے غصے سے کہا۔

"عماد تم اسے باہر لے جاؤ، سب ڈیپارٹمنٹ دکھاؤ شاید اس کا موڈ بدل جائے۔" شفیق صاحب اس موضوع سے بچنا چاہتے تھے تب ہی انہوں نے عماد سے کہا۔

"شیور سر۔" عماد نے اجازت طلب نظروں سے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھا جو اب اسے ہی دیکھ رہی تھی اور غصے سے اٹھ کر اس کے ساتھ چل دی تھی۔

"آج تو میں بہت ہی حیران ہوا ہوں…… یوں دو مختلف قسم کے لوگ ملیں گے یہ کب سوچا تھا میں نے۔" کافی پیتی عیشال نے عماد سے کہا تو وہ ابرو اچکا کر حیرانی سے پوچھنے لگا۔

"مطلب…… ہم کیسے مختلف ہیں؟"

"آئی تھنک ہم نے اب یہیں کام کرنا ہے۔" اس نے جواب دیا۔

"عیشال آپ سلجھی ہوئی شخصیت ہیں اور یہ سب سے بڑا فرق ہے۔" وہ دونوں ایک دوسرے کو سب کچھ بتا چکے تھے اپنے بارے میں تب ہی عماد نے کہا تھا۔

"ہاں آپ کہہ سکتے ہیں مگر کبھی کبھی مجھے زین کے رویے اور اس کی ایکسٹرا کیئر سے خوف سا آنے لگتا ہے…… فیوچر میں وہ کسی کے ساتھ مجھے شیئر کر بھی پائے گا یا نہیں۔" عماد اسے اچھا لگا تھا ایک دوست کی طرح وہ سب اس سے شیئر کر رہی تھی۔

"آپ کا ڈر ٹھیک ہے مگر مجھے بتائیں کہ میرا کیا ہوگا، نہ کوئی توجہ دیتا ہے نہ کوئی شادی کروانے کی بات کرتا ہے…… ویسے ایک لحاظ سے میں من موجی ہوں مگر کبھی کبھی خود اذیتی حد سے سوا ہو جاتی ہے، کوئی تو ہو آپ کا۔" غم اور خوشی کے ملے جلے تاثرات لیے عماد نے کافی کے سپ لے کر کہا۔

"آپ کی اطلاع کے لیے عرض ہے مسٹر عماد کہ میں نے آج سے آپ کو اپنا دوست مان لیا ہے۔" عیشال نے چہک کر جواب دیا تو اس کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

"اوہ اچھا…… ویل سیڈ مگر زین سر کو پتا چلا تو شاید میں یہاں نہ ہوں…… نہ بابا مجھے تو پیسے کمانا ہے، گھر بسانا ہے، شادی کرنی ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب بہت بڑا رسک ہے یار…… میں نہیں لے سکتا ویسے مس عیشال آپ کون ہیں؟ میں آپ کو نہیں جانتا۔" پٹر پٹر بولتا عماد عیشال کو بہت ہی پیارا لگا وہ کھلکھلا کر ہنسنے لگی یوں لگا جیسے جلترنگ بج اٹھے ہوں کتنے عرصے بعد وہ مکمل طور پر ہنس پائی تھی۔

"اف…… حد ہے عماد…… آپ واقعی الگ ہیں، ڈیڈ آپ کی صحیح تعریف کررہے تھے۔" اس نے کافی کا مگ میز پر رکھ کر کہا۔

"ایک اور چیز بھی ہمیں ملوانے کا باعث بنی ہے…… ہوسکتا ہے میرا وہم ہو مگر آپ یقین کریں کل رات میں نے ایک لڑکے کا اسکیچ بنایا جو ہو بہو آپ سے ملتا جلتا تھا، واقعی یونیک تجربہ تھا آپ سے ملنا۔" عیشال نے خوشی سے کہا۔

"اف اللہ…… اب تو میرا یہاں سے جانا بالکل طے ہے عیشال یہ کیا کیا تم نے…… مطلب آپ نے۔" دھر پر ہاتھ رکھ کر بولا تو عیشال ہنسنے لگی ہنستے ہنستے اس کی آنکھوں

سے پانی نکل آیا۔

"اف آپ کیوں زین سے ڈر رہے ہیں اتنا۔" اس نے ہنستے ہوئے پوچھا۔

"میں ایک غریب، مسکین سا لڑکا ہوں یار...... مجھے جاب کرنی ہے یہاں، مجھے ان چکروں سے دور رکھو۔" عماد نے معصوم سی شکل بنا کر کہا۔

"اوکے...... اوکے میں چلتی ہوں آپ تو ڈر ڈر کر کہیں ابھی سے بھاگ ہی نہ جائیں مگر میں یہ دن یاد رکھوں گی۔" اس نے کہا جواب میں عماد نے ڈرنے کی اداکاری کی تو ایک بار پھر عیشال کا قہقہہ فضا میں گونج اٹھا تھا۔

"پتا نہیں کب خالہ تمہاری طرف توجہ دیں گی؟ تم ٹھیک سوچتے ہو عماد، گھر میں کسی کو بھی تمہاری پروا نہیں، اب جب کہ تم کمانے بھی لگ گئے ہو کسی کو احساس نہیں ہے کہ تمہارا گھر بسانے کی فکر کریں ہر کسی کو تمہارے پیسے سے لگاؤ ہے اور مجھے دیکھو میں جو ہر دم تمہاری محبت کی زنجیروں میں گرفتار ایک قیدی سی بن گئی ہوں میں کیا کروں؟ لڑکی ہوں ناں اظہار نہیں کر سکتی...... تمہاری ذومعنی باتیں اور بولتی نگاہیں نجانے کب سے مجھے باور کرا رہی ہیں کہ ایک نہ ایک دن تم ضرور مجھے اپنا بناؤ گے مگر کب؟ یہ بھی جانتی ہوں کہ تم مجھے پسند کرتے ہو مگر اظہار کرنے کے لیے تمہیں مناسب وقت کا انتظار ہے کاش وہ وقت جلد آجائے، ہر لمحہ دعا کرتی ہوں تمہارے لیے عماد...... اللہ کرے خالہ اور خالو کو جلد تمہارا گھر بسانے کی فکر لاحق ہو، تم میرا نام ان کے سامنے لو اور ہم دونوں ایک ہو جائیں آمین، جانتے ہو ناں گزرتا وقت بہت ظالم ہوتا ہے، میں ڈرتی ہوں یہ خوب صورت سوچیں اور تمہارے ساتھ گزرے چند پل کہیں ہمیشہ کے لیے خواب نہ بن جائیں۔" گہری تاریک رات میں چمکتے چاند کو تکتی زوبیہ چھت پر بیٹھی عماد کے تصور سے باتیں کر رہی تھی۔

شام کے وقت جھولے پر مزے سے آئس کریم کھاتی عیشال نے جیسے ہی زین کو آتے دیکھا جلدی سے اسے چھپانا چاہا، آئس کریم کپ اپنے پیچھے چھپا کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"آج موسم ٹھنڈا ہو گیا ہے بارش کی وجہ سے ہے ناں عیشال، جاؤ جا کر کافی اور پکوڑے بنا لاؤ مل کر کھائیں گے اور ڈیڈ کہاں ہیں؟" زین نے سوال کیا۔

"نہیں میرا موڈ نہیں ہو رہا اور تم بانو بی کو کہو وہ بنا دیں گی تمہیں میں نہیں اٹھ رہی...... ڈیڈ اپنے کمرے میں ہیں۔" سردی اور بارش میں آئسکریم کھانا اسے بہت پسند تھا اب اس کے ساتھ کافی، وہ مزا خراب نہیں کرنا چاہتی تھی...... وہ منہ بنا کر بیٹھی رہی۔

"اوہو...... آئسکریم کھانے کا تو بڑا موڈ ہو رہا ہے میری بہن کا، منع بھی کیا ہے تمہیں کہ سردی میں مت کھایا کرو...... اب بیمار ہو جاؤ گی تم تو کیا کریں گے ہم دونوں۔" ماتھے پر بل ڈال کر زین نے سختی سے کہا تو اس نے پیچھے چھپا کپ اٹھا کر زین کو دے دیا۔

"سوری...... تمہیں پتا تو ہے میں یہ نہیں چھوڑ سکتی۔" وہ زین کے غصے سے ڈرتی تھی۔

"آئسکریم نہیں چھوڑ سکتی مگر میری پروا اور کیئر اگنور کرتی رہتی ہو۔" زین نے آئسکریم پھینک کر غصے اور تاسف سے کہا عیشال شرمندہ ہوئی تو زین نے اسے جھولا دیا۔

"ایک بات سے میں بہت خوش ہوں تم نے آفس جا کر کام اچھی طرح سے اسٹارٹ کر لیا ہے مگر ایک وارننگ ہے تمہیں کہ آفس اسٹاف سے ذرا دور ہی رہو گی...... یو نو ان کا اور ہمارا لیول میچ نہیں کرتا کچھ فرق ہونا چاہیے، ہر وقت اس عماد مبشر کے آگے پیچھے پھرنے کی تمہیں ضرورت نہیں، اسے کام ہو گا تو خود آئے گا، تمہیں یہ سب سوٹ نہیں کرتا یار سو کنٹرول یور سیلف۔" وہ اسے سمجھا رہا تھا اور اس کے انداز میں سختی بھی تھی۔

"زین عماد اچھا لڑکا ہے اور کام کے علاوہ کوئی اور ڈسکشن نہیں ہوتی۔ وہ تو بس باتیں مزے کی کرتا ہے اس لیے میرا موڈ فریش ہو جاتا ہے اس کے ساتھ۔" وہ بھائی

کے دوٹوک انداز پر منمنائی۔

"جو بھی ہو..... وہ صرف ہمارا عام سا ایمپلائی ہے، تمہیں اس میں زیادہ خاص ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں سمجھیں، میں ایک بھائی کی حیثیت سے تمہیں دوست کی طرح سمجھا رہا ہوں، تم صرف ڈیڈ اور مجھ پر فوکس کرو اور ہاں یہ عام لڑکیوں کی طرح مجھے تنگ نظر یا شکی مت سمجھنا..... تم مجھے جانتی ہو اچھی طرح۔" انگلی اٹھا کر تنبیہہ کرتا زین عیشال کو ذرا بھی اچھا نہ لگا وہ خاموش ہی رہی اگر کچھ کہہ بھی دیتی تو وہ شروع ہو جاتا اسے عماد کا ساتھ اور دوستی اچھی لگنے لگی تھی، اس کے انداز تکلم سے عیشال کے اندر چھپی بے بسی اور گھٹن دور ہوتی جا رہی تھی اور وہ اس سے وہ باتیں بھی کہہ دیتی تھی جو کسی سے بھی نہ کہہ پائی تھی۔

"چلو اٹھو..... کافی بناؤ۔" زین نے کہا اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی کیسے وہ عماد سے دور رہے یہ سوچ کر آنکھیں نم سی ہو گئی تھیں۔

"تم عیشال کے لیے زیادہ پوزیسو ہو کر مت سوچا کرو زین، مانا کہ وہ تمہاری بہن ہے، تم نے ہی اسے اس مقام تک پہنچایا ہے مگر میں یعنی ابھی اس کا باپ زندہ ہے، وہ معصوم ہے، نازک ہے، تمہارے غصے اور دوٹوک انداز سے ڈر کر سب کچھ سہہ لیتی ہے، تمہاری ہر بات مان لیتی ہے، تم سے پیار بھی کرتی ہے مگر اس پر اتنی سختی مت کرو کہ وہ تمہارے اور اپنے رشتے کا لحاظ چھوڑ کر باغی ہو جائے..... میں دکھی ہو جاتا ہوں جب سوچتا ہوں کہ ہمیں کل اس کی شادی بھی کرنی ہے..... سو جب تک وہ یہاں ہے اسے پیار اور نرمی سے سمجھایا کرو۔" عیشال رو کر سو گئی تھی، باپ سے شکایت کی تھی اب شفیق صاحب زین کے کمرے میں آ کر اسے سمجھا رہے تھے۔

"ڈیڈ بے فکر رہیں وہ کہیں نہیں جائے گی میں اس کی شادی ہی نہیں کروں گا۔" لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلاتے اس کے ہاتھ رکے نہیں تھے۔ اس نے لاپروائی سے جواب دیا تھا۔

"پاگل مت بنو..... حد ہوتی ہے یار اسے قیدی بنا کر رکھنے کے لیے یہ برا خیال کیوں ذہن میں آیا تمہارے، شادی تو میں کروں گا اس کی۔" شفیق صاحب کو اس کے پاگل پن پر حیرانی ہوئی۔

"ڈیڈ..... وہ میری بہن ہے، مجھے پتا ہے کہ اس کے لیے کب، کیا اور کیسے کرنا ہے اور ہاں اگر شادی کرنا بھی پڑی تو گھر داماد بنا کر رکھوں گا کسی کو۔" زین نے سختی سے کہا۔

"وہ میری بیٹی بھی ہے زین..... اس کے جذبات، احساسات پر ہم دونوں پہرے نہیں لگا سکتے، آج تک تم نے اس کا کوئی دوست قبول نہیں کیا، مجھے کبھی کبھی اس کی فکر سی ہو جاتی ہے، تمہارے ضدی جذبے اور اٹل محبت کے اس انداز سے خوف آنے لگتا ہے۔" شفیق صاحب نم لہجے میں بولے۔

"مائی سویٹ ڈیڈ..... یو نو یہ اردو کے مشکل الفاظ نا مجھے سمجھ آتے ہیں نا میں سمجھنا چاہتا ہوں میں بس اتنا جانتا ہوں کہ عیشال میری بہن ہے، چاہتا ہوں کہ وہ صرف وہی کرے جو میں چاہتا ہوں، اسے میری ضد سمجھے یا محبت مجھے کوئی پروا نہیں۔" زین کے دوٹوک جواب سے شفیق صاحب اور بھی پریشان ہو گئے تھے۔

"اب تو تمہاری نوکری ماشاءاللہ سے پکی ہو چکی ہے عماد، میں تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں، تھوڑی سی جھجک بھی آڑے آ رہی ہے مگر تم دوست ہو سمجھ جاؤ گے۔" غفران نے اس دن عماد کو خوش دیکھا تو کہا۔

"نہیں..... تم کہو جو کہنا ہے میں سن رہا ہوں جناب۔" عماد بولا۔

"ہم دونوں کزنز سے بڑھ کر دوست ہیں، کبھی کبھار سوچتا ہوں کہ کل کو زوبیہ کا فرض بھی ادا کرنا ہے اور سچ پوچھو تو مجھے تم سے بڑھ کر اس کے لیے اور کوئی بہتر نہیں لگتا۔" غفران نے نرمی سے کہا۔

"سچ پوچھو تو مجھے زوبیہ بہت پسند ہے مگر ابھی فی الحال میں اپنا کیریئر بنانا چاہتا ہوں، جو کچھ بھی آتا ہے خرچ ہو

جاتا ہے کچھ بچت کا سوچوں گا تو اپنے لیے کچھ کر پاؤں گا۔ تم پریشان نہ ہو..... میں کہیں بھاگا کہیں جا رہا۔" عماد نے تسلی سے جواب دیا۔

"میں خالہ خالو کی طرف سے تمہارے رشتے کے لیے منتظر رہوں گا، میں چاہتا ہوں کہ ہماری دوستی اب نیا موڑ لے۔" غفران نے اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"یہ میری خوش قسمتی ہوگی میرے یار۔" مسکرا کر عماد نے جواب دیا تھا۔

● ●

"یہ آج خلاف معمول مس عیشال کے پیارے چہرے پر بارہ کیوں بجے ہوئے ہیں۔" آفس آ کر عیشال کا سامنا عماد سے ہوا تو اس نے شوخی سے پوچھا۔ یہ تو اس کا انداز تھا کہ مقابل چاہے جس موڈ میں بھی ہوتا وہ ضرور مسکرانے پر مجبور ہو جاتا تھا۔

"آپ جانتے تو ہیں وہی ایک بات جو روزانہ آپ کو بتاتی ہوں۔" عیشال نے منہ بسور کر کہا۔

"اوہ اچھا یعنی وہ آپ کے ہٹلر..... اوہ میرا مطلب ہے سخت جان، سخت گیر محترم ہمارے باس مسٹر زین صاحب نے پھر کچھ کہا ہوگا۔" وہ فوراً جان گیا تب ہی بولا۔

"عماد..... میں نے بچپن سے اب تک کوئی دوست نہیں بنایا کیونکہ زین چاہتا تھا میں ہر کام اس کی مرضی سے کروں، وہ محبت کرتا ہے مجھ سے اگر میں نے اپنی مرضی کی تو وہ دکھی نہ ہو جائے اسی خوف نے مجھے تنہا کر دیا ہے مگر جب سے آپ سے دوستی ہوئی ہے میرا ڈر کم ہونے لگا ہے، مجھے لگتا ہے میں بھی کھل کر مسکرا سکتی ہوں، اپنی مرضی کر سکتی ہوں، چند دن کی یہ دوستی پتا نہیں کیوں مجھے بہت اچھا تاثر دے رہی ہے۔" عیشال نے کھل کر کہا۔

"اف..... میں صدمے سے بے ہوش ہی نہ ہو جاؤں..... یہ تم میرا مطلب ہے آپ کیا کہہ رہی ہیں اور یقیناً زین سر نے مجھ سے دور رہنے کا کہا ہوگا؟" عماد نے مسکرا کر پوچھا۔

"ہاں..... مگر میں مجبور ہوں، ایسا نہیں کر سکتی۔" وہ رو دینے کو ہوئی۔

"بھائی ہونے کی حیثیت سے سر زین اپنی جگہ درست ہوں گے ویسے بھی یہ آپ دونوں کا ذاتی معاملہ ہے، ویسے مجھے حیرت ہو رہی ہے کہ میں عماد جو کسی کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا وہ تم جیسی اچھی اور معصوم دل کی مالک نازک سی لڑکی کے لیے کیسے خوشی کا باعث ہو سکتا ہوں؟ تم ایسا کرو سر زین کی شادی کروا دو ہو سکتا ہے یہ جو جذبات ہیں ان کے تمہارے لیے ان کا رخ بدل جائے۔" عماد نے کہا۔

"وہ شادی نہیں کرنا چاہتے..... لڑکیوں سے دور بھاگتے ہیں۔" عیشال نے جواب دیا۔

"اف یہ تو کوئی عجیب ہی قسم کا لڑکا ہے تمہارا بھائی..... تم اپنی کسی دوست کو ان کے پیچھے لگاؤ ناں۔" اس نے مشورہ دیا، جواب میں عیشال ہنس دی۔

"میری کوئی دوست نہیں ہے۔"

"ویسے تم مجھے تو دوست مانتی ہو کیوں نہ میں ہی پیچھے لگ جاؤں زین سر کے ایک بھوت کی طرح، کاش میں لڑکی ہوتا..... تمہارا بھائی اچھا خاصا ہینڈسم ہے مگر ہے کھڑوس سا۔" عماد بول رہا تھا آخر میں اس نے چڑ کر کہا۔

"اف عماد کیسی عجیب باتیں کرتے ہیں، آپ اور لڑکی..... اف توبہ ہے۔" ہنسنے لگی وہ اسے دیکھتا رہا، کتنی معصوم تھی وہ، چھوٹی سی باتوں پر خوش ہو جاتی تھی ہنسنے لگتی تھی۔

"شکر ہے تمہارے چہرے پر مسکراہٹ تو آئی۔ ویسے اب جاؤ تم سر زین نے میرا کورٹ مارشل کر دینا ہے۔" اس نے خوشی سے کہا۔

"اللہ اللہ..... جاتی ہوں میں۔" وہ کچھ سوچتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"تم کیا جانو عماد کہ تمہاری باتیں سارا دن کیسے یاد کرتی ہوں، میری مسکراہٹ کی وجہ تم ہو میری پکی خوشی۔"

● ●

زین نے جیسے ہی دیکھا لوگوں کا ہجوم اس کی کار اور

رکشے کے پاس اکٹھا ہونا شروع ہوگیا، آج عیشال کو زین نے شفیق صاحب کے ساتھ جلدی گھر بھیج دیا تھا آفس واپسی پر پتا نہیں کیا ہوا جلدی میں تھا، سامنے آتے رکشے سے گاڑی ٹکرا دی پیچھے بیٹھی کالج یونیفارم میں ملبوس دو لڑکیاں گر پڑی تھیں، گاڑی کا بمپر ٹوٹ گیا تھا، ان میں سے ایک تو اٹھ بیٹھی مگر دوسری چادر میں ملبوس لڑکی کے سر پر گہری چوٹ آئی تھی شاید کوئی نوکیلا حصہ اس کے سر میں لگا تھا جس سے سر پھٹ گیا تھا...... وہ بے ہوش ہونے کو تھی جب زین جلدی سے نکل کر باہر آیا اس افتاد پر بوکھلا کر رہ گیا۔

''زوبیہ...... ہوش کرو...... یہ کیا کیا تم نے جاہل انسان بڑی بڑی گاڑیوں میں بیٹھے تم لوگوں کو ہم جیسے کیڑے مکوڑے ہی نظر آتے ہیں ناں۔'' دوسری لڑکی نے تنفر سے زین سے کہا، وہ اپنی دوست کا سر ہاتھ میں لے کر دوپٹے سے خون روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔

''دیکھیے سوری...... بٹ میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا یہ سب۔'' وہ اب زمین پر دوزانوں بیٹھتے ہوئے بولا۔

''جان بوجھ کر ٹھوکی ہے تم نے...... پی رکھی ہوگی ناں اگر میری دوست کو کچھ بھی ہوا ناں تو تم نہیں بچنے والے...... اٹھاؤ اسے ہاسپٹل لے چلو۔'' زین کا واسطہ پہلی بار ایسی لڑکی سے پڑا تھا جو بڑی ہی کوئی توپ قسم کی چیز تھی۔

''تم ذرا اپنی زبان بند کرو گی تو میں اسے لے جاؤں گا ناں۔'' اس نے بے ہوش زوبیہ کو کار میں ڈالا اور ہاسپٹل لے آیا ٹریٹمنٹ کرایا، وہ لڑکی زین کو مسلسل گھورتی رہی۔

''اس کے گھر والوں کو انفارم کرو تم جو بھی نقصان ہوا ہے میں پے کر دوں گا۔'' پریشانی اور لاپروائی کا امتزاج لیے اس نے کہا۔

''ہاں ہاں...... بتا دیا ہے زوبی کے بھائی اور کزن کو اور تم یہیں رہو گے جب تک وہ ہوش میں نہیں آجاتی۔'' لڑکی نے انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا، زین نے خشک لبوں پر زبان پھیری اور سر پر ہاتھ مار کر ایک کونے میں کھڑا ہو گیا جب ڈاکٹر نے زوبیہ کے ہوش میں آنے کی اطلاع دی تو اس کی جان میں جان آئی۔ لڑکی کمرے میں چلی گئی، وہ مڑنے ہی لگا تھا کہ اس کے سامنے عماد اور ایک اور شخص آ گیا۔

''سر آپ یہاں، کیا ہوا...... آپ ٹھیک تو ہیں؟'' عماد کے چہرے پر حیرانی تھی۔

''او...... تم یہاں کیسے...... تم اس بے ہوش لڑکی کے بھائی......؟'' بات درمیان میں رہ گئی جب عماد بولا۔

''نہیں...... وہ میری کزن زوبیہ ہے اور یہ اس کے بھائی غفران ہیں۔'' اس نے غفران کا تعارف کرایا۔

''او...... سو سوری یار...... بیلیو می اچانک یہ سب ہوا مگر تھینک گاڈ کہ تمہاری کزن ٹھیک ہیں اب۔ مسٹر غفران آپ ہاسپٹل کے چارجز کی فکر نہ کریں میں نے سب پے کر دیا ہے۔'' وہ اب کمرے میں آگئے تھے، زین نے دیکھا کالی چادر میں ملبوس جگہ جگہ قمیص پر خون کے دھبے، زرد چہرہ وہ لڑکی مرجھائی ہوئی کلی لگ رہی تھی، وہ اسے دیکھتا رہا۔

''کوئی بات نہیں...... یہ قسمت کا لکھا ہے شکر ہے زوبی کی جان بچ گئی۔'' غفران نے خوش دلی سے کہا جب کہ زوبیہ تکیے کے سہارے بیٹھی ان تینوں کو حیرانی سے دیکھ رہی تھی اور زین اس حیران لڑکی کو دیکھتا ہوا باہر آ گیا اور گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

''اچھا تو کیسی تھی وہ لڑکی؟'' صبح ناشتے کی میز پر وہ تینوں موجود تھے جب زین نے ان کو روداد سنائی، عیشال نے بار بار یہی سوال پوچھا تو وہ جھنجلا گیا شفیق صاحب ہنس دیے۔

''اب میں تمہیں کیا بتاؤں...... تم کیا جاننا چاہ رہی ہو؟ اچھی خوب صورت لڑکی تھی مگر وہ اس کی دوست تو بڑی ہی کوئی توپ قسم کی چیز تھی...... اللہ بچائے ان لڑکیوں سے۔'' زین نے جواب دیا۔

''لڑکیوں سے یا خوب صورت لڑکیوں سے۔'' عیشال نے مسکرا کر پوچھا تو جواب میں زین نے گھورا۔

''تم بتا رہے تھے کہ عماد کی کزن تھی...... پوچھا تھا اس سے کہ اب کیسی ہے وہ؟'' شفیق صاحب نے پوچھا۔

''جی ڈیڈ...... ٹھیک ہے وہ۔'' اس نے مختصر سا جواب دے کر سلائس منہ میں رکھا۔

”ویسے میں دیکھ رہا ہوں کہ عماد کے ساتھ تمہاری کچھ زیادہ ہی دوستی نہیں ہوگئی؟ ایک حد تک تو ٹھیک ہے عیشال مگر......“ زین نے سرسری سے انداز میں کہا تو عیشال نے اس کی بات کاٹ دی۔

”مگر کیا...... یہی ناں کہ وہ ہمارا ایمپلائی ہے، اس سے دور رہو وغیرہ وغیرہ۔“ زین نے حیرانی سے عیشال کو دیکھا، آج تک اس نے اس طرح اس سے بات نہیں کی تھی۔

”ایک بات مانو...... میری جاسوسی کم ہی کرو تو بہتر ہے۔“ عماد کے ذکر پر اسے غصہ آ گیا۔

”یہ کس طرح بات کر رہی ہو تم عیشال؟ ہمیں زیکھو تم، جانتی ہو میں اس لہجے کا عادی نہیں ہوں۔“ زین نے غصے سے کانٹا ٹیبل پر پٹخ کر کہا تو عیشال اب اسے گھور رہی تھی۔

”اچھی طرح جانتی ہوں مگر تم بھی اس کے حوالے سے مجھے ٹارچر کرنا بند کرو۔ سمجھے تم۔“ عیشال نے دوبدو جواب دیا، جب شفیق صاحب بولے۔

”یہ کیوں لڑ رہے ہو تم دونوں وہ بھی ایک عام سے ہمارے ورکر کو لے کر، کھانا کھاؤ دونوں اور ہاں زین آئندہ اس قسم کی گفتگو سے پرہیز ہی کرو جس سے یا اختلاف ہو، عیشال تم بھی سوری کہو بھائی سے۔“

”سوری...... ڈیڈ جب یہ بھائی ہونے کے ناتے مجھ پر بے اعتمادی ظاہر کرے گا تو میں ایسا ہی ری ایکٹ کروں گی۔“ عیشال نے نم لہجے میں کہا۔

”تم شروع سے مجھے جانتی ہو اب ایسا کہنے اور کرنے کا کوئی فائدہ نہیں عیشال۔ باقی آپ دونوں جانتے ہیں جو میں کہتا ہوں وہی کرتا ہوں۔“ دوٹوک انداز میں کہتا زین اٹھ کر چلا گیا جبکہ شفیق صاحب صرف تاسف سے سر ہلا کر رہ گئے اور عیشال عماد کو سوچ رہی تھی۔

●......●
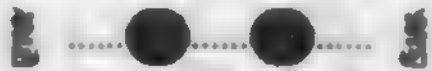
”زوبیہ آج تو کافی بہتر لگ رہی ہو تم...... ویسے زین سر خوش ہو رہے تھے کہ میرے آنے سے معاملہ سنبھل گیا ورنہ تمہاری دوست...... اف۔“ عماد زوبیہ کی خیریت معلوم کرنے آیا تھا۔

”وہ آپ کے باس تھے؟ ویسے میرا سر پھاڑ دیا اور شکر ادا کر رہے تھے، خوش ہو رہے تھے۔“ زوبیہ نے کلس کر کہا تو وہ مسکرا دیا۔

”چھوڑو تم شکر اس بات کا کہ تمہیں زیادہ چوٹ نہیں آئی جان بچ گئی۔“ اس نے بات بدلی۔

”اگر میں مر جاتی تو؟“ زوبیہ نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر عجیب سا سوال کیا، عماد نے تاسف سے اسے دیکھا اور شوخی سے بولا۔

”اگر ایسا ہوتا تو افسوس ہوتا کہ ایک خوب صورت لڑکی کی کمی ہوگئی اور خوشی بھی ہوتی کہ کم سے کم میں لٹکنے سے بچ گیا۔“ اس کی ذومعنی بات پر زوبیہ نگاہیں جھکا کر مسکرائی۔

”ویسے ایسا کیوں سوچا تم نے پاگل لڑکی۔ ابھی تم نے بہت سا جینا ہے کسی کے لیے۔“ لفظ ”کسی“ پر زور ڈال کر عماد نے کہا تو زوبیہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی۔

●......●

زین کی ایک فارن کمپنی سے ڈیل کامیاب ہوئی تھی کمپنی کو بہت زیادہ منافع ہوا تھا اور اس نے ایک شاندار ہوٹل میں ڈنر کا اہتمام کیا تھا...... اس دن کے بعد عیشال اور زین کے درمیان سرسری سی گفتگو ہی ہوئی تھی جبکہ عیشال اور عماد کی دوستی اب نیا موڑ لے چکی تھی عماد کے لیے تو وہ ایک باس اور دوست ہی تھی مگر عیشال کے دل میں عماد کے لیے محبت کا جذبہ جڑ پکڑ چکا تھا، وہ عماد سے محبت کرنے لگی تھی، اس وقت وہ معمول سے ذرا ہٹ کر تیار ہوئی تھی، اس کا چہرہ خوب صورت اسکارف میں چھپا ہوا تھا، آنکھوں میں محبت کے رنگ تھے۔ کھانے کے بعد وہ قدرے تنہائی والی جگہ پر کھڑی ہوگئی، عماد نے اسے دیکھا تو وہیں آ گیا۔

”آج تو سر زین نے حاتم طائی کی قبر پر لات مار دی...... ڈنر شاندار ہے مجھے تو بڑا مزا آیا مگر آپ کیوں اتنی چپ چپ سی ہیں۔“ اس نے اس کو سنجیدہ دیکھ کر پوچھا۔

”کبھی اپنے ان زین سر سے ہٹ کر بھی کچھ دیکھو اور

سمجھ لیا کریں مسٹر عماد۔" عیشال نے تلخی سے جواب دیا۔
"ہوا کیا ہے؟ یقیناً وہی ہوا ہوگا جو ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔" عماد نے ناسمجھی سے اسے دیکھ کر کہا۔
"آپ کی زندگی میں کچھ خاص ہوا نہ ہو مگر میرے لیے ایک خاص جذبہ لے کر آیا ہے یہ دن کیونکہ مجھے آپ سے محبت ہوگئی ہے۔" عیشال نے یہ کہہ کر رخ موڑ لیا، عماد کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔
"کیا...... ! کیا...... ؟ اگر یہ مذاق ہے تو برداشت کرلوں گا اگر آپ سنجیدہ ہیں تو یہ نہیں ہوسکتا...... یہ ممکن نہیں ہے...... مجھ سے محبت۔" وہ تاسف سے سر ہلا کر مسلسل اس بات کی نفی کررہا تھا عیشال کو غصہ آگیا۔
"کیوں...... میرے جذبات نہیں ہیں کیا، میرا دل نہیں ہے؟ آخر کیوں میں اس معاملے میں سب کو عجیب نظر آنے لگتی ہوں؟ محبت کرتی ہوں آپ سے اور کوئی میرے ان جذبات کو روندے، ان کا مذاق اڑائے برداشت نہیں کروں گی...... ایک نہ ایک دن مجھے کسی کا تو ہونا ہے ناں تو وہ آپ کیوں نہیں ہوسکتے؟ وہ آپ ہی ہوں گے اگر ایسا نہ ہوا تو میں خود کو ختم کرلوں گی۔" عجیب ہذیانی انداز میں وہ بولتی رہی اور عماد کو جیسے سکتہ سا ہوگیا کیونکہ پیچھے کھڑا زین یہ سب کچھ سن رہا تھا...... عیشال نے اس کو ایک نظر دیکھا، آنکھوں میں کسی قسم کا تاثر نہیں تھا، ایک لمحے کے لیے رکی اور وہاں سے چلی گئی...... زین نے ایک تلخ نگاہ عماد پر ڈالی اس نے ناسمجھی سے کندھے اچکا دیئے تھے۔

● ●

عماد جب گھر پہنچا وہ عجیب طرح کی سوچوں کا شکار تھا، اس کا ذہن بہت الجھا ہوا تھا، اسے عیشال سے اس جذبے کی توقع نہیں تھی، وہ تو صرف زین کی طرف سے اس کا دھیان بٹا دیا کرتا تھا اپنے مذاق سے، اس معصوم لڑکی کے دل میں امید کی کرن جگاتا تھا مگر وہ اس قدر سنجیدہ ہوجائے گی اس نے کب سوچا تھا...... اسے لگا کہ وہ لڑکی واقعی زین کی بسائی گئی دنیا میں ایک قیدی کی حیثیت سے رہ رہی تھی اور زین نے اپنے حصار سے اسے نکلنے ہی نہیں دیا تھا اور اب جب کہ عماد کے ساتھ اس کی بات چیت شروع ہوئی تو اسے لگا ہوگا کہ وہ اسے چاہنے لگی ہے، عماد اس کا خیال رکھتا تھا۔ اسے توجہ سے سنتا تھا اس کو تسلی دیتا تھا۔ یہی تسلی بھرے الفاظ ہوسکتے ہیں عیشال کو اس کے قریب کرنے کا باعث بنے ہوں ورنہ اس نے عیشال کی نگاہوں میں تو کبھی ایسا محسوس نہیں کیا تھا نہ وہ اپر کلاس کی لڑکیوں کی طرح اس کے کبھی قریب ہوئی تھی، بس اپنے کام سے کام رکھنے والی۔ اس نازک سی لڑکی نے عماد کو ہی کیوں محبت کے لائق سمجھا؟ شاید اب وہ زین کی شدت پسندی سے تنگ آکر یہ سب کررہی تھی مگر اس نے مرنے کی بات کیوں کی، خود کو ختم کرنے کا کیوں سوچا؟ عماد کو اس کے ہذیانی انداز نے اندر سے ہلا کر رکھ دیا تھا۔
"نہیں...... ایسا نہیں ہونے دے گا، اس معصوم لڑکی کا دل نہیں توڑوں گا۔ بے شک محبت نہ سہی مگر دوستی اور انسانیت کا بھرم رکھنا عماد کو آتا ہے...... میں ضرور کھل کر بات کروں گا اس سے مگر اب پتا نہیں زین ان دونوں کے ساتھ کیا کرے گا؟" وہ جتنا سوچ رہا تھا اتنا ہی الجھتا جا رہا تھا۔

● ●

"ہوا کیا ہے مائی چائلڈ جب سے آئی ہو مسلسل رو رہی ہو؟" بانو بی نے جب شفیق صاحب کو عیشال کی دگرگوں حالت کے بارے میں بتایا تو وہ اس کے کمرے میں آکر کئی بار اس سے یہ سوال پوچھ چکے تھے، وہ بستر پر اوندھے منہ لیٹی ہچکیوں کے ساتھ رو رہی تھی زین پتا نہیں کہاں چلا گیا تھا۔
"آخر کیوں کوئی مجھے نہیں سمجھتا...... وہ بھی یہی کہتا ہے کہ میں اپنے جذبات کو سنجیدہ نہ لوں...... آخر کیا کمی ہے مجھ میں؟ اور وہ زین...... وہ مجھے کیوں محبت کرنے سے روکتا ہے ڈیڈ۔" روتے ہوئے وہ شفیق صاحب کی گود میں سر رکھے عجیب لایعنی باتیں کررہی تھی ان کو ذرا بھی سمجھ نہ آئی۔
"زین نے پھر کچھ کہا ہے تمہیں؟ میں پوچھتا ہوں

اس سے اور جب تک تم مجھے پوری بات نہیں بتاؤ گی کیسے سلجھے گا یہ معاملہ۔" انہوں نے اسے اٹھا کر اس کے چہرے کو ہاتھوں میں لے کر کہا۔

"ڈیڈ...... مجھے عماد چاہیے، پلیز زین اور آپ جو بھی کہیں گے میں کروں گی، مجھے بس عماد کے ساتھ زندگی گزارنے دیں...... زین کو وہ ناپسند ہے مگر میں اس سے محبت کرتی ہوں، میں مجبور ہوں پلیز زین کو سمجھائیں آپ...... پلیز۔" روتے ہوئے وہ باپ کے سامنے اپنا آپ آشکار کررہی تھی اور وہ حیران اور خاموش تھے۔

"کیا بکواس ہے یہ عیشال؟ اس باسٹرڈ کا نام تم اپنے منہ سے کیسے لے سکتی ہو اور وہ بھی میری اجازت کے بغیر؟" اس سے پہلے کہ شفیق صاحب کچھ کہتے اس کے کمرے میں آتا زین دھاڑ کر بولا، چہرے پر توہین آمیز تاثرات اور غصہ عروج پر تھا۔

"خبردار جو تم نے عماد کے بارے کچھ بھی غلط کہا...... محبت ہے وہ میری اور مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے سمجھے۔" زین کی باتوں نے عیشال کو مشتعل کردیا، وہ اس کی طرف رخ کرکے غصے سے بولی۔

"شٹ اپ...... شٹ یور ماؤتھ محبت...... ہونہہ میں تمہیں یہ حق نہیں دیتا کہ میری اجازت کے بغیر تم عماد کیا کسی بھی ایرے غیرے سے محبت کرو بھی تم، اس خبیث انسان کو تو میں ابھی فائر کرتا ہوں۔" عیشال کے چہرے پر زوردار تھپڑ مار کر زین نے غصے اور تنفر سے کہا، غیرت اور شدت پسندی سے اس کے چہرے کی رگیں تن گئی تھیں...... وہ اپنی بہن پر ہاتھ اٹھائے گا یہ اس نے کب سوچا تھا۔

"زین...... یہ کیا پاگل پن ہے؟ میری بیٹی پر ہاتھ اٹھانے کی جرأت کیسے ہوئی تمہیں۔"

"میں ابھی زندہ ہوں اور کیا معاملہ ہے میں کب سے بےخبر ہوں اس سے؟" شفیق صاحب چیخے۔

"آپ بےخبر ہی رہیں تو بہتر ہے ڈیڈ یہ میرا اور اس کا معاملہ ہے اور مجھے پتا ہے کہ کیا کرنا ہے۔" زین نے ہاتھ اٹھا کر شفیق صاحب کو کہا، عیشال منہ پر ہاتھ رکھے سسک رہی تھی، چہرہ سرخ ہوگیا تھا، اس کی بات سن کر زین کے قریب آئی اور بےخوفی سے بولی۔

"یہ میرا اور عماد مبشر کا معاملہ ہے زین اور تم اس میں کہیں بھی نہیں ہو۔" غصے سے کہتی وہ وہاں سے چلی گئی، زین نے پاؤں پٹخ کر وہاں سے چلا گیا، شفیق صاحب حیران کھڑے رہ گئے تھے۔

● ●

"ہاں وہ تم ہی ہو جس نے نئے سرے سے مکمل کرکے مجھے جینے کی امید دلائی، مجھے زین کے خوف سے نکالا، میں نے اس کا بھروسا نہیں توڑا، صرف تم سے محبت کی ہے اور محبت کرنا گناہ نہیں ہے عماد...... یہ ایک ایسا بےخوف اور خود بخود وقوع پذیر ہونے والا عمل ہے جو دل کی بنجر زمین پر خوب صورت امیدوں کے پھول کھلا دیتا ہے، میں جب بھی تمہیں سوچتی ہوں ایک خوب صورت احساس دل و جان کو اپنے قبضے میں لے لیتا ہے، میں تمہیں ہی اسکیچ کرتی ہوں، تمہاری باتیں سوچتی رہتی ہوں اگر میرا یہ جذبہ تم لوگوں کو محبت نہیں لگتا تو مجھے بتاؤ کہ اس لایعنی حقیقت کو کیا نام دو گے تم؟ تمہارا احساس مجھے ہر برے خوف سے نکال لیتا ہے، میں مجبور ہوں خود کو تم سے محبت کرنے سے روکنا اب میرے بس میں نہیں۔" فون پر وہ عماد سے کہہ رہی تھی عماد جو اس کو جذباتیت کا نام دے کر اسے مزید کھوجنے اور خود کو سوچنے کا کہہ رہا تھا۔

"میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں عیشال مگر مجھے ڈر ہے کہ کہیں زین تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا دے، مجھے اپنی فکر نہیں، تم ایک اچھی لڑکی ہو مگر افسوس ہے کہ میرے دل میں تمہارے لیے پسندیدگی یا اچھی دوست ہونے کے سوا اور کوئی فیلنگ نہیں۔" عماد نے کہا۔

"تم زین کی فکر چھوڑ دو...... تم میرا ساتھ دو گے ناں؟ میں ڈیڈ سے بات کرچکی ہوں۔ تم اپنا پرپوزل لے کر آؤ گے ناں پلیز۔" عیشال اسے کس سمت لے جارہی تھی وہ پریشان سا ہوگیا۔

"تم فی الحال یہ باتیں مت سوچو...... زین ابھی غصے میں ہے، چلو پھر بات کریں گے۔" سامنے زوبیہ کا چہرہ آیا تو عماد نے بات پلٹ کر فون بند کر دیا۔

عیشال ساکت سی ادھر ادھر دیکھنے لگی...... یک طرفہ محبت اسے کس موڑ پر لے آئی تھی، اپنے حد سے پیارے بھائی کی ناراضی اور غصہ، ایک طرف کھل رہا تھا تو دوسری طرف عماد اور اس سے محبت...... وہ چاہ کر بھی دونوں میں سے ایک کا انتخاب نہیں کر پا رہی تھی۔

"یہ تو وہ بات ہوئی ناں ڈیڈ کہ الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے۔" سینڈوچ کھاتے ہوئے زین نے تمسخرانہ انداز سے شفیق صاحب کو کہا تو وہ ناراض ہو کر بولے۔

"میں پریشان اس بات پر نہیں ہوں کہ تمہاری بہن کسی لڑکے کو پسند کرنے لگی ہے بلکہ حیران ہو رہا ہوں کہ آج ہم دونوں اس کے بغیر اس میز پر ناشتہ کر رہے ہیں، ویسے بائی داوے زین تم نے تو عیشال کے بغیر کبھی بریک فاسٹ نہیں کیا تو اب ایسا کیا ہو گیا ہے؟" انہوں نے عیشال کے نہ آنے پر زین سے پوچھا۔

"میں اس غلطی پر اسے کبھی معاف نہیں کر سکتا ڈیڈ...... ویسے بھی اس کی اس حرکت سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑنے والا...... وہ آئے نہ آئے، ناشتہ کرے نہ کرے، آئی ڈیم کیئر...... اس نے مجھے بری طرح ہرٹ کیا ہے، ایسا ہے تو ایسا ہی سہی۔" غصے کے شدت سے باہر آتی نمی کو اندر دھکیلا اور لاتعلق انداز اپنا کر بولا۔ شفیق صاحب حیران رہ گئے۔

"تم نے اس پر ہاتھ اٹھایا ہے، تم بھی قصور وار ہو، جذبات کو ایک طرف رکھ کر سوچو، اسے نرمی سے سمجھاؤ گے تو امید ہے وہ سمجھ جائے گی مگر یاد رکھو تمہاری اور اس کی یہ خاموشی نہ صرف تمہارے خوب صورت رشتے کی ڈور کو کمزور کر دے گی بلکہ شاید میں بھی زیادہ برداشت نہ کر پاؤں گا تم دونوں کی یہ لاتعلقی۔ تم غصہ چھوڑ دو...... اس کے پاس جاؤ اسے قائل کرو، کل کو ہمیں اس کی شادی کرنا ہی ہے ناں تو جو وہ چاہتی ہے وہ کچھ عرصے بعد بھی ممکن ہو سکتا ہے، مجھے امید ہے وہ ضد چھوڑ دے گی اور ہاں ایک آخری بات تم عماد کو اس معاملے میں نہیں لاؤ گے نہ ہی اسے کچھ کہو گے، میرا خیال ہے کہ یہ ہم سب کے لیے بہتر ہے تم سمجھ رہے ہو ناں۔" مسلسل سوچوں میں گم زین کو شفیق صاحب سمجھا رہے تھے اور زین ناشتہ کرتے ہوئے سوچوں کے گھوڑے پتا نہیں کہاں دوڑا رہا تھا۔

"او کے ڈیڈ...... میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا ہے۔" نیپکن سے ہاتھ صاف کرتا وہ کچن کی طرف چلا گیا اور بانو بی کو عیشال کو ناشتہ کرانے اور اس کا خیال رکھنے کی سختی سے تاکید کر رہا تھا۔

دو دن مسلسل عیشال زین سے لاتعلق ہی رہی، نہ آفس گئی نہ کمرے سے نکلی، بس شفیق صاحب سے بات چیت ہوتی رہی، وہ اسے سمجھاتے رہے، وہ مسلسل اپنی سوچوں اور جذبات کو عماد کے طرح طرح کے اسکیچ بنا کر بس کاغذ ہی بھر رہی تھی، عماد کی طرف سے کوئی مثبت جواب نہ پا کر اسے برا تو نہیں لگا مگر زین کے تھپڑ کا دکھ ضرور تھا، وہ بھائی جو بچپن سے اب تک اس کے لیے سایہ دار درخت رہا تھا، ہر طرح سے اس کا خیال رکھتا تھا، اس کی ایک چھوٹی سی خواہش پر کیوں اس کو دھوپ میں تڑپا رہا تھا؟ اس نے زین کا بھروسا تو نہیں توڑا تھا، محبت ہی کی تھی جس کی یہ سزا کیوں دی تھی اس کے پیارے بھائی نے، دکھ اور زیادتی کا یہ صدمہ حد سے سوا تھا...... دو دن گزرنے کے بعد شام کو زین اس کے کمرے میں آیا تو معمول کے مطابق وہ اسکیچنگ میں مصروف تھی، آہٹ محسوس کر کے اس نے مڑ کر زین کو دیکھا اور رخ پھیر لیا۔

"عیشال...... کب تک یہ غصہ اور ناراضی برقرار رہے گی، آخر تم کب نارمل ہو گی؟" اس کے ساتھ بیٹھتے ہوئے کافی کا مگ اسے تھماتے ہوئے نرم لہجے میں زین نے استفسار کیا۔

"میں نارمل ہی ہوں زین...... تم میرے اس جذبے کو لے کر مجھے ابنارمل سمجھو تو وہ تمہاری اپنی سوچ ہے۔" کافی کا

مگ لے کر میز پر رکھ کر اس نے جیسے لاپروائی دکھائی۔
"یہ سب پاگل پن ہے، تم جانتی ہو دو دن سے ہم دونوں نے ایک دوسرے کی شکل نہیں دیکھی، تمہیں نہیں لگتا کہ تم عماد کو ہم دونوں کے درمیان لاکر ہمارے رشتے کو خراب کررہی ہو؟" زین نے سختی سے کہا۔
"میں عماد سے محبت کرتی ہوں...... تم نے اسے ہوا بنا لیا ہے اور ویسے بھی میں نے تمہارا بھروسا نہیں توڑا اور نہ کبھی توڑوں گی...... دکھ تو تم نے مجھے دیا ہے، مجھ پر ہاتھ اٹھایا وہ بھی ڈیڈ کے سامنے۔ تم نے رشتے کو خراب کیا ہے نہ کہ میں نے۔" وہ رودی تو زین تڑپ اٹھا آگے بڑھ کر اس کو سینے سے لگا کر بولا۔
"سوری...... مجھے غصہ آگیا تھا، تمہیں پتا تو ہے کہ میں تمہارے لیے کتنا پوزیسو ہوں...... برداشت نہیں کرسکتا کہ تم یوں مجھ سے دور رہو، پلیز مجھے معاف کردو، ڈیڈ سے بات ہوئی ہے میری فی الحال عماد فنانشلی اتنا پاور فل نہیں ہے کہ میں اسے اپنی پیاری بہن، اپنی جان عیشال خان سپرد کردوں مگر وقت آنے پر تمہاری خواہش ضرور پوری کروں گا، فی الحال تم ایک اچھی بہن اور بیٹی بن کر نارمل لائف کی طرف واپس آؤ۔" عیشال کو اپنی سماعت پر یقین نہیں آرہا تھا زین اتنی جلدی مان جائے گا؟ وہ حیران اور تذبذب کا شکار تھی۔

دو دن سے عیشال آفس نہیں آئی تھی، عماد کو اندازہ تھا کہ ایسا ضرور ہوگا مگر حیرانی تب ہوئی جب زین نے دو دن اس سے مکمل لاتعلقی دکھائی، شفیق خان صاحب سے پوچھا تو انہوں نے عیشال کی طبیعت کی خرابی کا بہانہ کرکے ٹال دیا، یہ خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ تو نہیں؟ اسی سوچ میں تھا کہ اسے اطلاع دی گئی کہ سر زین نے اسے بلایا ہے، پر اعتماد انداز لیے وہ زین کے کمرے میں داخل ہوا جو ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا، چہرہ بالکل سپاٹ تھا، وہ اجازت لے کر اندر داخل ہوا کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا جب زین حقارت سے بولا، انداز میں حد درجہ سختی تھی۔
"مسٹر عماد مبشر یہ لو بلینک چیک اور یہ پین اپنی مرضی سے جتنی دولت تم چاہتے ہو اس پر لکھ لو اور میری بہن کی زندگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دفع ہوجاؤ، میری بہن اور میرے درمیان آنے والے کسی بھی شخص کو نہ تو میں برداشت کروں گا اور نہ ہی اپنا رشتہ خراب کرنے کی اجازت کسی کو دوں گا...... بقول عیشال کہ وہ تم سے محبت کرتی ہے تو اس کی قیمت آئی تھنک اس آفر سے بڑھ کر نہیں ہوسکتی سو اٹھاؤ یہ چیک اور اپنی شکل گم کرو اور ہاں آئندہ مجھے یا عیشال کو اپنی صورت کبھی مت دکھانا پلیز۔" چیک بک اور پین اس کی طرف پھینکتے ہوئے زین نے حد درجہ حقارت سے کہا تو عماد کو جی بھر کر غصہ آیا مگر اس کی آنکھوں میں دیکھ کر تمسخرانہ انداز میں جواب دیا۔
"مجھے پتا تھا کہ تم اپنی بہن کے اس معصوم اور پاکیزہ جذبے کو روندنے کے لیے دولت کا ہی سہارا لوگے...... وہ کیا ہے ناں کہ تم جیسے امیر لوگوں کے لیے رشتے اور جذبات کوئی اہمیت نہیں رکھتے، تم لوگ محبت و دولت کے ترازو میں تولتے ہو، حد درجہ افسوس ہورہا ہے تم پر زین کہ تم اس قدر تنگ نظر، خود غرض اور گھٹیا ہوسکتے ہو۔ وہ معصوم لڑکی جسے تم اپنی بہن کہتے ہو، اس نے مجھ جیسے کنگلے شخص سے محبت کا دعویٰ کیا کرلیا تم نے اس کو سزا دینے کے لیے بھی مجھے ہی چنا...... کتنی محبت کرتی ہے وہ تم سے اور تم...... تم خود کو دیکھو اسے ایک خوشی نہیں دے سکتے، اسے ساری زندگی قید کرکے رکھا...... اپنی مرضی مسلط کی اس پر، تمہاری خواہش اور خوشی کے لیے اس نازک دل لڑکی نے نجانے اپنے کتنے جذبات قربان کرڈالے، وہ جیتی رہی، پر مری بھی تو تمہاری خواہش پر، اب تم چاہتے ہو کہ وہ محبت کی قربانی بھی دے، ایک بات کہوں یہ چیک تم اپنے پاس ہی رکھو، میں نے تو اس معصوم اور پاکیزہ کردار لڑکی کے جذبات کی قدر کی تھی مگر تم تو کبھی یہ بھی نہ کرپائے اور دعویٰ کرتے ہو کہ بھائی ہو اس کے...... تم کیا مجھے نکالو گے میں خود تم جیسے تنگ نظر اور گھٹیا انسان کے ساتھ کام نہیں کرنا چاہتا تمہاری

بہن سے ہمدردی ہے مجھے اور رہے گی مگر دعا کرتا ہوں کہ اللہ کرے مجھے اس سے محبت بھی ہو جائے کیونکہ کھیل کا مزا تب آئے گا مسٹر زین۔" غصے اور تاسف سے کہہ کر عماد نے چیک اس کی طرف پھینکا جو اس کے منہ پر لگا۔

"یو باسٹرڈ...... یہ بات تم نہ ہی کرو تو بہتر ہے ورنہ ابھی زندہ گاڑ دوں گا۔" عماد کو گریبان سے پکڑ کر زین نے سختی سے اپنی طرف کھینچا، اس نے نخوت سے اپنا آپ چھڑا لیا اور پیچھے مڑنے ہی والا تھا کہ اپنے سامنے آتی عیشال کو دیکھ کر ایک نظر اس پر ڈالی جس کی نگاہوں میں حیرانی اور تاسف تھا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا باہر نکل گیا۔

زین نے عیشال کی طرف دیکھا اسے لگا وہ سب سن چکی ہے، اس کی طرف زین نے قدم بڑھائے ہی تھے کہ عیشال نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک لیا، اف کیا کچھ نہ تھا اس کی آنکھوں میں، غصے سے زیادہ حیرانی اور رشتوں کے ٹوٹنے کا دکھ، کرچیاں آنکھوں میں چبھ سی گئی تھیں، عیشال کی آنکھیں لہو رنگ تھیں جب ہی وہ بولی۔

"میں نے جو تم سے محبت کی، تم پر بھروسا کیا، بہن بھائی کے اس رشتے کا جو مان رکھا زین تم نے بہت اچھی سزا مجھے دی...... میں کبھی نہیں بھولوں گی۔" وہ کہہ کر چلی گئی اور زین ساکت کھڑا رہ گیا، اس کی یہ تدبیر اس کے ہی لیے الٹی ہو جائے گی وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ ادھر وہ تیز ڈرائیونگ کرتی ہوئی ہذیانی کیفیت میں مبتلا ہو گئی تھی۔

● ●

اس وقت شفیق صاحب اور زین ہسپتال کے کوریڈور میں موجود تھے، شفیق صاحب کی غصیلی نظریں وہ کافی دیر سے محسوس کر رہا تھا مگر چپ تھا، شفیق صاحب کا غصہ اور زین کی پریشانی اس وقت بڑھی جب ڈاکٹر نے ان کو روح فرسا خبر سنائی کہ وہ پیاری لڑکی اب کبھی زندگی کی طرف لوٹ کر نہیں آسکتی کیونکہ وہ کومے میں جا چکی تھی، آفس سے نکلتے ہی عیشال نے فون پر شفیق صاحب کو زین کی حرکت کے بارے میں رو رو کر سب بتا دیا تھا اور تیز ڈرائیونگ کی وجہ سے اس کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تھا جو کہ بہت شدید تھا، ذہنی صدمے کے باعث نروس بریک ڈاؤن کی وجہ سے وہ کومے میں چلی گئی تھی...... وہ کیا خواب دیکھ رہی تھی اور زین کے اس تماشے نے اسے کیسے زندگی اور موت کی کشمکش میں کھڑا کر دیا تھا زین جہاں یہ خبر سن کر صدمے میں تھا تو شفیق صاحب بالکل ڈھے سے گئے تھے۔

● ●

عماد نے "شفیق خان ٹیکسٹائل" کیا چھوڑا یوں لگتا تھا کہ وہ زندگی سے بھی منہ موڑ لے گا، اسے عیشال کے بارے میں خبر مل چکی تھی، وہ بالکل بے سدھ سا ہو چکا تھا کہیں نہ کہیں اسے یہ بھی لگتا تھا کہ عیشال کی اس حالت کا ذمہ دار زین کے ساتھ ساتھ وہ خود بھی ہے، جب سے اس نے بہن بھائی کے رشتے میں یہ کھوٹ دیکھی تھی وہ بدظن ہو گیا تھا، وہ ان رشتوں سے دور بھاگ جانا چاہتا تھا، کاش وہ کبھی عیشال کی زندگی میں نہ آتا تو آج وہ یوں زندگی اور موت کے درمیان سولی پر لٹک نہ رہی ہوتی، اس نے شہر چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ وجہ کوئی نہیں جانتا تھا اسلام آباد میں اپنے دوست کے توسط سے اسے اچھی ملازمت مل گئی تھی اور وہ چلا گیا تھا۔

غفران بھائی سے معذرت کر لی اور انہیں کہا کہ وہ زوبیہ کی شادی کہیں اور کر دیں...... وجہ یہ بھی بتائی کہ کو کسی اور کو پسند کرتا ہے زوبیہ بے یقین تھی عماد نے اسے کوئی آس یا امید تو نہیں دلائی تھی ہاں مگر وہ عیشال کو کیسے چھوڑ سکتا تھا؟ وہ اپنے بارے میں سوچتا تھا کہ وہ رشتوں کو ترسا ہوا شخص ہے مگر عیشال کو سوچ کر اسے لگتا تھا کہ وہ معصوم لڑکی رشتوں میں قید، زین کی انا اور خود غرضی کی بھینٹ چڑھنے والی اس سے بھی زیادہ رشتوں کے درمیان رہتے ہوئے نظر انداز ہو چکی تھی...... محبت کرنے کی اس لڑکی کو اتنی بڑی سزا ملے کی سوچ کر ہی عماد کو دکھ کا طوفان گھیر لیتا تھا۔

● ●

"دیکھو عیشال...... تم سے ملنے کون آیا ہے؟ میں تمہارا ڈیڈ اور یہ دیکھو میں کتنے سارے پیپرز اور اسکیچنگ پنسلو

بھی لے کر آیا ہوں تمہارے لیے، تم ایک بار آنکھیں تو کھولو، میری طرف دیکھو، اٹھو ناں میں وعدہ کرتا ہوں جو تم کہو گی تمہیں لا کر دوں گا، عماد کو بھی ڈھونڈ کر لاؤں گا میری بچی تم سن رہی ہو ناں، بس ایک بار آنکھیں کھول دو اگر تمہاری یہی حالت رہی تو میں کہاں جاؤں گا؟ تمہیں میری حالت پر ترس نہیں آتا اٹھو میں مر جاؤں گا تمہارے بغیر...... تمہیں یوں اس حالت میں دیکھ کر میری روح تڑپ رہی ہے، کاش میں اس وقت تمہارا ساتھ دیتا تو آج یہ نوبت نہ آتی، عیشال میری بچی...... کچھ تو بولو۔'' ہاسپٹل کے بیڈ پر عیشال کا وجود آنکھیں بند کیے پڑا تھا، شفیق صاحب اس سے ملنے آئے تھے، اس سے باتیں کر رہے تھے، زین کے بارے میں کوئی ذکر نہیں کیا تھا، اسے دیکھ کر اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر رو رہے تھے، مقابل کوئی جواب نہیں دے رہا تھا، کتنا سکوت تھا عیشال کی آنکھوں میں جذبات تو کب کے مر چکے تھے، جسم بھی بے سدھ تھا، بس سانسوں کا رشتہ قائم تھا جو زین اور شفیق صاحب کو جینے کی امید دیئے ہوئے تھا، کمرے کے دروازے پر کھڑا زین، جس کی آنکھیں لہو رنگ تھیں، شفیق صاحب کو اس حال میں دیکھ کر بولا۔

''ڈیڈ چلیں...... آپ کو پتا ہے ناں وہ آپ کی باتیں سنتی تو ہے مگر بول نہیں سکتی کیوں آپ مجھے رلا رہے ہیں، گھر واپس چلیں آپ۔'' اس کے مزاج میں تلخی تھی۔

''یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے زین...... عیشال کی اس حالت کے ذمہ دار صرف تم ہو میں تمہیں معاف نہیں کروں گا، میں صرف اس کے ہوش میں آنے کا منتظر ہوں، اس کے بعد میں وہی کروں گا جو عیشال چاہے گی سنا تم نے۔'' تلخ نظریں زین پر گاڑ کر شفیق صاحب نے کہا۔

''میں...... میں ذمہ دار ہوں؟ آپ یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ وہ خبیث انسان عماد مبشر ہی عیشال کی حالت کی اہم وجہ ہے...... میں جانتا ہوں کہ وہ عیشال کو کچھ نہیں دے سکتا، اس کے بہتر مستقبل کی خاطر ہی میں نے وہ سب کیا...... اپنی بہن کے لیے میں اس سے زیادہ بھی کر سکتا ہوں، مجھے عماد کو مارنا بھی پڑا ناں تو مار بھی دوں گا اسے، اس نے مجھ سے میری بہن چھینی ہے، میں اس سے اس کی زندگی کیا اس کی محبت سب چھین لوں گا اور ہاں آئندہ آپ مجھے قصور وار ٹھہرانے سے پہلے اس عماد مبشر کو نہیں بھولیں گے...... سمجھے آپ۔'' غصے اور تنفر سے کہتا زین کمرے سے نکل گیا، شفیق صاحب ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گئے۔

رات کے کھانے پر شفیق صاحب کو نہ پا کر اسے حیرانی کم مگر غصہ زیادہ آیا تھا۔ عیشال کی اس حالت کو چھ ماہ سے زائد کا عرصہ ہونے والا تھا، سانسوں کی ایک ڈور کے ذریعے وہ لاشعور کی دنیا میں جی رہی تھی، شفیق صاحب اکثر و بیشتر اس کے پاس رہتے، ڈھیروں باتیں کرتے، روتے رہتے مگر اس کی حالت جوں کی توں ہی رہی، ڈاکٹر صرف امید ہی دلا سکتے تھے مگر یہ بات طے تھی کہ ایک نہ ایک دن عیشال ہوش میں ضرور آئے گی وہ لمحہ کب آئے گا اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا تھا، شفیق صاحب راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس کے ہوش میں آنے کی دعائیں کرتے، زین کی لاتعلقی پر انہیں بہت دکھ ہوتا، ■ کیسے اپنی بہن کی اس حالت سے لاپروا تھا، یہ سوچ ہی ان کے لیے تکلیف کا باعث تھی مگر وہ لاتعلق نہیں تھا، کبھی کبھار وہ سوچتا کہ اس نے شاید جلد بازی کی جس کی وجہ سے عیشال کو نقصان اٹھانا پڑا نقصان تو اس کا بھی ہوا تھا مگر جذباتیت اور عماد سے بدلہ لینے کی دھن نے تمام اچھی سوچوں پر پہرے بٹھا رکھے تھے اور عماد وہ صرف عیشال کے لیے دعا ہی کرتا تھا۔

بے نام سا رشتہ جڑ گیا تھا عیشال کے ساتھ جو نہ ہوتے ہوئے بھی اس کے ساتھ رہتی تھی۔ کئی بار سوچتا کہ اسے جا کر دیکھ آئے مگر کیسے، اس بے حس و حرکت وجود کا سامنا کرے گا جو اس سے محبت کا دعویٰ کرتی تھی، آج اس کی وجہ سے اس حالت میں تھی کہ اسے اپنی بھی کوئی خبر نہ تھی...... جونہی زین نے شفیق صاحب کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو انہیں دعا مانگتے پایا...... تھوڑی دیر انتظار کر کے اپنے غصے کو قابو میں کیا پھر اطمینان سے ان

کے بیڈ کے پاس آرکا...... شفیق صاحب اسے دیکھ کر اٹھیا ورجائے نماز لپیٹ کر میز پر رکھی اور صوفے پر بیٹھ گئے۔
"بولو...... کیوں آئے ہو میرے کمرے میں؟" ان کے انداز میں ناراضی واضح تھی۔
"ایک ضروری کام ہے آپ سے بلکہ یوں کہیں کہ اپنا ایک فیصلہ آپ کو سنانے آیا ہوں۔" زین نے کہا تو انہوں نے غصے سے اسے دیکھا۔
"کیا کام ہے اور اب کون سا انوکھا فیصلہ ہے جو تم کر چکے ہو۔" انداز میں تلخی تھی۔
"میں شادی کر رہا ہوں...... اس سلسلے میں آپ میرا پروپوزل لے کر جہاں میں آپ کو کہوں گا آپ چلیں گے۔" ہٹ دھرمی سے کہتا ہوا شفیق صاحب کو بہت برا لگا۔
"کیا......! دماغ خراب تو نہیں ہو گیا تمہارا؟ میری بیٹی وہاں صدمے سے بے حال کومہ کی حالت میں اسپتال میں زندگی کے دن کاٹ رہی ہے اور میں یہاں پل پل مر رہا ہوں اس کے بغیر تمہیں یہ نیا تماشا سوجھ رہا ہے۔" وہ غصے سے کھڑے ہو کر بولے زین کی آنکھوں میں بدلے کی چمک تھی وہ لرز گئے۔
"وہ سب اپنی جگہ ڈیڈ مگر میں اب فیصلہ کر چکا ہوں کہ میں عماد کی کزن زوبیہ سے شادی کروں گا، اصل میں وہ لڑکی مجھے بہت اچھی لگی اور آپ کی تنہائی دور کرنے کا اس سے بہتر طریقہ مجھے کوئی اور نہیں لگا تو......" اس نے چالاکی سے کہا تو جب شفیق صاحب نے اس کی بات کاٹی اور تلخ لہجے سے دھاڑے۔
"بکواس بند کرو تم اپنی...... بدلے کی اس جنگ میں تم ایک اور معصوم کو دھکیلنا چاہتے ہو میں ہرگز تمہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا زین۔ آخر کیوں تم میری اور ہم سب کی زندگیوں سے کھیلنا چاہتے ہو۔ میں مر کر بھی تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا سمجھے تم۔" اب کی بار وہ سسک اٹھے۔
"او کے...... آپ نے اپنا فیصلہ سنا دیا ویسے بھی آپ کے ہونے یا نہ ہونے سے مجھے کوئی فرق نہیں پڑنے والا اور یہ بات آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں جو کہتا ہوں وہی کرتا ہوں۔" نہایت سفاکی سے کہتا ہوا وہ اٹھ کھڑا ہوا۔
"میں نے کہا تم ایسا نہیں کرو گے زین۔" انہوں نے اسے بازو سے پکڑ کر دھکا دیا تو وہ لڑکھڑایا پھر سنبھل کر کھڑا ہوا اور شفیق صاحب کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر لاپروائی سے بولا۔
"وہ کیا ہے ناں میرے پیارے ڈیڈ...... شادی تو میں زوبیہ سے ہی کروں گا۔ آپ شرکت کریں یا نہ کریں آپ کی مرضی ہے۔" کہہ کر وہ لمبے لمبے ڈگ بھر کر کمرے سے نکل گیا، شفیق صاحب ساکت سے رہ گئے۔
"آخر اب یہ کیا کرنے والا ہے؟" یہ سوچ کر ہی وہ پاگل ہو گئے تھے۔

زوبیہ کے بھائی غفران کا دل عماد کی طرف سے اتنا بدظن ہو گیا تھا کہ انہوں نے زین کے لیے جھٹ سے ہاں کہہ دی، ایک تو اتنے امیر گھر سے رشتہ آیا تھا اور دوسرا شفیق صاحب کو وہ عماد کے حوالے سے کچھ نہ کچھ جانتا ضرور تھا اس نے فوراً یہ رشتہ قبول کر لیا...... زوبیہ کے دل میں عماد کے لیے جو گرہ پڑ گئی تھی وہ اس رشتے سے تھوڑی سی ضرور کھل گئی تھی...... اس کو عماد پر حد سے زیادہ غصہ تھا وہ جو آنکھوں آنکھوں میں اس سے ذومعنی باتیں کرتا تھا، اس کا خیال رکھتا تھا بار بار ان کے گھر کے چکر کاٹتا تھا اب یوں دور ہوا کہ شہر کیا اپنے گھر کا راستہ بھی بھول گیا۔
"کیا وہ سب اس کا فطرتی انداز تھا جس پر وہ اس سے محبت کر بیٹھی تھی۔" زوبیہ زین کو سوچ کر پرامید سی ہوئی مگر زین کے ارادوں سے بے خبر تھی، وہ جانتا تھا کہ عماد زوبیہ کو پسند کرتا ہے، ایک بار جب اس نے عماد سے اس کی خیریت دریافت کی تھی ایکسیڈنٹ کے بعد تو عماد نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ اپنے دل میں زوبیہ کے لیے پسندیدگی کے جذبات رکھتا ہے۔
"اب جب عماد کو پتا چلے گا کہ زوبیہ کا شوہر کوئی اور نہیں زین ہی ہے تو وہ کیسے تڑپ اٹھے گا۔" یہ سوچ سوچ

کر ہی زین کو عجیب سا سرور مل رہا تھا، عماد نے اس سے اس کی بہن چھینی تھی اور زین اپنی سوچ کے مطابق عماد سے اس کی پسند، اس جنگ میں نقصان کس کا ہونا تھا کوئی نہیں جانتا تھا۔

***

"عیشال...... میری بہن آج میں بہت خوش ہوں، تمہاری خواہش تھی ناں کہ میں شادی کرلوں...... میں شادی کررہا ہوں، جانتی ہو کس سے، تمہیں اس حال تک پہنچانے والے اس گھٹیا شخص عماد کی کزن زوبیہ سے، مجھے افسوس تو رہے گا کہ تم اس خوشی میں میرے اور ڈیڈ کے ساتھ شریک نہیں ہوگی مگر میں کیا کروں مجبور ہوں...... یہ سب تمہاری محبت میں کررہا ہوں، وہ بزدل انسان نجانے کہاں چھپ کر بیٹھ گیا ہے، ہوسکتا ہے میرے اس عمل سے وہ چوہا اپنے بل سے نکل آئے اور میں اس سے تمہاری اس حالت کا بدلہ لے سکوں۔ میری محبت پر کبھی شک مت کرنا، میری شدت پسندی سے تم واقف ہو...... بچپن سے لے کر اب تک میں نے ہی تمہارا خیال رکھتا آیا ہوں تمہارے اور میرے رشتے میں کسی اور کی کوئی جگہ نہیں، یہی میری محبت کا انداز ہے جو مجھے بہت عزیز ہے، ڈیڈ ناراض ہیں مجھ سے مگر میں ان کو منالوں گا، تمہارے لیے ہر لمحہ میرا دل تڑپتا ہے اور جی کرتا ہے تمہیں جھنجوڑ کر اٹھادوں مگر امید ہے کہ ایک نہ ایک دن تم ضرور آنکھیں کھولو گی اور اس دن تمہارا مجرم میری قید میں ہوگا یہ وعدہ ہے میرا...... اللہ تمہیں جلد ہمارے درمیان واپس لے آئے آمین۔" زین عیشال کے پاس بیٹھا اسے سب بتارہا تھا مگر عیشال کی آنکھیں مسلسل بند تھیں اور پھر وہ دن آگیا جب زوبیہ اس کی بیوی بن کر اس کے گھر آگئی تھی اور وہ اس سے کہہ رہا تھا۔

"میں نے تم سے شادی اپنی مرضی اور پسند سے نہیں کی مسز زین بلکہ تمہارے اس کزن عماد سے بدلہ لینا چاہتا ہوں میں، لمحہ لمحہ تڑپتا دیکھنا چاہتا ہوں اسے، چاہتا ہوں کہ وہ بھی اس کرب سے گزرے جس سے میں اور میری بہن عیشال گزرر ہے ہیں، پسند کرتا ہے وہ تمہیں اور شادی بھی کرنا چاہتا تھا مگر اس نے ایک غلطی کی میری بہن کو دھوکے سے اپنی محبت کے جال میں پھنسالیا اور وہ معصوم اس سے محبت کا دعویٰ کر بیٹھی پھر اس گھٹیا انسان نے میری بہن اور مجھ سے سب کچھ چھین لیا، اسی طرح جب میں "زین خان" اس کی محبت زوبیہ سے اس کا سب کچھ چھینوں گا تو اسے کتنی تکلیف ہوگی ہے ناں، وہ تڑپے گا، یہاں واپس آئے گا، تمہاری حالت دیکھ کر مجھ سے منت کرے گا مگر میں پھر بھی تمہیں اور اسے ضرور سزادوں گا۔ تبھی تم اور ہاں ایک اور بات یہ اپنا حلیہ ابھی کے ابھی درست کرو، تم یہاں زین خان کی دلہن نہیں ہو صرف ایک بدلہ ہو، عماد کے لیے سزا ہو جو اسے ہر لمحہ بھگتنی ہے...... دفع ہو جاؤ۔" غضب سے چنگھاڑتا زین اس وقت زوبیہ کے لیے سوہان روح ثابت ہوا، کمرے میں داخل ہونے کے بعد یہ شادی کا پہلا تحفہ تھا جو اس نے اپنے الفاظوں کی صورت زوبیہ کے گوش گزار کیا تھا، وہ سہم کر رہ گئی، آنکھیں پتھرا گئیں، آنسو گالوں پر لڑھک آئے، نرم و نازک خوابوں کو اس شخص نے اپنے غلیظ جذبات سے روند کر رکھ دیا تھا۔ وہ سہم کر اسے دیکھ رہی تھی الفاظ جیسے ٹھہر سے گئے تھے جب زین نے آگے بڑھ کر اس کی گردن دبوچی، دوپٹا سر سے دور پھینکا اور اپنا چہرہ اس کے چہرے کے قریب کرکے غصے سے بولا۔

"تم نے سنا نہیں کیا کہا میں نے؟ یہ آنسو زہر لگتے ہیں مجھے، تھوڑے تھوڑے کرکے بہانا انہیں، یہ آنسو اس عماد کے سامنے بہاؤ گی تو مجھے بہت مزا آئے گا تبھی۔" اس کو جھٹکا دے کر زوبیہ کو بیڈ پر پھینکا اور کمرے سے نکل گیا۔

"اتنی ذلت...... اتنی توہین؟" درد اور غم سے چور زوبیہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ پائی وہیں لیٹی بس سسکتی رہی، خواب کچلے گئے تھے عماد کے حوالے سے جو باتیں زین نے اس سے کی تھیں وہ نئے سرے سے ٹوٹ گئی تھی۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل اک شخص
سارے شہر کو ویران کرگیا۔

***

عماد اس وقت کتنے مہینوں بعد اپنے سامنے لیٹے

ہوئے اس وجود کو دیکھ رہا تھا یہ شاید وہ تو نہیں جانتی تھی مگر عماد نے گزرے مہینوں کے ایک ایک لمحے میں نہ صرف اسے یاد کیا تھا بلکہ اس کے لیے ڈھیروں دعائیں بھی کی تھیں، بیڈ پر لیٹا ساکت وجود کتنا معصوم اور پاکیزہ تھا، جسے صرف اس بات کی سزا اس ظالم دنیا نے دی تھی کہ اس نے اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا، کیا کسی سے محبت کرنا اتنا بڑا جرم ہے؟ سوچ کر عماد کی آنکھوں کے گوشے نم ہوگئے تھے، عیشال کے چہرے پر ایک سکون تھا، گہری خاموشی مگر ہاں ڈر اور خوف کہیں بھی نہیں تھا جو گناہ اس نے کیا ہی نہیں تھا جو صرف اس کے بھائی نے اس کے لیے جرم اور گناہ تصور کرلیا تھا، اس نازک لڑکی کو صرف خواب دیکھنے کی سزا مل رہی تھی وہ اس کے قریب آیا جب اندر آتی نرس نے پوچھا۔

"سر آپ مس عیشال کے کزن ہیں؟ میرا مطلب ہے آپ کا ان سے کیا رشتہ ہے؟ وہ اصل میں جب سے یہ اس کنڈیشن میں ہیں ان کے ڈیڈ اور بھائی ہی اکثر چکر لگاتے ہیں تو......"

"تم کیا جانو میرا اس سے کیا رشتہ ہے، دوستی کا، جذبات کا، محبت کا یا اس انجانی سزا کا جو یہ لڑکی میری وجہ سے بھگت رہی ہے۔" وہ محض سوچ کر رہ گیا۔

"میں شفیق خان صاحب کی اجازت سے ان سے ملنے آیا ہوں۔" اس نے بس اتنا کہا نرس سر ہلا کر باہر چلی گئی، وہ اس کے بیڈ کے پاس صوفے پر بیٹھ گیا، آج اتنے عرصے بعد وہ اس کے روبرو تھا، اس سے دل کی تمام باتیں کرنا چاہتا تھا جب سے اسے زین اور زوبیہ کی شادی کی خبر ملی تھی دل پر پڑا بوجھ دگنا ہوگیا تھا، وہ دو معصوم لڑکیوں کی زندگیاں اس کی ذات سے منسوب ہوکر داؤ پر لگ گئی تھیں، وہ انجانے میں ہی ان دونوں کا مجرم خود کو تصور کررہا تھا۔ زین سے اور کیا توقع کرتا مگر وہ بدلے میں زوبیہ کو استعمال کرے گا یہ سن کر وہ انگاروں پر لوٹ رہا تھا۔

"عیشال...... کتنی پاکیزہ اور معصوم لگ رہی ہو تم اس وقت تمہاری اس حالت نے میرے کرب کو بڑھا دیا ہے، میری زندگی ویران ہوگئی ہے، دن رات صرف تمہارے لیے دعا گو رہتا ہوں...... کاش تم ایک بار اپنی آنکھیں کھولو، مجھے سامنے دیکھوگی تو کتنی خوش ہوگی مگر نہیں یہ اللہ کی طرف سے تمہارے لیے بہتری ہی ہے کہ تم ایک گہری نیند کے حصار میں ہو، اللہ نے تمہیں تمہارے خودغرض اور ظالم بھائی کے مزید ظلم سے محفوظ رکھا ہوا ہے، وہ میری کزن زوبیہ سے شادی کرچکا ہے صرف مجھے تکلیف پہنچانے کی خاطر، وہ لڑکی جسے کبھی میں پسند کرتا تھا آہ...... کتنا ظلم ہے زین، اس نے تمہیں کھو دیا مگر پھر بھی سنبھل نہیں پایا، میں خود کو کہیں نہ کہیں تمہارا مجرم سمجھتا ہوں ہوسکے تو مجھے معاف کردینا، اب حالات بدل چکے ہیں تو احساسات اور جذبات میں بھی تبدیلی آچکی ہے...... اب میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تمہاری اس حالت نے مجھے دنیا سے بے خبر کردیا ہے، دیوانہ ہوجاتا ہوں جب تمہارا خیال آتا ہے مگر اب جب تمہیں اس حال میں دیکھتا ہوں تو دل کڑھتا بھی ہے، سوچتا ہوں کہ کہیں تمہاری محبت نے مجھے قید تو نہیں کردیا، ہاں میں محبت کرنے لگا ہوں تم سے، تم جب شعور کی دنیا میں آؤگی تو تمہیں سب سے دور لے جاؤں گا وعدہ ہے تم سے میرا...... بس تم ایک بار اپنی آنکھیں کھول دو۔" آنسو ٹوٹ کر اس کی آنکھوں سے عیشال کے ہاتھ پر گرے اس نے عیشال کی آنکھیں دیکھیں جو بند تھیں مگر ایک آنسو آنکھ کے ایک کنارے سے باہر نکلتا ہوا عماد کو مبہوت کرگیا۔

"تم سن سکتی ہو مجھے...... ہاں ناں، تم ریسپونس بھی دوگی جلد ہی...... اللہ تیرا شکر ہے۔" اس نے اپنی انگلی پر اس کا آنسو چن لیا اور دیوانہ وار خوشی سے بولا۔

"مجھے سر شفیق کو انفارم کرنا ہوگا۔" وہ ڈاکٹر کو بتانے کے لیے باہر بھاگا۔

گزرتے چند مہینوں میں زین خان نے نہ صرف زوبیہ کے جذبات واحساسات کو بری طرح سے مجروح کیا بلکہ اپنی مردانگی کے زعم میں اس کو جسمانی لحاظ سے بھی ٹارچر کرتا رہا وہ روتی رہتی، اپنے ناکردہ گناہوں اور جرم کی معافی مانگتی رہتی، یوں لگتا تھا کہ عماد سے محبت کی ایک بڑی

سزا اسے ملی ہے، وہ زین کو بار بار یقین دلاتی کہ عماد کا اس سے کسی قسم کا کوئی رشتہ یا تعلق نہیں ہے، دل کا تعلق قائم تھا مگر یوں وہ اس تعلق کی بھینٹ چڑھائی جائے گی وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی، تمام دن زین اس سے لاتعلق سا رہتا تھا صرف شفیق صاحب زوبیہ کا خیال رکھتے مگر اپنے کمرے میں جا کر وہ ہٹلر بن جاتا، اسے عماد کے حوالے سے طعنہ دیتا، وہ جی جان سے سلگ جاتی، اپنی صفائی پیش کرتی مگر اس ظالم شخص کو اس پر کبھی یقین نہ آیا ہاں مگر شفیق صاحب کے سامنے وہ زوبیہ کو کچھ بھی نہ کہتا، جھوٹی محبت جتانے کا ناٹک تک نہ کرتا کیونکہ وہ انا پرست شخص محبت کرنا جانتا ہی نہیں تھا، ان دونوں کے درمیان جو فاصلے تھے شفیق صاحب بخوبی جان چکے تھے، ایک رات جب زوبیہ شفیق صاحب کو کافی دینے آئی تو ان کے ساتھ بیٹھے شخص کو دیکھ کر وہ ساکت رہ گئی۔

”عماد..... !“ اس نے زیر لب کہا، نفرت کا ایک طوفان اس کے دل و دماغ میں سرایت کر گیا، عماد اس کو دیکھ کر کھڑا ہوا، زوبیہ نے کافی میز پر رکھی مڑنے ہی لگی تھی کہ عماد کی آواز پر رکنا پڑا۔

”زوبیہ کیسی ہو تم؟ سوری میرے کچھ پرسنل ایشوز تھے زین کو لے کر..... تب ہی میں شادی میں شرکت نہ کر سکا۔“ اس نے عام سے لہجے میں معذرت کی کتنا ڈھیٹ شخص تھا وہ۔

”کیسی لگ رہی ہوں تمہیں؟“ عماد کے سامنے آ کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زوبیہ نے الٹا سوال کیا تو عماد کے چہرے پر دکھ اور کرب کے آثار واضح ہو گئے، ملجگا سا حلیہ، سرخ آنکھیں جن میں غصے کے ساتھ ساتھ بے انتہا کرب اور نفرت تھی وہ دیکھ کر نظریں چرا گیا۔

”اوہو..... یہاں تو بڑے عظیم انسان تشریف فرما ہیں۔ واہ جی میری بیگم صاحبہ بھی یہیں موجود ہیں۔“ اس سے پہلے کہ کوئی کچھ کہتا زین نے کمرے میں داخل ہو کر طنز بھرے لہجے میں کہا تینوں مڑ کر اسے دیکھنے لگے۔

”زین تم جاؤ یہاں سے..... عماد مجھ سے ملنے آیا ہے اور زوبیہ مجھے کافی دینے آئی تھی تم زوبیہ کو لے جاؤ۔“ شفیق صاحب نے کھڑے ہو کر زین سے کہا وہ عماد کے سامنے کسی قسم کا تماشا نہیں چاہتے تھے۔

”آپ اسے یہاں سے نکالنے کی بجائے مجھے جانے کا کہہ رہے ہیں واہ..... اور میں تو حیران ہو رہا ہوں کہ زوبیہ بھی اس سے ملاقات کے لیے یہیں ہے، ویسے اچھا ہی ہے..... دیکھو عماد زوبیہ میری بیوی ہے اور ہم دونوں ساتھ کھڑے کتنے اچھے لگ رہے ہیں، کتنا خوب صورت کپل ہے ناں۔ تم اب سمجھ گئے ہو گے کہ زین خان کیا کیا کر سکتا ہے۔“ زوبیہ کو اپنے ساتھ لگا کر وہ کہتا اپنی سوچ کے مطابق سلگا رہا تھا مگر زوبیہ اور شفیق صاحب کو بے انتہا غصہ آیا۔ زوبیہ نے خود کو دور کرنے کی کوشش کی زین نے اسے سختی سے مزید قریب کر لیا شفیق صاحب کو زین کا یہ انداز ایک آنکھ نہ بھایا۔

”آہ..... کیا کہوں میں زین..... واقعی تم دونوں بہت اچھے لگتے اگر تمہارے دل میں اس لڑکی کے لیے محبت ہوتی مگر تم اپنی انا میں اس قدر آگے نکل چکے ہو کہ رشتے تمہارے لیے صرف کھیل بن کر رہ گئے ہیں، مجھے افسوس ہو رہا ہے کہ تم پہلے جہاں کھڑے تھے اب بھی وہیں ہو..... عیشال کو اس حال میں پہنچا کر بھی تمہیں ذہنی سکون نہیں ملا، اب تم زوبیہ کی زندگی بھی تماشا بنانا چاہتے ہو۔“ اس نے افسوس بھرے لہجے میں کہا۔

”میری بہن کی حالت کے ذمہ دار صرف تم ہو سمجھے، میری بیوی اور میرے معاملات میں گھسنے کی کوشش نہ کرو تو بہتر ہے، تم تڑپ رہے ہو ناں زوبیہ کو میرے ساتھ دیکھ کر؟ میں یہی چاہتا ہوں کہ تم ساری زندگی اس کرب سے گزرو جس سے میری بہن گزر رہی ہے، تم سے محبت کرنے کی سزا مل رہی ہے اسے۔ دفع ہو جاؤ..... گیٹ لاسٹ۔“ زوبیہ کو چھوڑ کر زین تیزی سے عماد کی طرف لپکا اس کی گردن پکڑ لی اور غصے سے غرایا، زوبیہ منہ کھولے دونوں کو دیکھتی رہی۔

”چھوڑو اسے زین اور عماد تم جاؤ یہاں سے۔“ شفیق

صاحب نے دونوں کو الگ کیا۔

"سر میں چلا جاؤں گا مگر آپ کو یہ بتانے آیا تھا کہ عیشال کے پاس سے ہوکر آیا ہوں اس نے ریسپونس کرنا شروع کردیا ہے...... میری دعا ہے کہ وہ جلد ٹھیک ہوکر آپ سب کے درمیان ہو اللہ حافظ۔" ایک نظر زوبیہ پر ڈال کر وہ تیزی سے نکل گیا۔

"اس کی ہمت کیسے ہوئی عیشال کے پاس جانے کی۔" اس نے غصے سے شفیق صاحب سے پوچھا۔

"وہ میری اجازت سے ہی گیا تھا، تم اپنے غصے اور جذبات کو کنٹرول میں رکھو ذرا، کیوں خود کو اور اپنی بیوی کو تماشا بنانا چاہتے ہو...... خدارا رشتوں کا احترام کرنا سیکھو زین یہ نہ ہو کہ ایک دن تم سب کچھ گنوا بیٹھو اور تہی داماں رہ جاؤ چلو زوبیہ۔" زوبیہ کو لے کر وہ چلتے بنے اور زین کی رگیں غصے سے مزید تن گئیں، وہ زوبیہ کو لے کر عیشال کے پاس آئے تھے۔

"کیا کہا ڈاکٹر نے عیشال کے بارے میں؟" رات وہ اپنی بہن کے بارے میں ساری معلومات ڈاکٹر سے لے آیا تھا مگر زوبیہ کی زبانی معلوم کرنا چاہتا تھا آفس کے لیے تیار ہوتے وقت زین نے اس سے سرسری سا پوچھا جو بیڈ پر سوگوار حالت میں بیٹھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کتنا ہینڈسم ہے یہ شخص مگر دل اس کا پتھر ہے جو اپنی بہن کے جذبات نہ سمجھ سکا وہ مجھے کیا سمجھے گا۔" جب سے اس دشمن جاں سے رشتہ جڑا تھا عماد کہیں دور چلا گیا تھا اس کی جگہ زین خان نے لے لی تھی وہ چاہ کر بھی اس سے نفرت نہیں کرپائی تھی کیسا عجیب تعلق تھا۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے تم سے، کہیں تم عماد کے خیالوں میں تو نہیں کھو گئیں؟" اس کو سوچوں میں مگن دیکھ کر زین نے اس کے سامنے بیٹھتے ہوئے پوچھا، زہر آلود ہنسی تھی اس کے ہونٹوں پر زوبیہ کو جی بھر کر غصہ آیا۔

"میں اپنے شوہر کے ہوتے ہوئے کسی غیر کو نہیں سوچتی۔" وہ غصے سے کہہ کر اٹھنے لگی تو زین نے اس کا بازو پکڑ کر مزید اپنے قریب کرلیا۔

"کبھی سوچنا بھی مت، ویسے رات کیا کہہ رہا تھا تم سے وہ خبیث انسان؟" زوبیہ اپنی کلائی چھڑوانے کی کوشش کررہی تھی، چہرے پر خوف اور غصے کے تاثر اور آنکھوں کی نمی نے زین کو مجبور کردیا تھا کہ وہ اس حسین چہرے کو دیکھتا رہے، وہ واقعی خوب صورت تھی، وہ غور سے ایک ایک نقش کو دیکھتا رہا...... زوبیہ کی آنکھوں میں خوف اور حیا کے رنگ دیکھ کر وہ چند لمحے مبہوت رہ گیا، تھوڑی دیر زوبیہ کی مزاحمت کے بعد آرام سے اس کی کلائی چھوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

"آپ ایک خود پسند اور خود غرض انسان ہیں، محبت تو رب کی عطا ہے مگر آپ جیسے لوگ ہی اسے دوسرے لوگوں کے لیے سزا بنا دیتے ہیں جب عیشال آپ کو اپنی بے گناہی ثابت نہ کرسکی تو میں زوبیہ جو آپ کے لیے صرف ایک بدلہ ہوں...... وہ کیسے یہ ثابت کرسکتی ہے کہ اس کا اس شخص سے کوئی تعلق نہیں ہے جو آپ کے نزدیک ایک گھٹیا انسان ہے۔ کبھی نہ کبھی تو آپ کو یقین آئے گا زین کہ عیشال جس نے صرف عماد کے وہاں جانے پر تھوڑا بہت ریسپانس ظاہر کیا ہے اس نے واقعی جرم یا گناہ نہیں کیا۔" پُراعتماد لہجے میں بولتی زوبیہ کہیں سے بھی ڈری سہمی لڑکی نہیں لگ رہی تھی۔

"تم...... تم اب بھی اس عماد کی حمایت کررہی ہو...... دفع ہوجاؤ۔" اس نے اشتعال میں آکر زوبیہ کو دھکا دیا، عماد کے عیشال کے ساتھ نام نے ہی اسے مزید آتش فشاں بنا دیا تھا، زوبیہ کا سر بیڈ کی پٹی سے لگا، خون کے ننھے قطرے ظاہر ہونا شروع ہوئے تو وہ سسک اٹھی نگاہ اٹھا کر دیکھا تو وہ وہاں سے جاچکا تھا۔
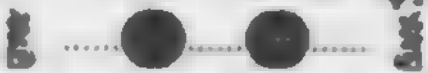
"یہ ہم سب کے لیے خوش آئند بات ہے کہ عیشال کا وجود کچھ نہ کچھ ریسپونس ظاہر کررہا ہے، اصل میں کومے کی کنڈیشن میں دماغ بالکل سو جاتا ہے شعور تو بالکل ختم ہو جاتا ہے مگر لاشعور جاگتا رہتا ہے، آپ مریض سے جو بھی

کہتے ہیں وہ دماغ اور لاشعوری طور پر اسے سننے کی تھوڑی بہت قوت رکھتا ہے۔ مسٹر عماد اور عیشال کا تعلق بہت خاص اور الگ محسوس ہوا مجھے کیونکہ عیشال نے صرف اس کی باتوں پر تھوڑا بہت ردعمل ظاہر کیا ہے اور یہ بہت اہم ہے ہم سب کے لیے، آپ اچھی امید رکھیں ایک نہ ایک دن ضرور وہ ہوش میں آجائے گی اور آہستہ آہستہ اسے سب یاد آجائے گا۔" شفیق صاحب عیشال سے پھر ملنے آئے تھے اس سے ڈھیروں باتیں کیں اس کے بے حس و حرکت وجود میں کسی قسم کا ردعمل نہ دیکھ کر مایوس ہوئے، ڈاکٹر نے انہیں تسلی دی، اب کی بار وہ بھی کافی پرامید تھے کہ عیشال جلد ہی ٹھیک ہو جائے گی، شفیق صاحب آنسوؤں کے ساتھ محض مسکرا دیے۔

"میں نے سوچا ہے کہ اپنا بزنس دبئی میں اسٹارٹ کرلوں، ویسے بھی اب عیشال کی حالت دیکھ کر میرا کام میں بالکل دل نہیں لگتا۔ زین میں چاہتا ہوں کہ دبئی بھائی بھابی کے پاس جا کر وہاں کچھ کام کیا جائے تم یہاں سب ہینڈل کر تو رہے ہو۔ ویسے بھی اب تم اپنے فیصلوں میں آزاد ہو...... جیسے ہی عیشال کے بارے میں کوئی اچھی خبر ملی میں فوراً واپس آجاؤں گا۔" کھانا کھاتے ہوئے شفیق صاحب نے زین سے کہا جو غور سے ان کی بات سن رہا تھا، اتنے میں زوبیہ بھی وہاں چلی آئی، اس کے ماتھے پر بینڈ ایج دیکھ کر جہاں زین نے نظریں چرائیں وہیں شفیق صاحب نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"زوبیہ بیٹا یہ کیا ہوا ہے، یہ چوٹ کیسی ہے؟" وہ اٹھ کر اس کے پاس آئے اور پریشانی سے پوچھ کر اسے کرسی پر بٹھایا زین لاتعلق بنا بیٹھا رہا۔

"بس...... میں سلپ ہوگئی تھی ابھی تو یہ سب......" اس نے جھوٹ بولا۔

"میں یہ جھوٹ کبھی بھی نہیں مان سکتا...... زین تم نے زوبیہ پر ہاتھ اٹھایا ہے، شرافت سے مجھے بتاؤ تم اس قدر گر جاؤ گے زین، آخر یہ کیا ہو رہا ہے میرے گھر میں؟" وہ زین پر دھاڑے تو زوبیہ بھی ڈر گئی، وہ زین کی طرف دیکھ رہی تھی جس نے ابرو اچکا کر زوبیہ کو غصے سے دیکھا۔

"میں نے کوئی ہاتھ نہیں اٹھایا...... یہ اس گھٹیا عماد کی حمایت کررہی تھی۔ میں نے ہلکا سا پش کیا تھا مجھے کیا پتا تھا کہ یہ سب ہو جائے گا۔" وہ آرام سے بتا رہا تھا۔ زوبیہ رونے لگی، چہرہ ہاتھوں میں چھپا لیا تھا۔ شفیق صاحب اور زین خاموشی سے اسے دیکھتے رہے، اس نے ہتھیلی سے چہرہ رگڑا اور خاموشی سے چائے پینے لگی۔

"زوبیہ بیٹا اٹھو تم آؤ میرے ساتھ۔" وہ اسے بازو سے پکڑ کر اٹھانے لگے۔

"میں نے کچھ نہیں کیا، یہ تماشا کررہی ہے بس......" شفیق صاحب نے ہاتھ اٹھا کر اسے مزید کچھ کہنے سے روکا اور تلخ لہجے میں بولے۔

"تماشا تو تم نے بنادیا ہے زین ہم سب کا...... میں نے یہ تربیت تو نہیں کی تھی تمہاری عیشال کی جو بھی حالت ہے اس پر میں چپ رہا مگر اب اس معصوم کو تمہارے عتاب کا نشانہ بنتے نہیں دیکھ سکتا، تم اپنی مرضی کرو جاؤ، اس خود غرضی اور انا نے تمہیں حیوان بنادیا ہے، یہ نہ ہو کہ تم اپنے تمام رشتے کھو دو، میں تمہاری شکل دیکھنے کا بھی روادار نہیں ہوں، چلے جاؤ یہاں سے۔" وہ غصیلے لہجے میں دھاڑے نگاہوں میں تاسف تھا اور زوبیہ کو ساتھ لے کر چلے گئے۔

"یہ ایک غلطی ہوگئی مجھ سے، میں نے مارا نہیں تھا اسے۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے سر پر ہاتھ پھیرتا بولا تھا۔

● ●

"صرف زین کی شدت پسندی کی وجہ سے میں اس دوراہے پر کھڑا ہوں عماد کہ اب مجھے اسے تنہا چھوڑنے کا فیصلہ کرنا پڑا ہے عیشال کو اس حالت میں چھوڑ کر بالکل نہ جاتا مگر مجھے زوبیہ کی زندگی بچانی ہے، وہ معصوم لڑکی کچھ کہتی نہیں مگر میں سب جانتا ہوں، میں نے دبئی شفٹ ہونے کا فیصلہ کرلیا ہے زوبیہ کو اپنے ساتھ ہی لے جاؤں گا، تم سے ایک درخواست ہے کہ عیشال کو کبھی کبھار آ کر دیکھ جانا، اس کا خیال رکھنا مجھے کامل یقین ہے کہ تم اسے زندگی کی طرف واپس لاپاؤ گے، ہوسکے تو زین کے رویے

کو دل پر مت لینا اسے اور مجھے معاف کردینا۔" شفیق صاحب فون پر عماد سے بات کررہے تھے عماد نے جواباً صرف اتنا کہا۔

"سر مجھے آپ یا زین سے کوئی شکوہ نہیں، میں عیشال کا خیال رکھوں گا آپ بےفکر رہیے۔ زین نے جو بھی کیا ایک یہ ایک دن اسے اپنے رویوں کی بدصورتی کا احساس ہوجائے گا۔ اللہ کی طرف سے ہدایت ملے گی تو وہ ضرور رشتوں کی قدر جان جائے گا۔ آپ یہ بات جانتے ہیں کہ میں شدت سے اس وقت کا انتظار کررہا ہوں جب عیشال ہم سب کے درمیان ہوگی اور میں اس لمحہ کا انتظار ضرور کروں گا جب زین رشتوں کو سمجھے گا...... جانتا ہوں وہ وقت ضرور آئے گا ان شاء اللہ۔"

"آپ میری بیوی کو اپنے ساتھ کیسے لے جاسکتے ہیں ڈیڈ؟ مجھے بنا بتائے آپ نے اس کی ٹکٹ بھی کنفرم کرالی اٹس ناٹ فیئر۔" شفیق صاحب اور زوبیہ جانے کے لیے تیار تھے جب زین نے اچانک آکر ان سے سوال کیا۔

"تم اپنی مرضی بار بار کرچکے ہو زین...... اب فیصلہ میرا ہوگا، میں اس بچی کو تمہارے حوالے نہیں کرسکتا، مجھے تو اس کی جان کا بھی خطرہ ہے تم سے، عیشال کی حالت کے ذمہ دار تو تم عماد کو ٹھہراتے ہو مگر کل کو اگر زوبیہ کو کچھ ہوگیا تو تم سارا الزام میرے سر ڈال دو گے، میری بیٹی ہے یہ، عیشال کا عکس نظر آتا ہے مجھے اس میں، مجھے ساتھ لے جانا ہے اسے، تم اب کچھ نہیں کہو گے، کچھ عرصہ ہمیں سکون سے رہنے دو تو یہ ہم پر تمہارا احسان ہوگا۔" انہوں نے اکتائے ہوئے لہجے میں زین سے کہا۔

زوبیہ نے شکوہ بھری نگاہ زین پر ڈالی اور بنا کچھ کہے بانو بی کے ساتھ اپنے سامان سمیت باہر نکل گئی، وہ اسے روک بھی نہ پایا...... ان نگاہوں میں کیا کچھ نہ تھا، ارمانوں اور خوابوں کے ٹوٹنے کا عکس، اذیت بھری زندگی کے لمحات، وہ سلگتی اور کٹیلی نگاہوں کا سامنا نہ کرسکا خاموشی سے اسے اور شفیق صاحب کو جاتے دیکھتا رہا۔

کچھ دنوں تک زین نارمل انداز سے زندگی گزارتا رہا، شفیق صاحب سے بھی بات ہوجاتی، زوبیہ نے البتہ کبھی بات نہ کی، اس کی خاموشی اسے بری طرح کھل رہی تھی، وہ بار بار اسے کالز کرتا مگر وہ مسلسل اگنور کردیتی وہ چڑ سا گیا، یہ خاموشی اور تنہائی اسے کاٹ رہی تھی، عیشال سے بھی مل آتا باتیں کرتا مگر اس کے بےسدھ وجود کو دیکھ کر صرف رونا ہی آتا، اسے بہن کے ساتھ گزرے دن، اپنا اس پر حق جتانا، اس کی ایکسٹرا کیئر کرنا یاد آجاتا تو آنکھوں کے گوشے نم ہوجاتے، کاش اس دن وہ عماد کو وہ سب نہ سناتا تو عیشال کی یہ حالت نہ ہوتی اور زوبیہ ان دونوں کا رشتہ جیسا بھی تھا مگر اب اسے زوبیہ کی عادت سی ہوگئی تھی، اس کے جانے کے بعد وہ مسلسل اسی کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا، اسے ایک منٹ کا بھی سکون نہیں مل رہا تھا، گھر جاتا تو وہاں تنہائی ڈیرے ڈال لیتی، آفس جاتا تو وہاں کاموں میں مصروف تو ہوجاتا مگر دل و دماغ پر پھر بھی ایک دہشت سی طاری رہتی، زین کو لگا کہ جیسے عماد کو تڑپانے کے چکر میں وہ خود سلگ رہا ہے، اس نے سگریٹ نوشی کی عادت ڈال لی کچھ نہ کچھ سکون تو مل جاتا تھا، اس وقت بھی وہ آفس میں اسموکنگ کرتے ہوئے اپنی حالت اور زوبیہ کے بارے میں سوچ رہا تھا کہ زوبیہ کے بھائی غفران کی کال آگئی وہ بہت کم ہی اپنے سسرال والوں سے رابطہ رکھتا تھا، زوبیہ بھی کم کم ہی وہاں جاتی تھی، رسمی سلام دعا کے بعد غفران بھائی کے الفاظ نے زین کو چونکا دیا اس نے سگریٹ ایش ٹرے میں مسلی اور غور سے ان کی بات سننے لگا۔

"انکل آئے تھے دبئی جانے سے پہلے، زوبیہ بھی ساتھ تھی وہ بتا رہے تھے کہ آپ تینوں دبئی جارہے ہیں، مجھے تو سن کر بہت اچھا لگا کہ آپ دونوں ہنی مون کے سلسلے میں وہاں جارہے ہیں، کل ہی زوبیہ نے بتایا کہ آپ تو واپس آگئے ہیں۔ ظاہر ہے آفس کی مصروفیات کے سلسلے میں آپ کو واپس آنا تھا مگر زوبیہ انکل کے ساتھ

ہی ہے۔" اس نے نا سمجھی کے عالم میں فقط اتنا ہی کہا تو شفیق صاحب نے اس کا یہ بھرم بھی رکھ لیا تھا اسے خود پر مزید غصہ آنے لگا۔

"میری بہن بہت معصوم ہے زین صاحب، کافی عرصہ وہ عماد کے نام پر بیٹھی رہی مگر اس نے میری بہن کے جذبات کی بالکل پروانہ کی نہ ہی رشتہ بھیجا نہ ہی خود سے زوبیہ کا نام لیا حالانکہ وہ مجھ سے وعدہ کر چکا تھا یہ کہہ کر شہر بھی چھوڑ دیا کہ وہ کسی اور کو چاہتا ہے اور دیکھیں اب تک اس کی واپسی بھی نہیں ہوئی...... عماد کو لے کر آپ کے دل میں جو بھی شکوک ہیں وہ بالکل بے بنیاد ہیں، میری بہن کی طرف سے خدارا اپنا دل صاف کرلیں اور ویسے بھی اب تو آپ دونوں ایک نئے رشتے میں جڑنے والے ہیں، رب کی خاص رحمت ہوئی ہے آپ دونوں پر۔" وہ خوشی سے کہہ کر بات ادھوری چھوڑ گئے۔

"کیا مطلب ہے آپ کا؟" زین نے بے چینی سے پوچھا۔

"انکل بہت خوشی سے مجھے بتا رہے تھے کہ زوبیہ ماں بننے والی ہے اور وہ دادا جان کے عہدے پر فائز ہونے والے ہیں، اتنی خوشی ہوئی کہ کیا بتاؤں..... آپ کو بھی مبارک ہو بہت اللہ خیر سے وہ وقت لائے۔ اچھا اب اجازت دیں رکھتا ہوں۔" غفران بھائی نے فون بند کردیا تھا، زین ساکت بیٹھا رہ گیا تھا۔

"اتنی بڑی خبر..... دونوں نے مجھ سے چھپائی؟ مجھے لاعلم رکھا کہ میں باپ بننے والا ہوں آخر کیوں؟ یہ کیسے ہوسکتا ہے، میں زین خان باپ مگر مجھے کیوں نہیں بتایا دونوں نے؟" وہ کبھی نا سمجھی کے عالم میں بڑبڑا رہا تھا، خوشی سے لب مسکرانے لگے تھے۔

"تمہارے برے رویے کی وجہ سے تمہیں لاعلم رکھا گیا ہے زین۔" اندر کی آواز نے اس کی مسکراہٹ چھین کر وحشت میں بدل دی تھی۔

"میں زوبیہ کے ساتھ کسی قسم کی کوئی ناانصافی نہیں ہونے دینا چاہتا تھا، وہ تم سے ڈری ہوئی تھی اور جب سے مجھے اس خوشخبری کا اس نے بتایا میں نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اسے تم سے دور لے جاؤں گا، مجھے ڈر تھا کہ تم غصے میں آکر اپنی اولاد کو کوئی نقصان نہ پہنچا دو، اسی لیے میں نے اسے یہاں آنے پر راضی کیا امید ہے تمہیں یہ اقدام درست لگا ہوگا کیونکہ حالات کا تقاضہ یہی تھا، میری ایک بہن بستر پر پڑی ہے، بیٹا دہشت اور خوف کی علامت بن چکا ہے اور اب اپنی آنے والی نسل کا بچاؤ میرا فرض ہے زین۔" شفیق صاحب نے جب زین سے شکوہ کیا تو وہ آرام سے بتانے لگے وہ بس سنتا رہا اسے یہ سب سن کر اپنا آپ بے وقعت لگا۔

"زوبیہ مجھ سے بات نہیں کرتی، آپ دور چلے گئے ہیں اور عیشال...... کیا آپ سب لوگ مجھے سزا تو نہیں دے رہے؟" اس نے دکھ سے پوچھا۔

"آہ..... کیا بات کرتے ہو بیٹا سزا اور جزا کا اختیار رکھنے والے ہم گناہ گار انسان نہیں ہوتے یہ سب اللہ کی طرف سے ہوتا ہے، جو بیج بویا جاتا ہے اسی کی فصل کاٹی جاتی ہے، تم یہ سوچو کہ اب تمہیں آگے کیا کرنا ہے، کیسے زندگی گزارنی ہے اور جہاں تک زوبیہ کی بات ہے وہ اس وقت مجھ سے زیادہ تمہاری توجہ اور محبت کی حق دار ہے، تم چاہو تو اسے منا سکتے ہو۔ اپنے تعلق کو مضبوط کرنے کے لیے گزشتہ کی گئی غلطیوں کو سدھار سکتے ہو اور یہ سب اتنا مشکل نہیں، وہ اپنا خیال نہیں رکھتی...... میں اسے سمجھاتا رہتا ہوں، تم سے بچھڑ کر وہ بھی خوش نہیں ہے۔" شفیق صاحب نے جواباً کہا دکھ کی ایک لہر نے زین کو گھیر لیا، اب یہ تنہائی اور اذیت ہی اس کی ساتھی تھی۔

زین خان کے لیے گزرتے چند ماہ کسی اذیت سے کم نہ تھے، ہر طرف تنہائی اور سکوت تھا، صبح بریک فاسٹ میز پر وہ اکیلا ہوتا، آفس میں شفیق صاحب کی خالی کرسی منہ چڑھا رہی ہوتی، گھر آتا کوئی ذی روح موجود نہ ہوتا، رات کروٹ بدلتا تو زوبیہ کی جگہ خالی ملتی، چھت پر یا ٹیرس پر

جاتا تو عیشال غائب ہوتی، اسے سکون کہیں بھی نہ مل رہا تھا، ہاسپٹل بہن سے ملنے جاتا تو اس کی حالت دیکھ کر لب پیوست ہو جاتے کوئی بات بھی ذہن میں نہ آتی خالی الذہن ہو کر اس کی طرف تکتا رہتا، واقعی اس کا سکون غارت ہو چکا تھا...... ایک دن اسی وحشت کے عالم میں اس نے اپنی کی گئی نادانیوں اور غلطیوں کا سوچا تو بے اختیار اپنے رب کا خیال آیا، ہاں اسے سکون اسی کی ذات سے مل سکتا تھا، نماز پڑھتا تو تھا مگر کبھی کبھار یہ شاید مکافات عمل ہو رہا تھا یا اللہ کی طرف سے آزمائش۔

وہ مسجد گیا اور نماز کے بعد یونہی امام صاحب کے پاس چلا آیا، انہیں اپنی کوتاہیوں کے بارے میں بتا کر سوال کیا کہ کیا اسے اللہ سے معافی مل جائے گی...... وہ اپنی غلطیوں پر نادم، شرمندہ ہے، گناہوں کا بوجھ اس قدر ہے کہ اپنے رب کے سامنے حاضر ہوتے ہوئے بھی اسے شرم آرہی ہے۔ غصے، خود غرضی، شدت پسندی جیسے منفی جذبات کو پروان چڑھا کر وہ حیوان صفت بن چکا تھا، کیا اب فرار ممکن ہے، کیا اس کے لیے کوئی جائے پناہ ہوگی، سب اسے معاف کر دیں گے؟ یہ وہ سوالات تھے جو اس نے روتے ہوئے ان سے پوچھے تھے، امام صاحب نے زین کی حالت دیکھی اور نرم لہجے میں گویا ہوئے۔

"انسان خطا کا پتلا ہے، اس کا خمیر ایسا ہے کہ نیکی اور برائی دونوں اس کے اندر موجود ہیں رب کی ہدایت، خوشنودی اور عطا جسے ملتی ہے وہ اس کا قرب نیکی کے ذریعے حاصل کرتا ہے یہی نیکی اسے حقوق العباد سکھاتی ہے، اس کے بندوں کے ساتھ بھلائی ہی انسانیت کی معراج ہے، شیطان انسان کو ورغلا کر بدی کے راستے کی طرف لے جاتا ہے وہ نفرت، انا، خود غرضی اور شدت پسندی جیسے جذبات کو فروغ دے کر بندوں کے ساتھ برا سلوک کرنے پر آمادہ کرتا ہے اور جب ایک انسان یہ سب کرتا ہے تو وہ رب کی عطا اور خوشنودی سے محروم ہو جاتا ہے مگر توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے، تمہارا حال بھی یہی ہے، تم سب کچھ کر چکے ہو اپنی غلطیوں پر نادم ہو کر یہاں آئے ہو، یہ بھی اللہ کی عطا ہے، تم رب سے توبہ کرو، معافی مانگو خاص طور پر ان لوگوں سے، اپنے پیارے رشتوں سے جن کو تم نے ایذا پہنچائی، وہ تمہیں معاف کر دیں گے تو اللہ کی طرف سے معافی کی اذن مل جائے گی، دیکھنا تم سکون اور راحت پا لو گے۔" اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر وہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے، زین نے دوبارہ وضو کیا رب کے حضور سجدہ کیا اپنے گناہوں کی معافی مانگی، سب قصور یاد آئے، سب برے رویے ذہن میں آتے گئے، آنسو ڈھیروں ڈھیر بہتے گئے، دل کی زمین دھلتی چلی گئی، وہ کافی دیر دعا مانگتا رہا عیشال کے لیے، صرف اور صرف عیشال کے لیے، جان گیا تھا کہ وہ اس قابل کہاں تھا کہ زوبیہ یا عماد کا سامنا کر پاتا جب مسجد سے نکلا تو دل و دماغ کو کچھ سکون ضرور مل گیا تھا۔

رات کے اس پہر جب شفیق صاحب نے زوبیہ کو جاگتے دیکھا تو اس کے پاس ٹیرس پر چلے آئے وہ اداس کھڑی چاند کو دیکھ رہی تھی، انہوں نے اس سے پوچھا۔

"کیا بات ہے تم اداس ہو؟ دیکھو اگر تم زین کے پاس واپس جانا چاہتی ہو تو چلی جاؤ مگر تمہارا یہاں رہنا زیادہ بہتر ہے، وہ اس وقت خود کو کھوج رہا ہوگا، جانتا ہوں اکیلے رہنے کی عادت نہیں ہے اسے، ساری زندگی اس نے عیشال پر حکمرانی کر کے ہی گزاری ہے، وہ ضرور اپنی اصلاح کر لے گا اور تمہیں بھی یاد ضرور کرتا ہوگا۔"

"شاید ہمارا یہاں آنا ہم سب کے لیے بہتر ہی ہوگا، میں اداس بالکل بھی نہیں ہوں، اب تو آپ کے کہنے پر میں نے اپنا خیال بھی زیادہ رکھنا شروع کر دیا ہے۔" وہ اداسی سے بولی، اتنے میں اس کے فون پر زین کی کال آئی۔

"چلو تم زین سے بات کرو پوچھو اس سے کہ یہ تنہائی اسے کیا کیا یاد کروا رہی ہے۔" انہوں نے زوبیہ کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا اور چلے گئے۔

"ہیلو...... زوبیہ کیسی ہو؟ تم بات بھی نہیں کرنا چاہتی

مجھ سے۔" زین نے چھوٹتے ہی کہا۔

"میں سن رہی ہوں...... آپ بولیں۔" زوبیہ نے آنکھوں میں آئی نمی کو اندر دھکیلتے ہوئے جواب دیا۔

"نیندیں تو میری حرام ہو چکی ہیں یار...... مجھے اندازہ نہیں تھا کہ رات کے اس پہر تم جاگ رہی ہو گی۔" زین اس سے ایسے کہہ رہا تھا جیسے ان کے تعلقات بہت اچھے رہے ہوں۔

"اچھا...... پہلے تو عماد سے تعلق کی سزا ملتی رہی مجھے مگر میں بھول گئی تھی کہ ابھی اس حالت میں اپنے گھر والوں، والدین اور شوہر سے جدائی کا عذاب بھی جھیلنا ہے مجھے...... میری سزا باقی ہے ابھی۔" اس نے طنزیہ کہا، لہجے میں عجیب سا تاثر تھا زین کا دل کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

"تمہیں، عماد، عیشال اور ڈیڈ کو دی گئی سزاؤں اور ان سب سے کی گئی زیادتیوں کا نتیجہ میں بھی بھگت رہا ہوں، یہ سب رشتے مجھ سے دور چلے گئے ہیں، مجھے معاف کر دو میں نے تمہیں بطور سزا منتخب کیا تھا اور بھول گیا تھا کہ رشتوں کو سزا دینے سے انسان خود بھی مر جاتا ہے، بدلے کی جس آگ میں، میں نے تم سب کو دھکیلنا چاہا...... میرا وجود خود اس میں جل رہا ہے۔ کتنا بے حس ہو گیا تھا میں خود غرضی اور انا نے مجھے پاگل کر دیا تھا...... یہ نہیں سوچا کہ اگر میں کسی کی بہن یا بیٹی سے برا سلوک کروں گا تو میری اپنی بہن جو بے سدھ پڑی ہے اس کے ساتھ کیا ہو گا، واقعی زوبیہ میں نے سب سے بڑی ناانصافی تمہارے ساتھ کی، اب مجھے یہ اندازہ ہو چکا ہے کہ ہم رشتوں کو قید نہیں کر سکتے، انہیں محبت دے کر ہی ہم سکون سے رہ سکتے ہیں۔ میں اس قابل تو نہیں کہ تم مجھے معاف کر سکو مگر تم سے پھر بھی معافی مانگتا ہوں، مجھے معاف کر دو، اپنا اور اس ننھے وجود جو مجھ جیسے گناہ گار کے لیے رب کی شاید رحمت ہے کا بہت خیال رکھنا، اللہ حافظ۔" یہ کہہ کر زین نے فون رکھ دیا تھا۔

"کاش میں تمہیں کہہ سکتی کہ تم ہی اس خوشخبری کے سب سے پہلے حق دار ہو زین اور یہ کہ میں اب خوش ہوں کہ تم پلٹ آئے ہو۔" پھوٹ پھوٹ کر روتے ہوئے زوبیہ یہی سوچ رہی تھی۔

● ●

"عیشال میری بہن دیکھو اب میں پلٹ آیا ہوں، عماد کو بھی ڈھونڈ رہا ہوں، زوبیہ سے بھی معافی مانگ لی ہے، ڈیڈ نے بھی مجھے معاف کر دیا ہے، اب صرف تمہاری معافی کا طلب گار ہوں، تم نے محبت کر کے کوئی جرم نہیں کیا تھا، میں نے اپنی انا اور شدت پسندی میں تمہیں کھونے کے ڈر کی وجہ سے تمہارے اس جذبے کو تمہارے اور سب کے لیے گناہ بنا دیا تھا، دعا کرو مجھے عماد مل جائے، بس تم ایک بار ہوش میں آ جاؤ میں تمہاری زندگی کی وہ سب سے بڑی خوشی تمہیں لوٹا دوں گا چاہے اس کے لیے مجھے اپنی جان ہی کیوں نہ دینی پڑے، تمہاری محبت کو روندنے کے لیے میں نے نجانے کتنے دلوں کو توڑا مگر اب وعدہ کرتا ہوں کہ عماد کو تمہیں لوٹانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دوں گا اور تم میری شدت پسندی سے واقف ہو...... بس ایک بار آنکھیں کھول دو پلیز مجھے معاف کر دو، دن رات تمہارے لیے دعا گو رہتا ہوں تڑپتا ہوں خدارا آنکھیں کھولو۔" شدت گریہ سے زین کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھی، مسلسل روتے ہوئے زین کے آنسو عیشال کے ہاتھ پر گر رہے تھے، زین نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لے رکھا تھا اچانک اسے عیشال کی طرف سے کچھ حرکت محسوس ہوئی عیشال کی انگلیاں زین کے ہاتھوں کو مس کرنے کے لیے حرکت کر رہی تھیں مگر آہستہ آہستہ یہ حرکت بند ہو گئی وہ خوشی سے جھوم اٹھا اور چلانے لگا۔

"او میرے اللہ تیرا کتنا شکر ادا کروں میں، میری بہن اب بہت جلد اس نیند سے جاگ جائے گی تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔" وہ اس کے ہاتھوں کو چوم رہا تھا۔

"ڈاکٹر...... سسٹر کوئی ہے۔" وہ جلدی سے باہر بھاگا تھا۔

● ●

"ڈیڈ آپ نے مجھے معاف کر دیا ہے ناں...... میں

اپنے کیے پر شرمندہ ہوں، عیشال کی طرف سے بھی کچھ نہ کچھ امید ضرور ملی ہے، مجھے صرف عماد کو ڈھونڈنا ہے اب اگر آپ اس کے بارے میں کچھ جانتے ہیں تو مجھے بتادیں میں اس سے معافی مانگنا چاہتا ہوں، اس کے لیے ہر وہ کام کرنے کو تیار ہوں جس سے وہ میری بہن کی زندگی میں خوشیاں بکھیر دے۔" زین نے شفیق صاحب سے کہا۔

"کافی دنوں سے نہ میری اس سے کوئی بات ہوئی ہے نہ اس نے عیشال کو دیکھنے کے لیے مجھ سے اجازت لی ہے۔ تم امید رکھو وہ ضرور ایک نہ ایک دن عیشال سے ملنے آئے گا۔" شفیق صاحب پرسکون لہجے میں کہا۔

"تم کچھ دنوں کے لیے یہاں آجاؤ...... زوبیہ سے بھی مل لینا تمہیں ہر کام جلدی کرنے کی دھن سوار رہتی ہے۔" انہوں نے زین سے کہا۔

"نہیں ڈیڈ...... میں زوبیہ کا مجرم ہوں اپنے گناہ دھو کر اور اللہ سے معافی کا اذن پا کر ہی آپ سے اور اس سے ملوں گا، میرے لیے اب صرف عیشال کی زندگی سب سے اہم ہے۔ جب تک وہ ہوش میں نہیں آجاتی میں اللہ سے اس کے لیے دعا مانگتا رہوں گا اور اب عماد کو ڈھونڈنا ہی میری زندگی کا اہم ترین مقصد ہے...... مجھے کامل یقین ہے کہ جس دن میں نے عماد کو تلاش کرلیا اس سے معافی مانگ لی، میری بہن بھی مجھے معاف کردے گی اور وہ ہم سب کے ساتھ ہوگی۔" زین نے عزم سے کہہ کر فون رکھ دیا۔

"زین...... تم میرے بہت منفرد اور پیارے بیٹے ہو۔ مجھے تم پر فخر ہے، میری دعا ہے کہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو آمین۔" شفیق صاحب نے نم آنکھوں سے اسے دعا دی اور مسکرا دیے۔

● ●

"عیشال...... تمہارے ریسپونس کرنے کا سن کر یقین جانو مجھے کتنی خوشی ہورہی ہے۔ الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا...... سر شفیق بتا رہے تھے کہ زین مجھے تلاش کررہا ہے اور اپنے کیے پر شرمندہ ہے، یہ سب جان کر دل مطمئن سا ہوگیا ہے، شکر ہے وہ لوٹ آیا، اس کی زندگی کی کایا پلٹ گئی، واقعی تنہائی بہت بڑا عذاب ہے مگر میرا دل کٹتا ہے جب تمہیں یوں تنہا دیکھتا ہوں...... تم بھی اب لوٹ آؤ، کتنی دعائیں ہیں ناں تمہارے ساتھ اور دیکھو اب تو زین کو بھی اپنی غلطیوں کا احساس ہوچکا ہے......" عیشال کے پاس بیٹھا عماد آہستہ آہستہ کہہ رہا تھا جب کسی نے آکر اس کی بات کاٹی۔

"ہاں...... مجھے اپنی غلطیوں کا احساس ہوگیا ہے، کتنی زیادتی کی ناں میں نے تمہارے ساتھ، تم بے قصور تھے مگر تمہیں سزاوار ٹھہرا کر میں نے دو زندگیاں برباد کردیں، جو خطائیں میں نے کی ہیں اللہ تعالیٰ بھی معاف اس وقت تک نہیں کرے گا جب تک تم معاف نہیں کرو گے، آج جب ڈیڈ سے تم نے اجازت مانگی عیشال کو دیکھنے کی تو انہوں نے مجھے بھی بتادیا، میں آج تمہارے سامنے ہوں، مجھے مارو پیٹو جو مرضی کرو تم سب کا مجرم ہوں مگر معافی مانگنا فرض سمجھتا ہوں، مجھے معاف کردو، عیشال کی خاطر پلیز عماد۔" زین نے شرمندگی سے اس سے کہا، عماد نے آگے بڑھ کر اسے گلے سے لگالیا، سارے شکوے اور گلے دھل گئے تھے۔

"تم لوٹ آئے اپنے تمام گناہوں پر شرمندہ ہو مجھے اور کچھ نہیں چاہیے...... میں نے معاف کردیا تھا تمہیں۔" عماد نے اسے گلے لگاتے ہوئے کہا، زین نے اسے خود میں بھینچ لیا تھا۔

● ●

دن گزرتے رہے کئی ماہ گزرنے کا پتا بھی نہ چلا جب ایک دن زین کی موجودگی میں عیشال نے آنکھیں کھول دیں، وہ خاموش تھی سب کو دیکھ رہی تھی ڈاکٹرز خوش تھے، ان کا مریض اتنے لمبے عرصے بعد ایک گہری نیند اور کٹھن مرحلے کے بعد زندگی کی طرف واپس لوٹا آیا تھا مگر اچانک اسے سب کچھ یاد نہیں آیا، زندگی کی طرف واپس آنے اور اس کی خوشیاں سمیٹنے کے لیے زین کی توجہ ہی اس کے لیے کارگر ثابت ہوئی...... زین اور زوبیہ کی بیٹی پیدا ہوئی تھی

اسی دن، جس دن عیشال نے آنکھیں کھولی تھیں، یہ لمحہ شکر بھی تھا اور باعث مسرت بھی، یہ یادگار دن تھا شفیق صاحب، زین، زوبیہ اور عماد کے لیے بھی...... سب سجدہ شکر بجالائے۔ عیشال گھر آچکی تھی، زین اس کے ساتھ تھا شفیق صاحب اور زوبیہ ابھی دبئی سے نہیں آئے تھے۔ عماد نے بھی چکر لگایا تھا، شفیق صاحب اپنی بیٹی کو دیکھنے کے لیے بے چین تھے اور زین اپنی ننھی سی جان کو ملنے کے لیے بے قرار تھا۔

"تم میری بیٹی کا خیال رکھنا میں ایک دو دن میں تمہاری بیٹی عنایہ کو لے کر پاکستان واپس آجاؤں گا، وہ بھی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔" شفیق صاحب نے خوشی سے زین سے کہا۔

وہ بہت زیادہ خوش تھا عنایہ کی تصویریں دیکھ کر عجیب سے جذبات تھے جو ناقابل بیان تھے، ابھی تو زوبیہ کا دل بھی صاف کرنا تھا، اسے بے پناہ محبت اور چاہت دے کر اسے نئے سرے سے اپنانا تھا اور زین خان جو کرنے کی ٹھان لیتا ہے اسے کوئی نہیں روک سکتا، یہ بات تو طے تھی، سب سے بڑھ کر عیشال کو اس کی زندگی کا سب سے بڑا اور قیمتی تحفہ عماد کی صورت میں لوٹا کر اپنا فرض پورا کرنا تھا اور بہت خوب صورتی سے اس نے یہ فرض پورا کردیا تھا اور کچھ مہینوں بعد وہ وقت بھی آیا جب زین صبح لان میں بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا، زوبیہ اپنی بیٹی کے ساتھ کھیل رہی تھی عنایہ آگے بھاگتی وہ اسے پیچھے پکڑنے کے لیے دوڑتی جب اندر کوئی آتا دکھائی دیا، سیٹی کی دھن بجاتے دونوں کو اگنور کرکے اندر جانے لگا تو زین کی زوردار آواز سنائی دی، اسے پلٹنا پڑا اس کی چال میں بے نیازی تھی جبکہ ہونٹوں پر مسکراہٹ۔

"اوئے...... کون ہو تم، کہاں جارہے ہو، کس سے ملنا ہے؟" اخبار فولڈ کرکے زین نے پوچھا، زوبیہ کے چہرے پر مسکان آگئی اس نے ننھی عنایہ کو گود میں اٹھالیا۔

"میں عماد مبشر ہوں...... اندر جارہا ہوں اپنی زوجہ محترمہ اور نیو بورن بیٹے سے ملنا ہے، کیا آپ کی اجازت ہے کہ ان کو اپنے گھر لے جاؤں؟" عماد نے سر خم کرتے ہوئے پوچھا تو زین مسکرادیا چہرے پر زبردستی تناؤ قائم کرلیا اور بولا۔

"رات کیوں نہیں آئے تھے عیشال اور عیان سے ملنے؟" انداز میں رعب تھا۔

"رات میں آیا تھا ... دراصل آپ اپنی بیوی اور بیٹی کے ساتھ اپنے کمرہ میں مصروف تھے تو......" عماد نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے سینڈوچ کا ٹکڑا منہ میں رکھ کر جلدی سے جواب دیا۔ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرانے لگے، زوبیہ باہر آتی عیشال اور شفیق صاحب کے پاس چلی گئی۔

"اچھا تو تم میری بھی جاسوسی کرتے ہو؟" زین نے مصنوعی غصے سے کہا۔

"وہ کیا ہے سالے صاحب کہ یہ سب کرنا پڑتا ہے۔ ورنہ آپ جناب کا اچھی طرح اندازہ ہے مجھے۔" مصنوعی سا ڈرتے ہوئے عماد نے جواب دیا تو زین نے اسے گردن سے دبوچ لیا اور پھر گلے لگا کر عیشال سے بولا۔

"عیشال یہ تمہارا شوہر بھی بڑا ہی شریف انسان ہے اور میرا موسٹ فیورٹ بھی بنتا جارہا ہے۔" عیشال نے جھٹ سے کہا۔

"کیونکہ یہ بے چارا میری طرح تم سے ڈرتا ہے...... آج بھی تمہیں "آپ" کہہ کر پکارتا ہے۔" اس نے عماد کی طرف دیکھ کر کہا۔ شفیق صاحب، زین اور زوبیہ ہنسنے لگے جبکہ عماد سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا، زین نے اپنے دل کے اندر انہونی خوشی محسوس کی جو ان سب رشتوں کو ساتھ دیکھنے سے ہی ملی تھی۔ واقعی اگر رشتوں کے درمیان محبت قید ہو تو یہ رشتے امر ہوجاتے ہیں۔

مجھے تم پر یقین ہے
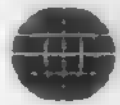
ماورا طلحہ

باد‌ل جو گرجتے ہیں وہ برسا نہیں کرتے
محسن کبھی احسان کا چرچا نہیں کرتے
آنکھوں میں بسا لیتے ہیں روٹھے ہوئے منظر
جاتے ہوئے لوگوں کو پکارا نہیں کرتے

کمرے میں خاموشی کا راج تھا۔ اندھیرے کے باعث کچھ بجھائی نہیں دے رہا تھا۔ وہاں خوف کی فضا محسوس کی جاسکتی تھی۔ اس اندھیرے میں دروازے سے ٹیک لگا کر، گھٹنوں میں سر دیے ماہا بیٹھی تھی جس کے چہرے پہ تکلیف اور خوف کے سائے اپنی جھلک دکھا رہے تھے۔ وہ خود کو سہارا دینے اور اس خوف سے نکلنے کے لیے ہزاروں تاویلیں دے چکی تھی لیکن اس کی ہر کوشش ناکام ہوتی جارہی تھی۔ وہ مضبوط رہنا چاہتی تھی لیکن ٹوٹتی جارہی تھی۔ وہ خود کو ایسی ناؤ میں سوار محسوس کررہی تھی جس کے پتوار ٹوٹ گئے ہوں اور وہ کسی بھی وقت ڈوبنے والی ہو۔ اس نے پاس رکھا موبائل ایک بار پھر سے اٹھایا۔ گزشتہ کچھ لمحوں میں وہ ایسا کئی بار کرچکی تھی۔ موبائل کی مدھم روشنی میں اس کے چہرے کا بھیگا پن واضح ہونے لگا اور اس کے انداز سے یوں لگ رہا تھا کہ وہ اپنی بگڑتی حالت کو اہمیت دینا نہیں چاہ رہی۔ اس کی آنکھیں مسلسل رونے سے سوجھ گئی تھیں۔

اس نے موبائل کو دیکھا شاید کوئی معجزہ ہونے کی امید ہو مگر پھر دم توڑ گئی۔ اس نے ایک لمبا سانس لیا اور اس کے ساتھ ہی مزید آنسو چہرہ بھگونے لگے۔ اب اس کے پاس بس ایک ہی راستہ باقی تھا جسے سوچ سوچ کر اس کی جان آدھی نکل چکی تھی۔ اس نے کبھی کسی چھوٹے سے لمحے میں بھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ اپنی زندگی کا اختتام ایسا کرے گی۔ وہ خود اپنی شوخ مسکراہٹ کا دم گھونٹ دے گی لیکن وہ ایسا کرنے والی تھی۔ اس نے ایک نظر موبائل اسکرین پہ چمکتی تصویر دیکھی جس میں اس کے سارے گھر والے ہنستے مسکراتے نظر آرہے تھے اور ساتھ ہی قریب رکھی زندگی کش دوا دیکھی...... فیصلہ ہوگیا تھا۔ اس نے آخری سفر کی جانب خاموشی سے قدم بڑھانے کا سوچ لیا تھا۔

●●

ناشتے کی میز پہ سب اکٹھے تھے۔ ایک افراتفری کا ماحول تھا۔

"ماہا کہاں رہ گئی؟ وین والا آنے والا ہوگا۔" یہ محمود صاحب کی آواز تھی جو وقت کے نہایت پابند تھے اور اپنے تینوں بچوں سے بھی توقع رکھتے تھے۔

"آپ کو پتا تو ہے امتحان کے دنوں میں پاگل ہوجاتی ہے۔ ساری رات پڑھتی رہی ہے اس لیے اٹھنے میں تاخیر ہوگئی۔ بس ابھی آتی ہوگی۔" ان کی نصف بہتر نے انہیں مطمئن کرنا چاہا۔

"یہ بات تو رہنے دیں بھابی، مائرہ کے بھی تو اس کے ساتھ ہی امتحان ہیں۔ بس آپ لوگوں نے اس کی پڑھائی کو ہوا بنایا ہوا ہے۔" شازیہ کی جانب سے اکتائے لہجے میں جواب آیا۔ انہوں نے دیورانی کے جواب کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا۔ اس کی وجہ ان کی نرم مزاجی تھی۔

مائرہ اور ماہا ہم عمر تھیں لیکن اس کے باوجود دونوں میں دوستی

نہ ہونے کے برابر تھی اور اس میں بڑی حد تک مائرہ کی ماں کا ہاتھ تھا۔ ماہا شروع سے ہی ایک اچھی طالبہ تھی اور اعلیٰ نمبر لینے کی وجہ سے ہر جگہ پذیرائی بھی ملتی اور یہ ہی بات شازیہ سے برداشت نہیں ہوتی تھی۔ ایک گھر میں رہنے کے سبب وہ ہر وقت ماہا کو نیچا دکھانے کی کوشش کرتیں اور یہ ہی کام ان کی دیکھا دیکھی مائرہ نے شروع کر دیے تھے۔ ارم نے بڑی بہو ہونے کے ناتے ہمیشہ معاملہ فہمی سے کام لیا اور شاید یہ ہی وجہ تھی کہ دونوں بھائی ایک چھت تلے بچوں کی جوان ہوتی ہوئے ایک ساتھ رہ رہے تھے۔

"السلام علیکم بابا، ماما بس جلدی سے ناشتہ دے دیں، وین والے انکل ہماری گلی میں آ چکے ہیں۔" ماحول میں پیدا ہونے والے معمولی سے تناؤ کو ماہا کی پرجوش آواز نے ختم کیا۔

ارم محمود نے بھرپور نگاہوں سے اس کی نکھرتی جوانی کو دیکھا جس پہ بہار اپنے جوبن پہ تھی۔ دل ہی دل میں دعاؤں کی مالا اس کے گلے میں ڈالتے ہوئے بریڈ لینے کچن میں چلی گئیں۔

"مائرہ.... تمہاری تیاری کیسی جا رہی ہے؟" اس نے میز کی دوسری طرف بیٹھی چچازاد سے پوچھا۔

"اچھی ہے، ویسے بھی جتنی تیاری کرلوں بورڈ میں ٹاپ تو تم ہی کرو گی۔" ہمیشہ کی طرح اس کی جانب سے جلن زدہ جواب آیا۔

"مائرہ تم سے اچھے جواب کی توقع ہی نہیں رکھنی چاہیے۔" وہ اپنی ماں کی طرح لحاظ کرنے والی بالکل نہیں تھی اور کسی حد تک چچی اور ان کی بیٹیوں کی فطرت سے بھی آگاہ تھی۔

"ماہا—" محمود صاحب کی جانب سے مدھم سے ہنکارے کے ساتھ اسے متنبہ کیا گیا۔

"ہاجرہ کا رات میں فون آیا تھا، وہ بتا رہی تھی اس مہینے کے آخر میں اس نے وصی کی شادی طے کر دی ہے اس لیے آپ لوگ تیاری کر لینا۔" محمود صاحب نے سب کو وہاں موجود پا کر بھانجے کی شادی کی اطلاع دی۔

"آئے ہائے...... ایسے غیروں کی طرح کون اطلاع دیتا ہے؟ انہیں چاہیے تھا کم از کم خود آ کر ہمیں بلوا دیتیں۔" شازیہ ہمیشہ کی طرح چپ نہیں رہ سکیں۔

"وہ آج رات آنے کا کہہ رہی تھیں، محمود کو تو انہوں نے سرسری سا بتایا تھا۔" انہوں نے شوہر کی جانب سے صفائی دینے

کی کوشش کی جو کہ الٹا ہی ان پہ آن پڑی۔
"مطلب آپ کو بھی پتا تھا؟ سب کچھ طے کرکے ہمیں بس غیروں کی طرح بتایا جارہا ہے۔" وہ انہوں نے باقاعدہ لڑنے کا انداز اپنالیا تھا۔
وہ کوئی جواب دینا چاہتی تھیں کہ ہارن کی آواز نے انہیں خاموش کروادیا۔ انہوں نے چپ چاپ باہر کی راہ لی اور ملہا کو ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ رخصت کیا۔ اس سب میں وہ مائرہ کو نہیں بھولی تھیں۔

● ●

گھر میں خوشیوں بھری چہل پہل تھی۔ قہقہوں کی آوازیں ڈرائنگ روم سے نکل کر سارے گھر میں گونج رہی تھیں۔ سب بڑے ایک جگہ اکھٹے باتوں میں مصروف تھے جب کہ بچہ پارٹی اپنے اپنے گروپ بنائے بیٹھے تھے۔ ہاجرہ اور الیاس صاحب بیٹے کی شادی کی خوشی میں سب کو شریک ہونے کی دعوت دینے آئے تھے۔ وصی اور تقی دونوں بھائیوں کی محمود صاحب کے دونوں بیٹوں کے ساتھ گہری دوستی تھی سو وہ چاروں اس وقت لان میں بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے جب کہ مائرہ اور ملہا کچن میں مصروف تھیں اور سائرہ ان کی مدد کروارہی تھیں۔
"سب کام ختم ہوچکا ہے۔ ماما کو بتادینا میں سونے جارہی ہوں۔" مائرہ نے ان دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
"مائرہ آپی، پھوپو کیا سوچیں گی؟ تھوڑی دیر تو سب کے ساتھ بیٹھ جایئے۔" ملہا خود کو بولنے سے باز نہیں رکھ پائی۔
"تم ہو ناں ان کے ساتھ بیٹھنے کے لیے...... ویسے بھی تمہاری موجودگی میں ہمیں کون دیکھے گا۔" مائرہ کا انداز کسی طور چچی سے مختلف نہیں تھا۔
"ملہا آپی...... اسے مجھ سے کیا مسئلہ ہے؟ یہ کیوں بلاوجہ میرے ساتھ الجھتی ہے؟" وہ مدہم آواز میں چیخی۔
"تم دونوں کا مسئلہ ہے مجھے نہ الجھاؤ۔" وہ اپنے ہاتھ صاف کرتی کچن سے چلی گئی اور سائرہ ان کے اس عجیب رویے کے متعلق سوچتی رہ گئی۔
"محمود، میں تمہیں بتارہی ہوں کہ اس سارے موقع پہ مجھے تم لوگوں کا ساتھ چاہیے۔ اسلم تو پاکستان میں موجود نہیں اس لیے اب تمہیں اور عبداللہ، عثمان کو ساری ذمہ داری سنبھالنی ہے۔" وہ دونوں کچن سے ڈرائنگ روم میں آئیں تو وہاں حسب توقع گفتگو عروج پہ تھی۔
"بالکل، الیاس کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں، میں سب کچھ دیکھ لوں گا۔" محمود صاحب نے بہن اور بہنوئی کو مطمئن کیا۔
"ماشاءاللہ...... دیکھو دونوں کتنی بڑی ہوگئی ہیں، ابھی کل کی بات لگتی ہے جب یہ دونوں چاند رات کو پیدا ہوئیں اور ہماری عید کا مزا دوبالا کردیا تھا۔ جب سوچتی ہوں کہ ان دونوں نے انٹر کرلیا ہے تو وقت کی تیز رفتاری کا احساس ہوتا ہے لیکن یہ مائرہ کدھر ہے؟" ہاجرہ اور الیاس صاحب کی کوئی بیٹی نہیں تھی اسی سبب انہیں بھائیوں کی بیٹیوں سے بے انتہا پیار تھا۔ ملہا کی شوخ طبیعت اور ہنس مکھ مزاج کے باعث وہ اسے تقی کے لیے سوچ بیٹھی تھیں لیکن اظہار مناسب وقت کے لیے چھوڑ رکھا تھا۔ اب بھی مائرہ کی کمی کو انہوں نے پہلے محسوس کیا۔
"آپ مائرہ کی فکر نہ کریں، جب اس کی فکر کرنے کی ضرورت تھی تب تو آنکھیں پھیر لیں اب اس کا خیال کیوں؟" شازیہ بیگم سب کے درمیان سر جھاڑ منہ پھاڑ ہی بولیں۔
"تم بھی کیا بات کرتی ہو شازیہ، بیٹیاں سب کی سانجھی ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے نصیب میں کچھ بہت اچھا لکھا ہوگا۔" ارم نے دیورانی کی بے تکی بات کو سنبھالنے کی کوشش کی جو کسی حد تک کامیاب رہی۔
سائرہ کو اب صورت حال واضح ہوتی محسوس ہوئی۔ مائرہ کی روئی روئی آنکھیں اور پھوپو سے کھنچاؤ کی سمجھ آ گئی تھی۔
"بچیوں کے پیپر بھی ختم ہوچکے ہیں تو میں آج ان دونوں کو ساتھ ہی لے کر جاؤں گی۔ بھائی کی شادی میں میرا ہاتھ بٹائیں گی کیونکہ مجھ سے اب سب کچھ اکیلے نہیں سنبھالا جاتا۔" پھوپو کی اگلی بات نے ملہا کو بے تحاشا خوشی ہوئی۔ اسے پھوپو کے گھر جانا بہت اچھا لگتا تھا۔
"کیوں شازیہ...... تم کیا کہتی ہو؟" انہوں نے چھوٹی بھابی کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھا کیونکہ ملہا پہ کوئی روک ٹوک نہیں تھی بس شازیہ ہی تھی جو بچیوں کو ان سے دور رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔
شازیہ نے چند لمحے ملہا کے چمکتے چہرے کو دیکھا اور پھر اثبات میں سر ہلا دیا۔ وہ اس بار پچھلی غلطی دہرانا نہیں چاہ رہی تھیں۔ اب مائرہ کے حق کے لیے وہ پیچھے ہٹنے والی نہیں تھیں۔ وصی ان کی بیٹی کا مقدر نہیں بن سکا لیکن تقی کو وہ ملہا کا ہوتے نہیں دیکھ سکتی تھیں اس کے باوجود کہ وہ تقی کا رجحان ملہا کی طرف دیکھ

چکی تھیں۔

"سائرہ...... جاؤ بیٹا ماہرہ کو بھی تیاری کے لیے کہہ دو۔" ان کی بات نے وہاں بیٹھے سب افراد کو حیران کر دیا تھا۔

سورج کی تپش عروج پہ تھی۔ دوپہر ڈھل رہی تھی اس کے باوجود گرمی کم ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔ وصی کی شادی کی تیاریاں شروع ہو چکی تھیں۔

"لڑکیو...... پندرہ منٹ میں تیار ہو جاؤ، آج بازار جانا ہے اور کوشش کرنی ہے زیادہ سے زیادہ کام نبٹ جائے۔" ہاجرہ نے محبت سے دونوں بھتیجیوں کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی پھوپو۔" دونوں نے اثبات میں سر ہلائے۔

"مائرہ...... تمہیں کوئی مشکل تو نہیں ہوئی ناں، رات نیند ٹھیک سے آ گئی تھی؟" انہیں مائرہ کے تاثرات خوشگوار نہیں لگ رہے تھے سو پوچھ بیٹھیں۔

"نہیں۔" اس نے جھٹ سے نفی میں سر ہلا کر کہا۔

"ساری رات سو نہیں سکی، مجھے اپنے کمرے کے علاوہ کہیں نیند نہیں آتی۔"

"ہاں...... نئی جگہ ایسا ہی ہوتا ہے، ماہا تو آتی رہتی ہے تو اسے عادت ہے لیکن خیر ایک دو دن میں تمہیں بھی عادت ہو جائے گی۔ وصی کی شادی سے پہلے تو تم لوگوں کو نہیں جانے دوں گی۔" اسے مطمئن کرتیں وہ اپنا بیگ سمیٹنے لگیں۔

"ایک تو ہر بات میں ماہا کا تذکرہ ضروری ہے۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی لیکن ماہا نے سن لیا، یہاں تماشا لگانے سے بہتر اسے خاموشی لگی۔

"امی...... میرے کپڑے تو نکال دیں، آفس والے بازار پہن کر جانا مشکل ہے۔" اسی پل وہاں نقی آیا تو ماحول کی تلخی تھوڑی کم ہوئی۔

"تم لوگ بھی خود کوئی کام نہ کرنا، بڑے کو تو ٹھکانے لگا رہی ہوں تم بھی اپنی تیاری پکڑو، پھر خود ہی سب کچھ سیکھ جاؤ گے۔" وہ اکتائے ہوئے لہجے میں بولیں۔

"کیوں امی...... آپ نے ہمارے لیے بیوی کے بجائے معلمہ لانی ہے؟" وہ ان کی دھمکی کو کسی خاطر میں نہیں لایا۔

"میرا سر نہ کھاؤ اور جا کر خود کپڑے نکال لو۔" وہ جانتی تھیں کہ بحث میں اس سے جیت نہیں سکتیں سو جان چھڑانا ہی بہتر لگا۔

"پھوپو...... آپ پریشان نہ ہوں میں دیکھ دیتی ہوں۔" ماہا ان کی پریشانی دیکھتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ہاں ہاں...... میری وارڈروب تمہارا انتظار ہی کر رہی تھی۔ اب ماسی آئی ہے تو سارے کپڑے استری کر کے جائے گی۔" وہ اب ماہا کو زچ کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"نقی...... میری بچی کو ستانا نہیں۔" وہ اس کی باتوں پہ ہنس رہی تھیں لیکن اسے ٹوکنا ضروری سمجھا۔

مائرہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ سب تہس نہس کر دے۔ اسے اپنا یہاں آنے کا فیصلہ شدید ترین غلط لگا تھا۔

"پھوپو...... میں ماما سے بات کر آؤں۔ کبھی ان سے دور نہیں رہی تو اداس ہو رہی ہوں۔" وہ وہاں سے اٹھ گئی تھی۔

"ماما...... مجھے یہاں نہیں رکنا، آپ فوراً مجھے واپس بلوائیں۔" وہ ماں کو فون کرتے ہی چلائی۔

"آئے ہائے...... ایسا کیا ہو گیا، کیا باؤلے کتے نے کاٹ لیا ہے جو بنا سلام دعا کاٹ کھانے کو دوڑ رہی ہو؟" انہوں نے بھی جواباً اسے آڑے ہاتھوں لیا۔

"آج سے پہلے آپ نے کبھی یہاں بھیجا نہیں اور اب ایک دم آنے کی اجازت دے دی۔ یہاں سب ماہا کے گن گا رہے ہیں، ہر جگہ اس کا راج ہے، پھوپو اور نقی کے آگے پیچھے جا رہی ہے۔ آپ بتائیں یہاں میرا کیا کام؟" وہ مدھم آواز میں غراتے ہوئے بولی۔

"اچھا...... تو یہ بات ہے، مجھے پہلے ہی شک تھا تم بھی اس سے کچھ سیکھو کہ کیسے سب کچھ مٹھی میں کرتے ہیں۔ نہ تم اسے پڑھائی میں پیچھے چھوڑ سکی اور نہ کسی اور کام میں اس سے آگے نکل سکی ہو۔ ایک سائرہ یہاں آنسو بہا بہا کر دماغ خراب کر رہی ہے اور باقی کسر تم پوری کر دو۔" انہوں نے اچھی خاصی اس کی کلاس لے ڈالی۔

"آپ سے بھی بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔" اس نے زچ ہوتے ہوئے فون ہی بند کر دیا۔

وہ غصے سے بھری تیار ہونے چل دی۔ کچھ ایسا کرنے کا سوچنے لگی جس سے اس بار ماہا کو ہرا سکے اور اس بار ماہا جیت گئی تو اس کے لیے مر جانا ہی بہتر ہو گا۔

وہ ہاتھ میں رکھی اس چیز کو دیکھ رہی تھی جو اس کی موت کا سامان تھا۔ اس نے پاس رکھا پانی کا گلاس پکڑا اور اس سے پہلے

کہ وہ آخری گھونٹ لے لیتی دروازے کا لاک گھومنے کی آواز آئی۔ دروازے کو ایک دھکا دیا گیا جس سے اس کے ہاتھ میں پکڑا گلاس چھوٹتا ہوا دور جا گرا۔ وہ عجیب ہذیانی انداز میں آنے والے کو دیکھ رہی تھی شاید اس وقت وہ اپنے آپ میں نہیں تھی۔

"کیا کر رہی ہو تم...... پاگل ہوگئی ہو کیا؟" آنے والا اس کے سامنے بیٹھ گیا اور اس کے نم چہرے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

"یہ کیا کرنے جا رہی تھی...... تم کب سے اتنی بہادر ہوگئی کہ اپنے ہاتھوں اپنی زندگی کا خاتمہ کرلو؟" اس نے سامنے بیٹھی ٹوٹی بکھری لڑکی کو اپنے ساتھ لگالیا۔

"میں ہار گئی...... میں تو اپنا سامنا بھی نہیں کرسکتی کسی دوسرے کو کیا منہ دکھاؤں گی...... مجھے مر جانے دیں، مجھے زندہ نہیں رہنا......" وہ ایک دم پھر سے اونچی آواز سے رونے لگی۔

"تم ایک بہادر لڑکی ہو، تم بھی عام لڑکیوں کی طرح کروگی، تم بھی لوگوں کی زبانیں کاٹنے کی بجائے خود کو ختم کرلوگی؟"

"تو کیا کروں...... کیا کروں میں؟" اس کی آنکھوں میں سرخی مزید بڑھنے لگی۔

"جب بھی کسی لڑکی کی زندگی میں ایسا کچھ ہوتا ہے تو اس کے پاس صرف دو راستے بچتے ہیں۔"

"لیکن تم عام لڑکیوں جیسی نہیں ہو، تم تیسرا راستہ چن لو...... ایسا راستہ جو مشکل ہے لیکن سب سے بہتر ہے۔" اس کے بکھرے بالوں کو سنوار کر اس کو پھر سے اپنے سینے سے لگالیا۔

ذرا ڈھولکی بجاؤ گوریو
میرے سنگ سنگ گاؤ گوریو
یہ گھڑی ہے ملن کی
اک سجن سے سجن کی

سارے گھر کو آرائشی قمقموں سے سجایا گیا تھا۔ کانوں کی اونچی آواز نے محفل کا مزا دوبالا کردیا تھا۔ مہندی کا فنکشن چھت پہ رکھا گیا تھا جو کہ اب اختتام پذیر تھا اور اب گھر والے ہلا گلا کرنے میں مصروف تھے۔ نقی، عبداللہ اور عثمان کے ساتھ مل کر خوب بھنگڑے ڈال رہا تھا۔ سائرہ خاموش سی ایک کونے میں بیٹھی تھی۔ ملاہا لڑکوں کو بھنگڑے پہ داد دینے کے ساتھ ساتھ خود بھی کود رہی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ سب وصی کو تنگ کرنا نہیں بھولے تھے۔

"تم نے پورا مہینہ ضائع کردیا وہ دیکھو، نقی کیسے ملاہا کے پیچھے پیچھے گھوم رہا ہے اور تم یہاں منہ چھپائے بیٹھی ہو۔" شازیہ کا تو بس نہیں چل رہا تھا اسے دو لگا بھی دیں۔

"ماما...... ایسی کوئی بات نہیں ہے، میں ہر وقت سائے کی طرح اس کے ساتھ رہی ہوں، ان دونوں میں ایسا کچھ نہیں ہے۔ آپ بلاوجہ پریشان ہو رہی ہیں۔" وہ ان کی باتوں سے اب زچ ہونے لگی تھی۔

"ہاں...... تم لوگوں کو تو ہاں ہی بری لگتی ہے۔" انہیں اس پہ شدید قسم کی تپ چڑھی ہوئی تھی۔

"محمود...... مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔" سب بڑے بچوں سے الگ بیٹھے تھے۔ مائرہ ماما کی باتوں سے تنگ آکر نیچے جا رہی تھی کہ پھوپو کی آواز پہ چونکی۔

"جی جی بولیں، میں سن رہا ہوں۔" وہ مکمل ان کی جانب متوجہ ہوئے۔

"میں جانتی ہوں ملاہا تمہاری اکلوتی بیٹی ہے اور تم نے اس کے حوالے سے بہت خواب دیکھ رکھے ہوں گے۔ میرے آنگن میں بیٹی کی شدید کمی ہے اور میں نے بھی ملاہا کو بیٹی سے کم نہیں سمجھا۔ میں تم سے تمہاری آنکھ کا تارا مانگ رہی ہوں اور خدارا مجھے مایوس نہ کرنا۔" ان کی بات سے محمود صاحب خاموش ہوگئے۔ سیڑھیوں میں کھڑی مائرہ اپنی جگہ جم گئی تھی۔ اسے لگا زمین گھومنے لگی ہے۔ وہ ابھی کتنے دعوے سے ماں کو غلط ثابت کرکے آئی تھی اور ساری ہی حقیقت اس کی آنکھوں کے سامنے آگئی تھی۔

"ہاجرہ...... ابھی تو وہ بہت چھوٹی ہے اور تعلیم بھی مکمل نہیں ہے، تم نے نقی سے پوچھا ہے کیونکہ اب وہ دور نہیں رہا جہاں بچوں کی زندگی کے فیصلے یوں اچانک کردیے جائیں۔" تایا کے سوالوں نے مائرہ کو ایک نئی امید دکھائی۔

"تمہارے سب اعتراضات بجا ہیں اور ان کے جواب بھی میرے پاس ہیں، جب تک ملاہا کی تعلیم مکمل نہیں ہوجاتی تب تک ہم کوئی بڑا فیصلہ نہیں کریں گے بلکہ یہ بات بھی ہمارے درمیان رہے گی اور تم جب مناسب سمجھو ملاہا کو بتادینا۔ جہاں تک نقی کی بات ہے تو اس رشتے میں اس کی پسند بھی شامل ہے۔" ان کے جواب نے محمود صاحب کو مطمئن کردیا۔ انہوں نے بیوی کی جانب دیکھا اور ان کی نگاہوں میں اطمینان پاکر اثبات میں سر ہلادیا۔

مائرہ نے زخمی نگاہوں سے دوبارہ چھت کی اس جانب دیکھا جہاں ابھی تک موج مستی جاری تھی۔ اب بھی ان کے کسی انداز سے کوئی انوکھی بات ظاہر نہیں ہو رہی تھی۔ وہاں سے کچھ فاصلے پہ بیٹھی ماہا کو دیکھا اور جلتے دل میں ایک نیا شعلہ جل اٹھا۔

''اب کی بار میں تمہیں جیتنے نہیں دوں گی ماہا...... کبھی نہیں۔'' اس کی سرد نگاہوں کو وہاں کسی نے محسوس نہیں کیا تھا۔

بارات کی تیاری مکمل تھی۔ وصی دلہا بنا بہت خوب صورت لگ رہا تھا اور اس کے ساتھ باقی تینوں لڑکوں کی شرارتوں نے عجب سماں باندھ دیا تھا۔ سب لوگ تیار تھے بس ماہا اور مائرہ ابھی تک نہیں آئی تھیں۔

''ایک تو یہ لڑکیاں ہمیشہ دیر کرتی ہیں۔'' محمود صاحب کو غصہ آیا۔

''میں دیکھ کر آتا ہوں ماموں۔'' نقی بھاگتا ہوا سیڑھیاں چڑھ گیا کیونکہ لڑکیاں اوپر والے کمرے میں تیار ہو رہی تھیں۔

وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا تو سامنے بس ماہا نظر آئی، دروازہ کھلنے کی آواز پہ مڑی اور اسے دیکھ کر پریشان ہو گئی۔

''یقیناً پاپا نے بھیجا ہوگا ناں؟ یہ مائرہ کی وجہ سے اتنی دیر ہو رہی ہے۔'' وہ پریشان نگاہوں سے واش روم کی طرف دیکھ رہی تھی۔

''آپ پاپا کو کہیے بس تھوڑی دیر میں ہم آ رہے ہیں۔'' اس کی بات پہ نقی نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

اس کے نکھرے معصوم حسن نے نقی کو کچھ بولنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔ وہ ابھی کچھ سال اپنے جذبات خود تک محدود رکھنا چاہتا تھا لیکن آج اس کا لاپروا انداز اور مدہوش کر دینے والے تیور اس کے دل کو بے اختیار کر رہے تھے۔ اس نے جلدی سے واپسی کے لیے قدم بڑھائے کہ مبادا وہ خود پہ اختیار نہ کھو بیٹھے۔ وہ دروازے تک آیا لیکن یوں واپسی کو قدم آمادہ نہ ہوئے۔ وہ آہستگی سے مڑا اور اس کی سوالیہ آنکھوں کی جانب استحقاق سے دیکھا۔

''بہت خوب صورت لگ رہی ہو، ویسے تو میری نظر نہیں لگے گی لیکن پھر بھی خود سے کچھ وار لینا۔'' مقابل کی آنکھوں میں حیرانی چھوڑ کر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ اس کی بات واش روم سے نکلتی مائرہ نے بھی سن لی تھی۔

''جلدی چلو...... پاپا ڈانٹ رہے ہیں۔'' اسے جلدی آنے کا کہتی وہ کمرے سے نکل گئی۔

بارات میرج ہال پہنچ چکی تھی لیکن وہ نقی کے آخری الفاظ پہ الجھی ہوئی تھی۔ مائرہ کی نگاہیں اسے مزید الجھن کا شکار کر رہی تھیں لیکن وہ کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہی تھی۔ شادی پہ اس کا گم صم انداز سب ہی محسوس کر رہے تھے۔

''بیٹا...... کیا ہوا تمہیں، ایسے چپ چپ کیوں ہو؟'' ارم محمود نے پریشانی سے پوچھا۔

''بہت زیادہ تھک گئی ہوں اور گھر کی وجہ سے بھی اداس ہو گئی ہوں۔ آج میں آپ کے ساتھ گھر جاؤں گی۔'' اس نے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی۔

''میں بھی اپنی بچی کی وجہ سے بہت اداس ہو گئی ہوں۔'' انہوں نے اسے ساتھ لگا لیا۔

''میں ابھی آتی ہوں۔'' وہ کسی کے بلاوے پہ اٹھ گئیں تو وہ پھر سے اکیلی خیالوں میں کھو گئی اور نقی کے جملے بازگشت بن کر اس کے دل و دماغ میں گونجنے لگے تھے۔

مائرہ حسد کی آگ میں جلتی بجھتی ایک کونے میں آ کر بیٹھ گئی، شادی کی رونقیں عروج پر تھیں۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ماہا کے ہنستے مسکراتے خوب صورت چہرے کو تیزاب سے جلا کر راکھ کر دے۔ وہ پھر اٹھ کھڑی ہوئی اور بے چینی سی ٹہلنے لگی اور انتقام کی آگ میں جلتے ہوئے اس نے سوچا کہ ایسا کوئی وار کرے، جو خالی نہ جائے کیا ہو سکتا ہے؟

''ایسا میں کیا کروں۔'' کیا کروں، کیا کروں، کی گردان کرتے ہوئے اس نے موبائل اٹھایا اور بے دلی سے اسے دیکھنے لگی۔

میسجز اسکرول کرنے لگی پھر واٹس ایپ پہ کالج فیئر ویل کی تصویریں دیکھتے ہوئے وہ چھوٹی چھوٹی ویڈیوز دیکھنے لگی۔ کالج فنکشن میں ہر جگہ ماہا چھائی ہوئی تھی اور تب ایک ویڈیو نے اس کے انتقام اور جلن کو تقویت بخشی، ماہا معصومیت سے دلکش انداز لیے رقص کر رہی تھی۔ تمام لڑکیاں اور ٹیچرز ہال میں بیٹھی تھیں اور تالیوں کی گونج نمایاں تھی۔

''بس...... ماہا اس بار تم مجھ سے نہیں جیت سکتیں۔'' وہ ایک فیصلہ کر کے مطمئن ہوئی۔ ویڈیو ایڈیٹنگ اسے خود بہت اچھی آتی تھی اور یہ ساری ویڈیو اور تصویریں اس کے موبائل کیمرہ کی تھیں ابھی اس نے آگے فارورڈ نہیں کی تھیں۔

اس نے کمرہ بند کیا اور اپنے کام میں لگ گئی بس اس کے ذہن میں یہی تھا کہ ملاہا کو اس بار شکست دینی ہے۔ شکست اس کا مقدر ہے۔

***

وہ بہت دیر بعد کمرے سے نکلی تھی۔ ملاہا نے اسے دیکھ کر پوچھا۔

"خیریت کہاں تھیں تم پھوپو تمہیں بلا رہی تھیں۔" اور اس بار اس نے بغیر کسی طنز کے صرف ہاں میں سر ہلایا اور خاموشی سے آگے بڑھ گئی۔ چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔ وہ اسے حیرت سے دیکھنے لگی۔ پہلی بار اس نے اس کے مثبت رویہ کو محسوس کیا تھا۔

"اللہ رحم کرے۔"

***

تقی تیار ہو کر کمرے سے نکل کر لابی کی طرف جا رہا تھا۔ تب ہی موبائل فون کی مسلسل بجتی گھنٹی نے اسے چونکایا۔

"یہ کہاں سے آ رہی ہے، کس کا فون ہے؟" جس کمرے سے آ رہی تھی وہ اس طرف بڑھا۔ ملاہا اور مائرہ اس کمرے میں ٹھہری ہوئی تھیں۔ اس نے سوچا نہ جانے کہ ہو سکتا ہے کہ ضروری کال ہو، موبائل لے جا کر دے دیا جائے وہ موبائل اٹھا کر دیکھنے لگا تو کال بند ہو گئی تھی۔ میسج موبائل اسکرین پہ چمک رہا تھا۔

"تمہارا کام ہو گیا ہے۔" کوئی ضروری کال ہو گی۔ اس نے لابی میں جا کر کہا۔

"یہ موبائل کسی کا ہے۔" تب مائرہ نے کہا۔

"ارے میرا ہے آپ کے پاس کیسے؟"

"بھئی بہت تڑپ رہا تھا۔ میں نے سوچا دے دوں جانے کیا ضروری کام ہے۔" مائرہ کے چہرے کا رنگ اڑ گیا تھا۔

"ملاہا..... یہ تمہاری دوست کی کال آئی ہے۔" مائرہ پاپا کا موبائل لیے اس کے پاس آئی۔

"کون ہے؟" اس نے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"مجھے کیا پتا۔" وہ اسے موبائل دیتی دور جا کھڑی ہوئی۔

اس سے آگے جو ہوا وہ سب اس کی توقع کے مطابق تھا۔ ملاہا کے چہرے کا رنگ لیموں جیسا زرد ہو گیا اور وہ جلدی سے فون بند کرتے ہوئے موبائل پہ کچھ دیکھنے لگی۔ اب مائرہ کا جانا تو بنتا تھا سو وہ آہستگی سے اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی۔

"اُف..... اصل میں تم یہ ہو ملاہا؟" مائرہ کی آواز پہ وہ چونک کے مڑی۔

"وہ..... میں نہیں..... مجھے نہیں معلوم یہ کیسے؟" اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے۔

"یہ سب دیکھ کر تو تایا جان جیتے جی مر جائیں گے۔" اس کی باتیں ملاہا کی رہی سہی ہمت بھی ختم کر رہی تھیں۔

"اللہ کی قسم مائرہ، میں نہیں جانتی یہ کیسے ہوا؟ پلیز کسی کو کچھ مت بتانا..... میں نے نہیں کیا یہ؟" اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

"تم جیسی بیٹی کو تو مر جانا چاہیے۔" مائرہ کے آخری الفاظ نے اس کو کھڑے رہنے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ کیا ہوا تھا۔ اس کے مزاج میں شوخی تھی اور اسی وجہ وہ ہر جگہ ہلا گلا کرتی رہتی تھی۔ کالج کی جانب سے ملنے والی فیئر ویل پارٹی میں اس نے دوپٹا اتار کر ڈانس کیا اور اب وہ ساری ویڈیو یوٹیوب پہ موجود تھی۔ اس ویڈیو میں بیک گراؤنڈ بالکل نیا تھا، یہ ویڈیو کالج پارٹی کی بالکل نہیں لگ رہی تھی۔ وہ بالکل ہمت چھوڑ گئی تھی۔ اس کے بعد وہ بے خیالی کی کیفیت میں گھر آئی اور اس وقت سے کمرے میں بند تھی۔

***

"تیسرا راستہ؟ مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا تم کیا کہہ رہی ہوں؟" اس کی حالت پہ سائرہ کو رحم آیا۔

وہ سوچ رہی تھی اگر ملاہا اور مائرہ کی باتیں نہ سن لیتی تو نہ جانے اس خوب صورت لڑکی کا انجام کیا ہوتا۔ مائرہ کا حسد ایک بے قصور لڑکی کو موت کے منہ میں دھکیل رہا تھا۔ تائی تو اس بات پہ خوش تھیں کہ ان کی بیٹی گھر آئی ہے اور اب آرام کر رہی ہے جب کہ وہ اٹھارہ سال کی عمر میں اپنے ناکردہ گناہ کی سزا میں خود کو جان سے مار رہی تھی۔

"یہ صرف تمہارے ساتھ نہیں ہوا، اس سے ملتے جلتے واقعات بہت ساری لڑکیوں کی زندگیوں میں آتے ہیں، کچھ کو بلیک میل کیا جاتا ہے اور وہ بلیک میلر کے ہاتھوں بلیک میل ہوتی رہتی ہیں، کچھ تمہاری طرح بیوقوفی کرنے کی کوشش کرتی ہیں اور موت کو گلے لگا لیتی ہیں لیکن اس سب میں ایک چیز وہ بھول جاتی ہیں۔"

"کیا.....؟" وہ سحر زدہ اسے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"اپنے گھر والوں پہ اعتماد کرنا..... ہم خود کو اتنے اچھے سے

نہیں جانتے جتنا ہمارے والدین ہمیں جانتے ہیں۔ اگر کچھ ایسا ہو جائے جو بہت غلط ہو تو ہمیں ایسا کوئی بھی بڑا قدم اٹھانے سے پہلے اپنے گھر میں بتانا چاہیے، جس چیز کے لیے تم اپنی جان دینے جارہی ہو ہوسکتا ہے تایا جان کے لیے کوئی بڑی بات نہ ہو۔"

"پاپا مجھے کبھی معاف نہیں کریں گے......" وہ پھر سے رو دی۔

"زیادہ سے زیادہ کیا کریں گے؟ ڈانٹیں گے، ماریں گے یا ایک کمرے میں بند کردیں گے لیکن جو بھی کریں گے وہ تمہارے اس گناہ سے کم ہوگا۔ تم تایا کے معاف نہ کرنے کے ڈر سے خودکشی کرنے کا سوچ رہی ہو لیکن کیا تم نے یہ سوچا کہ ایسا کرنے کے بعد تمہیں اللہ معاف کریں گے؟ اس کے برعکس میں تمہیں یقین دلاتی ہوں تایا تمہیں کبھی نا کبھی معاف کردیں گے وہ تم سے زیادہ دیر ناراض نہیں رہ سکیں گے......" اس نے بات کے اختتام پہ اس کا چہرہ پیار سے تھپتھپایا تھا۔

وہ محمود صاحب کے سامنے بیٹھی تھی۔ ان کے ہاتھ میں موبائل تھا جس پہ وہ ویڈیو دیکھ رہے تھے، ان کے چہرے کے تاثرات سے کچھ اخذ نہیں ہو پا رہا تھا۔ اس کی ماما سائرہ کی پکڑائی گئی ادویات دیکھ رہی تھیں اور رو رہی تھیں۔ محمود صاحب نے ویڈیو دیکھنے کے فوراً بعد نقی کو کال ملائی۔ وہ اس سے کتنی ہی دیر تفصیل سے بات کرتے رہے، کافی دیر بعد وہ واپس اپنی جگہ پہ آن بیٹھے لیکن خاموشی کا بکل اوڑھے رہے تھے۔

"اب کیا ہوگا محمود صاحب؟ ابھی کل ہی ہاجرہ باجی نے ماہا کے لیے نقی کی بات کی تھی اور آج یہ سب پتا چل گیا۔ یہ کیا ہوگیا؟" وہ روتے ہوئے بول رہی تھیں۔

وہ اس قدر نفسیاتی دھچکے کا شکار تھی کہ اپنے حوالے سے ہوئی اتنی بڑی بات کو محسوس ہی نہیں کرسکی۔

"ارم...... مجھے اپنی بیٹی پہ یقین ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہیں کرسکتی اور میں یہ ہی چاہوں گا کہ اس کی زندگی میں جو شخص بھی آئے وہ اس پہ ایسا کامل یقین ہی کرے۔ اگر نقی کو اس پہ یقین نہیں ہے تو وہ میری بیٹی کا مقدر بننے کا حق دار بھی نہیں ہے۔"

محمود صاحب کے لہجے میں جو یقین تھا اس نے سر جھکائے بیٹھی ماہا کو آسودہ ہونے پہ مجبور کردیا۔ آنسوؤں کے ساتھ آسودگی کا خوب صورت سنگم بن گیا تھا۔ اس نے سائرہ کی طرف دیکھا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے کہہ رہی ہو دیکھا میں سچ کہہ رہی تھی ناں۔

شازیہ چچی نے واویلا کرنے کی پوری کوشش کی اور یہ کوشش نقی کے آنے تک جاری رہی۔ وہ نقی کے سامنے بھی خاندان کی عزت کا رونا اور مگرمچھ کے آنسو بہانے کا کام زوروشور سے جاری رکھے ہوئے تھیں۔

"ماموں جان...... آپ بے فکر ہوجائیے، وہ ویڈیو اب یوٹیوب پہ موجود نہیں ہے۔" محمود صاحب نے سامنے بیٹھے نقی کا لہجہ تولا اور پرسکون ہوتے ہوئے مسکرا دیے۔

"نقی، ہاجرہ سے کہنا منگنی کی تیاری کرے اور ایک مضبوط رشتہ باندھنے کی کوشش کرے۔ مجھے وہ شخص مل گیا جو میری بیٹی پہ مجھ جیسا یقین رکھتا ہے۔" ان کی بات نے جاتے ہوئے نقی کے دل میں خوشی کے دیپ روشن کردیے اور ماہا کو نقی ایک جگنو کی مانند لگا جس نے اس کی ذات کو یقین کے اجالے سے نواز اتھا۔

نقی نے کڑوی نگاہ سے سائرہ کی جانب دیکھا کیونکہ اس سب کے پیچھے کس کا ہاتھ تھا وہ جان چکا تھا اور ایک غصیلی نگاہ ماہا پہ ڈالنا نہیں بھولا جو اس کی جان کا فیصلہ خود کرنے چلی تھی۔ یہ جانے بغیر کہ وہ اس کی معصومیت اور قابلیت پر بہت پہلے ہی دل ہار چکا تھا اور اب اس کو اپنانا چاہتا تھا۔ اس کی نگاہوں میں اس وقت بھی ماہا کے لیے محبت کے ساتھ یقین تھا۔ جس کو سمجھنے کے بعد ماہا کی نظریں حیا سے جھک گئی تھیں۔

"مجھے تم پر یقین ہے خود سے بھی زیادہ۔" اس نے دل میں کہا تھا پر نجانے کیسے آواز ماہا تک پہنچ گئی تھی کہ اس نے چونک کر نقی کو دیکھا اور آسودہ سی مسکرا دی تھی۔

گل ریز
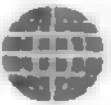
صبا ایشل

شب ڈھل گئی تو یادوں کے مضراب بھی تھک گئے
جتنے بھی تھے نقوش تہہ آب تھک گئے
تھی اس قدر عجیب مسافت کہ کچھ نہ پوچھ
آنکھیں ابھی سفر میں تھیں کہ خواب تھک گئے

خوابوں کے ٹوٹ جانے، ادھورا رہ جانے اپنوں سے جدائی اور عمر بھر کی جدائی نے اسے اندر سے خاموش کر دیا تھا، ایسے میں کئی دنوں کے بعد اس نے ایک خواب دیکھا اور خواب میں نظر آنے والا شخص اس کے سامنے کھڑا تھا وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا کر رہی تھیں ابھی یہاں سے گر سکتی تھیں، گر جاتیں تو اس گہری کھائی سے آپ کی ہڈیاں بھی نہیں مل سکتی تھیں۔" اس نے آگے بڑھ کر اس کا بازو تھام کر اس کو اپنی جانب کھینچ لیا تھا۔

"میرا گر جانا آپ کا مسئلہ نہیں ہے۔" وہ سر جھٹکتی ہوئی اس سے مخاطب ہوئی۔

"عجیب بے حس لڑکی ہیں آپ، میں آپ کی فکر کر رہا ہوں بجائے احسان مند ہونے کے احسان جتا رہی ہیں۔" وہ تاسف سے بولا۔

"وہ خاتون آپ کو ڈھونڈ رہی تھیں؟" اس سے قبل کہ وہ کچھ کہتی وہ سامنے سے ادھیڑ عمر خاتون کو آتے دیکھ کر کھائی سے بولا اور تیز قدموں سے اسی طرف بڑھ گیا جہاں سے آیا تھا تین سکھ اس کی پشت تکتی رہ گئی۔

"للہ...... اللہ میری بچی، میری نین سکھ۔" وہ خاتون پھولی سانسوں کے ساتھ اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لے کر چند ثانیے اس کو دیکھتی رہیں پھر اسے گلے لگا لیا۔ "بالکل اپنی ماں جیسی ہو، دعا ہے اللہ تمہیں مزید کسی آزمائش میں نہ ڈالے۔" وہ خاتون ایک قدم پیچھے ہوئیں اور اس کا چہرہ ہاتھوں میں لے کر ماتھے پر بوسہ دیتے ہوئے بولیں۔

"آپ کون ہیں؟" نین سکھ جھجکتے ہوئے بولی۔

"یہ ہماری پہلی ملاقات ہے، تم مجھے نہیں جانتی لیکن میں تم سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔" خاتون غالباً بولنے کی بہت شوقین تھیں۔ اسی لیے اس کے کہنے کے بعد بھی سیدھی بات پر نہ آسکیں۔

"مرجان کو بھی یہاں سب سے زیادہ میں جانتی تھی، میں سمجھتی تھی اس جیسی خوب صورت اور سچی شخصیت دوبارہ نہ دیکھ پاؤں گی۔ میری خوش قسمتی ہے کہ ایک بار پھر ایسی شخصیت کے سامنے کھڑی ہوں۔" ماں کے نام پر ایک لمحہ کو اس کا دل دھڑ کا تھا۔

"میں تو تمہیں خواتین کے رقص میں تلاش کر رہی تھی بھلا ہو اس نوجوان کا اسی نے بتایا کہ تم اس طرف آئی ہو۔" بولتے ہوئے انہوں نے اس طرف اشارہ کیا جہاں پہاڑ سے تیزی سے اترتے نوجوان کی پشت نظر آ رہی تھی۔

"تم بھی بالکل ماں جیسی آدم بیزار ہو، اسے بھی شور، رقص، موسیقی اور ہجوم سے بالکل دلچسپی نہ تھی، ہمیشہ اکیلی

ایک کونے میں پڑی رہتی یا پھر دریا کے پانی میں پیر ڈالے نجانے کیا سوچتی رہتی تھی، وہ تو میں اسے زبردستی مجبور کردیتی تھی ورنہ شاید وہ بولنا ہی بھول جاتی......"

"آپ گل مینے خاتون ہیں؟" اس کے ذہن میں ایک نام آیا تو وہ مسلسل بولتی خاتون کی بات کے درمیان ہی بول پڑی۔

"اللہ، اللہ تم نے مجھے کیسے پہچان لیا؟ میں نے تو تمہیں اپنا نام نہیں بتایا۔" وہ لمحہ بھر کو خاموش رہ کر حیرانی سے بولیں۔

"مورجی سے کئی بار آپ کے بارے میں سنا ہے، اسی لیے پہچان لیا۔" اس کے لہجے میں خوشی در آئی تھی، چہرے پر بیزاری کی جگہ اپنائیت نے لے لی تھی۔

"آئیں وہاں بیٹھ کر سکون سے بات کرتے ہیں۔" پہاڑ کے نچلے حصے کی طرف ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے وہ اسی طرف بڑھ گئی گل مینے خاتون اس کے پیچھے پیچھے تھیں۔

"تمہاری ماں میرے بولنے کی عادت سے بہت تنگ تھی، میں بول بول کر اس کا سر کھالیا کرتی تھی۔" نین سکھ بیٹھی تو وہ بھی بولتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"ایسا بالکل نہیں ہے بلکہ مورجی تو بہت اپنائیت سے آپ کے بارے میں بتایا کرتی تھیں۔ وہ بتاتی تھیں کہ آپ کو ان سے اس قدر محبت تھی کہ کہیں بھی جانا ہو، کچھ بھی کھانا ہو ہر کام کے لیے آپ ہمیشہ انہیں ساتھ رکھتی تھیں۔ مجھے بے حد خوشی ہے کہ میں آپ کو اپنے روبرو دیکھ رہی ہوں۔" محبت کی چاشنی سے لبریز لہجے میں بولتے ہوئے اس کی آنکھیں جھلملانے لگیں۔

"جس روز مرجان اس دنیا سے گئی میں بھی یہاں وادی میں آئی ہوئی تھی۔ میری اس سے ملاقات ہوئی تھی، ہم دونوں نے بہت ساری باتیں کیں۔ وہ مجھے کچھ بتانا چاہتی تھی اس لیے دروازے تک مجھے رخصت کرنے آئی تھی اگر مجھے علم ہوتا کہ یہ ہماری آخری ملاقات ہے تو میں اس سے اجازت نہ لیتی، وہیں رک جاتی، اسے بھی روک لیتی۔" بولتے ہوئے وہ غمگین ہوئیں۔

"یہ دکھ میرا نصیب تھا خالہ، نصیب کو بھلا کون بدل سکتا ہے، یہ محرومی سہنا میرے بخت کا حصہ ہے اسی لیے مجھے اسے سہنا ہی ہے۔" اس نے ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ میں مقید کر کے لب بھینچ لیے تھے، بہت زیادہ بولنے والی گل مینے خاتون کے پاس بھی بولنے کے لیے جیسے الفاظ نہ رہے تھے۔

صد سنگ شد آئینہ و صد قطرہ گہر بست
افسوس ہمان خانہ خراب است دل ما
(سنگ سے آئینہ بنا قطرہ گہر میں ڈھل گیا
جانے کیوں ثبات ہے حال دل خراب کو)

سردیوں کے مختصر دنوں میں شام کے سائے بھی مختصر ہو جاتے ہیں، رات پل بھر میں سر پہ آن پہنچتی ہے، اسی باعث وادی کے مکین اپنے اپنے آشیانوں کی جانب گامزن تھے، رقص و موسیقی اور پیدل مسافت کے باعث سب تھکن سے چور تھے اکثر لوگوں نے میلے میں مختلف ٹھیلوں اور دکانوں پر بننے والے مزیدار کھانوں سے پیٹ بھر لیا تھا اور جو رہ گئے تھے وہ گھر آتے ہی کھانا کھاتے ہی بستر میں دبک گئے تھے۔ ایسے میں ایک وہ تھی جس کی آنکھوں سے نیند کوسوں دور تھی کتنی دیر تک تو وہ اس نوجوان کے بارے میں سوچتی رہی جو اسے کل خواب میں نظر آیا تھا۔

"کیسی عجیب بات ہے میں نے اس کے چہرے کے گرد روشنی صاف اور واضح دیکھی اور میں اسے دیکھ کر قطعی نہ گھبرائی بلکہ مجھے اس سے مثبت کرنیں نکلتی محسوس ہو رہی تھیں ایسے جیسے کہ وہ شخص بہت خاص اور بہت منفرد ہو۔"

"کیا بڑبڑا رہی ہو؟ آرام سے سو جاؤ۔" وہ زیر لب آہستگی سے بولتے ہوئے خود سے مخاطب تھی کہ زرینہ کی آواز پر سوچوں سے نکلتے ہوئے خاموش ہو گئی۔

"گل مینے خالہ، انہوں نے کہا تھا کہ موری جی نے ان سے کچھ خاص بات کرنی تھی اور یہ بھی تو کہا تھا کہ وہ موری جی کو سب سے زیادہ جانتی تھیں بابا نے کہا تھا موری جی بھی پہلی بار سیاہ ہالہ دیکھ کر گھبرائی تھیں۔ زرینہ نے کہا کہ یہ سب مجھ سے کچھ چھپا رہے ہیں اور مجھے نہیں بتائیں گے، وہ کیا بات ہے جسے یہ سب لوگ مجھ سے چھپانا چاہتے ہیں، میرے والدین کا ماضی کیا تھا؟" وہ ایک خیال آنے پر یک دم اٹھ کر بیٹھ گئی اور پھر کڑی سے کڑی جوڑنے لگی۔

"کہیں ایسا تو نہیں گل مینے خالہ اس بارے میں کچھ جانتی ہوں جو موری جی مجھے بتانا چاہتی تھیں۔ آخری بار وہ ان سے اس روز ملی تھیں جب وہ مجھے کوئی بات بتانا چاہتی تھیں وہ اپنی ہر بات ان سے بیان کرتی تھیں، ہو سکتا ہے یہ بات بھی انہیں بتائی ہو۔ مجھے ان سے دوبارہ ملنا ہوگا۔" امید کی ایک کرن نظر آئی تو اس کے بے چین دل کو کچھ قرار آیا تھا۔ گل مینے خاتون سے دوبارہ ملاقات کا فیصلہ کر کے وہ سکون سے لیٹ گئی کچھ دیر میں ہی نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔

دلا نزد کسی بنشیں کہ او از دل خبر دارد
بہ زیر آن درختی رو کہ او گلہائے تر دارد
(اے دل اس کے پاس بیٹھ کے جو دل کی خبر رکھے
چل ایسے پیڑ کے نیچے جو اپنے پھول تر رکھے)

رات بھر جاری رہنے والی برف باری نے سردی میں اضافہ کر دیا تھا۔ گھر کی بیرونی دیوار کے ساتھ لگے پھلوں کے درخت تھے جن پر لگے پھلوں کے بوجھ سے شاخیں جھک رہی تھیں۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ایک سیب توڑا تو شاخ کے ہلنے کی وجہ سے پتوں پر جمی برف کی تہہ اڑتی ہوئی اس کے چہرے اور کپڑوں پر گرنے لگی۔

"سیب کے ساتھ برف کا مفت مزہ لو۔" زرینہ دور کھڑی یہ منظر دیکھ رہی تھی مغرور ہوئے بنا نہ رہ سکی کمرے سے باہر آتا فرخ بھی اسے برف جھاڑتا دیکھ کر مسکرا رہا تھا وہ خوامخواہ جھینپ گئی۔

"سیب بہت ٹھنڈا ہے ایسے ہی مت کھا لینا دانت سن ہو جائیں گے۔ چولہے پر گرم پانی ہے چند لمحوں کے لیے اسے اس میں ڈال دو۔" وہ جو سیب منہ سے کاٹ کر کھانے والی تھی فراخ کی آواز پر رک گئی اور چولہے کی طرف بڑھ گئی۔

”رکو میں کرتا ہوں۔“ وہ آہنی بالٹی میں سیب پھینکنے ہی والی تھی کہ فراخ نے اس کے ہاتھ سے سیب لے لیا۔

”یہ دیکھو ایسے کرتے ہیں۔“ اس نے ڈنڈی سے سیب پکڑ کر پانی میں چند لمحے گھمایا اور واپس اسے پکڑا دیا۔

”شکریہ۔“ وہ مسکرا کر بولی۔

”اس کی ضرورت نہیں، آپ کی مسکراہٹ ہی کافی ہے۔“ وہ کہتا ہوا اس کے پاس سے گزر گیا نین سکھ اس کی بات میں الجھ کر رہ گئی۔ کندھے اچکا کر سیب کھاتی ہوئی زرینہ کے پاس آ گئی جو ایک بڑے لوہے کے برتن میں لکڑیاں اوپر رکھ کر آگ سلگا رہی تھی۔

”آج میلہ کس وقت لگے گا؟“ اس نے زرینہ کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔ زرینہ نے اس کے سوال پر ہاتھ روک کر اس کی طرف دیکھا، اس کی آنکھوں سے حیرانی صاف ظاہر تھی۔

”مجھے یقین نہیں آ رہا کہ یہ سوال تم کر رہی ہو؟“

”کیا میں نے کچھ غلط پوچھ لیا ہے جو تم اس قدر حیران ہو رہی ہو؟“ اس نے ایک لکڑی اٹھا کر جلتی آگ پر رکھی۔

”تم میلے میں جانا چاہتی ہو۔ جو مجھ سے اس کے لیے وقت پوچھ رہی ہو یعنی تمہیں جانے کا انتظار ہے، کیا یہ بات حیران ہونے کے لیے کافی نہیں۔“ زرینہ ایک ہاتھ ہلاتے ہوئے بول رہی تھی۔ آگ کے شعلے اب تیز ہو رہے تھے۔

”دراصل میں گل مینے خالہ سے ملنا چاہتی ہوں۔“ ■ سمجھ گئی تھی کہ زرینہ کو بتائے بنا چارہ نہیں۔

”گل مینے خالہ مطلب مرجان پھوپو کی بچپن کی دوست، ان سے کیوں ملنا چاہتی ہو؟“ وہ بہت آہستہ آواز میں بول رہی تھی مبادا کوئی سن نہ لے۔

”میں کل ان سے ملی تھی لگتا ہے وہ اس بارے میں مجھے بتا سکتی ہیں جو سب چھپانا چاہتے ہیں۔“

”ہم ان کے ہاں چلیں کیا؟“ زرینہ نے پوچھا۔

”کیا مطلب...... ہم ان کے گھر جا سکتے ہیں قریب ہی ہے کیا؟“

”کچھ فاصلے پر ہی ہے ان کے والدین کا گھر...... والد تو حیات نہیں البتہ ان کی والدہ اکیلی رہتی ہیں، کبھی کبھار گل مینے خالہ والدہ سے ملنے آ جاتی ہیں ورنہ قبیلے کے لوگ ہی ان کی ضرورتوں کا خیال رکھتے ہیں، تم فوراً تیار ہو جاؤ ہم سب کے تیار ہونے سے پہلے ہی، پھر ہم کسی بہانے سے گھر سے نکل جائیں گے۔“ زرینہ نے فوراً کہا، وہ بھی سر ہلاتے ہوئی لباس تبدیل کرنے اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

ای رشک ماہ و مشتری با ماہ و پنہاں چوں پری
خوش خوش کشانم بری آخر کجا بی تا کجا؟
(اے رشک ماہ و مشتری پہنا ہے تو جیسے پری
کھینچے لیے جاتا ہے تو آخر کہاں؟ آخر کہاں)

پیلے دھاگے کی کڑھائی سے بجی روایتی سیاہ فراک پہن کر وہ باہر آئی تو زرینہ نے کڑھائی سے ہم رنگ موتیوں کی مالا اس کے گلے میں پہنا دی۔

”اس قدر خوب صورت بال ہیں تمہارے انہیں کھلا چھوڑ دو ناں۔“ وہ اپنے بال سمیٹ رہی تھی جب زرینہ سراہتے ہوئے بولی۔

”مجھے شدید الجھن ہوتی ہے، بال کھلے نہیں چھوڑ سکتی۔“ وہ بالوں میں بل ڈالنے لگی۔

”اچھا رکو میں ابھی آئی۔“ زرینہ دوڑ کر طاقچے تک گئی اور بال قید کرنے کے لیے کیچر تلاش کر کے لے آئی۔

”یہ لو اب ٹھیک ہے بال آگے نہیں آئیں گے تو تمہیں الجھن بھی نہیں ہو گی۔“ اس کے بال پشت پر اکٹھے کر کے اس نے کیچر لگا دی۔

”تم خوش ہو تو ٹھیک ہے اب چلیں۔“ وہ مسکرائی۔

”یہ بھی پہن لو۔“ اس نے لباس کے کام سے ہم رنگ ٹوپی اس کے سامنے کی، پیلی ٹوپی کے گرد گولائی میں موتیوں کی چھوٹی چھوٹی لڑیاں لٹک رہی تھیں اور سات پیلے پر لگے تھے۔ ٹوپی سر کے پچھلے حصے سے لمبائی میں کمر تک آتی تھی۔ جہاں ٹوپی کا اختتام ہو رہا تھا وہیں موتیوں کی لڑیاں لٹک رہی تھیں جن کے نیچے سیپیاں لگی ہوئی تھیں۔

”یہ سب پہننے کی عادت نہیں ہے مجھے، اسی لیے بھول

جاتی ہوں۔“ اس نے زرینہ سے ٹوپی لے کر سر پر رکھی، گول ٹوپی سے لٹکتی موتیوں کی چھوٹی چھوٹی لڑیوں نے کسی خوب صورت ماتھا پٹی کی طرح اس کے وسیع ماتھے کو ڈھک لیا تھا۔ بے تحاشا گوری رنگت، نیلی آنکھیں اور پیلے رنگ کا نکھار چہرے پر آیا تو چہرہ مزید دمکنے لگا تھا۔

”ایسے کیا دیکھ رہی ہو اب چلو بھی۔“ زرینہ محویت سے اسے دیکھنے لگی تو وہ خجل ہو کر بولی۔

”تم کسی دیس کی پری لگتی ہو، کاش میں بھی تمہارے جیسی حسین ہوتی۔“

”چہرے کی خوب صورتی معنی نہیں رکھتی، اصل خوب صورتی تو دل کی ہے۔ تمہارا دل بہت خوب صورت ہے اور دل کے ساتھ ساتھ تم خود بھی بہت خوب صورت ہو۔“

”اچھا بابا میں نے یونہی ایک بات کہہ دی تھی تم تو سبق پڑھانے لگ گئیں۔“ اس نے ہار مانتے ہوئے گرم کوٹ پہنا اور کمرے سے نکل گئی۔ نین سکھ نے بھی اسی کی طرح کا سیاہ کوٹ پہنا اور کندھوں پر لباس سے ہم رنگ شال اوڑھتے ہوئے باہر آگئی برآمدے میں مورے کسی سوغات کی تیاری کے لیے خشک میوے چن رہی تھیں وہ دونوں ان سے اجازت لے کر باہر آ گئیں۔

وہ دونوں باتیں کرتے ہوئے اونچے نیچے پہاڑی راستوں سے گزر رہی تھیں، شدید سردی ہونے کے باوجود میلے میں آنے والے لوگوں کا جوش وخروش عروج پر تھا، یہاں کے باسیوں کی اچھی بات یہ تھی کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے فرد سے واقف تھا۔ اسی لیے آنے جانے کے دوران راستے میں رک کر ایک دوسرے کی خیریت بھی دریافت کرتے جاتے تھے۔

نین سکھ یہاں کسی سے واقف نہیں تھی لیکن وادی میں بسنے والے چاروں قبیلے کے لوگ اس کو اچھی طرح جانتے تھے اسی لیے اس سے بہت محبت سے پیش آتے تھے، اس محبت اور عزت کا سبب وہ اب بھی نہ سمجھ سکی تھی اسے مسلسل کسی انہونی کا احساس تو رہتا تھا۔ کچھ دور چلنے کے بعد لکڑی کے ایک دروازے کے سامنے زرینہ رک گئی وہ جو اس کی معیت میں چل رہی تھی اس کے پیچھے ہی رک گئی تھی۔

”کیا ہوا دستک دو ناں۔“ اسے کھڑا دیکھ کر وہ مخاطب ہوئی۔

”گھر پہ کوئی نہیں ہے۔“ وہ مایوسی سے بولی۔

”دروازے پہ قفل نہیں ہے، تم یہ کیسے کہہ سکتی ہو۔“ وہ حیران ہوئی۔

”یہ زنجیر دیکھ رہی ہو، اس کو ایسے لٹکانے کا مطلب ہوتا ہے گھر میں کوئی نہیں ہے۔ آنے والا واپس لوٹ جائے۔“ وہ دروازے پر لگی زنجیر کی طرف اشارہ کر کے بولی جو چوکھٹ پر لگے لوہے کے کنڈے میں اڑسی ہوئی تھی۔ نین سکھ نے مایوسی سے لب بھینچ لیے۔

”مایوس کیوں ہو رہی ہو سکتا ہے وہ میلے میں مل جائیں، یہاں سے دوسرا راستہ سیدھا میلے تک جائے گا اسی راستے سے چلتے ہیں۔“ وہ اسے امید کی کرن دکھاتے ہوئے بولی پھر وہ دونوں آگے بڑھنے لگیں۔

”یہ تباہ ہوئے مکانات دیکھ رہی ہو؟“ وہ راستے میں چند گرے ہوئے مکانات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔

”ہاں..... کیا یہ صدیوں پرانے کھنڈرات ہیں؟“ نین سکھ نے ان کی خستہ حالی سے اندازہ لگانا چاہا اب مکانات کی جگہ صرف ملبہ نظر آ رہا تھا۔

”ایسا نہیں ہے بلکہ کچھ سال پہلے یہاں شدید بارشوں کے نتیجے میں خطرناک سیلاب آ گیا تھا، سیلاب کا ریلا اس قدر طاقتور تھا کہ سیکڑوں لوگ بے گھر ہوئے اور جانی نقصان بھی بہت ہوا تھا۔“ زرینہ نے افسردگی سے کہا۔

”یہ والا گھر شہنشاہ کا تھا۔“ وہ ایک ملبے پر کھڑی ہو کر اسے بتا رہی تھی۔

”شہنشاہ وہ ماہر نقاش۔“ اس نے چونک کر استفسار کیا۔

”ہاں وہی..... اس بے چارے کا پورا خاندان اس سیلاب میں بہہ گیا، پانی اترا تو ان کی لاشیں ملیں بہت باہمت انسان ہے، سب کچھ لٹ جانے کے بعد اکیلا ہی رہتا ہے، سب کہتے ہیں اپنا غم بھلانے کو مصروف رہتا

ہے۔ تمہیں پتا ہے ناں ہمارے یہاں مرنے والوں کا ماتم نہیں منایا جاتا وہ تو مرد ہے بھلا کیسے اظہار کرسکتا تھا۔" نین سکھ کچھ کہنے سے قاصر تھی۔

"کیا ہوا،تم اتنی پریشان کیوں ہوگئیں؟" اس کی اڑی رنگت پر زرینہ نے شانے کو ہلاتے ہوئے پوچھا۔

"میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر تم جیسے خوب صورت شخص کو کوئی صدمہ بھی چھو کر گزرتا تو چہرے کی شگفتگی خاک ہوجاتی۔" وہ یاسیت میں گھر کر ایک بڑے سے پتھر پر بیٹھ گئی۔

"تم نے شہنشاہ سے ایسا کہا؟"

"ہاں...... تمہیں بتایا تھاناں کہ اسے دریا کنارے دیکھا تھا، اس نے کچھ سخت کلمات ادا کیے تو میرا لہجہ بھی تلخ ہوا جسے وہ مسکرا کر سہہ گیا تھا۔ اب مجھے اپنے ہی الفاظوں پر شرمندگی ہورہی ہے۔" اس نے ندامت سے کہتے ہوئے ایک چھوٹا سا پتھر اٹھا کر دور پھینکا جو کچھ فاصلے پر نظر آنے والے درختوں کے جھنڈ میں غائب ہوگیا تھا۔

"کتنا عجیب ہے، جس شخص کو دیکھ کر ہم کل تک رشک کررہے ہوں کہ وہ اپنی زندگی میں مگن ہے اسی کے بارے میں آج علم ہو کہ وہ غم بھلانے کے لیے مصروفیات میں مگن ہے۔ اس کے چہرے پر چھائی دلکشی اور طمانیت دراصل اس کے غم چھپانے کی خود ساختہ کوشش ہے۔ کیا دنیا ہے کیا اس کے باسی ہیں؟ جسے خوش سمجھو وہی پریشان ہے وہی اداس ہے۔"

گرفتہ است حوادث جہان امکان را
عافیت چند مگن وچہ آسمان خاسیت
(عالم ہے گرفتہ حوادث
ایک ذرہ کو عافیت نہیں ہے)

......●......●......

"میں کچھ دیر یہیں بیٹھوں گی تم آگے جانا چاہو تو چلی جاؤ۔" وہ دونوں میلے میں پہنچیں تو مقامی مرد میلے میں تھوڑے تھوڑے فاصلے پر آگ کے چھوٹے چھوٹے الاؤ روشن کرنے میں مصروف تھے اور خواتین بھی سنوری چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں بٹی ہوئیں اپنے ذوق کے مطابق دف بجا کر گانا گانے اور رقص میں مصروف تھیں۔

میلے کے دونوں کناروں پر دکانوں کے سامنے ایک قطار سے چارپائیاں بچھی ہوئی تھیں۔ کہیں کہیں ان چارپائیوں پر مرد و زن بیٹھے بھی نظر آرہے تھے۔ ایک الاؤ کے قریب خالی چارپائی دیکھ کر وہ وہیں رک گئی۔ میلے کی سجاوٹ میں آج بھی اضافہ نظر آرہا تھا۔ لالٹین اور سورج سے حاصل کی ہوئی بجلی کے برقی قمقمے قریب قریب لگے نظر آرہے تھے اوپر سے ڈھکے ہوئے اور الاؤ کی حدت سے میلے میں سردی بہت کم محسوس ہورہی تھی۔ وہ گل مینے خاتون کو بھول کر شہنشاہ میں الجھی ہوئی تھی اسے اپنے ناروا سلوک کا شدت سے احساس ہورہا تھا۔

"آج آپ اکیلی ہیں...... آپ کی دوست نظر نہیں آرہیں؟" وہ سوچ میں گم تھی جب چونک کر مخاطب ہونے والے کی سمت دیکھا سامنے شہنشاہ کھڑا تھا۔

"وہ میرے ساتھ ہی آئی ہیں، اس طرف گئی ہیں مجھے سردی محسوس ہورہی تھی اس لیے یہاں بیٹھ گئی۔" آج اسے سامنے دیکھ کر غصہ آیا تھا اور نہ وہ تلخ ہوئی تھی۔ اسی لیے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر برا نہ لگے تو سرد موسم میں لذیذ قہوہ پیش کرسکتا ہوں، میلے کے سلسلے میں آپ کی پشت پر موجود میری عارضی دکان ہے۔" توقع کے برعکس جواب ملنے پر شہنشاہ نے خوش دلی سے کہا اور اس کی پشت کی طرف اشارہ کیا جہاں اس کے تخلیقی فن پارے دور سے نظر آرہے تھے دکان میں نظر آتی انگیٹھی پر رکھی کیتلی سے بھاپ نکل رہی تھی، کیتلی میں یقیناً قہوہ ابل رہا تھا۔ نین سکھ نے خوش دلی سے اثبات میں گردن ہلائی۔

وہ دکان کی طرف بڑھ گیا اور چند لمحوں بعد واپس لوٹا تو ایک بڑی رکابی ہاتھ میں تھی۔ اس نے وہ رکابی چارپائی کے درمیان رکھ دی۔ بڑی رکابی میں تین چھوٹی رکابیاں تھیں دو رکابیوں میں قہوے کی پیالیاں اور تیسری میں گڑ کی مٹھائی تھی۔ بھاپ اڑاتے قہوے کی خوشبو اسے ایک پل کے

لیے وہاں لے گئی جہاں اس نے آنکھیں کھولی تھیں، ہوش سنبھالا تھا، جہاں اس کی جنت اس کی پوری کائنات تھی۔
"آپ کیا سوچنے لگیں؟" شہنشاہ نے اسے کھویا ہوا دیکھا تو پوچھ لیا۔
"یادیں بہت طاقتور ہوتی ہیں ایک پل میں اپنے احساس سے انسان کو ہوا کی سواری کے دوسرے دیس پہنچا دیتی ہیں۔" وہ اداسی سے مسکرائی۔
"یہ تو سچ کہا آپ نے۔" اس نے قہوے کی پیالی اٹھائی۔
"یہ بھی آپ نے بنائے ہیں؟" پیالی پر خوب صورت گل بوٹے بنے ہوئے تھے۔ اس نے ان کا معائنہ کرتے ہوئے پوچھا۔
"درست پہچانا...... یہ میں نے ہی سجائے ہیں۔"
"کس قدر حسین لگ رہے ہیں، آپ کا فن لاجواب ہے۔" اس نے اسے سراہا۔
"آج آپ روایتی لباس میں ہیں، اس کا مطلب ہے آپ نے وادی میں مستقل قیام کا فیصلہ کرلیا ہے، یہ فیصلہ آپ کے لیے مشکل نہیں ہوگا۔ میرا مطلب ہے کہ شہر اور یہاں کے ماحول میں بہت فرق ہے پھر وادی کے بھی کچھ اصول ہیں اور ہر کسی کا ان پر عمل پیرا ہونا بھی ضروری ہے۔" قہوے کا گھونٹ بھر کر اس نے پیالی رکابی میں رکھتے ہوئے کہا۔
"یہ میرا نہیں وقت کا فیصلہ ہے، میں تو کسی ڈور سے بندھی وقت کے پیچھے گھسٹتی چلی جارہی ہوں۔" پیالی کے کناروں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ دھیرے سے بولی۔
"لگتا ہے مایوسی آپ پر حاوی ہوگئی ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔
"جب جینے کا ہر بہانہ ہم سے دور ہوجائے تو مایوسی از خود طاری ہوجاتی ہے۔"
"آپ بات کررہی ہیں، سانس لے رہی ہیں، حیات ہیں، کیا یہ وجہ جینے کے لیے ناکافی ہے؟ اپنے لیے کچھ کرنے سے سوچنے سے خوشی نہیں ملتی تو دوسرے کے لیے تو کچھ ایسا کیا جاسکتا ہے ناں جس سے وہ خوش ہوں، ہماری کوشش سے کسی کے لبوں پر ذرا دیر کو مسکان بھی آجائے تو اس خوشی کا کوئی بدل نہیں۔" وہ اس کی باتیں سمجھنے کی کوشش کررہی تھی۔
"میں سمجھنے سے قاصر ہوں آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟" وہ الجھی۔
"چھوٹی سی مثال دیتا ہوں یہ قہوہ۔" اس نے پیالیوں کی جانب اشارہ کیا۔
"یہ تو میں اکیلے بھی پی سکتا تھا لیکن میں نے آپ کو دعوت دی، آپ کو یقیناً برا نہیں لگا اور پی کر اتنی سی ہی سہی لیکن خوشی محسوس ہوئی ہوگی۔" اس نے انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کے درمیان فاصلے کرتے ہوئے کہا۔
"بس یہی ذرا سی خوشی مجھے یہاں محسوس ہوگی۔" اس نے دل پر ہاتھ رکھا۔
"یہ چھوٹی سی بظاہر نظر نہ آنے والی خوشی ہے لیکن یقین جانیں مجھے کافی دیر تک فرحت بخش سکتی ہے۔" وہ جی بھر کر حیران ہوئی کہ گھر بار لٹ جانے کا غم سینے میں لے کر پھرنے والا یہ شخص ایک ذرا سی بات پر خوش ہوجاتا تھا۔
وہ بغور اس کے چہرے کو تکنے لگی۔ سرخ وسفید رنگت پر سیاہ مونچھیں اور ہلکی ہلکی داڑھی اس کی وجاہت کو مزید نکھار رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ اس کی آنکھیں بھی بھوری ہی تھیں۔ اس کے لب حرکت کررہے تھے وہ کچھ بول رہا تھا لیکن نین سکھ کے لیے منظر یکسر بدل گیا تھا۔ نوجوان کے چہرے کے گرد مختلف رنگوں کی روشنیوں کے حلقے گول گول گھوم رہے تھے۔ سرخ، پیلا، سبز، نیلا، نارنجی، جامنی، وہ ان روشنیوں کی خوب صورتی میں محو سب کچھ بھولے بیٹھی تھی۔
"کیا ہوگیا ہے تمہیں؟" کسی نے اس کا کندھا پکڑ کر جھنجوڑا تو وہ ہوش کی دنیا میں واپس آئی لیکن اب بھی اپنے حواسوں میں نہ تھی۔
"کیا ہوا، ایسے کیا دیکھ رہی تھیں؟" زرینہ کافی دیر بعد واپس آئی اور اس کو شہنشاہ کو ایسے ٹکٹکی باندھے دیکھ کر پہلے تو حیران ہوئی لیکن جب اس نے دیکھا کہ شہنشاہ مسلسل اسے

مخاطب کررہا ہے اور وہ ساکت بیٹھی ہے تو پریشانی سے اسے جھنجوڑ کر خیالوں سے باہر نکالا اور اب اس سے اس بابت استفسار کررہی تھی۔

"میں گھر جارہی ہوں۔" وہ ایک جھٹکے سے اٹھی اور تقریباً دوڑتے ہوئے وہاں سے نکل گئی۔ شہنشاہ اور زرینہ ایک دوسرے کو حیرت سے دیکھتے رہ گئے۔

"رکو تو سہی، میری بات تو سن لو۔" زرینہ دوڑتی ہوئی اس تک پہنچی۔

"گل مینے خالہ تمہارا انتظار کررہی ہیں۔ میں انہیں تمہارے لیے انتظار کرنے کا کہہ کرآئی ہوں اور تم بھاگی چلی جارہی ہو۔" زرینہ پھولی سانسوں کے ساتھ تیز آواز میں بولی۔

اس کے اندر جنم لیتے ہزاروں سوالات کا جواب اگر کسی کے پاس تھا تو وہ گل مینے خاتون تھیں۔ اس خیال سے وہ یک لخت رک گئی۔ وہ ایک بڑی چٹان پر سانس لینے بیٹھ گئی۔ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں دائیں بائیں رکھ کر چٹان پر زور ڈالتے ہوئے وہ خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کررہی تھی۔

"نین سکھ، تم ٹھیک ہو ناں؟" زرینہ پریشان تھی۔

"میں ٹھیک ہوں، آؤ چلتے ہیں۔" اس سے نگاہیں ملائے بغیر وہ اٹھ کر دوبارہ میلے کی سمت بڑھنے لگی۔

جیسے جیسے شام ہورہی تھی لوگوں کا جم غفیر میلے کا رخ کررہا تھا۔ وہ میلا جہاں ٹولیوں کی صورت کہیں کہیں لوگ نظر آرہے تھے اب لوگوں سے بھر گیا تھا۔ برقی قمقمے اور لالٹینیں بھی جلنا شروع ہوگئی تھیں۔ رنگین جھالروں اور جھنڈیوں کے درمیان جلتی بجھتی روشنیاں حسین سماں باندھ رہی تھیں۔

"ابھی تو یہیں تھیں پتا نہیں کہاں چلی گئیں۔" مطلوبہ جگہ پہنچ کر زرینہ نے گل مینے خاتون کو نہ پاکر کہا۔

"سورجی کی طبیعت ناساز تھی اس لیے وہ حکیم صاحب کے گھر دوا لینے چلی گئی ہیں مجھے کہہ کر گئی تھیں کہ آپ آئیں تو اطلاع دے دوں، وہ کافی دیر تک آپ کی منتظر تھیں آپ نہ آئیں تو اندھیرا ہوجانے کے خوف سے دوا لینے چلی گئیں۔" ایک کم سن لڑکی ان کے قریب آئی، اس کی بات سن کر نین سکھ کے چہرے پر مایوسی کے سب ہی رنگ اترنے لگے اور چہرہ مرجھا گیا۔ ایک بار پھر امیدی ناامیدی میں بدل گئی تھی۔

حاصلم زیں مزرع بے برگی دانم چہ شد
خاک بودم، خوں شدم دیگر کی دانم چہ شد
(اس بے ثمر کھیتی سے نہیں جانتا مجھے کیا حاصل ہوا
خاک تھا خوں ہوگیا اور اس کے سوا کچھ نہیں جانتا کیا ہوا)

وہ گود میں تکیہ رکھے دونوں بازو اس پر رکھے گہری سوچ میں گم تھی۔

"سمجھنے سے قاصر ہوں کہ یہ سب کیا ہے؟ اگر یہ کوئی ڈراؤنا خواب تھا تو کل مجھے اس سے ڈر کیوں نہ لگا؟ پہلے سیاہ روشنی پھر خواب میں سفید روشنی کا حلقہ اور آج یہ دھنک کے رنگ...... ان سب کا مطلب کیا ہے؟ سورجی نے کہا تھا کسی کا چہرہ غور سے مت دیکھنا یعنی وہ جانتی تھیں کہ غور سے دیکھنے پر مجھے ایسا کچھ نظر آئے گا۔ وہ کہتی تھیں کہ اپنے رازوں کے ہم خود امین ہوتے ہیں آخر میں کس سے اس بارے میں بات کروں؟ گل مینے خالہ ایک امید ہیں لیکن کون جانتا ہے وہ اس بارے میں کوئی علم رکھتی بھی ہیں یا یہ محض میری خوش گمانی ہے، ایک طرف اداسی کے گہرے سیاہ بادل ہیں دوسری طرف یہ راز...... جن کی تلاش میں میری روح بھٹک رہی ہے۔" دیوار پر مختلف رنگوں کے دھاگے سے بنے خوب صورت پھول کے نمونے پر نظریں جمائے وہ خود سے ہم کلام تھی۔

"گرم گرم یخنی پی لو...... جسم کو توانائی ملے گی اور دماغ بھی تازہ دم ہوگا۔" زرینہ نے میز پر رکھا یخنی کا پیالہ اسے پکڑایا۔

"پینا شروع کرو، میں نے خود تیار کیا ہے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نہیں پیوں گی کیا؟"
"میں نے نعمت خانے میں پکاتے پکاتے پی لیا تھا تمہیں پتا تو ہے ناں میں کچھ بھی کھانے کے لیے صبر نہیں کرسکتی۔"
"کتنی خوش قسمت ہے یہ اپنی عمر کے مطابق البیلی، بے فکری دوشیزہ جسے کسی چیز کی کوئی پروا نہیں، جو جی میں آتا ہے کرتی ہے جو منہ میں آتا ہے بول دیتی ہے اور ایک میں ہوں تقریباً اسی کی ہم عمر لیکن وقت سے پہلے بہت بڑی ہوگئی ہوں۔ سوچیں، پریشانیاں، الجھنیں، اکیلا پن، اداسی، جانے کن کن غیر ضروری جذبات کی آماجگاہ میرا وجود ہے۔" یخنی کے پیالے میں چمچ گھماتے ہوئے وہ ایک بار پھر اپنی سوچوں میں گم تھی۔
"کیا کررہی ہو، یخنی ٹھنڈی ہوجائے گی اب پی بھی چکو۔" زرینہ نے ٹوکا تو اس نے چمچ بھر کر یخنی کا گھونٹ لیا۔
"واہ..... یخنی تو بہت اچھی بنائی ہے۔" نین سکھ نے تعریف کی تو وہ خوشی سے کھل اٹھی۔
"میری مرضی ہو تو میں کبھی کبھار کھانا پکالیتی ہوں اور کیا مزیدار پکاتی ہوں سب انگلیاں چاٹتے رہ جاتے ہیں لیکن مسئلہ یہ ہے کہ سال میں صرف دو بار ہی میری مرضی ہوتی ہے۔" بات کے اختتام پر وہ ہنسنے لگی۔ نین سکھ کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آگئی۔
"ایک بات پوچھوں؟" وہ ہنستے ہوئے اچانک سنجیدہ ہوئی۔
"تمہیں مجھ سے بات کرنے کے لیے اجازت کی ضرورت کب سے پیش آنے لگی؟"
"ایسے ہی مجھے لگا شاید تم برا مان جاؤ..... اسی لیے....."
"میں تمہاری بات کا برا کبھی نہیں منا سکتی تم پوچھو کیا پوچھنا چاہتی ہو؟" وہ وضاحت دینے لگی تو نین سکھ نے اسے درمیان میں ٹوک کر رسان سے کہا۔
"تمہیں شہنشاہ اچھا لگتا ہے کیا؟ میرا مطلب ہے کیا تمہیں اس سے محبت ہے؟" وہ جھجکتے ہوئے بولی۔
"وہ کل تم اسے ایسے دیکھ رہی تھیں کہ تمہیں اردگرد کے ہجوم اور شوروغل کا بھی احساس نہیں تھا اس لیے پوچھا۔"
"ایسا کچھ نہیں ہے زرینہ۔" وہ نظریں ملائے بغیر آہستگی سے بولی۔
"پھر وہ..... سب کچھ بھلا کر اسے ایسے دیکھنا کہ کئی بار آواز دینے پر بھی تم نے پلک تک نہیں جھپکی۔ وہ کیا تھا؟"
"تمہیں تو جب بتاؤں جب مجھے خود معلوم ہو، اچانک ہی آوازیں آنا بند ہوگئیں اور اردگرد کا شوروغل تھم سا گیا تھا۔ ایسا لگا جیسے میرے سامنے کوئی اور منظر آگیا ہے۔ میں دراصل شہنشاہ کو نہیں اس منظر کو دیکھ رہی تھی۔" وہ جھوٹ بولنا نہیں چاہتی تھی اور سچ بتا نہیں سکتی تھی۔
"شاید چکر وغیرہ ہو، آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا ہو تم اپنا خیال بھی تو نہیں رکھتی ہو، مورے اور باقی گھر والوں کو اس بات کا علم ہوا تو سب کتنا پریشان ہوں گے۔"
"تم نے کسی کو بتایا تو نہیں؟" نین سکھ اس کی بات پر فکر مند ہوئی۔
"کسی سے ذکر نہیں کیا، بے فکر رہو۔" زرینہ رسانیت سے بولی۔
"آج میری طبیعت عجیب سی ہے سر بھی بوجھل ہے میں میلے میں نہیں جاؤں گی تم گھر والوں کے ساتھ چلی جانا۔" وہ دھیرے سے بولی۔
"میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گی۔" وہ فوراً بولی۔
"ہرگز نہیں، میں اتنی بھی بیمار نہیں، بس ذرا طبیعت بوجھل ہے۔ آرام کروں گی تو ٹھیک ہوجاؤں گی۔ تم یہاں کیا کروگی؟" وہ اسے تاکید کرتے ہوئے بولی۔
"اچھا بابا ٹھیک ہے میں کوشش کروں گی جلدی آجاؤں گی۔" وہ خالی پیالہ لے کر باہر نکل گئی۔ نین نے گہری سانس لی اور گاؤ تکیے سے کمر ٹکائی۔

این جہان زندان وما زندانیان
حفرہ کن زندان وخود را وارھان
(یہ جہاں زنداں ہے اور ہم زندانی ہیں
اس جہاں میں سرنگ کھودو اور خود کو رہائی دلاؤ)

وہ سونا چاہتی تھی لیکن نیند تھی کہ اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ تمام گھر والے میلے کی سرگرمیوں میں شامل ہونے کے لیے چلے گئے تھے۔ شاماتورہ تو اس کے ساتھ رکنا چاہتی تھیں لیکن اس نے انہیں قائل کرلیا تھا کہ وہ ٹھیک ہے سر درد کی وجہ سے آرام کرنا چاہتی ہے۔ ابھی انہیں گئے کچھ دیر ہی ہوئی تھی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔

''یہ کون آ گیا؟'' وہ حیران ہوتی دروازہ کھولنے آ گئی۔

''گل مینے خالہ آپ۔'' اسے خوشگوار حیرت ہوئی۔

''خوش آمدید...... اندر آیئے ناں۔'' ایک طرف ہوتے ہوئے اس نے انہیں اندر آنے کا کہا۔

''باقی سب چلے گئے کیا؟'' غیر معمولی خاموشی محسوس کر کے انہوں نے پوچھا۔

''میرا سر بوجھل تھا اس لیے نہ جا سکی اور دیکھیں اچھا ہوا ناں آپ سے ملاقات بھی ہوگئی۔'' اس نے اثبات میں گردن ہلاتے ہوئے جواب دیا۔

''دراصل کل میری طبیعت کچھ ناساز تھی حکیم صاحب پہاڑ سے نیچے دلی آبادی میں رہتے ہیں اندھیرا ہو جاتا ہے تو پھسلن اور گرنے کا خطرہ رہتا ہے اسی باعث مجھے جانا پڑا۔ ورنہ میں بھی تم سے ملنا چاہتی تھی۔'' وہ اسے کل نہ ملنے کا سبب بتا رہی تھیں۔

''میں سمجھ سکتی ہوں خالہ۔ اب کیسی طبیعت ہے آپ کی؟'' وہ دونوں کمرے میں چلی آئیں اور آتش دان کے قریب بیٹھ گئیں۔

''میں ابھی آتی ہوں۔'' وہ گل مینے خاتون کی خاطر مدارت کا خیال آنے پر کمرے سے نکل گئی۔ شکر ہے چولہے پر جلتے بجھتے کوئلوں کے اوپر رکھی کیتلی میں قہوہ گرم تھا ورنہ وہ آج شرمندگی محسوس کرتی اسے تو آگ جلانا تک نہیں آتی تھی۔ دو شیشے کے کپوں میں قہوہ انڈیل کر جلدی سے ٹرے میں کپ رکھے اور خشک میوہ جات بھی ایک پلیٹ میں نکالے اور ان تمام اشیاء کو ٹرالی میں رکھ کر کمرے میں لے آئی۔

''ایک وقت تھا جب ہمیں اسی کمرے میں، میں اور مرجان ایک دوسرے سے گھنٹوں ہم کلام رہا کرتے تھے وقت کب گزر گیا علم ہی نہ ہوا اور آج میں تم سے یہیں اسی کمرے میں مخاطب ہوں، کون جانتا تھا کہ ایک وقت ایسا بھی آئے گا۔'' انہوں نے اداسی سے کہا۔

''اچھا وقت اور اچھے لوگ بہت جلدی گزر جاتے ہیں۔'' اس کے چہرے پر اداس مسکراہٹ ایک پل کے لیے آئی اور پھر غائب ہوگئی۔

''اچھے لوگ گزر جائیں تو ان کی جگہ مزید اچھے لوگ بھیج دیے جاتے ہیں۔'' گل مینے خاتون نے اس کی بات کا جواب دیا۔

'' نئے لوگ پرانے لوگوں کی جگہ تو نہیں لے سکتے ناں۔'' اس کا دکھ کبھی نہ ختم ہونے والا تھا وہ کیسے بھول سکتی تھی۔

''ہم اس دنیا اور اس کے قانون کو نہیں بدل سکتے میری بچی، ہر آنے والے نے ایک دن جانا ہے۔ روز ازل سے یہی اصول چلا آ رہا ہے۔'' انہوں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی وہ جواب میں سر جھکائے خاموش رہی۔

''آپ میری مورے کو کتنا جانتی تھیں؟'' اس نے ایک دم سر اٹھایا اور ان سے سوال کیا۔

''تمہاری ماں کو تمہارے باپ کے بعد سب سے زیادہ میں ہی جانتی تھی۔''

''میں ان کے بارے میں سب کچھ جاننا چاہتی ہوں، وہ کیسی تھیں، کیا کرتی تھیں، کوئی خاص واقعہ جو کبھی ان کے ساتھ رونما ہوا ہو؟'' وہ ایک ایک لفظ سوچ کر ادا کر رہی تھی۔

''تم اپنے باپ کے بارے میں کچھ نہیں جاننا چاہتی کیا؟''

''کیا آپ ان کے بارے میں کچھ ایسا جانتی ہیں جو میں نہیں جانتی۔'' وہ حیران ہوئی۔

''تسلی رکھو...... میں جو کچھ جانتی ہوں، وہ سب تمہیں ضرور بتاؤں گی۔'' خشک انجیر کا ایک ٹکڑا انہوں نے اٹھا کر منہ میں رکھا اور ساتھ ہی اس کے تجسس کو ہوا دی۔

''تمہاری طرح تمہارے والد میں بھی یہ صلاحیت تھی

کہ وہ کسی کا چہرہ بغور دیکھتے تو اس کے چہرے کے گرد مختلف رنگوں کی روشنی کا دائرہ وہ دیکھ سکتے تھے۔"

"یہ کیا کہہ رہی ہیں، آپ یہ کیسے جانتی ہیں کہ میرے ساتھ ایسا ہو رہا ہے؟" وہ اس انکشاف پر حیران ہوئی۔

"مرجان نے بتایا تھا کہ اس کی بیٹی میں بھی وہی صلاحیت ہے جو حکم صاحب اور مرجان میں تھی۔"

"اوہ میرے اللہ...... اس کا مطلب ہے مورحی بھی......" وہ دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر بیٹھ گئی۔

"ہاں...... تمہاری ماں بھی لوگوں کا چہرہ پڑھنے پر قادر تھی۔"

"یہ کیسا انکشاف ہے جس نے میری روح کو جھنجوڑ کر رکھ دیا، میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ سب کیا ہے۔" وہ روہانسی ہوئی۔

"اطمینان رکھو میری بیٹی...... ہر بات کے لیے ایک مقررہ وقت ہے، اپنے درست وقت سے پہلے تم نہ کچھ جان سکتی تھیں نہ سمجھ سکتی تھیں۔" انہوں نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھ کر اسے تسلی دی۔

"میں نہیں جانتی کہ ان دونوں نے کس مصلحت کے تحت یہ بات مجھ سے چھپائی بلکہ شاید میں ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتی، یہاں موجود ہر شخص مجھ سے کچھ چھپا رہا ہے، میں تجسس میں پڑنے والی لڑکی نہیں لیکن اس کا تعلق میری ذات سے ہے، میں بھلا اسے کیسے نظر انداز کر سکتی ہوں۔ اپنی الجھنوں کو سلجھانے کے لیے میرا واحد سہارا آپ ہیں۔ میں اس لیے آپ سے ملنا چاہتی تھی کہ جان سکوں میرے ساتھ رونما ہونے والے واقعات کا مجھ سے کیا تعلق ہے۔ آخر یہ رنگوں اور روشنی کے ہالوں کی کیا کہانی ہے۔" وہ بےربط بول رہی تھی۔

"میرا خیال ہے تمہیں شروع سے بتانا چاہیے۔"

"میں سننا چاہتی ہوں آپ بتائیں مجھے۔" وہ فوراً بولی۔

"تمہارے والد حکم صاحب چاروں قبیلے کے معززین میں سب سے معزز انسان تھے، ان کے اندر خداداد صلاحیت تھی کہ وہ انسانوں کا چہرہ پڑھ سکتے تھے، اسی خاصیت کی بنا پر وہ چاروں قبیلوں کے لیے کسی پیر و مرشد کی حیثیت رکھتے تھے، انہوں نے اپنی اس خاصیت کی وجہ سے وادی کی بے پناہ خدمت کی، مشورے دیے، حل تلاش کیے، لوگوں کے دلوں پر راج کیا، ان کے منہ سے نکلا ہر لفظ وادی کے مکینوں کے لیے فرمان کا درجہ رکھتا تھا، حکم صاحب کو ایک ایسے رنگ کے ہالے والے انسان کی تلاش تھی جو انتہائی پاک اور معصوم رنگ ہو۔ وہ مختلف بستیوں، بازاروں، ہجوم میں اس رنگ کی روشنی کا ہالہ تلاش کرتے رہے لیکن ناکام رہے پھر اچانک انہیں وہ شخص مل گیا، جانتی ہو وہ کون تھا؟" وہ خاموشی سے انہیں سن رہی تھی ان کے سوال پوچھنے پر چونک کر نفی میں گردن ہلائی۔

"وہ تمہاری ماں تھی۔ سادہ، معصوم، سچی ایک پاک روح۔" نین سکھ کے چہرے پر کئی رنگ آ کر گزر گئے۔

"تمہاری والدہ پر اسی دوران انکشاف ہوا کہ وہ بھی لوگوں کا چہرہ پڑھ سکتی ہیں۔ یہ بات میرے علاوہ صرف حکم صاحب جانتے تھے۔ وادی کا اصول ہے کہ لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہوں تو ان کی شادی کرادی جائے۔ لہٰذا حکم صاحب نے رشتہ بھیجا تو تمہاری والدہ کی رضا مندی پر شادی ہوگئی۔ تمہاری پیدائش کا وقت آیا تو مرجان کی خواہش پر دونوں نے تمہارے لیے وادی چھوڑنا مناسب سمجھا۔"

"میرے لیے کیوں؟"

"وہ نہیں چاہتی تھی کہ تمہیں ان کی کسی ایسی خاصیت کے بارے میں پتا چلے۔ وہ تمہیں عام زندگی دینا چاہتی تھی اور اسی لیے حکم صاحب نے چاروں قبیلے کے لوگوں سے درخواست کی کہ اگر وہ ان کا دل سے احترام کرتے ہیں تو وہ ان سے یہ چاہتے ہیں کہ ان کی اس خاصیت کے بارے میں آج کے بعد کسی سے ذکر نہ کریں۔ انہوں نے سب سے کہہ دیا تھا کہ وہ اپنی ہونے والی اولاد کو کسی آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتے، وہ ایک عام انسان بن کر رہنا چاہتے ہیں۔ ان کی اس عاجزانہ درخواست کو لوگوں نے ان کا آخری حکم مان کر آج تک اس کا مان رکھا ہوا ہے۔ وہ دونوں

وادی میں اپنی یادیں چھوڑ کر چلے گئے۔ جہاں باقی سب اداس ہوئے وہیں میری سکھی، میری ہنسی خوشی کا برسوں پرانی ساتھی مجھ سے الگ ہوگیا۔'' گل مینے خاتون کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ نین سکھ کا حال بھی ان سے کچھ مختلف نہ تھا۔

''پھر کیا ہوا؟'' اس نے پوچھا۔

''اس کے چلے جانے کے بعد سالوں ہماری ملاقات نہ ہوسکی۔ تمہاری نانی کے ذریعے خیریت معلوم ہوجاتی تھی پھر میری شادی ہوگئی۔ میں دوسری وادی میں چلی گئی، ایک دن وادی میں اپنی والدہ سے ملنے آئی تو علم ہوا مرجان آئی ہوئی ہے۔ برسوں بعد اسے دیکھا وہ بہت خوش تھی، اپنی زندگی میں مگن تھی۔ حکم صاحب نے اس کی دنیا جنت بنادی تھی۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے لیے بنائے گئے تھے۔ اس دن کے بعد میں اس سے کئی سال نہ مل سکی تھی۔ کئی بار سنا کہ مرجان آئی ہے لیکن میں اپنے گھر ہوتی تھی پھر اچانک اس دن ہماری ملاقات ہوئی۔ وہ دن کہ جب ہمارا بچھڑنا طے تھا۔ اس نے بتایا کہ جس خوف کو اس نے خوف سمجھ کر بھلا دیا تھا وہ آج حقیقت بن کر اس کے سامنے آ گیا ہے۔ اس کی بیٹی کو لوگوں کے چہروں کے ہالے نظر آنے لگے ہیں۔ اسی نے بتایا تھا کہ ابھی تم اس حقیقت کے بارے میں پوری طرح نہیں جانتی ہو وہ، تمہیں اس دن سب کچھ بتانے والی تھی لیکن اجل نے مہلت ہی نہ دی۔ وہ خاص روح تھی، مجھے امید ہے وہ خاص مقام پر ہوگی۔'' نین سکھ کچھ بھی پوچھنے یا کہنے سے قاصر تھی۔ آنکھوں سے موتی ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔ وہ آواز روکنے کی کوشش میں ناکام ہوئی تو دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا کر ہچکیاں لینے لگی۔

نادر طلب گوہر
کانی کانی
قادر ہوس لقمہ
نانی، نانی
ابن نکتہ رمزاگر
بدانی دانی
ھر چیز کَہ دَر جستن
آئی آئی

(اگر تم ہیرے کی کھوج میں رہو
تو خود بھی ایک ہیرا ہو
اگر تم روٹی کے ٹکڑوں کے لالچ میں رہو
تو خود بھی ایک ٹکڑا ہو
اگر اس راز کے نکتے کو تم نے جان لیا
تو جان جاؤ گے
کہ جس چیز کو تم ڈھونڈتے ہو
وہ تم میں ہی چھپی ہے)

''یہ دیکھو میں تمہارے لیے کیا لے کر آئی ہوں۔'' زرینہ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ گھٹنوں میں سر دیے بیٹھی تھی۔

''کیا لائی ہو؟'' اس نے سر اٹھائے بغیر پوچھا۔

''سر اوپر اٹھاؤ گی تو دیکھ سکو گی ناں۔'' وہ شرارت سے بولی۔

''اوہ میرے اللہ ـــــ یہ کیا ہوگیا؟'' اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر زرینہ پریشان ہوئی۔

''کہا تھا ناں میں یہیں رک جاتی ہوں لیکن مجھے رکنے نہ دیا اور خود اکیلے بیٹھے روتی رہی ہو کیوں خود پر اتنا ظلم کیا؟'' زرینہ ہاتھ میں پکڑا لفافہ ایک طرف رکھتے ہوئے گویا ہوئی۔

''گل مینے خالہ آئی تھیں مورجی اور بابا کی باتیں سن کر دل آبدیدہ ہوگیا۔'' وہ ہولے ہولے بول رہی تھی۔

''میں چلی تو گئی تھی لیکن خیال تم میں ہی اٹکا رہا اسی لیے واپس چلی آئی اور اچھا ہی کیا ورنہ تم پتا نہیں مزید کتنی دیر تک یہ شغل جاری رکھتی۔'' وہ خفگی سے کہتی ہوئی باہر نکل گئی اور واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں رکابی تھی۔

''تم نے کچھ کھایا بھی نہیں ہوگا۔'' بولتے ہوئے اس نے لفافہ نکالا اور پلیٹ میں الٹ دیا۔

''خالہ کے ساتھ قہوہ پی لیا تھا۔'' وہ آنکھوں میں

جلن محسوس کر رہی تھی۔ اسی لیے آنکھیں میچ کر ایک بار پھر کھولیں۔

"ہاں اور قہوے نے تمہارا پیٹ اوپر تک بھر دیا ہوگا۔ قسم سے لاپروائی کی حد کرتی ہو، چلو اب یہ کھا کر بتاؤ کیسے ہیں؟" پلیٹ اس کی طرف بڑھائی۔

"یہ کیا ہے؟" اس نے الٹ پلٹ کر دیکھا۔

"یہ شیریں سموسہ ہے۔" زرینہ نے بتایا۔

"تمہارا مطلب ہے میٹھا سموسہ۔" اس نے تھوڑا سا توڑ کر منہ میں رکھا۔

"نور آغا کے شیریں سموسے چاروں گاؤں میں مشہور ہیں۔ کہیں بھی میلہ ہو نور آغا کے سموسے وہاں ضرور پائے جاتے ہیں۔ خشک میوہ جات اور سوجی سے بھرے یہ سموسے ذائقے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ میلے کی سب سے اہم رسم کے انجام میں صرف دو دن باقی ہیں اسی لیے اب دور دراز کے لوگ بھی اپنے فن اور کھانوں کے جوہر دکھانے پہنچنے لگے ہیں۔ تم آج گئی نہیں ورنہ دیکھتی کہ کل کے مقابلے میں آج میلے کی رونق دگنی ہوگئی ہے۔"

"یہ واقعی ذائقے دار ہے۔" زرینہ کی قینچی کی طرح مسلسل چلتی زبان کو اس کے جملے نے روکا۔

"صرف ذائقے دار، خوشبودار بھی تو ہے، دیکھو پورے کمرے میں اس کی خوشبو پھیل گئی ہے۔" زرینہ عام طور پر ایسی باتیں نہیں کیا کرتی تھی۔ شاید وہ اس کا دھیان بٹانا چاہتی تھی۔ اسی لیے ایک کے بعد ایک بات کر رہی تھی۔

"میلے کی اہم رسم کے انجام کے بعد سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو جائیں گے۔ شبر ینہ اور شہر ینہ پھوپو بھی چلی جائیں گے۔ ان کے ہونے سے گھر میں کتنی رونق ہے ناں۔" اس نے اس بار اسے بولنے کے لیے اکسایا۔

"ہاں رونق تو بہت ہے۔" اس نے زبردستی لبوں پر ہلکی سی مسکان سجانے کی کوشش کی۔

"دونوں پھوپو کے بچے بھی کتنے سلجھے ہوئے ہیں ناں؟ باادب اور بااخلاق۔"

"ہاں یہ تو ہے۔" اس نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

"میں ٹھیک ہوں تم خوامخواہ میرا دھیان بٹانے کی کوشش کر رہی ہو۔" اس نے زرینہ کو یقین دلانے کی کوشش کی۔

"اچھا ٹھیک ہے...... رکو ذرا۔" وہ اٹھ کر دیوار کے پاس گئی اور دیوار پر لگا چھوٹا سا آئینہ اس کے سامنے کیا۔

"لو دیکھو، پہچانو خود کو، اپنی آنکھیں دیکھو جیسے ان میں خون اتر آیا ہے۔ میں تو اس وقت کو کوس رہی ہوں جب تمہیں اکیلے چھوڑ کر چلی گئی تھی۔" غصے میں کہتے ہوئے اس نے آئینہ اس کے سامنے کیا۔ سوجی سرخ آنکھیں، سرخ ناک اور بے تحاشا رونے کی وجہ سے چہرہ متورم تھا، زرینہ سچ کہہ رہی تھی وہ کہیں سے بھی ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔ اچانک اس کے چہرے کے گرد ایک روشنی کا ہالہ ابھرنے لگا۔ اس سے پہلے کہ وہ ہالہ ابھر کر سامنے آتا اس نے جلتی آنکھیں شدت سے میچ لیں وہ اس وقت کسی اور واقع سے نہیں گزرنا چاہتی تھی۔

"میں منہ دھو کر آتی ہوں۔" چہرے پر آتے جاتے رنگوں کو چھپانے کی ناکام کوشش کرتی وہ تیزی سے باہر نکل آئی۔

زندگی دو گردنم افتاد بیدل چارہ نیست
شاد باید زیستن، ناشاد باید زیستن
(زندگی ہے گلے کا ڈھول، بس چارہ نہیں
شاد ہو تب بھی بجا، ناشاد ہو تب بھی بجا)

برف باری کا سلسلہ کل سے تھم گیا تھا۔ آج ہلکی سی دھوپ نکل آئی تھی۔ سال کے آخری تہوار میں شریک ہونے کے لیے سیاح بھی دور دراز علاقوں سے وادی میں آرہے تھے۔ ہر طرف لوگوں کا جم غفیر نظر آرہا تھا۔ مقامی لوگوں کے لیے تہوار کے یہ چند دن ناصرف خوشیاں منانے کے تھے بلکہ کمانے کے بھی اچھے مواقع تھے۔ محنت کش خواتین و مرد اس موقع پر مختلف ثقافتی نمونے، روایتی ملبوسات اور فن پارے کثیر تعداد میں تیار کر کے عارضی دکانوں پر فروخت کرتے۔ روایتی سوغاتیں تیار کرنے اور ان کی فروخت کا سلسلہ بھی مقامی لوگوں کے لیے فائدے مند ثابت ہوتا

تھا۔ اس کے علاوہ پہاڑوں پر تعمیر کیے گئے چھوٹے لیکن سہولیات سے آراستہ کمرے سیاحوں کو دے کر ایک معقول رقم حاصل کی جاتی تھی۔

"آج گاؤں کے سب سے بلند مقام پر دعا مانگی جائے گی اس کے لیے تمام لوگ جلوس کی شکل میں اکٹھے ہو کر جائیں گے۔ تمام لڑکیاں وقت پر تیار ہو جائیں جلوس مقررہ وقت پر بنا کسی کا انتظار کیے روانہ ہو جائے گا۔" دوپہر کے کھانے کے لیے سب بڑے کمرے میں دسترخوان کے اردگرد بیٹھے تھے جب مورے نے پہلے جلوس کے بارے میں خصوصی طور پر آگاہ کیا، یہ معلومات نین سکھ کے لیے تھیں اور یہ وقت پر تیار ہونے کی تاکید بھی خاص کر اس کے لیے تھی۔

"آپ فکر نہ کریں سب وقت پر تیار ہو جائیں گے۔" شہرینہ ماں سے مخاطب ہو کر بولی۔

"یہ کیسی سبزی ہے؟" رکابی میں تھوڑا سا سالن نکالتے ہوئے وہ حیرت سے بولی۔

"دراصل یہ گوبھی کا سالن ہے۔" اس کی ممانی مسکرا کر بولیں۔

"یہ تو ذائقے اور شکل دونوں سے قیمے جیسا کچھ لگتا ہے۔" منہ میں رکھا نوالہ نگل کر اس نے کہا۔

"یہ خشک گوبھی کا سالن ہے، گوبھی کے موسم میں ہم گوبھی خشک کر کے محفوظ کر لیتے ہیں، تم بالکل ٹھیک کہہ رہی ہو یہ ذائقے اور شکل سے قیمے سے بھی لذیذ پکوان ہے۔ وادی میں بہت شوق سے کھائی جاتی ہے۔" اب کی بار اس کے ماموں نے تفصیلی جواب دیا۔

"تمہیں یہاں کوئی تکلیف تو نہیں ہے ناں میری بچی؟" نین سکھ کے نانا اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

"ہرگز نہیں نانا جان۔ یہاں سب میرا بہت خیال رکھتے ہیں۔ مجھے بھلا کیا پریشانی ہو سکتی ہے۔"

"ہم تمہارے نقصان کی تلافی تو نہیں کر سکتے لیکن میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہاری خوشی کے لیے ہم جو کر سکیں گے وہ کریں گے۔ اپنی زندگی کے لیے بھی تم جو فیصلہ کرنا چاہو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔" وہ اسے اپنے ساتھ کا یقین دلا رہے تھے۔

"میں اپنے گھر جانا چاہتی ہوں۔" اس نے بنا سوچے سمجھے کہا۔

"کب جانا ہے؟" اس بات پر کمرے میں خاموشی چھا گئی پھر چند لمحوں بعد نانا کے لبوں نے جنبش کی۔

"میں واپس آنے کے لیے جانا چاہتی ہوں۔ ایک بار بابا اور مورجی کی یادیں وہاں سے سمیٹ کر لانا چاہتی ہوں۔" سب کے چہروں کا بدلتا رنگ محسوس کر کے اس نے وضاحت دی، اسے یقین تھا کہ اس کی بات سن کر مرجھائے چہروں پر ایک بار پھر سے رونق آ جائے گی۔

"تہوار کے دوران ہم تین دن تک وادی سے باہر نہیں جا سکتے اگر ایسا کیا تو وادی سے نکلنے والے ہر فرد کی طرف سے ایک جانور ذبح کرنا پڑتا ہے۔ ان تین دنوں کا آغاز کل سے ہو گیا ہے۔ دو دن انتظار کر لو پھر چلی جانا۔"

"یہ تو عجیب روایت ہے کہ وادی سے باہر جانے سے پہلے جانور ذبح کرنا ہوگا۔" نانا کی بات سن کر وہ حیرانی سے بولی۔

"یہاں کی روایتیں صدیوں سے ایسے ہی چلی آ رہی ہیں۔ ہم بنا سوچے سمجھے اور بنا کسی سوال و جواب کے اپنی روایتوں اور رسم و رواج کی پاسداری کرتے ہیں، یہی ہمارے عقیدے کی مضبوطی ہے۔ تم یہاں سے دور رہی ہو اس لیے ابھی ان باتوں کو مشکل سے سمجھتی ہو۔" شاماتودہ نے کہا۔

"بہت باتیں ہو گئیں اب کھانے پر بھی دھیان دیں، ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" شہرینہ کی آواز پر سب کھانے کی جانب متوجہ ہو گئے۔ کھانا کھا کر سب ہی میلے میں جانے کی تیاری کرنے لگے۔

دھنک کے رنگوں سے مزین سیاہ مخمل کی فراک پہن کر اس نے مورے کی تاکید کے مطابق رنگین موتیوں کی مالا پہنیں اور ہاتھوں میں رنگین چوڑیاں بھی پہن لیں۔ سیاہ جیکٹ پہن کر سر پر رنگین دوپٹا اوڑھا اور اس پر روایتی ٹوپی

رکھ کر دوپٹے کے دونوں کنارے پشت پر کس لیے۔

"اب ایسا نہیں چلے گا۔" وہ آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی جب زرینہ پوری طرح تیار ہو کر اس کے سامنے آ گئی۔

"واہ..... تم تو بہت خوب صورت لگ رہی ہو۔" اس نے پہلی بار زرینہ کو سرخی، کاجل کے ساتھ دیکھا تھا، وہ آج عام دنوں کے مقابلے میں بہت منفرد لگ رہی تھی۔

"اور اب میں تمہیں بھی مزید خوب صورت بنانے والی ہوں۔" اس نے پشت پر کیے ہوئے ہاتھ آگے بڑھائے، اس کے ہاتھوں میں میک اپ کا کچھ سامان تھا۔

"ہرگز نہیں، مجھے یہ سب بالکل پسند نہیں۔" وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی اور باہر جانا چاہا۔

"آرام سے یہاں بیٹھو، کوئی بہانہ نہیں چلے گا۔" زرینہ نے اس کا بازو پکڑ کر اسے باہر جانے سے روکا اور اس کا میک کرنے لگی۔

"اُف..... میرے اللہ، تم بلا کی حسین لگ رہی ہو۔ اللہ تمہیں نظر بد سے بچائے۔" اس کے لبوں پر شوخ رنگ کی سرخی اور آنکھوں میں کاجل کے ڈورے ڈال کر زرینہ نے اس کی ست رنگی پروں والی ٹوپی ٹھیک کرتے ہوئے اس کی بلائیں لیں، جوابًا وہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔

من جلوہ شباب ندیدم بہ عمر خویش
از دیگران حدیث جوانی شنیدہ ام
(کچھ جلوہ شباب نہ دیکھا تمام عمر
ہاں دوسروں سے ذکر جوانی بہت سنا)

چاروں قبیلوں کے ہزاروں لوگ جوق در جوق ایک مخصوص جگہ جمع ہو گئے تھے اور اب جلوس کی شکل میں بلند مقام کی طرف بڑھ رہے تھے۔ اس دوران مقامی زبان میں گیت گائے جا رہے تھے اور ڈھول بجانے کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ مرد و زن، بچے اور بوڑھے سب اپنے اپنے ذوق کے مطابق اس جلوس کا حصہ بننے کے لیے سج سنور کر آئے تھے۔ سیاح اور وادی سے تعلق رکھنے والے لوگ دور سے ہی ان کو دیکھ کر مغرور ہو رہے تھے۔ وہ ہجوم میں کھو جانے کے خوف سے زرینہ کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے ہوئے تھی۔ کسی آوارہ پتھر سے ٹھوکر کھا جانے کی وجہ سے اس سے زرینہ کا ہاتھ اچانک چھوٹ گیا۔ وہ دائیں بائیں گردن گھما کر زرینہ کو ڈھونڈنا چاہ رہی تھی لیکن تیزی سے آگے بڑھتے ہجوم میں اسے تلاش کرنا ناممکن تھا۔ وہ بے بسی سے خود کو اکیلا محسوس کر کے وہیں کھڑی رہی۔ پیچھے سے آتے زوردار دھکے پر وہ منہ کے بل گرتے گرتے بچی تھی۔ کہ کسی نے اس کا بازو کھینچ کر اسے ہجوم کے درمیان سے باہر نکال لیا تھا۔

"یہ کیسی بے احتیاطی تھی؟ اگر آپ گر جاتیں تو ہجوم آپ کو روندتے ہوئے گزر سکتا تھا۔" وہ غصے سے اسے ڈانٹ رہا تھا۔ خلاف معمول آج اس نے سفید قمیص شلوار اور واسکٹ پہنی ہوئی تھی جو اس پر خوب جچ رہی تھی۔

"یہ تبدیلی اچھی ہے۔" وہ اس کی واسکٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مسکرا کر بولی۔

"میں آپ پر خفا ہو رہا ہوں اور آپ مسکرا رہی ہیں؟" اس کے ماتھے پر خفگی کے بل واضح نظر آ رہے تھے۔ ان کے قریب سے گزرتا ہجوم آگے بڑھتا چلا جا رہا تھا۔

"جو بات ہوئی ہی نہیں اس کے ہو جانے کے خدشے سے خود کو غمگین کیوں کروں۔" قریب سے دف بجاتی خواتین گزریں تو ان کے شور کی وجہ سے وہ تقریباً چلا کر بولی۔

"اس کا مطلب ہے آپ خوش رہنا چاہتی ہیں۔" نوجوان نے دونوں بازو سینے پر لپیٹ کر اس کی جانب دیکھا۔

"ہر انسان خوش رہنا چاہتا ہے۔" وہ کہہ کر اپنی اس پہلے والی بات پر دل ہی دل میں خود بھی حیران ہوئی تھی۔

"ہجوم کا حصہ بن جاؤ ورنہ بہت پیچھے رہ جائیں گے۔" شہنشاہ نے لوگوں کی طرف اشارہ کیا جہاں اب ان سے پیچھے بہت کم لوگ رہ گئے تھے۔ وہ دونوں ہی مخصوص راستوں سے اوپر چڑھتے ہجوم کا حصہ بن گئے تھے۔

"مجھے ایک بات کی سمجھ میں نہیں آتی۔" وہ سب وادی کے اونچے ترین مقام پر پہنچ گئے تھے۔ تمام لوگ دعا مانگنے کے بعد روایتی رقص اور نغمہ میں مگن ہو گئے تھے، وہ اس مجمع

میں زرینہ سے الگ ہوگئی تھی لیکن شہنشاہ سے بچھڑ جانے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔ اس لیے اس کی کوشش تھی کہ وہ اس کے ساتھ رہے۔

”کیا سمجھ نہیں آیا آپ کو؟“ الاؤ کے گرد بیٹھے شہنشاہ نے رسانیت سے پوچھا۔

”یہی کہ جب دعا گھر پر یا کسی بھی مقام پر مانگی جاسکتی ہے تو اتنی دور پیدل آ کر اور اس اونچے مقام پر ہی کیوں مانگی جاتی ہے؟“ اس نے معصومیت سے سوال کیا تو شہنشاہ نے اسے بغور دیکھا۔

”ان سب کا ماننا ہے کہ اونچے مقام پر دعا کرنے سے آسمان پر رہنے والا خدا ان کے زیادہ قریب ہوگا اور ان کی دعا جلدی سن لے گا اسی لیے صدیوں سے ہر سال اس بلند مقام پر دعا مانگنے آتے ہیں۔“ اس نے تفصیل سے بتایا۔ وادی کے متعلق بہت سی دلچسپ دقیانوسی [illegible] عجیب تھی۔ وہ [illegible] بات [illegible]

[illegible]

نکتہ چند ز پیچیدہ بیانی بہ من آمد

(سخن سادہ میرا دل نہ لبھا پائے گا

چند نکتے ذرا پیچیدہ بیانی سے نکالا)

”عجیب شخص ہے میرے حسن، میری شخصیت سے ذرا بھر بھی مرعوب نہیں ہوتا، نہ کبھی میری تعریف کرنے کی کوشش کرتا ہے اور نہ کوئی ایسی بات کرتا ہے جس سے میرے ذہن میں یہ خیال آسکے کہ وہ مجھ سے تعلق رکھنا چاہتا ہے۔“ واپس آ کر وہ سونے سے پہلے شہنشاہ کے متعلق سوچ رہی تھی۔

”فراخ اچھا لڑکا ہے لیکن کبھی کبھار اس کی نگاہیں مجھ سے بہت کچھ کہتی محسوس ہوتی ہیں۔ ان میں بے باکی نہیں ہوتی پھر بھی مجھے اس کی نظروں میں اپنے لیے وہ بولتی شوریدہ لہریں بالکل پسند نہیں آتیں۔“ وہ خوامخواہ ہی شہنشاہ کا موازنہ فراخ سے کررہی تھی۔

”شہنشاہ سامنے ہو تو میرا دل ہلکا ہو جاتا ہے۔ کوئی پرسکون احساس جاگتا ہے، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کوئی بہت اپنا میرے سامنے ہے۔“ اس نے کروٹ بدلی اور خیالوں کا رخ ایک بار پھر شہنشاہ کی طرف چلا گیا۔ خود سے اور اپنی سوچوں سے نبرد آزما، تھکی ہاری نین سکھ پتا نہیں کتنی دیر تک ایک کے بعد ایک بات سوچتی رہی آخر کار نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔

ای کہ از یار منشاں ہی طلبی یا کجاست؟

ہمہ یار ند، ولی یار، وفادار کجاست؟

(ڈھونڈتے پھرتے ہو جس یار کو وہ یار کہاں ہے؟

ہر کوئی یار ہے پر یار وفادار کہاں ہے؟)

آج تہوار کا آخری دن تھا اور تہوار کی سب سے اہم رسم بھی آج ادا کی جانی تھی، سب تیاریوں میں مصروف تھے اور وہ سب سے پہلے تیار ہو کر چھت پر چلی آئی تھی۔ [illegible] کی شدت کو کم کرنے [illegible]

[illegible]

[illegible] چھوٹی سی دیوار پر کہنی رکھے محویت سے دنیا کا نظارہ کرنے میں مگن تھی۔ پشت پر سے آتی فراخ کی آواز پر چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوئی۔

”خیریت ہے ناں؟“

”آپ سے کچھ اہم بات کرنی تھی۔“ فراخ نے ایک نظر اس کی طرف دیکھا تو نگاہ واپس آنے سے انکاری ہوئی۔ سرخ کڑھائی والے سیاہ فراک پر کڑھائی سے ہم رنگ موتیوں کے زیور پہنے وہ کسی دلہن جیسی حسین لگ رہی تھی سرخ رنگ اس کی گوری رنگت کو مزید نکھار رہا تھا۔

”میں سن رہی ہوں۔“ نین سکھ نے اس کو چپ پایا تو اس کی محویت کو توڑنے کی خاطر بولی۔

”دراصل بات کافی مشکل ہے لیکن آج نہ کی تو پھر موقع نہ مل سکے گا۔“ اس نے بات شروع کرنے سے پہلے تمہید باندھی۔

”آج میلے کا آخری دن ہے، کل سے سب اپنے اپنے

گھروں کو روانہ ہو جائیں گے۔ مجھے بھی کل دیار غیر کے لیے روانہ ہونا ہے۔ آپ شاید جانتی ہوں کہ وادی میں لڑکا لڑکی کی مرضی کے بغیر شادی کا فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔" وہ آہستہ آہستہ اپنی اصل بات کی طرف آرہا تھا۔ نین سکھ کے کان شادی کی بات سن کر سائیں سائیں کرنے لگے۔

"اگر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو میں آپ کے ساتھ اپنی باقی کی زندگی گزارنا چاہتا ہوں۔" اس نے جھجکتے ہوئے اپنی بات پوری کی۔

"معذرت چاہتی ہوں، میں نے کبھی ایسا کچھ......"

"آپ کل تک سوچ لیں آپ کا جو بھی جواب ہوگا میں خوش دلی سے قبول کروں گا۔" اس سے پہلے کہ وہ بات مکمل کرتی وہ اس کی بات کاٹ کر اپنی کہہ کر چلا گیا۔ وہ حیران و پریشان کھڑی رہ گئی، زندگی کی راہ میں ایک اور آزمائش اس کی منتظر تھی۔

عشق داغیست کہ تا مرگ نیاید نرود
ہر کہ بر چہرہ ازاین داغ نشانی دارد
(عشق وہ داغ کہ بس موت مٹائے تو مٹے
میں نے ہر چہرے پہ یہ داغ سلگتا پایا)

"تم تیار ہو تو آؤ میلے کی طرف چلیں۔" وہ جو فراخ کی بات سن کر حیران تھی۔ بہت دیر تک اسی کیفیت میں رہی پھر اچانک کوئی خیال آنے پر زرینہ پاس آئی۔

"ابھی تو بہت وقت باقی ہے۔" زرینہ نے گھڑی کی سمت نظر کی۔

"مجھے معلوم ہے یہ رسم رات کو ادا کی جائے گی۔ تم اٹھو چلو میرے ساتھ۔" اس کا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے وہ اسے کمرے سے باہر لے آئی۔ شاماتو وہ سے اجازت لے کر وہ دونوں باہر آگئیں۔

"ایسی بھی کیا قیامت آگئی کہ تم مجھے یوں گھسیٹتی ہوئی لے کر آئی ہو؟" زرینہ نے خفگی سے پوچھا۔

"اور تمہیں کب سے میلے جانے میں دلچسپی ہونے لگی ہے؟ کل تک تو تم اس میلے سے بیزار نظر آرہی تھیں۔" زرینہ نے اپنا تجسس ظاہر کیا۔ وہ بنا کوئی جواب دیے خاموشی سے اس کے ساتھ چلتی رہی۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں؟" اس نے اس کا بازو ہلایا جواباً نین سکھ اس کی طرف دیکھ کر مسکرا کر رہ گئی۔

"اب اگر تم کچھ نہ بولیں تو میں واپس پلٹ جاؤں گی۔"

"تم ساتھ چلو گی تو جان جاؤ گی کہ میلے میں کیوں جا رہی ہوں۔" اس کی دھمکی کارگر ثابت ہوئی نین سکھ جواب دینے پر مجبور ہوگئی تھی۔

"بدلتی جا رہی ہو تم کل بھی میرا ہاتھ چھوڑ کر جانے کہاں گم ہو گئیں اور میں تمہارے لیے پریشان ہوتی رہی۔"

"میں نے ہاتھ چھوڑا نہیں تھا ہاتھ چھوٹ گیا تھا۔" زرینہ خفگی سے بولی تو نین سکھ نے وضاحت دی۔

"یہاں آنا تھا تمہیں؟" وہ نین سکھ کو ایک جگہ رکتے دیکھ کر حیران ہوئی، نین سکھ نے معصومیت سے اثبات میں گردن ہلائی اور دکان میں داخل ہوگئی۔

"خوش آمدید۔" وہ لکڑی کی چھوٹی سی میز کے سامنے بیٹھا سرخ اور سفید رنگ کی مدد سے ایک صراحی کو رنگ رہا تھا۔ وہ دونوں اندر داخل ہوئیں تو اس نے ان کا خوش دلی سے استقبال کیا۔ نین سکھ کی نگاہیں دکان میں بھٹک رہی تھیں۔ گویا وہ کچھ ڈھونڈ رہی ہو۔

"یہ رکابی اب تک یہیں ہے، فروخت نہیں ہوئی کیا؟" آخر اسے وہ چیز نظر آگئی جس کی اسے تلاش تھی۔

"تحفہ فروخت نہیں کرسکتا، یہ کسی کی امانت ہے وہ جب چاہے اسے لے جائے۔" وہ اس کے قریب آکر کھڑا ہوگیا۔ زرینہ خشمگین نگاہوں سے نین سکھ کو دیکھ رہی تھی۔

"تو ٹھیک ہے میں اسے لے لیتی ہوں یاد رکھنا میں یہ صرف تمہاری خوشی کے لیے کر رہی ہوں۔" اس خوب صورت منظر والی رکابی کو اٹھاتے ہوئے وہ اسے جتانا نہیں بھولی۔

"دوسروں کی خوشی میں خوش ہونا سیکھ رہی ہیں کیا؟" شہنشاہ نے اپنی پرانی بات کا حوالہ دیا۔

"کوشش تو کرسکتی ہوں، چلیں زرینہ۔" وہ مسکرا کر باہر

نکل آئی۔

”کیا ہے یہ؟“ زرینہ نے اس کے ہاتھ میں پکڑی رکابی کی طرف اشارہ کیا۔

”رکابی ہے۔“ وہ معصومیت سے بولی۔

”مجھے بھی نظر آتا ہے کہ یہ رکابی ہے۔ میں اس سلسلے کے بارے میں پوچھ رہی ہوں جو تمہارے اور شہنشاہ کے درمیان چل رہا ہے۔“ وہ دانت کچکچا کر بولی۔

”ایسا کچھ نہیں، وہ ایک اچھا انسان ہے، مجھے لگا کہ اس دن اس کا تحفہ قبول نہ کر کے اسے تکلیف دی اسی لیے خیال آنے پر یہ لینے آ گئی۔“ وہ زرینہ کو فی الحال کچھ بھی سمجھانے سے قاصر تھی۔

”تم کب سے اجنبیوں کی اتنی پروا کرنے لگی؟ مجھے تمہاری بات کا بالکل یقین نہیں آیا۔“ پیر پٹختے ہوئے وہ ناراض ہونے کی اداکاری کرتے اس سے چند قدم آگے چلنے لگی۔

رسید مژدہ کہ ایام غم نخواہد ماند
چناں نماند، چنیں نیز ہم نخواہد ماند
(مژدہ آن پہنچا کہ ایام غم نہ رہیں گے
وہ دن نہ رہے یہ دن بھی نہ رہیں گے)

مشعل بردار خواتین مرد ایک دوسرے کے پیچھے چل رہے تھے۔ ان مشعلوں کو ”دودار“ کی مخصوص لکڑی سے تیار کیا گیا تھا جو درخت میں تیل کی مقدار زیادہ ہونے کی وجہ سے کسی موم بتی کی مانند جلتی رہتی ہے۔ اس رسم کی ادائیگی کے لیے تمام لوگ چرسو (مخصوص راستہ) سے گزر رہے تھے۔ آگے آگے مشعل بردار مرد لوک گیت گاتے اور رقص کرتے چل رہے تھے تو پیچھے پیچھے تمام عورتیں مشعلیں ہاتھ میں اٹھائے چل رہی تھیں۔ وہ سب ایک چھوٹی سی پہاڑی سے اتر کر ایک بڑے میدان میں داخل ہوئے۔ جہاں میدان کے بیچوں بیچ آگ کا الاؤ روشن تھا۔ ایک ایک کر کے سب نے مشعلیں تیرگا (الاؤ) میں پھینک دی تھیں۔ ان کی دیکھا دیکھی اس نے بھی مشعل آگ میں پھینک دی۔ الاؤ مزید دہکنے لگا۔ لوگ خوشی سے اس کے گرد گول گول گھوم کر رقص کرنے لگے تو وہ ان کے درمیان سے نکل کر ایک طرف ہو گئی۔ یہ رقص اس وقت تک جاری رہتا تھا۔ جب تک اس میں موجود لکڑیاں کوئلہ نہ ہو جائیں اور ان کوئلوں کی چنگاریاں بجھ نہ جائیں وہ کونے سے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔

میدان کو چاروں اطراف سے روشنیوں سے مزین کیا گیا تھا، لہٰذا رات میں بھی دن کا سماں تھا۔ اس شدید سردی میں بھی لوگوں کا جوش وخروش عروج پر تھا۔ سردی ان کے جوش کی گرمی پر غالب نہ آ سکی تھی۔ اچانک اس کی نظر دائیں جانب کچھ فاصلے پر موجود اس شخص پر پڑی جو اس محفل میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز کسی خیال میں کھویا ہوا تھا۔ اسے وہ شخص جانا پہچانا لگ رہا تھا وہ آہستگی سے چلتے ہوئے اس کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔ نوجوان نے اب بھی اس کی طرف توجہ نہ کی تھی۔ وہ کسی معمول کی طرح اس کا چہرہ بغور دیکھنے لگی۔ کچھ پل ایسے ہی گزر گئے منظر یکسر بدلنے لگا تھا۔ نوجوان کے چہرے کے گرد سفید روشنی کا ہالہ واضح ہونے اور واضح ہو کر گول گول گھومتا نظر آنے لگا۔ وہ ٹکٹکی باندھے اسے دیکھتی رہی تھی۔ بلاشبہ یہ وہی تھا۔ اس کا خواب حقیقت بن کر ایک بار پھر اس کے سامنے تھا۔

دوش دیوانہ شدم، عشق مرا دید و بگفت
آمدم نعرہ مزن، جامہ مدر، ہیچ مگو
(کل میں دیوانہ ہو گیا، عشق مجھے دیکھ کر بول اٹھا
میں آ گیا ہوں، نعرہ نہ لگاؤ، گریبان نہ چاک کرو، کچھ نہ کہو)

(ان شاءاللہ باقی آئندہ ماہ)

biazdill@naeyufaq.com

بیاضِ دل

میمونہ رومان

معافیہ احمد ...... گجرات
افضل ہے سارے جہاں سے گھرانہ حسینؓ کا
نبیوں کا سردار ہے نانا حسینؓ کا
ایک پل کی تھی بس حکومت یزید کی
صدیاں حسینؓ کی زمانہ حسینؓ کا

کوثر ناز ...... حیدرآباد
تم کیسے محبت کے جال میں پھنس گئے ساقی
تم تو بڑے تیس مار خان ہوا کرتے تھے

[illegible] ...... [illegible]
محبت تو [illegible]
[illegible]

[illegible] ...... [illegible]
دل نہیں ہوتے تو [illegible]
ذہن سے تو اکثر باتیں بھی نکل جاتی ہیں

شگفتہ خان ...... بھلوال
ممکن تھا حل نکل آتا
ترک تعلق میں تم نے عجلت کی

طوبیٰ سلمان ...... ملتان
کل اس کی آنکھ نے کیا زندہ گفتگو کی تھی
گمان تک نہ ہوا کہ وہ بچھڑنے والا ہے

نورین انجم اعوان ...... کراچی
گلہ بنتا ہی نہیں بے رخی کا
دل ہی تو تھا بھر گیا ہوگا

فائزہ شاہ ...... کراچی
ملتا ہوں تو ٹوٹ کر بچھڑتا ہوں شان سے
میں خوش مزاج شخص دل جلا بھی ہوں

فائزہ بھٹی ...... پتوکی
حیراں ہو کہ مدت قلیل میں محسن
وہ شخص میری سوچ سے زیادہ بدل گیا

شہزادی فرخندہ ...... خانیوال
اب اس کے ساتھ رہوں یا کنارہ کرلوں
اے دل ذرا ٹھہر جا میں استخارہ کرلوں

مدیحہ نورین مہک ...... برنالی
تم جو آؤ گے محفوظ ملیں گے تم کو سب
میں نے رکھ دیئے ہیں خواب امانت کرکے

کلثوم وزانچ ...... بہاولنگر
گلاب رنگ شگفتہ مزاج لوگوں کو
ذرا قریب سے دیکھو تو جی لرزتا ہے

ارم کمال ...... فیصل آباد
اپنا ہی عکس آج دھندلا لگا مجھے
میں اداس ہوں یا میرا آئینہ

کوثر خالد ...... جڑانوالہ
وہ بے وفا ہرگز نہیں سب وفائی کا تو الزام ہے
[illegible]

[illegible] ...... [illegible]
[illegible]
[illegible]

[illegible] ...... [illegible]
میں نے وہ کھویا جو میرا تھا ہی نہیں
مگر اس نے وہ کھویا جو صرف اس کا تھا

تابندہ شیخ ...... کوہاٹ
اچھا یہ رات ہے یا خدا
میں سمجھا عکس ہے زلف یار کا

بینش ملک ندیم ...... خیرپور
حادثے بھی شعور رکھتے ہیں
ڈھونڈ لیتے ہیں غم کے ماروں کو

صباء فریحہ ...... شاہ تکندر
غزل کے روپ میں ڈھل جاؤں کاش میں بھی
اداس لمحوں میں شاید وہ گنگنائے مجھے

وقاص عمر ...... ہنگڑ نو حافظ آباد
حاصل زندگی حسرت کے سوا کچھ بھی نہیں
یہ کیا نہیں وہ ہوا نہیں یہ ملا نہیں وہ رہا نہیں

سیدہ تبسم بشیر حسین ...... ڈنگہ

رونے کی سزا ہے نہ رلانے کی سزا ہے
یہ درد محبت کو نبھانے کی سزا ہے
ہنستے ہیں تو آنکھ سے نکل آتے ہیں آنسو
یہ ایک شخص کو بے انتہا چاہنے کی سزا ہے
سیدہ ماہا بشیر حسین.....ڈنگہ

ہے محبت حیات کی لذت
ورنہ کچھ لذت حیات نہیں
اگر اجازت ہو اک بات کہوں؟
وہ مگر، خیر کوئی بات نہیں
ارم آصف ملک.....خان گڑھ

ہر روز کہا کر کہ تجھے چھوڑ دیں گے ہم
نہ ہم اتنے عام ہیں نہ یہ تیرے بس کی بات ہے
ماہ رخ نبیل.....کراچی

یہاں الفاظ بکتے ہیں تجارت ہے تخیل کی
محبت ایک پیشہ ہے تمہارے شہر میں محسن
ثانیہ الطاف.....حیدرآباد

خواب تعبیر بن کے آتے تھے
کیا عجب موسم رفاقت تھا
ثوبیہ شہزادی.....راولپنڈی

کوئی بھی روگ دے دینا کوئی بھی نام دے دینا
نہیں صبح سہانی تو غموں کی شام دے دینا
پروین افضل شاہین.....بہاولنگر

بس اتنی گزارش ہے میری تاریک راتوں سے
تم اپنی چاہتوں کی لو سے مدھم نہیں کرنا محبت کم نہیں کرنا
شاہزرہ پرویز شانو.....ایبٹ آباد

یوں تو ہنس رہے ہیں دنیا کے رو برو
ورنہ اک اداسی ہے جو حلق تک بھری ہوئی ہے
فیاض اسحاق مہانہ.....سلانوالی

کاش میں اک چاند تو اک تارا ہوتا
آسماں پر اک آشیاں ہمارا ہوتا
دور بہت سے تمہیں لوگ تکتے رہتے
تمہیں چاہنے کا حق صرف ہمارا ہوتا
گلشن چودھری.....گجرات

اب تو کچھ اور ہی اعجاز دکھایا جائے
شام کے بعد بھی سورج نہ بجھایا جائے
موت جس کو مفر ہے مگر انسانوں کو
پہلے جینے کا سلیقہ تو سکھایا جائے
فریدہ فری.....لاہور

تم نے دیر کر دی آنے میں ورنہ
صبح تک دل کا دروازہ کھلا تھا
سلمیٰ ملک.....قادر پور والا

اب بہت دیر ہوگئی ہے مگر
مشورہ چھوڑیئے دعا کیجیے
مہوش بتول.....ڈب بلوچاں

میری بے بسی پر نہ مسکرا یہ وقت، وقت کی بات ہے
کبھی ساتھ شمس و قمر چلے کبھی سایہ بھی ساتھ چھوڑ دے
چندا صبیح.....ملتان

مجھے کسی سے کوئی غرض نہیں مجھے کام ہے اپنے کام سے
تیرے ذکر سے تیری فکر سے تیری یاد سے تیرے نام سے
ثانیہ عبدالغفور.....للیانی سرگودھا

جن لوگوں کے دم سے میری زندگی تھی روشن
وہی لوگ آج میری نگاہوں سے اوجھل ہیں
بھلے ہی دور رہتے ہوں لیکن بہت ہیں پاس
آنکھیں ان کے ساتھ کی یادوں سے بوجھل ہیں
مبشرہ سحر.....عبدالحکیم

کوئی کیسے بتائے کہ وہ تنہا کیوں ہے؟
وہ جو اپنا تھا وہی اور کسی کا کیوں ہے؟
یہی دنیا ہے تو پھر ایسی یہ دنیا کیوں ہے؟
یہی ہوتا ہے تو پھر یہی ہوتا کیوں ہے؟
علیشا نور.....کراچی

دن بھر کے زخم آنکھ سے رستے ہیں رات بھر
آئے کسی کو نیند تو دیکھے سحر کے خواب

ڈش مقابلہ

طلعت آغاز

قورمہ بریانی

اجزاء:

چکن	ایک کلو
چاول	سات سو پچاس گرام
پیاز	ایک کپ
تیل	ایک کپ
ادرک لہسن پیسٹ	دو کھانے کے چمچ
زیرہ	ایک چائے کا چمچ
ثابت گرم مصالحہ	ایک کھانے کا چمچ
ثابت چھوٹی الائچی	چھ عدد
تیز پات	دو عدد
دہی	ایک کپ
پسی لال مرچ	ایک کھانے کا چمچ
پسی ہلدی	تین چوتھائی چائے کا چمچ
پسا دھنیا	ایک کھانے کا چمچ
پسا گرم مصالحہ	ایک چائے کا چمچ
چھوٹی الائچی	آدھا چائے کا چمچ
جائفل جوتری پاؤڈر	ایک چوتھائی چائے کا چمچ
ٹماٹر سلائس	ایک کپ
لیموں کا رس	ایک عدد
آلو بخارا	آدھا کپ
ہرا دھنیا	آدھا کپ
پودینہ	آدھا کپ
ہری مرچ	بارہ سے پندرہ عدد
کیوڑہ	دو کھانے کے چمچ
سلاد	سرونگ کے لئے
رائتہ	سرونگ کے لئے

ترکیب:

چاولوں کو زیرہ، ثابت گرم مصالحہ، چھوٹی الائچی، تیز پات اور نمک کے ساتھ ابال لیں اتنا کہ ایک کنی رہ جائے۔ ایک پین میں تیل گرم کرکے کٹی پیاز کو براؤن کرلیں پھر اس میں سے آدھی پیاز نکال لیں۔ اب ادرک لہسن کا پیسٹ ڈالیں۔ ساتھ ہی زیرہ، ثابت گرم مصالحہ، چھوٹی الائچی، تیز پات، پسی لال مرچ، پسی ہلدی، پسا دھنیا، پسا گرم مصالحہ اور دہی شامل کرکے پکائیں اتنا کہ تیل علیحدہ ہو جائے۔ اس کے بعد چکن شامل کرکے مزید فرائی کریں پھر اس میں [illegible] تھوڑا سا پانی ڈال کر پکائیں، یہاں تک کہ گوشت گل جائے۔ آخر میں کیوڑہ، آلو بخارا، کٹا ہرا دھنیا، کٹا پودینہ اور ثابت ہری مرچیں شامل کرکے اچھی طرح مکس کرلیں۔ اوپر سے چاولوں کی تہہ لگائیں اور ٹماٹر اور لیموں کے سلائس رکھیں۔ ایک چوتھائی کپ تیل ڈالیں اور آٹھ سے دس منٹ کے لیے دم پر چھوڑ دیں۔ قورمہ بریانی تیار ہے۔

نور جہاں...... میرپور خاص

اسٹفڈ قیمہ کپس

اجزاء:

قیمہ	آدھا کلو
مکھن	ایک کھانے کا چمچ
تیل	چار کھانے کے چمچ
ہری پیاز	ایک پیالی
پیاز	دو کھانے کے چمچ
کٹی کالی مرچ	ایک چائے کا چمچ
سفید زیرہ	ایک چائے کا چمچ
نمک	حسب ضرورت
مشروم	ایک پیالی
ٹماٹر پیسٹ	آدھا پیالی
لال لوبیا	آدھا کلو
مکئی کے دانے	دو کھانے کے چمچ
سرخ شملہ	مرچ آدھا عدد
ہری شملہ مرچ	آدھا عدد
ہری مرچیں	تین سے چار عدد

ترکیب:

پین میں مکھن اور تیل ڈال کر گرم کرلیں پھر اس میں ہری پیاز شامل کرکے تھوڑی دیر تک بھونیں۔ اس کے بعد پیاز شامل کرکے مزید بھون لیں۔ اب قیمہ شامل کریں اور مزید بھون لیں۔ پھر اس میں کالی مرچ، زیرہ اور نمک ڈال کر تیز آنچ پر اتنا

پکائیں کہ قیمہ مکمل طور پر خشک ہو جائے۔ اسی دوران ٹماٹر پیسٹ اور مشروم شامل کر کے پکنے دیں۔ جب پک جائے تو لال لوبیا، مکئی کے دانے، سرخ شملہ مرچ، ہری مرچیں اور ہری شملہ مرچ ڈال کر پکائیں۔ اب قیمے کو بیک کیے ہوئے بریڈ کپس میں بھر دیں اور اوپر سے چیز ڈال کر دوبارہ بیک کر لیں۔ اسے ریڈ چلی یا چلی گارلک سوس کے ساتھ پیش کریں۔

یمنیٰ ارشاد۔۔۔ بہاولنگر

چکن بادامی قورمہ

اجزاء:۔

مرغی کا گوشت	آدھا کلو
پیاز	ایک پیالی
دہی	آدھا کپ
نمک	حسب ضرورت
لال مرچ پسی ہوئی	ڈیڑھ چائے کا چمچ
پسا ہوا دھنیا	ایک چائے کا چمچ
گرم مصالحہ پسا ہوا	آدھی چائے کا چمچ
ہلدی	چوتھائی چائے کا چمچ
ثابت گرم مصالحہ	ایک چائے کا چمچ
لہسن ادرک پسا ہوا	ایک چائے کا چمچ
بادام	۱۰ سے ۱۲ عدد

ترکیب:۔

سب سے پہلے ایک پیالے میں دہی لے کر تمام مصالحے شامل کر کے پھینٹ کر رکھ دیں۔ اب ایک دیگچی میں تیل گرم کریں اور پیاز فرائی کر کے الگ سے ایک پلیٹ میں نکال لیں پھر اسی تیل میں چکن شامل کر کے ۵ منٹ تک فرائی کریں اور لہسن ادرک کا پیسٹ بھی ڈال دیں اور دہی کا مکسچر شامل کر کے بھون لیں پھر پیاز کو اچھی طرح سے پیس لیں اور گریوی میں شامل کر دیں اور جوش آنے تک ڈھک کر ہلکی آنچ پر پکائیں پھر الگ سے بادام ابال کر چھوٹی ٹکڑیاں کر کے قورمے میں شامل کر دیں۔ اب بادام سے قورمے کو گارنش کریں اور نان کے ساتھ پیش کریں۔

صدف خان۔۔۔۔۔ بہاولپور

بیسن کے لڈو

اجزاء:۔

بیسن	ایک پاؤ
سبز الائچی	چار عدد
گھی	آدھا پاؤ
بادام، پستہ	ایک چھٹانک
چینی	ایک چھٹانک

نوٹ: چینی کی جگہ مصری یا شکر بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

ترکیب:۔

کڑاہی میں گھی گرم کرائیں اور اس میں بیسن ڈال دیں۔ بیسن کو خوب اچھی طرح بھونیں۔ جب بیسن کا رنگ بادامی ہو جائے اور خوشبو آنے لگے تو نیچے اتار کر رکھ دیں۔ ٹھنڈا ہو جائے تو چینی پیس کر اس میں ملا لیں۔ بادام، پستہ اور الائچی کو باریک پیس کر بیسن میں ملا لیں۔ دودھ کا چھینٹا دے کر لڈو بنا لیں۔ نہایت لذیذ اور عمدہ لڈو تیار ہوں گے۔ چائے کے ساتھ یہ لڈو بہت ذائقہ دیتے ہیں۔ ڈش میں رکھ کر اوپر چاندی کے ورق لگا کر پیش کریں۔

کومل رباب۔۔۔۔۔ لاہور

ٹماٹر کی نمکین چٹنی

اجزاء:۔

ٹماٹر	ڈیڑھ کلو
پیاز	ایک عدد
نمک	بقدر ذائقہ
لال مرچ	ایک چائے کا چمچ
دار چینی	تین ٹکڑے
بڑی الائچی	۲ عدد
سفید سرکہ	ایک کپ
چینی	ایک کپ

ترکیب:۔

پیاز، دار چینی، بڑی الائچی باریک پیس لیں، ٹماٹر دھو کر باریک کاٹیں اسٹیل کی دیگچی میں ٹماٹر ڈال کر اتنا پانی ڈالیں کہ تمام ٹکڑے ڈوب جائیں درمیانی آنچ پر پکائیں گل جائیں تو چھلنی میں چھان کر بیج اور چھلکے نکال دیں لکڑی کا چمچ استعمال کریں اب اس چھنے ہوئے آمیزے کو چولہے پر رکھیں گاڑھا ہونے پر اتار لیں۔

نوٹ: یہ چٹنی کانٹی نینٹل اور چینی کھانوں میں استعمال ہوتی ہے۔

علیزے۔۔۔۔ کراچی

آلو کے کباب

اجزاء:۔

آلو	آدھا کلو (کدوکش کر کے پانی اچھی طرح نکال لیں)	زیادہ میٹھا پسند ہو تو شکر کی مقدار بڑھا لیں اپنی پسند کے مطابق	
ہرا دھنیا	تھوڑا سا	دودھ	ایک کلو
گرم مصالحہ	۲ چائے کے چمچ	اخروٹ (چھوٹے ٹکڑے کاٹ لیں)	ایک چھٹانک
نمک	حسب ذائقہ	بادام (بیچ سے دو ٹکڑے کر لیں)	آدھا پاؤ
پسی سرخ مرچ	دو چائے کے چمچ	کشمش (صاف کی ہوئی)	ایک چھٹانک
انڈے	۲ عدد	گھی یا آئل	ایک پاؤ
میدہ	آدھی پیالی		
کالی مرچ	آدھا چائے کا چمچ		
آئل	تلنے کے لیے		

ترکیب:۔
کدوکش کیے ہوئے آلوؤں کو سارے مصالحے لگا کر دو گھنٹے کے لیے فریج میں رکھ دیں پھر نکال کر پکوڑوں کی طرح تل لیں اور چٹنی یا کیچپ کے ساتھ مزے سے کھائیں۔
ندا ارسلان...... گجرات

ترکیب:۔
چھوہارے کو ایک گھنٹے کے لیے پانی میں بھگو دیں پھر چھوہارے کی گٹھلیاں نکال کر اچھی طرح صاف کر لیں، دودھ میں چھوہارے ڈال کر ابال کر لیں (دودھ میں ایک کلو پانی شامل کریں) جب چھوہارے گل جائیں تو چھوہاروں کو پیس لیں۔ اب آئل گرم کریں، اس میں پسے ہوئے چھوہارے اور شکر ڈال کر اچھی طرح بھونیں، حلوے کا پانی اچھی طرح خشک ہو جائے اور آئل نظر آنے لگے تو اخروٹ، کشمش، بادام ڈال کر مکس کر لیں۔ حلوہ تیار ہے۔
شاکرہ الطاف...... کھرڑیانوالہ

گاجر کا حلوہ

اجزاء:۔

گاجر	ایک کلو
چینی	ایک کپ
سوکھا دودھ	ایک کپ
کھویا	ایک پاؤ
بادام	پندرہ عدد
الائچی	دس عدد
گھی	آدھا کپ

ترکیب:۔
گاجر کو کدوکش کر کے ابال لیں۔ اب گھی میں الائچی ڈال کر اس میں گاجر ڈال کر بھونیں پھر چینی ڈال کر پندرہ منٹ بھونیں اور سوکھا دودھ ڈال کر پھر بھونیں اور جب گھی علیحدہ ہو جائے تو کھویا ڈال کر مکس کریں اور اتار کر چھلے ہوئے بادام اور ابلے ہوئے انڈوں کے ساتھ پیش کریں۔
مہرین افضل...... ڈگری، سندھ

کریمی میکرونی

اجزاء:۔

میکرونی	ایک پیالی
سفید سوس	ایک پیالی
پنیر	ایک کھانے کا چمچ
کالی مرچ (پسی ہوئی)	ایک چائے کا چمچ
نمک	ایک چائے کا چمچ
قیمہ (ابال لیں)	ایک پیالی
مکھن	دو کھانے کے چمچ

ترکیب:۔
میکرونی کو پانی میں ابال کر (پانی زیادہ رکھیں) چھلنی میں چھان لیں۔ اب مکھن گرم کریں۔ اس میں قیمہ، نمک اور مرچ ڈال کر میکرونی ملا دیں اور بھونیں۔ پھر پنیر کے ٹکڑے شامل کر کے اتار لیں۔ ڈش میں ڈال کر اوپر سے سفید سوس ڈال دیں۔
جویریہ ضیاء...... کراچی

چھوہارے کا حلوہ

اجزاء:۔

چھوہارے	آدھا کلو
شکر	ایک پاؤ

biazdill@naeyufaq.com

بیاضِ دل

میمونہ رومان

امن سے دوستی

بانٹتی ہوں میں پیار لے لیجیے
لے کے آئی ہوں، بہار لے لیجیے
دوستی امن سے آپ کر لیجیے
بس یہ ہی گلزار لے لیجیے
پھر اداس نہ آپ ہوں گے کبھی
دیدۂ بینا یار لے لیجیے
غازی اسلام بن جایئے ناں
شہدا سا کردار لے لیجیے
ہاتھ اٹھایئے اور دعا مانگیے
رب سے روح بیدار لے لیجیے
سوچیں اپنی مصفا کر لیجیے
آقا ﷺ کا یوں دیدار لے لیجیے
مصیبتوں سے نپٹنے کا ایک حل
مدنی شہ سوار لے لیجیے
شب دیجور میں کیف آجائے گا
چشمہ گہر بار لے لیجیے
نور کے دریا میں نہا لیجیے
سودا سولہ سنگھار لے لیجیے

کوثر خالد سودا..... فیصل آباد

سجدۂ عشق

میں جھکوں تو سجدہ عشق ہوں
میں اٹھوں تو حق کی آواز ہوں
میں رکوں تو بحر سکوت ہوں
میں چلوں تو دہر طوفان ہوں
کبھی تشنہ لبی کا سوال ہوں
کبھی لہر میں موج کے ساتھ ہوں
کبھی آنسوؤں میں امید ہوں
کبھی قہقہوں میں شریک ہوں
کبھی نیند میں نیم خمار ہوں
کبھی رت جگوں میں شمار ہوں
تیری لیل زلف کی رات ہوں
کہ میں آفتاب حسین ہوں
میں صبح کا پہلا سلام ہوں
کہ اداس شام کا جام ہوں
کبھی تتلیوں کا میں رنگ ہوں
کبھی جگنوؤں کے میں سنگ ہوں
کسی بھنیا کا میں ناگ ہوں
کہیں رہ گزار میں خاک ہوں
میں خرد کا اصل جنون ہوں
کسی مضطرب کا سکون ہوں
میں شہادتوں میں شہود ہوں
کہ شہید گوہر یاقوت ہوں
کبھی مر کے میں زندہ گیت ہوں
کبھی ہار کر بھی میں جیت ہوں
میں تیری بھی ذات کا عکس ہوں
کہ تماشائے دیدۂ رقص ہوں
کبھی میں ایمان تابوت ہوں
تیری لا الہ اللہ کا ثواب ہوں
میں خودی میں خود جو کمال ہوں
تیرے کن فغاں کا جمال ہوں
نہ بلند آصف نہ پست ہوں
میں تیری ہی ذات میں مست ہوں

آصف خلیل..... گوجرانوالہ

نئے سال کی آمد

ذرا سا مسکرا دو نئے سال کی آمد ہے
ہر غم بھلا دو نئے سال کی آمد ہے
رہے دل شاد میرا تیری ان چاہتوں سے
نفرتوں کو مٹا دو نئے سال کی آمد ہے
ہے دل خاموش میرا اپنی ہی نادانیوں پر

چپکے سے آ کر کہہ دو ناں نئے سال کی آمد ہے
امید ہے ملو گے مجھے میری ہی محبتوں سے
پلکیں جھکا کر کہو ناں نئے سال کی آمد ہے
بھول جا تیرا جو گزرا ہوا کل تھا
مجھ سے قدم سے قدم ملا نئے سال کی آمد ہے
کرتے ہیں وعدہ تجھ سے اپنے اس نئے سفر کا
کیا نبھاؤ گے ساتھ میرا نئے سال کی آمد ہے
رافعہ نظیر...... بہاولپور

دعا

دل بے تاب کو قرار میسر آئے
رہی حسرت کہ ہمیں پیار میسر آئے
ایک عرصے سے خزاں ہی مقدر تھی میرا
اب کے خواہش ہے کہ بہار میسر آئے
سب نے توڑا یوں یقین زیست میں، نہیں ممکن
دل کے رشتوں پہ اعتبار میسر آئے
بے وفائی کو اس جہاں سے بھی دور کردوں
یا خدا مجھے وہ اختیار میسر آئے
جس سے ہو اہل عقل کی سوچ پر دستک
میرے قلم کو وہ اشعار میسر آئے
کوئی مثال وفا ہم سے بھی قائم ہو انجم
میری ہستی کو وہ کردار میسر آئے
انجم زہرہ..... ملتان

تیرا نقش دل پہ ہے

رنج مٹتا نہیں، ملال جاتا نہیں
دل مضطرب میرا کیوں چین پاتا نہیں
سلسلۂ امتحاں اب ختم بھی کرو
کوئی اپنوں کو اتنا بھی آزماتا نہیں
تیرا نقش دل پہ ہے بنا ہوا
کوئی اور اب اس دل کو بھاتا نہیں
روٹھو نہ ہم سے یوں بے وجہ
منانے کا ہنر ہم کو آتا نہیں
صائمہ علی شیر نامعلوم

اوقات

اپنی اپنی ذات میں رکھنا پڑتا ہے
ہر اک کو اوقات میں رکھنا پڑتا ہے
وصل کی خواہش پوری بھی ہوسکتی ہے
خود کو بھی حالات میں رکھنا پڑتا ہے
کچھ آنسو خیرات میں بانٹے جاتے ہیں
جیون کو صدقات میں رکھنا پڑتا ہے
تم نے عشق کے معنی بھی کب سمجھے ہیں
عشق کو اپنی ذات میں رکھنا پڑتا ہے
تم ٹھہری بس موم کی صورت فری جی
سورج کو بھی ہاتھ میں رکھنا پڑتا ہے
فریدہ فری یوسفزئی...... لاہور

زیر نقاب

وہ جو روپ زیر نقاب تھا
اسے دیکھنا میرا خواب تھا
وہ جو ملا تھا ہجر کی شکل میں
میری چاہتوں کا عذاب تھا
نہ سوال تھا کہ مجھے ملا کرو
نہ ملا کرو یہ جواب تھا
تیرا مزاج تھا میری شاعری
تیرا عشق میری کتاب تھا
تو میرا اور صرف میرا ہے
یہ غلط سا مجھے گمان تھا
وہی شخص مجھے تنہا چھوڑ گیا
جس پہ مجھے بہت اعتبار تھا
ڈاکٹر زارا تعبیر...... قصور

اقرار

اقرار کی قسم ہے نہ انکار کی قسم
دینے لگا ہوں اب میں تجھے پیار کی قسم
اک بار آ کہ زیست میری خوشگوار ہو
تو توڑ ڈال اپنے ہی انکار کی قسم
احساس مجھ کو ہوتا ہے یہ تجھ کو دیکھ کر
آنکھوں میں ٹھنڈ پڑتی ہے دیدار کی قسم
یہ اور بات پھر بھی بھروسہ نہیں ہمیں
ہم نے سنی ہے اپنے طلب گار کی قسم
پھولوں کی لوگ کھاتے ہیں قسمیں بار بار

کھائی نہیں کسی نے کبھی خار کی قسم
انصر کو آج طور پر دکھائی دو
تم کو ہمارے دیدۂ تر کی قسم

نعیم انصر ہاشمی...... جھنگ

نیا سال

نئے سال کی ہم خوشی کیا منائیں
ہمارا ہے اب بھی وہی رونا دھونا
سیاست کے میداں میں جاری ہے ہلچل
ہے خبروں میں پہلے سے بڑھ کر کرونا

راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

خالی ہاتھ

فصیلِ زیست کی اک اک کڑی میں
درد پرونے والے
تجھے خبر نہیں؟ پنچھی کے دل کے پنجرے میں
تیرے تعلق کا تانا بانا ادھڑ چکا ہے
خستہ حال بدن کے پیرہن میں
چند سانسیں گروی پڑی ہیں
تیرے احساس کے دھاگے تو اک جھٹکے میں ٹوٹے تھے
جسے ٹھوکر لگا کے زیست سے باہر نکالا تھا
اب اس سے مانگنے تم آگئے ہو
زندگی کی بھیک
چلو لے جاؤ زندگی بھی بھیک میں پیارے
اب آئے ہو
تو کیسے تم کو "خالی ہاتھ" لوٹا دیں!

سباس گل...... رحیم یار خان

فسانۂ زندگی

ایک فسانۂ زندگی کا
میں یوں لکھوں گی
محبتیں سب اجاڑ دوں گی
دلوں میں نفرت گاڑ دوں گی
کہیں کسی کا کس نہ ہوگا
ہجر ہوگا
فراق ہوگا
دل دکھے گا
عذاب ہوگا
وصل کی خواہشیں سب
حسرتوں سے بنا ایک
تنگ لبادہ اوڑھ لیں گی
کوئی کسی سے
نہ مل سکے گا
محبتوں کی
موت ہوگی
ایک فسانۂ زندگی کا
میں یوں لکھوں گی

سمیرا اویس...... بودلہ کالونی

تیرا نصیب

لکی مروت کی میری بہترین ساتھی اقرا فردوس کے نام

لکی کے ہر ذرے جتنی
ندی کے ہر قطرے جتنی
بادل کی ہر بدلی جتنی
ہوا کے ہر جھونکے جتنی
پہاڑ کے ہر کنکر جتنی
کھجور کے ہر خوشے جتنی
تیری زندگی میں ہو بہار اتنی
پڑے تم پر رحمت کی پھوار اتنی
مٹے ہر سیاہی تیرے نصیب کی
ہو قسمت تیری چمک دار اتنی
ملے خوشی و کامیابی تجھے
ہو مدت حسن کی کیل و نہار اتنی

رابعہ بلوچ افق...... ڈیرہ غازی خان

اداس دن ہیں

وبا ہے ایسی قہر خدا کا
کرونا پھیلا چہار جانب
غرض ہے ملنے کی ان سے لیکن
ہمارے درمیاں تو فاصلے ہیں
اداس دن ہیں
ہیں شامیں بوجھل، پژمردہ راتیں
رکے رکے سے ہیں سارے لمحے

یہ دن ہیں جیسے ویران صحرا
کہاں ہوں خود کو خبر نہیں ہے

اداس دن ہیں
بہار روٹھی گلستاں اداس
ہیں طوطی و بلبلیں پریشاں
شجر ہیں سارے ڈرے سہمے
ہیں پیلے ہر سو ہی زرد پتے
اداس دن ہیں
ہے چاند گم صم ہیں تارے مدھم
یہ رات چپ سی خراب موسم
ہوا ہے بارش ہے شور اتنا
ہے پانیوں پہ شبیہ اس کی
پھر اس پہ دلگیر یاد اس کی
مگر

کرونا، یہ سرد موسم
یہ شب بھی ایسی کہ کاٹ کھائے
مگر دیا
ہمارا ملنا محال ٹھہرا

سعدیہ قریشی...... یو کے

نیا سال

ضرورت ہے تو فقط
سوچنے سمجھنے اور سمجھانے کی
دکھوں کو بانٹنے، خوشیاں منانے کی
دلوں کو ملانے
ٹوٹنے سے بچانے
بھٹکی راہوں سے
واپس آنے کی
رویوں کی معافی کی
غلطیوں کی تلافی کی
کیا پتا کہ پھر کبھی
موقع ملے نہ ملے
ہم رہیں نہ رہیں
دل ملے نہ ملے
اس سے پہلے کہ ہم
پہلے کی طرح
غلطیاں کرتے ہی رہیں
دل توڑتے ہی رہیں
آنسو بہاتے ہی رہیں
چلو آؤ کہ پھر ہم
اقرار کرتے ہیں
نئے سال کا
آغاز کرتے ہیں
عہد وفا سے
حسن اخلاق سے
نرم جذبات سے
امید بہار سے

رباب نور...... ضلع میانوالی

شہر دل

دکھ دے کر سوال کرتے ہو
تم بھی دوست کمال کرتے ہو
دیکھ کر پوچھ لیا حال میرا
چلو کچھ تو خیال کرتے ہو
مرنا چاہوں تو مر نہیں سکتا
تم بھی جینا محال کرتے ہو
شہر دل میں اداسیاں کیسی
یہ بھی مجھ سے سوال کرتے ہو
اب کس کی مثال دوں تم کو
تم ہر ستم بے مثال کرتے ہو

تحسین بیگ...... رندھیر

dkp@naeyufaq.com

دوست کا پیغام آئے

ہما احمد

دوستوں کے نام

تمام ریڈرز اینڈ رائٹرز ہر خاص و عام کے نام بہت ہی برکت والا سلام۔ سب اپنی اپنی لائف میں بزی و خوش ہیں۔ ایک میں ہوں جو تم لوگوں کو بہت یاد کرتی ہوں شاید ایک میں ہی ویلی ہوں۔ زہرہ مریم جاوید کہاں جا بسی ہو تم لوگ۔ بہت یاد آتی ہو۔ آئمہ رشٹ تم نے اچھا نہیں کیا میرے ساتھ تم تو میری دوستی کا مان تھی اور تم نے ہی سکھلایا کہ مشکل وقت میں واقعی سب ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ میرے بابا کی ڈیتھ پر تم نے ذرا نہیں دلاسا دیا خیر وقت گزر گیا اور گزر رہا ہے۔ تم لوگ ماضی تھے جزا سزا صرف اللہ دیتا ہے۔ رابعہ عنایا آمنہ حمیرا اور میرا اکملا گروپ یاد کرلیا کرو۔ سب کی سب نکمیاں ہو۔ مجھے پتا ہے یہ آنچل تم لوگوں کی نظروں سے ضرور گزرے گا اور تم لوگ ایک خوشی محسوس کرو گے یہ جان کر کہ میں تم لوگوں کو یاد کر رہی ہوں۔ میری سب سے کیوٹ اور بدتمیز دوست اجالا نایاب کس سیارے پر چلی گئی ہو۔ میں اتنا مس کرتی ہوں الفاظ نہیں میرے پاس۔ میرا دل کرتا ہے ایک دفعہ تمہیں ملوں مگر پتا ہے میں نے اپنی پرنسز پری ڈول کا نام بھی اجالا نواب رکھا ہے اور حیرانگی والی بات اس کی شکل تم سے بہت ملتی ہے اس کی آنکھیں تمہاری طرح نم رہتی ہیں۔ میرا دل کرتا ہے تمہیں ملواؤں اپنی اجالا سے کبھی اس پیغام کو پڑھو تو رابطہ کرنا آئی مس یو۔ آپی بتول آپی کلثوم میری جانی ارش عرف تھوبا کبھی ملنے چلنا تو یار دل بڑا اداس ہے۔ منیبہ مدیحہ فتح حفیہ، معظم بصیرت، طیبہ اسلم ہزر افشاں، ربیعہ، مریم، عابد، ٹیچر سفینہ ٹیچر مدثرہ، ٹیچر طیبہ اینڈ ٹیچر ریحانہ نویدہ میں آپ لوگوں کو بہت مس کرتی ہوں۔ مس سفینہ آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آخر میں سب سے گزارش ہے کہ میرے ابو جان کے لیے خیر و مغفرت کی دعا کریں اللہ انہیں آخرت کا سکون نصیب کرے اور میری امی جان کو زندگی صحت خوشیاں نصیب فرمائے، آمین۔ مجھے اور آپ سب کو والدین کا فرماں بردار بنائے آمین۔

تحسین بیگ ۔۔۔ سیالکوٹ

نازیہ کنول نازی اور بہنوں کے نام

نازیہ آپی! کچھ ہی عرصہ پہلے آپ کی امی جان اس دنیا سے چلی گئی تھیں ابھی آپ اس صدمے سے باہر نہیں آئی تھیں کہ آپ کے سر کا سایہ آپ کے ابو جان بھی اس دنیا میں نہیں رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے امی ابو کو جنت میں جگہ دے اور آپ لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین۔ ویسے بھی آپ کی طبیعت خراب رہتی ہے جانے والوں کے ساتھ جایا تو نہیں جاتا آپ انہیں پڑھ کر بخشیں اور اپنی صحت کا خیال رکھیں۔ ہماری رائٹر شاہینہ چندہ مہتاب بھی اس دنیا میں نہیں رہیں ہماری دعا ہے کہ انہیں بھی اور نایاب جیلانی کے والد کو صبا احمد خان کے شوہر کو نجم انجم کی جیٹھانی کو شفق افتخار کی چچی کو جنت میں جگہ دے آمین۔ میری نند فریدہ جاوید فری آپ کی طبیعت اب کیسی ہے ویسے چند روز پہلے آپ سے فون پر بات ہوئی تھی کافی ہشاش بشاش لگ رہی تھیں ہمیشہ خوش رہیں شائستہ یاسین، بی زہرہ عباس، ماہرہ خان آپ کیسی ہیں۔ رمشا آصف، ارم کمال، منیب ماشاء اللہ بالکل ٹھیک ہے بھیا وقاص عمر میرے لیے دعا کرنے کا شکریہ۔

پروین افضل شاہین ۔۔۔۔۔۔ بہاولنگر

اپنوں کے نام

السلام علیکم! تمام آنچل اسٹاف، ریڈرز اور رائٹرز کو میرا پیار اور خلوص بھرا سلام، امید ہے کہ سب خیریت سے ہوں گے اللہ پاک ہم سب کو ہر بیماری اور بلاؤں سے دور رکھے آمین۔ آنچل و حجاب چھ ماہ سے پڑھ رہی ہوں رائٹرز میں مجھے نمرہ احمد، نادیہ طلحہ آپی، عشنا کوثر سردار اور نازیہ کنول نازی آپی بہت اچھی لگتی ہیں۔ آنی قیصر آرا کی کمی آنچل و حجاب میں بہت محسوس ہوتی ہے ان کی رحلت کا پڑھ کر بہت دکھ ہوا۔ خیر دنیا فانی ہے سب کو ہی جانا ہے اللہ تعالیٰ انہیں جنت الفردوس میں جگہ دے آمین۔ فائزہ بھٹی آپ مجھے بہت اچھی لگتی ہو، کہاں غائب ہو؟ ام ہانی شاہد، نور چوہدری، گلشن چوہدری، ثمرہ گلزار، رمشا آصف، ارم کمال آپی، عائشہ شکیل، شاہ فرحان، پروین افضل شاہین، ماریہ نذیر، نورین انجم (کیوٹ گرل)، نجم انجم آپی، ایمن غفور، فائزہ شاہ، مدیحہ نورین مہک، (شادی کی مبارک باد)، انعم زہرہ، شازہ پرویز شانو، تبسم بشیر آپ سب بہت اچھی ہو، میں آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں، امید ہے ویلکم ضرور کریں گی۔ حریم اے کے (آپ سرائیکی ریڈرز کا پوچھ رہی تھیں، میں سرائیکی ریڈر ہوں) میری طرف سے دوستی قبول کریں۔ پہلی بار شرکت کی ہے امید ہے خط بھی ردی کی ٹوکری کی نذر نہیں ہوگا۔ اینڈ میری طرف سے سب کو نیا سال بہت بہت مبارک ہو میری پیاری کزن ندرت سرفراز (فرسٹ جنوری کو برتھ ڈے ہے آپ کی) ہیپی برتھ ڈے، میری اور صبا کی طرف سے۔ کیا ہوا منہ کیوں کھولا ہوا ہے۔ مکھی چلی جائے گی جلدی سے بند کرو اچھے بچوں

کی طرح ہی ہی ہی ہی۔ باقی تمام پڑھنے والوں کو میرا اسلام ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ مجھے بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔ زندگی رہی تو پھر ملیں گے تب تک کے لیے اللہ حافظ۔

جویریہ اینڈ صبا...... ہیڈ بکائی

میرے پاپا جان کے نام

قدم قدم پہ عتاب دیکھتے ہوئے
گزر گئی ہے زندگی عذاب دیکھتے ہوئے
کہیں دکھوں کا تذکرہ کہیں غموں کی داستاں
میں رو دی حیات کی کتاب دیکھتے ہوئے

دسمبر میرا پسندیدہ مہینہ ہے لیکن اب جب بھی دسمبر آتا ہے تو اپنے ساتھ بڑی اداسی اور ایک تلخ یاد لے کر آتا ہے دسمبر کی آخری رات میں ہمارے پیارے پاپا ہم سے بچھڑ گئے تھے آج میرے پاپا کو ہم سے بچھڑے پورے آٹھ سال گزر گئے ہیں ان کی یادیں ان کی باتیں اور ان کا پیار آج بھی ہمارے ساتھ ہے اللہ پاک ہمارے پاپا کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین۔ والد تو اولاد کا سائبان ہوتے ہیں اللہ ہر ایک کے سروں پر تادیر یہ سایہ قائم و دائم رکھے آمین۔ ہمارے پاپا بہت عظیم انسان تھے۔ ان کے جانے کے بعد ہماری زندگی میں ایک خلا پیدا ہوگیا ہے جو کہ کبھی پر نہیں ہوسکتا۔

فیاض اسحاق مہانہ...... سلانوالی

آنچل کے نام

السلام علیکم! کیسے ہیں آپ سب لوگ امید کرتی ہوں کہ سب ٹھیک ہوں گے، میں پہلی دفعہ آنچل میں شرکت کررہی ہوں۔ مجھے بالکل بھی ڈائجسٹ پڑھنے کا شوق نہیں تھا لیکن جب میں اپنے ماموں کے گھر ایک مہینہ رہی تو وہاں کچھ خاص مصروفیت نہ تھی میری کزن نے مجھے آنچل ڈائجسٹ دیا میں نے نخرے سے پکڑا اور کہا کہ یہ بھی کوئی چیز ہے پڑھنے والی لیکن جب میں نے ایک افسانہ پڑھا تو کچھ اچھا لگا پھر میں افسانے پڑھنے لگی۔ مجھے افسانے اچھے لگے میں نے وہاں ناول بھی ختم کیا ایک دن میں "تمہارے بن ادھورے ہیں" جب میں نے پڑھا تو ماما نے بہت ڈانٹا کہ اتنا مت پڑھو آنکھیں خراب ہوجائیں گی لیکن پھر میں نے رات کو بستر میں لائٹ لے کر پڑھنا شروع کردیا۔ میری کزن کے پاس بہت سے ڈائجسٹ تھے جو میں نے بہت جلد ختم کرلیے اور اب مجھے عادت ہوگئی ہے اب سلسلے وار ناول پڑھتی ہوں بہت بار سوچا کہ آنچل کی محفل میں شامل ہوں لیکن ہمت نہیں ہوئی تو سوچا کہ اس دفعہ ضرور شامل ہوں گی پلیز مجھے ویلکم کریں اگر مجھ سے کوئی دوستی کرنا چاہے تو ویلکم ہو کہتی اللہ حافظ۔

ایمان انور...... سرگودھا

آنچل رائٹرز اینڈ فیملی فرینڈز کے نام

کیسی ہیں سب آنچل فرینڈز سب کے بارے میں پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے اللہ ہم سب کے دلوں میں اسی طرح ایک دوسرے کی محبت اور خلوص رکھے آمین۔ سب کو خوش اور آباد رکھے رائٹرز میں نازیہ کنول نازی اللہ آپ کے والدین کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا کرے اور آپ کو صبر جمیل عطا کرے آمین۔ سب آپ کو مس کررہے ہیں اس کے بعد اقرا اسغیر احمد، عفت سحر اور ام طلحہٰ جی کو بھی مس کررہے ہیں کیونکہ ان کو کافی ٹائم ہوا کوئی ناول نہیں آیا اللہ ان سب کو لمبی زندگی اور صحت عطا کرے، اب گھر کی طرف آتی ہوں عمران بھائی سالگرہ کی بہت بہت مبارک ہو۔ ان شاء اللہ اگلے سال ہم آپ کی انیورسری منائیں گے اللہ آپ کو صحت و خوشی سے بھرپور زندگی عطا کرے سدرہ شادی کی بہت بہت مبارک ہو اللہ آپ کو خوش رکھے، آمین۔ نعمان آپ ہم سے ناراضی ختم کردو پلیز معافی آئندہ آپ کی کال ریسیو کروں گی وعدہ اور شاہ کی طرف سے آنچل فرینڈز سے درخواست ہے کہ پلیز ٹی وی شو گیم شو ایسے چلے گا میں عبدالباسط، میر حمنگی، حسین، لاریب اور چیمپئن لیگ میں سونو اور ملک کو ضرور ووٹ دیں۔ بشریٰ آپ کا بہت بہت شکریہ لیٹر پوسٹ کرانے کے لیے پیسے دیے اور اس بار میرے بھائی مسیح نے بھی آنچل میں خط لکھا ہے باقی ماریہ نذیر، مدیحہ نورین، شہرین اسلم، سعدیہ خان، عائشہ صدیقہ، صائمہ علی، ڈاکٹر زارا، حرا گل، سدرہ حورین، نجمہ نذیر، ام ایمن، ام حبیب، ام مروہ، نجم انجم اعوان، نورین انجم، پروین افضل شمر بگلزار، فائزہ شاہ، گلشن چوہدری، شاہ اور اقرا ناز، ش، حنیفہ، بشریٰ آپ سب کو سلام اور دعائیں۔

بشریٰ رضوان...... چوک شاہدہ، بہاولپور

فرینڈز اینڈ فیملی کے نام

آداب عرض ہے جناب سب سے پہلے تھینکس تو آنچل اینڈ آنچل اسٹاف آپ مجھ ناچیز کو اپنے پیارے سے آنچل میں جگہ دیتے ہیں فرینڈز کیسا لگ رہا ہے 2021 کیا کچھ نیا فیل ہورہا ہے کچھ چینج آیا لائف میں یا سب ویسا ہی ہے مجھے تو کچھ ایسا نہیں لگ رہا جیسا تھا سب ویسا ہی ہے بس تاریخ کے ہندسوں میں تبدیلی آئی آگے اللہ بہتر جانتے ہیں کیا ہے ہمارے لیے اس سال میں جنوری میں میرے پیارے اکلوتے بھانجے کی برتھ ڈے ہے سو ہیپی برتھ ڈے ٹو یو حسنین جانو جلدی سے آجاؤ ملنے سب لوگ آپ کو بہت یاد کررہے ہیں نسرین کیسی ہو بات ہی نہیں ہوپاتی تم سے صائمہ بھابی کبھی آپ بھی آجائیں ملنے اقرا جنوری میں آپ کی بھی برتھ ڈے تھی سو مئی مئی ہیپی ریٹرن

آف داؤ ے خوش رہو مگر اپنے خرچے پر جیب خالی کراؤ طارق کی۔ عاصمہ اینڈ آمنہ آپ دونوں کو شادی کی سالگرہ بہت مبارک ہو سوری لیٹ وش کرنے کے لیے۔ اللہ پاک آپ کی پریشانیاں دور فرمائے شاد و آباد رہو اپنے گھر میں فروری میں فوزیہ آپ کی فرسٹ اینورسری ہے پتا نہیں چلا پورا سال ہو گیا بہت مبارک ہو شادی کی پہلی سالگرہ جلدی سے میٹھے چاول کر سیلیبریٹ کریں گے آخر کامران بھائی نے اپنا وعدہ پورا کیا ہے خالہ یاسمین آپ کو بھی سالگرہ مبارک ہو اللہ آپ کو صحت والی زندگی دے میرے کزن رضوان کو منگنی مبارک ہو مٹھائی ادھار ہے جلدی سے تو کر دے لے کر آؤ سعدیہ حورعین یاد رکھنے کا شکریہ۔ سعدیہ بشریٰ تھینکس ماقرا تبارش، سعدیہ نبیلہ آنچل فرینڈ کو سلام۔

شہرین اسلم...... بہاولپور

عزیز دوستوں کے نام

میری طرف سے تمام قارئین اور رائٹرز کو پھولوں کی طرح مہکتا سلام پیش ہے امید ہے کہ سب بخیر و عافیت ہوں گے اور سردیوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے۔ دعا ہے کہ نیا سال ہم سب کے لیے خوشیوں اور کامیابیوں کی نوید بن کر آئے آمین۔ نور چوہدری بہنا پلیز آ جاؤ کدھر ہیں آپ "آئی مس یو آلاٹ" حرا غفور اور ایمن غفور کیسی ہیں آپ میری دعا ہے آپ ہمیشہ ہنستی مسکراتی رہیں آمین اور عروج فاطمہ شاہین کیسی ہو پیاری؟ بسم بشیر حسین کیسی ہیں آپ اور پلیز یہاں شامل ہوا کریں (اب ادھر تو بندہ رونے والا ایموجی بھی نہیں بنا سکتا کیا کرے؟) ملا بشیر کیسی ہو سسٹر؟ اور آپ کی ماما کی طبیعت کیسی ہے اب؟ ثمرہ گلزار آپ کیسی ہیں، طبیعت ٹھیک ہے فائزہ شاہ آپ پیاری سی دوست ہیں تو یاد تو کرنا تھا نا اللہ آپ کو خوش رکھے شانزے پرویز شانو، یہ دنیا ایسی ہے یہاں جب تک سر پر چھاؤں ہے تب تک سب آپ کے اپنے ہیں ویسے کوئی اپنا نہیں ہوتا سب مفاد پرست ہیں۔ اللہ آپ کے بابا کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ کو خوش رکھے، آمین۔ ڈیئر سسٹر گلشن چوہدری گل، پیاری سویٹ سی دوست کیسی ہو؟ پروین افضل شاہین، نورین انجم، نجم انجم، رقیہ ناز، ماریہ نذیر، نجمہ نذیر، ارم کمال، آپی کوثر خالد، زرتاب خان، مدیحہ نورین مہک، اقرا ممتاز، ڈاکٹر زہرا تعبیر، حسنیٰ شاہد، شہرین اسلم، بھائی اللہ رکھا سب کیسے ہیں دعا ہے کہ اللہ آپ سب کو خوش رکھے اور آنے والے سال میں مزید کامیابیاں اور ترقیاں عطا فرمائے آمین ثم آمین۔ باقی وقت تو گزر جاتا ہے لیکن اپنے ساتھ گہرے زخم چھوڑ جاتا ہے۔ کیونکہ گھڑی میں پھول کی جگہ سوئیاں ہوتی ہیں۔ اللہ حافظ فی امان اللہ۔

محبت کا دکھ بھی کتنا عجیب ہوتا ہے
ہونٹ مسکراتے ہیں آنکھیں برستی ہیں

عائشہ شکیل...... گوجرہ

مائی ہارٹ بیٹ سسٹر معظمہ کے نام

یکم فروری کو میری پیاری بہن کا برتھ ڈے ہے سو سب مل کے وش کریں گے ہیپی برتھ ڈے ٹو یو ہیپی برتھ ڈے تو سویٹ ہارٹ میری پیاری بہن بہت انوسنٹ ہے اللہ میری بہن کے نصیب اچھے کرے اور ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ طلحہ بھائی، طلال، اجمل علی بھائی اور آپی میرا مریم، ماریہ کی طرف سے جنم دن بہت بہت مبارک ہو۔

جب تو چلے تو زمین تھم سی جائے
جب تو ہنسے تو پھول کھل سے جائے
کیا دعا دوں تیری اس سالگرہ پر
جتنے آسمان پہ ہیں ستارے

اتنی خوشیوں سے تیری جھولی بھری جائے آمین۔ میں نے تو اتنا پیارا وش کر کے تمہیں گفٹ دے دیا ہے اب تم مجھے اکیلی کو پارٹی دے دینا بلا کر خود اپنے ہاتھوں سے بنا کر کچھ کھلا دینا مجھے پتا ہے میری بہن کو کوکنگ بہت اچھی آتی ہے۔ لو یو اینڈ مس یو۔

عظمیٰ بٹ...... سمندری

پیاری دوستوں کے نام

السلام علیکم! کیا حال ہے جی، سب پاکستان والو نیا سال کیسا گزر رہا ہے۔ دعا ہے کہ اللہ یہ سال سب کے لیے خوشیاں لے کر آئے، آمین۔ فائزہ شاہ میں نے تو آپ کو بہت یاد کیا اور آپ کا نام بھی لکھا۔ شکر ہے آپ واپس تو آئیں۔ شہزادی حفصہ مجھے آپ کی دوستی قبول ہے ویلکم۔ شانزہ جی بس اب ہم پھر آئے آپ کے کہنے پر، یہ بتائیں کیسا لگا۔ پروین افضل آنی ہمیں بھی بہت ناز ہے غیب الحسن کو بہت پیار، سعدیہ حورعین میری سویٹ فرینڈ اتنا غصہ وہ بھی مجھ معصوم پر۔ یار میں نے تو اتنی بات لکھی کہ حورعین حوری کہاں غائب ہو گئی ہے آپ، پچھ بار لگا کچھ بار میرا پیغام نہیں لگا آپ آنچل دیکھو لو مگر پچ میں بہت بار لکھا۔ آپ کہاں ہو مگر آپ کا خط نہیں لگا۔ حرا گل بالکل سچی بات ہے دل جڑے ہیں اس لیے سب سے محبت کے رشتے بن گئے لو یو تو ڈیئر سنزارا شکر ہے اتنے لمبے گیپ کے بعد آپ آ گئیں اور یار رزلٹ کا کیا بتاؤں کرونا کی وجہ سے چیکنگ بہت غلط ہوئی ہے۔ ہم میں 450 تھے اور اب دہم میں بھی اتنے ہی آئے ہیں۔ جبکہ اس بار پیپر بہت زیادہ اچھے ہوئے تھے مگر ایک ماہ میں سب چیکنگ ہوئی ہے تو ہماری بہت سی فرینڈز کے نمبر بالکل غلط آئے ہیں آپ بتاؤ زارا رزلٹ کیسا آیا ہے آپ کے کتنے مارکس آئے شہرین اسلم، سعدیہ خان، ماریہ

نذیر یاد رکھنے کا شکریہ اور سعدیہ چوہدری میری سسٹر کو ویلکم کرنے کا بہت شکریہ۔ مجم انجم آنی، نورین انجم، عائشہ شکیل، انجم زہرہ، حسنہ شاہد، کرن شہزادی، ورشا، ارم آصف، ثمر گلزار، ام ہانی، سونیہ اداس، کوثر آنی، فریدہ آنی، نور چوہدری آپ سب لوگوں کو سلام اور اللہ رکھا بھائی آپ کے ساتھ جو وہ والا حادثہ پڑھ کے بہت ہنسی آئی۔ میری مما بہت بیمار ہیں۔ چار مہینے سے پلیز سب سے گزارش ہے کہ میری مما کے لیے دعا کرنا کیا پتا کسی کی دعا کام آ جائے۔ اللہ تعالیٰ ان کا سایہ میرے سر پہ قائم رکھے، آمین۔ دعا کیجیے گا پلیز اللہ تعالیٰ سب کے والدین کو سلامت رکھے آمین۔ فی امان اللہ۔

گلشن چوہدری...... گجرات، چک محمود

آنچل کی پریوں کے نام

السلام علیکم! ہاؤ آر یو آنچل کی پریو آپ کی محفل میں آج ایک اور پری تشریف لا رہی ہیں۔ یہ پری تو آنچل سے پچھلے دس گیارہ سال سے وابستہ ہے مگر آنچل کی پریوں کی محفل میں آج جلوہ افروز ہوئی ہیں۔ امید کرتی ہوں سب ویلکم کریں گے آنچل کی نگری تو بہت ہی خوب صورت ہے میں بھی اس کا حصہ بننا چاہتی ہوں۔ میں آپ سب کے پیغام لازمی پڑھتی ہوں اور بہت خوشی بھی ہوتی ہے۔ میری بھی یہ خواہش ہے کہ میرے نام بھی کوئی پیغام لکھے مگر مجھے تو کوئی جانتا بھی نہیں اور نہ ہی کوئی فرینڈ ہے تو پھر کیا سوچ رہے ہیں آپ سب دوستی کی یا پھر تو سوچ کر بتائیں گے آپ اوکے جی ہم تھوڑا ویٹ کر لیتے ہیں۔ جہاں رہیں خوش رہیں۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا آپ سب کے جواب کی منتظر آپ کی پیاری۔

زہرہ فاطمہ...... نامعلوم

پیاری بجو زنیرہ کے نام

السلام علیکم! میری جان سے پیاری بجو کیسی ہیں، امید کرتی ہوں آپ اور میرے پیارے بھانجے طلحہ اور اویس خیر خیریت سے ہوں گے بجو آپ مجھ سے بہت ناراض ہو ناں تو میں نے سوچا آپ کو آنچل سے سوری کرتی ہوں پلیز بجو سوری معاف کر دو ورنہ مجھ معصوم کا دل ٹوٹ جائے گا۔ بجو آپ کو پتا ہے کہ میں آپ کی ناراضی برداشت نہیں کر سکتی سڈ یلی بجو آئی ایم سوری بجو ہمارا خون کا رشتہ تو نہیں ہے لیکن بجو مجھے کبھی بھی محسوس نہیں ہوا، آپ نے ہمیشہ مجھے اپنی سگی بہنوں کی طرح پیار دیا اور میرے ہر دکھ تکلیف کو سمجھا اور اپنے سینے سے لگایا اور ہمارا یہ رشتہ کبھی بھی نہیں ٹوٹنے کا ان شاء اللہ ہم ایسے ہی ایک دوسرے سے پیار کرتے رہیں گے بجو میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں۔ سچ بجو آپ مجھے بہت عزیز ہو (آئی لو یو ویری مچ) بجو زندگی میں مشکلات پیش آتی رہتی ہیں اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ ہم ایک دوسرے کو بھول جائیں یا دور ہو جائیں بجو ایسا میری طرف سے کبھی بھی نہیں ہوگا میں نہیں بھول سکتی آپ کو۔

قید کر دیا سپیروں نے سانپوں کو یہ کہہ کر
انسان ہی کافی ہے انسان کو ڈسنے کے لیے

بجو میں ہر تکلیف، ہر دور برداشت کر سکتی ہوں لیکن آپ کی جدائی نہیں آپ ایسے ہی ہمیشہ میرے ساتھ رہنا میری سوئیٹ بجو۔

چاہت بھی آپ سے ملی
راحت بھی آپ سے ملی
ہم سے کبھی روٹھنا مت
کیونکہ مسکراہٹ بھی آپ سے ملی

بجو جب آنچل میں آپ کو سرپرائز ملے گا تو آپ کے چہرے پر مسکراہٹ ضرور آئے گی اور آپ اپنی ساری ناراضی ختم کر کے مجھے ملنے ضرور آئیں گی کیونکہ میں جانتی ہوں آپ بھی مجھ سے بہت بہت پیار کرتی ہیں۔ بجو میری بہت سی دعائیں آپ کے لیے آپ اپنی فیملی کے ساتھ ہمیشہ خوش رہو۔

لکی کیا دعا دوں جو تیرے لبوں پر ہنسی کے پھول کھلا دے
میری دعا ہے خدا ستاروں سے روشن تری تقدیر بنا دے

اور میری پیاری سی بجو صبا میں آپ سے بھی بہت پیار کرتی ہوں آپ ناراض مت ہو جانا جتنا پیار بجو زنیرہ سے کرتی ہوں اتنا ہی آپ سے بھی کرتی ہوں آپ بھی مجھے بہت عزیز ہو۔ بجو دور ہو گئے ہیں آپ کو لاہور گئے پلیز جلدی سے چکر لگاؤ میں آپ کو اور کیوٹ سے بھانجے مصطفیٰ کو بہت مس کر رہی ہوں اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا اللہ حافظ۔

بی بی زہرہ عباس...... چک شیخو ڈنگہ

نیا سال اہل آنچل اور تمام قارئین کے نام

السلام علیکم! اما احما آپی امید ہے آپ آنچل کے تمام لکھنے والے اور تمام قارئین خیریت سے ہوں گے اور خوب سردیاں انجوائے کر رہے ہوں گے۔ اس بار اشاعت کا شاہکار آنچل بغیر دستک اطلاع اور انتظار کرائے اچانک نظر سے گزرا۔ ہمیشہ کی طرح سرورق بے حد اچھا لگا۔ سالہا سال سے آنچل کا قاری ہوں سب سے پہلے میری جانب سے تمام آنچل ٹیم، لکھنے والوں اور تمام قارئین کو نیا سال مبارک۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو نئے سال میں خوشیاں نصیب فرمائے اور خانہ کعبہ کی زیارت نصیب کرے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے کشمیری بہن بھائیوں کو آزادی نصیب فرمائے اور انہیں بھارتی ظلم و بربریت سے محفوظ رکھے اور بے حساب ولازوال خوشیاں نصیب فرمائے آمین۔ نیا

سال، نئے خواب، نئی خواہشیں آیئے دعا کریں یہ سال ہمارے لیے تبدیلیاں لائے، بہت سی خوشیاں لائے۔ آؤ اس سال عہد کریں کہ کسی کی دل آزاری نہیں کرنی اور پیار کی فضا قائم کرنی ہے۔ 25 دسمبر میری سالگرہ، اقبال بانو صاحبہ، نگہت غفار صاحبہ، حنا ارشد صاحبہ، صائمہ جبین مہک صاحبہ، عائشہ کنول صاحبہ، فرح دیباز گر صاحبہ، فرح حمید صاحبہ عائشہ یمین مہک صاحبہ، نسیم سحر آپ تمام احباب نے وش کیا بہت شکریہ۔ رضوانہ وقاص، فائزہ شاہ، فاخرہ صغیر، سحر تبسم، سحر شانزہ پرویز شانو، تبسم بشیر حسین، نور چودھری، میری نگارشات پسند کرنے کا شکریہ۔ اقراء جٹ، میسر انگزار سالگرہ وش کرنے کا شکریہ۔ فائزہ شاہ صاحبہ بہت بہت شکریہ۔ حوصلہ افزائی کرنے پر بس میرے قلم کا راز بہت لمبی داستان ہے۔ ان شاء اللہ اللہ نے چاہا تو ضرور ہوگی ملاقات میرا ارادہ ہے میں جلدی کراچی آؤں میری بہت وش ہے آنچل کے آفس جاؤں اور آنچل ٹیم خاص کر محترم طاہر قریشی صاحب سے ملوں سال نو جنوری کے آنچل پر ملا بشیر حسین، انجم زہرہ، فائزہ بھٹی، رضوانہ وقاص، ارم صابرہ، نوشین اقبال نوشی، شانزہ پرویز شانو، رقیہ ناز، حمیدہ چودھری، تبسم بشیر حسین، نور چودھری، سحر تبسم سحری، مہر مہری آپ سب نے خوب لکھا۔ آنچل کی پوری ٹیم اہل قلم اور آپ تمام قارئین کو اپنے حفظ وامان میں رکھے آمین۔

وقاص عمر ..... بنگر نو حافظ آباد

آنچل کی تمام پڑھنے والیوں کے نام

پیاری آنچل کی بہنوں میں ہوں فہمیدہ جاوید، بچے ہیں پانچ اور میاں ہیں ایک۔ پہلی بار آئی ہوں اور آپ تمام بہنوں سے دوستی کی خواہش مند ہوں، آنچل شروع سے پسند آتا ہے اور آپ تمام کو ہمیشہ سے مزے سے پڑھتی ہوں، اس قلم اور ان صفحات کے ذریعے ہم سب ایک دوسرے کو دیکھے بغیر انسیت رکھتے ہیں۔ ایک دوسرے کے لیے دعائیں کرتے ہیں اور غم میں غمگین اور خوشیوں میں خوش ہوتے ہیں اور رائٹرز کی کہانیوں کے ذریعے کرداروں کے ساتھ رہتے ہیں اور ہر جگہ گھومتے ہیں تو آپ تمام آنچل کی پڑھنے والیوں کو پیار اور دوستی کی دعوت۔ پیاری ماریہ نذیر، شانزہ شانو، تبسم بشیر و ملا بشیر، سحر نسیم و مہر نزاکت، پروین افضل شاہین، دلکش مریم، اقرا جٹ، فائزہ بھٹی، گلشن چودھری، مدیحہ نورین مہک، سباس گل، ارم کمال، نجم انجم اعوان، رقیہ ناز، ثمر ہگزار، خوشی سرانوالی، رضوانہ وقاص، میمونہ شیر دانی شاہ، کنول، انجم زہرہ، زہرا تعبیر، کوثر خالد، ثمینہ فیاض، لیلیٰ رب نواز، ماہم نور انصاری، کرن شہزادی، افشاں سراج، ام ہانی اور فائزہ شاہ اور دوسری تمام بہنوں سے دلی وابستگی رکھتی ہوں، آپ سب بھی امید کرتی ہیں میری دوستی قبول کریں گی کہ میں شاید بہنوں کی زیادہ تر کی آنٹی کہ میں ہوں 44 سال کی اور کچھ بہنوں کی بہنوں گی بہن ہاہاہاہا۔ جو میری ہم عمر ہیں تو آنچل کی پریوں جو دل کرے مجھے مخاطب کر لینا کیونکہ میں مذاق کا برا نہیں مانتی کوشش ہے کہ سب میری وجہ سے ہنستے رہیں تو آنچل کی پریوں ملاقات ہوتی رہے گی تم سب سے تو اس دعا کے ساتھ اجازت کہ اللہ ہم تمام کے مال، حال، عزت و رزق اور صحت میں برکت دے اور سب کو آباد وشاد رکھے آمین۔

فہمیدہ جاوید..... ملتان

پیارے دوستوں کے نام

السلام علیکم! امید کرتی ہوں آپ سب لوگ خیریت سے ہوں گے۔ پندرہ فروری کو میرے پیارے زندہ دل بھائی فیصل کا برتھ ڈے ہے سو ممی، ممی ہیپی ریٹرن آف دی ڈے، اللہ آپ کو ڈھیر ساری کامیابیاں اور صحت وتندرستی والی زندگی دے آمین، زارا پچیس کو آپ کا جنم دن ہے سو سالگرہ مبارک ہو بہت بہت! اللہ پاک آپ کو ڈھیر ساری خوشیاں دے اور نصیب اچھے کرے آمین۔ دو فروری کزن آسیہ آپ کو بھی سالگرہ مبارک! جن جن لوگوں کی فروری میں سالگرہ ہے سب کو ہماری طرف سے مبارک ہو، ہمیں تو کوئی وش کرنے والا نہیں، ارے ظالمو! ہمارا بھی سات فروری کو جنم دن ہے خیر کوئی بات نہیں۔ سب ہی پڑھنے والوں کو سلام۔ دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

عائشہ صدیقہ احمد زئی ..... اسلام آباد

کچھ اپنوں کے نام

السلام علیکم کیا حال ہے سب کا؟ امید ہے خیریت سے ہوں گے۔ اس بار میں کافی مہینوں بعد آنچل میں لکھ رہی ہوں قیصر آرا آنٹی کی رحلت کا جان کر بہت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے آمین، ڈاکٹر زارا تعبیر میں ٹھیک ہوں۔ آپ کیسی ہو؟ اور رقیہ ناز کیسی ہو؟ آپ کو فرسٹ اینورسری بہت مبارک ہو۔ ہمیشہ خوش رہیں۔ کنول ناز آپ کے بابا کی رحلت کا بہت افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور آخر میں مدیحہ نورین، فائزہ شاہ، ماریہ نذیر، رقیہ ناز، کنول ناز، شہرین اسلم، ام ہانی شاہد، شہزادی حفصہ، سونیا داس اور فرحانہ اسلم سب کو سلام اور دعائیں اور جن کے نام رہ گئے ان کو بھی سلام اور سب کو نیا سال مبارک ہو۔

عظمیٰ بتول..... تلہ گنگ

yaadgar@naeyufaq.com

یادگار لمحے

جویریہ سالک

حمد باری تعالیٰ

دل کا سکون حمد سے مشروط ہوگیا
ہر سو مرا معبود ہی معبود ہوگیا
ڈٹ کے کھڑا ہوا ہے باطل کے سامنے
بندہ خدا کا دیکھ لو مضبوط ہوگیا
ذکر الٰہی سے جڑی سانسوں کی ڈوریاں
پاکیزہ روح کا مالک یہ وجود ہوگیا
دنیائے دل فکر کی خرابوں سے دور ہے
کہتے ہیں لوگ بندہ یہ مخبوط ہوگیا
داستان عشق خدا کتنی حسین ہے
کھا کھا کے عشق کی ٹھوکریں مربوط ہوگیا
پکارا ہے جس نے دل سے رب کریم کو
اس کا جہان بھر میں نام ہوگیا
دونوں جہاں میں کوئی بھی اس کا نہ بن سکا
رب کے ذکر میں جو مخلوط ہوگیا
سدا نہ توڑنا تو حصار لا تقنطو
بندہ خدا کا مر گیا جو قنوط ہوگیا

سونیا محمد سردار...... فیصل آباد

کام کی باتیں

○ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ تعالیٰ کے یہاں سب سے زیادہ ناپسند آدمی وہ ہے جو سخت جھگڑالو ہو۔ (صحیح بخاری)

○ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی نماز عصر فوت ہو جائے، گویا اس کے اہل وعیال اور مال و اسباب سب لٹ گئے۔ (سنن ابن ماجہ)

○ پاکیزگی ہے اللہ کی اور اس کی تعریف کے ساتھ، جتنی اس کی مخلوق کی گنتی ہے اور جتنی اس کو پسند ہے اور جتنا اس کے عرش کا وزن اور جتنی اس کے کلمات کی سیاہی ہے۔ (صحیح مسلم)

اللہ رکھا چودھری...... ہارون آباد

خدا پر یقین

کبھی ہم نے سوچا ہے کہ ہمارے پاس اللہ کا دیا سب کچھ ہے۔ پھر بھی ہم بے سکون کیوں ہیں؟ ہماری زندگی کی معمولی سی پریشانیاں رات کو وبال جان بن کے نیند کیوں چھین لیتی ہیں؟ ہماری روح اتنی بے چین کیوں ہے؟ دراصل جس طرح جسمانی بیماری کے لیے دوا کی ضرورت ہوتی ہے اسی طرح روح کی بھی دوا ہوتی ہے اور اس کی دوا ذکر الٰہی اور اس کی ذات پر کامل یقین ہے۔ خدا کی ذات پر یقین رکھنے سے پرخار راستے بھی پھول بن جاتے ہیں۔ لہٰذا اپنا ایمان مضبوط رکھیں۔ چھوٹی چھوٹی پریشانیوں پر مت گھبرائیں اور یہ یقین رکھیں کہ اللہ کی ذات آپ کو تنہا نہیں چھوڑے گی۔ یہ کامل یقین ہی ہماری پرسکون زندگی کی ضمانت ہے۔

مریم منور...... سمندری

مرے چمن کی رونقیں

لوٹ آئیں اے مرے مالک وطن کی رونقیں
سال نو لے آئے پھر میرے چمن کی رونقیں
پیار کے نغموں کی ہو ہر سو صدائے دلنشیں
باغ میں ہوں جس طرح سرو سمن کی رونقیں

راؤ تہذیب حسین تہذیب...... رحیم یار خان

الفاظ

☆ الفاظ ہی سب کچھ ہوتے ہیں دل جیت بھی لیتے ہیں دل چیر بھی لیتے ہیں۔

☆ جسمانی امراض پرہیز سے جاتے ہیں اور روحانی امراض پرہیزگاری سے۔

☆ خوش ہونا ہے تو تعریف سنیے اور بہتر ہونا ہے تو تنقید سنیے۔

مدیحہ نورین مہک...... گجرات

سنہری الفاظ

☆ایک ہدایت یافتہ دانا کی دوستی میرے نزدیک بہتر ہے بجائے یہ اس کہ ستر سال بغیر ایسی دوستی کی عبادت کی جائے (حضرت یحییٰ معاذ الرازیؒ)

☆وہ انسان موت کے لیے تیار نہیں ہوا جسے یہ خیال ہو کہ وہ کل زندہ رہے گا۔ (حضرت سفیان ثوریؒ)

☆وہ کیا ہی بدنصیب انسان ہے کہ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے جانداروں پر رحم کرنے کی عادت پیدا نہیں کی۔

ارم آصف..... خان گڑھ

تعلق

☆تعلق بھی رزق کی طرح ہوتا ہے، بدنیتی آ جائے تو برکت ختم ہو جاتی ہے۔

☆ کسی مضبوط پہاڑ کا اتنا بوجھ نہیں ہوتا جتنا بے قصور پر تہمت لگانے کا ہوتا ہے۔

شازہ پرویز شانو..... ایبٹ آباد

سنہری باتیں

❖ماں باپ کے ساتھ آپ کا سلوک ایسی کہانی ہے جو لکھتے تو آپ ہیں مگر آپ کی اولاد آپ کو پڑھ کر سناتی ہے۔

❖خامیاں سب میں ہی ہوتی ہیں مگر نظر صرف دوسروں میں آتی ہیں۔

❖وقت، اعتبار اور عزت ایسے پرندے ہیں جو اڑ جائیں تو واپس نہیں آتے۔

❖اپنی آواز کے بجائے اپنے دلائل کو بلند کریں پھول بادل کے گرجنے سے نہیں بلکہ برسنے سے اگتے ہیں۔

❖رزق ہو یا محبت قدر نہ کرو تو خدا چھین لیتا ہے۔

فہمیدہ جاوید..... ملتان

منصب

ہم ویگن میں سفر کر رہے تھے ایک شخص ہم سے ہر اسٹاپ پر پوچھتا یہ کون سا اسٹاپ ہے۔ ہم جواب دیتے رہے ایک مرتبہ گاڑی ایک اسٹاپ پر رکی تو اس نے حسب معمول ہمارے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "یہ ساہیوال ہے؟" ہم جو اس کے بار بار سوال پوچھنے سے عاجز آ چکے تھے بولے "نہیں جی یہ ہمارا کاندھا ہے۔"

چودھری قمر جہاں..... ملتان

دودھ

اگر آپ کے معدے میں جلن ہے تو رات کے وقت ایک گلاس میں آدھا پانی اور آدھا دودھ بھر کر فریج میں رکھ دیں اور صبح جب اٹھ کر ٹھنڈا دودھ فریج سے نکال کر پینا چاہیں تو آپ کو معلوم ہو کہ وہ تو آپ کا چھوٹا بھائی پی کر اپنے دوستوں کے ساتھ میچ کھیلنے جا چکا ہے تو آپ کے معدے کی جلن ٹھیک ہو جائے گی۔ ہاں ہونٹوں پر جلن ہوگی تو بے شک خوب گرج برس لیں مگر دودھ تو گیا تو اب مسکرائیں کہ کوئی بات نہیں دودھ کون سا خالص تھا۔

پروین افضل شاہین..... بہاولنگر

ایثار

ترجمہ:۔

"بات یہ ہے کہ جو کوئی بھی اپنے نفس کے بخل سے بچا لیا گیا تو ہی لوگ کامیاب اور بامراد ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے ایثار کرنے والے انصار صحابہ کرامؓ اور جو لوگ اس عظیم کردار میں ان کے نقش قدم پر چلے ان سب کی تعریف فرمائی ہے۔

ایثار کیا ہے؟ ایثار کنجوسی کی ضد ہے کہ بندہ جس چیز کا خود محتاج ہوتا ہے وہی چیز وہ دوسرے کو دے دیتا ہے اور کنجوس آدمی جو چیز اس کے پاس نہیں ہوتی اس کا لالچ کرتا ہے اور جب مل جاتی ہے تو اس کے بارے میں کنجوسی کرتا ہے اور دوسرے کو دینے میں بخل کرتا ہے۔ بخیلی کنجوسی کا نتیجہ ہوا کرتی ہے اور کنجوسی بخیلی کا کام دیتی ہے۔

عثمان عبداللہ..... کراچی

پست کردار

ایسے لوگ جو اعلیٰ قابلیت رکھتے ہوئے بھی بد اطوار اور پست کردار ہوتے ہیں ان کی مثال ان گلی سڑی ہڈیوں کی سی ہے جو چاند کی روشنی میں چمک دمک کے ساتھ بدبو اور تعفن پھیلاتی ہیں۔

فریحہ شبیر..... شاہ نکدر

پیاری بات

زندگی میں ننانوے درست کام کرلو اور صرف ایک بار غلط کام کرلو تو لوگ تمہارے ننانوے درست کام بھول کر تمہارا ایک غلط کام پکڑیں گے اسی کو انسان کہتے ہیں۔

اگر ننانوے بار غلط کام کرلو اور صرف ایک بار توبہ کرلو تو اللہ تعالیٰ تمہارے ننانوے غلط کام درگزر کر کے تمہارا ایک اچھا کام قبول کرے گا اسی کو رحمان کہتے ہیں۔

شہرین اسلم ...... بہاولپور

اچھی باتیں

ہر عمل سوچ سمجھ کر کرنا چاہیے کیونکہ اس کا انجام اس عمل میں چھپا ہوتا ہے جیسے بیج میں پودا۔

لوگ بیماری کے ڈر سے کھانا پینا چھوڑ سکتے ہیں مگر عذاب کے ڈر سے گناہ کرنا نہیں چھوڑتے۔

موت انسان کو ایسے تلاش کرتی ہے جیسے انسان رزق تلاش کرتا ہے۔

نماز انسان کے گناہ اس طرح دھو ڈالتی ہے جیسے پانی میل کچیل کو۔

حسد دل کی سب سے بڑی بیماری ہے نیکی کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ ایندھن کو۔

اگر کسی کو خوشی نہیں دے سکتے تو اس کو دکھ بھی مت دو۔

اگر عزت پانا چاہتے ہو تو دوسروں سے اخلاق سے پیش آؤ۔

بشریٰ رضوان ...... چوک شاہدرہ، بہاولپور

سمجھ لو

نہ اتنا میٹھا بنو کہ لوگ تمہیں نگل لیں، نہ اتنا کڑوا بنو کہ لوگ تمہیں تھوک دیں۔

اللہ تعالیٰ کی اتنی عبادت کرو جتنا تم اس کے محتاج ہو۔

آخرت کی اتنی ہی تیاری کرنا جتنا تمہیں وہاں جا کر رہنا ہے۔

گناہوں پر اتنی جرأت کرنا جتنا جہنم کی آگ میں جلنے کا حوصلہ ہو۔

رافیہ کنول ...... دائرہ دین پناہ

اور سنو

دلہا! آج سے تم میری زینت ہو، تبسم ہو، تمنا ہو، آرزو ہو۔

دلہن شرما کر! آج سے آپ بھی میرے خالد ہو، طارق ہو، عثمان ہو، عمران ہو۔

ثناء خان ...... ہری پوری

مطلبی

اسٹوڈنٹ! مس آئی لو یو کا مطلب کیا ہے؟

ٹیچر! میں تم سے پیار کرتی ہوں۔

اسٹوڈنٹ! مس میں نے تو صرف مطلب پوچھا تھا اور آپ تو فری ہو گئیں۔

زویا خان بنگش ...... پنڈی

یقین، بھروسہ اور امید

ایک دفعہ گاؤں کے لوگوں نے اکٹھے ہو کر بارش کے لیے دعا کرنے کا فیصلہ کیا دعا کے دن سب لوگ اکٹھے ہوئے اور صرف ایک بچہ چھتری لے کر آیا۔

"یہ ہے یقین"

جب آپ کسی بچے کو اٹھا کر ہوا میں اچھالتے ہیں تو وہ ہنستا ہے روتا نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے آپ اسے پکڑ لیں گے گرنے نہیں دیں گے۔

"یہ ہے بھروسہ"

ہر رات جب ہم سونے کے لیے بستر پر جاتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ ہم اگلی صبح تک زندہ بھی ہوں گے یا نہیں مگر پھر بھی الارم لگاتے ہیں اگلی صبح کا۔

"یہ ہے امید"

شہزادی فرخندہ ...... خانیوال

راز

مشہور فلسفی ابن طفیل نے خوش ہو کر لوگوں کو بتایا "اے لوگوں میں نے وہ راز پالیا ہے جس سے انسانی معاشرہ خوش و خرم رہ سکتا ہے" ایک دوست نے دریافت کیا "وہ کس طرح"

ابن طفیل نے جواب دیا کہ کائنات کی ہر چیز دوسروں کے لیے ہے درخت اپنا پھل خود نہیں کھاتا، دریا اپنا پانی خود نہیں پیتا یہ بہاریں یہ برساتیں یہ نغمے سب کے سب دوسروں کے لیے ہیں وہی زندگی اچھی ہے جو دوسروں کے لیے ہے اور اسی زندگی کی بدولت معاشرہ خوش و خرم رہ سکتا ہے۔

سعدیہ حورعین حورکی ..... بنوں، کے پی کے

بھری پڑی ہے (اہل دانش)

+ اپنے آپ کو سب سے عقل مند اور لائق آدمی تصور کرنا خطرناک غلطی ہے (اہل فکر)

جاذبہ ضیافت عباسی ..... (دیول) مری

انوکھے رشتے

ہمارے بہت سے رشتے ہیں جنھیں ہم یا تو نظر انداز کرتے ہیں یا ہمیں ان کی قدر نہیں ہوتی جبکہ سب رشتوں کی اپنی اہمیت ہوتی ہے اور ہمیں سب کو توجہ دینی چاہیے۔

دوستی:۔

دوستی وہ رشتہ ہے جو خون سے نہیں بلکہ دل سے بنتا ہے۔ احساس، اعتبار اور وفا اسے قائم رکھتے ہیں دوست ہمارے دکھ اور خوشی کو دل سے محسوس کرتے ہیں۔

ماں باپ:۔

ماں باپ ایسے رشتے ہیں جن کے بنا ہمارے دل اور گھر دونوں ویران ہیں۔ ماں باپ صرف اپنے والدین کو مت سمجھو بلکہ ساس سسر بھی ہمارے والدین ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تمہارے تین والدین ہیں۔

ایک وہ جنھوں نے آپ کو جنم دیا، دوسرے ساس سسر اور تیسرے وہ جنھوں نے آپ کو علم دیا۔ یعنی تمہارے استاد۔

کبھی کبھی انسان ایسے حالات سے گزر رہا ہوتا ہے کہ اسے دکھ بانٹ لینے کے لیے اپنی ذات ناکافی لگتی ہے کبھی یہ رشتے پھوار کی صورت ہم پر برستے ہیں رشتہ خون سے نہیں دل سے بنتا ہے اور یہ رشتے ہی ہوتے ہیں جن کی محبتیں ہمیں بکھرنے نہیں دیتیں اگر کبھی رشتوں کی بقا کے لیے جھکنا پڑے تو جھک جانا چاہیے کیونکہ صراحی سرنگوں ہو کر بھرا کرتی ہے پیالے۔

کنول ناز ..... حاصل پور

عورت

ماں کے روپ میں باعث جنت، بیٹی کے روپ میں باعث رحمت، بہن کے روپ میں باعث عزت اور بیوی کے روپ میں باعث سکون ہے۔ عورت ایک سمندر ہے جس کی گہرائی ناپنا مشکل ہے ایک ایسی کتاب ہے جس کا ہر صفحہ نئے رنگ کا ہوتا ہے چاردیواری کی زینت ہے نہ کہ بازار کی۔ جس سے پیار کرتی ہے اس پر جان بھی وار دیتی ہے۔ عورت کا دل ایک ایسی چٹان ہے جسے سمندر کی موجیں بھی نہیں توڑ سکتیں۔ عورت کی ہمت اور حوصلہ کا کوئی جواب نہیں وہ ہر طرح کے حالات میں خود کو محفوظ رکھتی ہے کوئی بھی پریشانی ہو کیسے بھی حالات ہوں مگر وہ ان کا بہت حوصلہ سے مقابلہ کرتی ہے۔ عورت کی ذرا سی مسکراہٹ بہت سے دکھ کو مٹا دیتی ہے۔

عورت کی عظمت کو سلام۔

نصرت عارف ..... واربرٹن

قیمتی موتی

+ اس قرآن کا مقصد لوگوں کو سمجھانا ہے لیکن ہدایت و نصیحت تو اس سے وہی لوگ پکڑتے ہیں جن کے دل میں خوف خدا ہو۔ (احکام خداوندی)

+ مومن کی زبان دل سے پیچھے رہتی ہے یعنی جب بولنا چاہتا ہے تو دل میں سوچ لیتا ہے۔ (ارشاد نبویؐ)

+ بادل کی طرح رہو جو پھولوں کے ساتھ کانٹوں پر بھی برستا ہے (خلیفہ مامون رشید)

+ خالی پیٹ شیطان کا قید خانہ اور بھرا پیٹ اس کا اکھاڑہ ہے (خواجہ حسن بصری)

+ جفاکشی کے سمندر کی تہہ کامیابی کے موتیوں سے

aayna@naeyufaq.com

شہلا عامر

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے بابرکت نام سے ابتدا ہے جو بڑا مہربان، نہایت رحم کرنے والا ہے۔ سال ۲۰۲۱ء میں بھی کرونا وائرس کا خاتمہ نہیں ہوا بلکہ دنیا کے بہت سے ممالک میں یہ مزید شدت کے ساتھ حملہ آور ہوا ہے لہٰذا اس موذی وائرس سے بچاؤ کے لیے ہمیں احتیاط کرنا ہوگی۔ اب بڑھتے ہیں قارئین کے تعریفی اور تنقیدی تبصروں کی جانب۔

ماہنور ملک ..... کوٹلہ۔ السلام علیکم تمام امت مسلمہ کو، اس دفعہ آنچل چوبیس تاریخ کو پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ ورنہ تو آنچل دو تاریخ کو پڑھنے کو ملتا ہے۔ جس وجہ سے میں خط نہیں لکھ سکتی اگر رسالہ ایک یا دو کو ملے تو خط ڈالنے کے لیے کوئی بھی موجود نہیں ہوتا کیونکہ بھائی اور ابو تو باہر ہوتے ہیں اور اکیس سے تیس تک اگر امی کا بازار کا چکر لگے تو میں رسالہ لازمی منگواتی ہوں اور جب سودا لینے امی کے ساتھ بازار جاتی ہوں تو خط ڈال کر آتی ہوں۔ اب چلتے ہیں آنچل کی جانب تو ماڈل حیا خان نئے سال کی مبارک باد اتنی افسردگی سے دے رہی تھی اگر ہنس کے مبارک دیتی تو اور زیادہ پیاری لگتیں (کوئی شک نہیں آپ واقعی پیاری ہیں) آپ کو سردی نہیں لگ رہی اس دفعہ تو کراچی میں کافی ٹھنڈ ہے۔ ''سرگوشیاں'' پڑھیں مدیرہ آپی بھی نئے سال کی مبارک باد دے رہی تھیں۔ میری طرف سے بھی تمام قارئین کو نیا سال مبارک ہو اور اللہ اس موذی مرض کرونا کو بھی جلد ختم کردیں اور ہمارے گناہوں کو معاف کردیں بے شک اللہ توبہ قبول کرکے اپنے بندے کو معاف کردیتا ہے۔ (بس توبہ کی ہو) اب آگے لکھنے کی طرف بڑھتے ہیں۔ آپی سیمارضا کو خوش آمدید کہتے ہیں اور آپی اقرا صغیر احمد کو بھی خوش آمدید کہتے ہیں ان کی کہانیاں سبق آموز ہوتی ہیں۔ ہمارا انتظار ختم ہوا۔ ''حمد ونعت'' پڑھنے سے دل کو سکون ملتا ہے پھر ملاقات ہوئی آپی رضوانہ وقاص اور کومل رباب سے مل کر اچھا لگا۔ ''اسیر محبت'' بشریٰ ماہا نے زبردست کہانی لکھی مجھے خود وہ وشہ بالکل پسند نہیں۔ ایک کپل خوش ہے تو دوسرا اتنا خوش لیکن خوش کپل بھی اجڑ جاتا ہے اور کیا کہنے اسفند کی محبت واہ اسی محبت کو اصل محبت کہتے ہیں کہ جس سے محبت ہو اور وہ نصیبوں میں نہ بھی ہو لیکن دل سے سچی دعا نکلے اس کو محبت کہتے ہیں واہ۔ ''سلوک کا اجر'' زبردست ہر مرد کو عورت کو عزت دینی چاہیے کیونکہ ہر گھر میں عورت، ماں، بہن، بیوی اور بہو کی صورت میں موجود ہوتی ہے گھر کی عورتوں کی عزت کریں گے تو باہر بھی عزت دیں گے اور معاشرے میں اچھے انسان کہلائے جائیں گے۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' ہم آپ کے ساتھ ہیں آپی لیکن امید یہی ہے کہ زندگی کے کسی نہ کسی مقام پر شجر کو موحد کی محبت ضرور ملے گی۔ آپی عبدالحنان کو یشرہ سے جدامت کیجیے گا۔ اجلال اور آمنہ کی شادی جب عنایت بی کو پتا چلے گا کہ آمنہ شائستہ اماں کی پوتی ہیں تو وہ ٹھیک اور خوش دونوں ہوجائیں گی۔ آپی ملیحا کی خالہ اور عبدالمعید کے بارے میں بھی لکھیں کہ ان کا کیا بنا ایسا تو ہونا تھا۔ ہما آپی کی کہانی بھی اچھی تھی۔ وصی نے اچھا کیا اپنی بیوی کو گناہ گار ہونے (نکاح پر نکاح) سے بچالیا اور صفی نے بھی بہت اچھا کیا سیکھا یعنی (مریم) سے شادی کرکے۔ پورا آنچل محبت سے گندھا ہوا ہوتا ہے۔ ''اکائی'' میں تو پڑھ پڑھ کے تھک گئی ہوں اب آگے بھی لکھیں آپی کیا بنے گا ان سب کا پچھتانے سے پہلے اللہ سب کو فرح جیسی دوست اور اشعر جیسا صبر دے، آمین۔ ''کیا کھویا کیا پایا'' عافیہ نے اپنی بیٹی صدف کو معاویہ سے بچالیا ایک ٹھوکر سے انسان سیکھ لیتا ہے اور کئی نسلوں کو بچالیتا ہے۔ ''گل ریز'' صبا ایشل آپی اب بھی آپ نے گہرا اور منفرد لکھا زبردست (واہ واہ) ''بیاض دل'' میں نورین انجم اعوان، عائشہ شکیل، شگفتہ خان، پروین افضل شاہین، کلثوم وزائچ، ارم ناصر، دانیہ آفرین، ایمن، رضوانہ وقاص، نجم انجم اعوان، فیاض اسحاق، مسز پروین اختر، وقاص عمر آپ بھی آئینہ میں شرکت کیا کریں۔ آپ کا ہر شعر زبردست ہوتا ہے۔ عائشہ صدیقہ احمد زئی، ماہ جبین خان، مدیحہ نورین، ہالہ سلیم، سدرہ شاہین، عائشہ پرویز، امبر گل اور ارم کمال کے شعر زبردست۔ ''ڈش مقابلہ'' میں سب اچھی

تھیں۔ ''نیرنگ خیال'' اس دفعہ دسمبر کے حوالے سے شاعری، غزلیں اور نظمیں سب کمال کی تھیں۔ نیئر رضوی، شانزے پرویز شانو، ایم فاطمہ سیال، مدیحہ اکرم کشش، ارم ریاض، مدیحہ نورین مہک اور انعم زہرہ کی شاعری بھی اچھی لگی۔ ''یادگار لمحے'' سب نے خوب کمال کا لکھا۔ ''ہم سے پوچھیے'' شمائلہ کاشف کرارے کرارے جواب دیتی ہیں۔ اللہ سب کو صحت عطا کرے، آمین۔ آخر میں رمشا اور ارم آصف کو نئے گھر کی مبارک باد قبول کیجیے گا۔ آپ دونوں میں بڑی کون سی آپی ہیں۔ شانزے پرویز شانو مجھے بھی ایبٹ آباد کی خوب صورت وادیاں بہت پسند ہیں۔ جیسے آپ ایبٹ آباد کی کہانی پہ جھوم اٹھتی ہیں۔ ویسے ہی میں بھی بھی ایبٹ آباد کی وادیوں کے خوب صورت نظاروں میں کھو جاتی ہوں۔ ظہیر ملک بھیا بھائی کو ڈائمنڈ کی انگوٹھی گفٹ کیجیے گا۔ میرا تبصرہ پسند کرنے کے لیے اللہ رکھا بھیا کا شکریہ۔ آپ کا جنوری کا تبصرہ وریری فٹ آپ پیچھے ہی بھول گئے کمال کیا اور اللہ سے دعا ہے کہ آپ کے دوست کا موبائل مل جائے آمین۔ نجم آپی آپ اور نورین کا کیا تعلق ہے ماں، بیٹی کا یا بہن کا (بتایئے گا ایک جیسا نام ہے، انجم اعوان اور دونوں کراچی سے ہیں اس لیے پوچھا ہے آنٹی جی) اور ہاں جی میں ریڈیو بہت شوق سے سنتی ہوں اور دن ورات سنتی ہوں لیکن کچھ دنوں سے اداس ہوں کیونکہ ایف ایم 101 کی شان ڈی جے عمران علی مانی کرونا کا شکار ہیں۔ سب سے دعا کی اپیل ہے کہ وہ بالکل ٹھیک ہو جائیں۔ پاکستان کے ڈی جے مانی کا شعر دشمنوں کے نام۔

قسم ارض پاک کی اے کافر
تو میلی آنکھ تو ڈال
تیری آنکھیں نہ نوچ لوں
تو کافر کہنا

اب تھک گئی ہوں مہربانی کر کے میرا خط لازمی شائع کیجیے گا بڑا دکھ کے ردی کی ٹوکری کی نذر مت کر دیجیے گا۔ ہاہاہا۔ زندگی رہی تو پھر کبھی ملاقات کریں گے۔ اللہ پاک مقبوضہ کشمیر، فلسطین، شام، عراق اور برما کو آزادی جیسی دولت سے نوازے آمین۔ آپ کا اور میرا اللہ نگہبان و مہربان ہم نہ ہوں گے کوئی ہم سا ہوگا۔

☆ پیاری ماہرہ! ہم تو یہاں سے وقت مقررہ پر پرچا ایجنسی کو ارسال کرتے ہیں، اب آپ تک پرچا دیر سے کیوں پہنچتا ہے یہ وجہ جاننے سے ہم قاصر ہیں۔ آپ ادارے سے پرچا منگوالیا کریں، گھر بیٹھے مل جائے گا، بس ایک بار ڈاک خرچ کی زحمت برداشت اٹھانی پڑے گی۔

فہمیدہ جاوید...... ملتان۔ پیاری شہلا اور آنچل پڑھنے والی تمام میری بہنوں اور تمام بیٹیوں کو پیار بھرا سلام، بہنیں اس لیے کہا کہ بہت سی میری ہم عمر ہوں گی اور بیٹیاں اس لیے کہ میں بھی جوان بچوں کی ماں ہوں تو تمام نو عمر بچیاں میری بیٹیاں ہی لگتی ہیں۔ پہلی بار آئی ہوں اس محفل میں اور اگر آپ سب کے دلوں میں جگہ بنا سکی تو ہر ماہ آؤں گی اور تمام سلسلوں میں شرکت بھی کروں گی اگر آپ نے حوصلہ افزائی، تنقید کی کہ بھئی مثبت تنقید بھی ضروری ہے۔ چلیں تبصرہ کرتی ہوں تو نئے سال کے شمارے کا سرورق بڑا حسین تھا مگر ماڈل کا ڈریس پیارا اور مہنگا اور میری رینج سے باہر جبکہ زیورات بھی قابل توجہ تھے (اب سالگرہ نمبر میں لازمی مکمل دلہن دینا) کہ دلہن سالگرہ نمبر میں اچھی لگتی ہے۔ اقرأ کے نئے ناول اور سیمارضا کی آمد پڑھ کر زور سے ہنسی بھی آئی اور خوشی بھی کہ سے کہ بیٹے بھی حیرانی سے دیکھنے لگے۔ ''در جواب آں'' میں سعیدہ نے جواب دے کر دل خوش کر دیا۔ بہت اچھا لگتا ہے جب ہمیں اس عمر میں بھی مدیرائیں پیاری کہتی ہیں یہ تو مان اور لگاؤ ہوتا ہے اور احساس کے چند الفاظ کسی کا دل خوش کر دیتے ہیں چاہے وقتی طور پر ہی سہی، ہاہاہا۔ ام ایمان قاضی کا ناول میرا پسندیدہ ہے۔ اچھا لگا کہ ثمر نے حقیقت کو قبول کیا اور موحد کے لیے جدائی میں پاگل نہ ہوئی آیت کو تو دل کرتا ہے جو ہے ماردوا کسی چیز میں ڈال کر کھلا دوں کہ تنگ کر کے رکھا ہے سب کو خفیہ طور پر۔ ''اکائی'' بھی منفرد اور تاریخی کہانی ہے اور موضوع سے بھرپور انصاف کیا ہے۔ عشنا نے کہ ایسی کہانیاں آج کی نسل کی ضرورت ہیں کہ یہ ملک کیسے حاصل ہوا۔ بس اب جلدی سے فاطمہ اور وقار کے ولیمے اور آیت جہانگیر کے نکاح کا کھانا کھالیں ہم سب کو بے چینی سے

انتظار ہے۔ جنت کو عقل آ گئی اچھا ہے۔ عشنا، ''شمع کوئے جاناں'' ابھی تک یاد ہے مژگان بس اگلی بار بھی تم جلدی آنا۔
افسانہ ''سلوک کا اجر'' مختصر ترین مگر سبق آموز اور کاش آج کے مرد بھی سبق حاصل کریں اور نگاہوں کی حفاظت جبکہ دوسرا افسانہ اداس کر گیا پتا نہیں کیا مزہ آتا ہے گھر سے بھاگنے میں مگر اینڈ میں بیٹی کے لیے جو مثبت پیغام تھا وہ اچھا لگا۔ سلمٰی فہیم کا مکمل ناول بس ٹھیک تھا اور یہ ناولٹ ہوتا تو زیادہ ٹھیک ہوتا کہ بے جا طوالت لگی۔ چلو اینڈ میں اشعر اور ایمان ایک ہو گئے یہ تو مجھے شروع کے صفحات پڑھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ کوئی سسپنس نہیں تھا۔ ''اسیر محبت'' میں بشریٰ نے زبردست لکھا۔ شفا کی محبت اسے کیسے ملی اور حالات زبردستی کی شادی کے بعد مگر اینڈ میں ٹلن ہوا۔ مجھے اسفند کے لیے افسوس ہو رہا تھا کہ اکیلا رہ گیا کیونکہ سارا کا بھی ہم۔ کاش شفا اسفند کے ساتھ شادی کر لیتی تو میرے دل کو چین آ جاتا۔ ''ماہا عمر'' کی تحریر میں مہک کا اسلام قبول کرنا اچھا لگا جبکہ کنزیٰ کی اپنے شوہر کے ساتھ ہیپی اینڈنگ (ویسے ہر تحریر میں ہی ہیپی اینڈنگ ہی ہو رہی ہے ایسا بھی نہیں ہونا چاہیے ورنہ یکسانیت آئے گی۔ ''گل ریز'' میں نین سکھ کو چہرے پڑھنے آتے ہوں گے یہ ہی راز ہوگا شاید جو ہیرو بتائے گا پھر وہ لوگوں کی مدد کرے گی اور پھر ہیروئن اور ہیرو کا ملن ہوگا اور کہانی ختم ہو جائے گی۔ خیر صبا کی یہ تحریر بھی منفرد ہونے کی وجہ سے پسند آ رہی ہے۔ اشعار میں ارم ناصر، ام ہانی، ارم کمال اور نمرہ نعیم اور سب نے ہی اچھا لکھا۔ نظم اور غزل میں مدیحہ نورین مہک، ارم کمال، فائزہ شاہ، شمع مسکان اور انجم زہرہ کی نظم زیادہ پسند آئی جبکہ غزلیں مجھے پسند نہیں بس نظمیں ہی پسند ہیں۔ ''دوست کا پیغام آئے'' والے کالم میں تو کبھی مجھ سے بھی سب باتیں کرو۔ ''یادگار لمحے'' میں ویسے تو سب اچھے تھے مگر پروین افضل کا لطیفہ اچھا لگا۔ پروین تم ہمیشہ ہمیں ہنساتی ہو اللہ تمہیں بھی آباد و شاد رکھے اور تمام کو بھی۔ ''ہم سے پوچھئے'' میرا پسندیدہ سلسلہ ہے آنچل کا اور شمائلہ تم سے کوئی بھی جیت نہیں سکتا ہم ہار مانتے ہیں واہ کیا جواب دیے تم نے ارم کمال کا جواب نمبر پانچ، نجم انجم کا لنڈے بازار والا جواب، ارم ناصر کا جواب نمبر دو، مشال خان کا جواب نمبر ایک، ام ہانی کا پہلا اور آخری اور ماریہ نظیر کے تمام جوابات مجھے بہت ہی پسند آئے جو ماریہ نے پوچھے سسرال والے اور تم نے دیے اور دو یا تین بہنوں کے سوالات و جوابات پسند نہیں آئے۔ شمائلہ جی اب کیا ہے بتا بھی دو کتنے من بادام کھاتی ہو؟ میں بھی آؤں کی تم سے دو دو ہاتھ کرنے۔ ''آئینہ'' پڑھنے میں اتنا مصروف تھی کہ گرم گرم چائے کے مگ کی قربانی دینا پڑی ایسا ہوا کہ میں نے کپ رکھا کرسی پر اور خطوط پڑھنے لگی کہ اچانک ایک مکھی بہن آئیں اور دسمبر کی سردی سے بچنے کے لیے انہوں نے گرم گرم چائے والے مگ میں ڈبکی لگا دی اور تیراکی میں مشغول ہو گئیں خیر میں نے بھی تیراکی میں خلل نہ ڈالا اور چائے کو قربان کر کے خطوط ہی پڑھتی رہی۔ ویسے ''آئینہ'' میں اب لڑکے بھی آ گئے حیران کن بات ہے بھئی۔ آداب محفل کا بس خیال رکھا جائے۔ اب اجازت اللہ حافظ۔

☆ پیاری فہمیدہ! پہلی بار شرکت پر خوش آمدید۔ تبصرے سے لگتا نہیں ہے کہ پہلی بار آئی ہو اب بچوں کا بہانا بنا کر غائب مت ہو جانا، آتی رہنا۔

بشریٰ رضوان..... بھلوال ۔السلام علیکم! آنچل اسٹاف اور تمام پڑھنے والوں کے لیے ڈھیر ساری دعاؤں کے ساتھ میں ایک بار پھر حاضر ہوں۔ امید ہے اس بار میرا خط شائع ضرور ہوگا سب سے پہلے تو اس بات کا افسوس ہے کہ ہمارے پیارے آنچل اسٹاف اور رائٹرز کو کس کی نظر لگ گئی ایک کے بعد ایک کی موت کی خبر سننے کو ملتی ہے پہلے قیصر آرا جی کا دکھ اس کے بعد شاہینہ چندا مہتاب جی کا پڑھ کر افسوس ہوا اللہ آپ سب کی عمر دراز کرے، آمین۔ ''سرگوشیاں'' ''حمد و نعت'' پڑھ کر اچھا لگا۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' جیسی امید تھی وہی ہوا مگر پلیز شجر اور موحد کو ملوا دیں اس بار ''اکائی'' سمجھ سے باہر تھی مکمل ناول ''اسیر محبت'' بشریٰ ماہا جی کا بہت زبردست تھا مگر عشنا کو اسفند کی ہی ہیروئن بنانا باقی پورا آنچل ہی زبردست تھا ٹائٹل گرل کی نوز پن بہت خوب صورت لگی سب سے پہلے آنچل کھول کر دیکھا تو دکھ ہوا کہ ہمارا خط موجود نہیں تھا ہر بار سب کا ہوتا ہے مگر ہمیں اگنور کر دیا جاتا ہے ہمیں دکھ ہوتا ہے امید ہے اس بار خط شائع ضرور ہوگا۔ اب اجازت اللہ حافظ۔

شیر زمان فاطمہ..... ایبٹ آباد ۔السلام علیکم تمام آنچل اسٹاف اور قارئین کو محبتوں بھرا اسلام، تمام

دوستوں کو نیا سال مبارک ہو میری تہہ دل سے اس سال کے لیے دعا ہے کہ سب خوش اور امن سے رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے وطن کو کرونا جیسی بیماریوں سے محفوظ رکھے (آمین) سرورق حیا خان سفید لباس میں اچھی لگ رہی تھی مگر آنکھوں میں حیا کی کمی تھی (ہاہاہا) باقی آنچل کے تمام سلسلے بہترین ہیں سرگوشیاں، آئینہ، دوست کا پیغام، نیرنگ خیال سب بہت اچھے سلسلے ہیں پھر سب سے گڈ "یادگار لمحے" اور "بیاض دل" ہیں ناول "اسیر محبت" بشریٰ آپی نے اچھی کہانی لکھی تھی شاعری زبردست تھی مگر ایک بات عجیب لگی کہ عشفا جب کہ اتنا وقت گھر سے لاپتا ہونے کے باوجود وہ گھر آئی تو باپ (ارسلان احمد) نے پہلی نظر میں ہی معاف کردیا دیٹس ناٹ ریالٹی۔ اسفند کی محبت لاجواب تھی ام ایمان آپی کا ناول "سانسوں کے اس سفر میں" بس آیت کے انجام کا انتظار ہے اور بہت جلد ہی آیت کا پردہ فاش ہو جائے گا کیا سین ہوگا میں تو تالیاں بجاؤں گی (ڈونٹ مائنڈ) عشنا کوثر آپی "اکائی" ناول بہت لمبا ہوگیا ہے آپ اتنا کیسے لکھ لیتی ہیں بس اب وقار اور فاطمہ کو ملادیں اتنی سزا کافی ہے۔ صباء ایشل آپی اچھا لکھتی ہیں مگر ابھی ناول "گل ریز" نہیں پڑھا دو تین قسطیں ایک ساتھ پڑھوں گی۔ افسانہ "کیا کھویا کیا پایا" بہت اچھا سب سے بہترین افسانہ تھا بہت سبق آموز اللہ تعالیٰ آپ کو مزید ترقی دے آمین۔ افسانہ "سلوک کا اجر" مہرین آپی آپ کا تو نام ہی بیسٹ ہے (مہرین) افسانہ بھی بہت اچھا تھا جیسا کرو گے ویسا پاؤ گے آپ نے ایک اہم پوائنٹ پہ لکھا اچھا لگا آخر میں ایک شکایت ہے کہ میں نے اس سے پہلے چار دفعہ خط لکھا پر وہ شائع نہیں ہوا پلیز اس دفعہ ضرور شائع کریں میں نے بہت محنت سے ایک کہانی لکھی ہے جسے میں آنچل کی زینت بنانا چاہتی ہوں مگر آپ کی اجازت درکار ہے تو کیا اجازت ہے؟ ہمارے علاقے میں آنچل بہت دیر میں آتا ہے وقت پر ملتا ہی نہیں اس لیے باقی ناول وغیرہ پر تبصرہ نہیں کرسکتی کیونکہ ابھی پڑھے ہی نہیں اسی دعا کے ساتھ اجازت چاہوں گی اللہ حافظ۔

☆ پیاری فاطمہ! آپ کی ڈاک وصول ہی تاخیر سے ہوتی تھی اس وجہ سے تبصرہ شامل نہیں کرسکے۔ آپ اپنی تحریر ارسال کردیں پڑھ کر بتائیں کہ قابل اشاعت ہیں یا ناقابل اشاعت۔

ام ھانی راجپوت...... ڈگری۔ پیارے سے آنچل کو نئے سال کا پہلا سلام دعا ہے کہ نیا سال سب کی زندگی میں خوشیاں لائے آمین، پیاری سی شہلا کیسی ہو زیادہ سردی تو نہیں لگی (ہاہاہا) ویسے کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ سردیوں میں تو ایک ہی بات یاد آتی ہے کمبل رضائی ہو دفع ہو پڑھائی (ہاہاہا) بات کرلیتے ہیں۔ آنچل کی تو دسمبر کی سرد شام میں موصوف ہزار منتیں کرواکر ہاتھ میں آئے اب تو آنچل کے بھی نخرے ہوگئے ہیں لڑکیوں کی طرح (ہاہاہا) ٹائٹل پر حیا خان اپنے نام کی طرح خوب صورت لگی نیکلیس دیکھ کر آنکھیں خیرہ ہوگئیں واللہ بہت خوب (ہاہاہا) "سرگوشیاں" میں آپی سعدہ نثار کو پڑھ کر آپی قیصر آرا کی یاد آگئی۔ آنچل کی نئی نائب مدیرہ کو دلی تمنا کے ساتھ خوش آمدید۔ امید ہے آپ کا ساتھ آنچل کے لیے ترقی کا باعث ہوگا۔ "حمد و نعت" ہمیشہ کی طرح بہت اچھی تھیں۔ "درجواب آں" میں اقراء صغیر کے ناول کے بارے میں جان کر بہت خوشی ہوئی مجھے کب سے ان کے ناول کا انتظار تھا۔ "ربنا آتنا" میں جہنم کے بارے میں پڑھ کر دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوا ہمارا آنچل میں دونوں ہی انٹرویوز زبردست تھے سلسلے وار ناول کی بات کریں تو "اکائی" میں وقار آخر چاہتے کیا ہے مجھ سے باہر ہے اب یہ طلاق کا نیا ناٹک شروع ہوگیا اور جہانگیر نے شادی کے لیے ہاں کہہ دی چلو اچھا ہی ہے کسی کی جوڑی تو سیٹ ہو جنت بھی سدھر گئی اب کہانی کا اختتام ہوجانا چاہیے۔ ناول "سانسوں کے اس سفر میں" شجر کے ساتھ بہت برا ہوا آیت کا پول کب کھلے گا کہیں میں انتظار کرتی کرتی بوڑھی نہ ہوجاؤں (ہاہاہا) موحد کی پچویشن پر بہت ترس آیا اللہ کرے شجر اور موحد مل جائے سب کہیں آمین (ہاہاہا) افسانے دونوں ہی سبق آموز تھے۔ ناولٹ "گل ریز" کو پڑھ کر پچھلی یاد تازہ ہوگئی نین سکھ نام یونیک لگا شہنشاہ (کس دیس کے) ہاہاہا ویری گڈ۔ مکمل ناول "اسیر محبت" میں اسفند کی سچی محبت دیکھ کر آنکھوں میں پانی آگیا ویسے نعمان نے عشفا کے ساتھ اچھا نہیں کیا پھر بھی عشفاء نے نعمان کو معاف کردیا ہم لڑکیاں ہوتی ہی معصوم ہیں (ہاہاہا) اگلا ناول پچھتانے سے پہلے فرح کا کردار اچھا لگا اگر فرح نہ ہوتی تو ایمان تو اشعر کو گنوادیتی اور بعد میں سر پر ہاتھ رکھ کر پچھتاتی ناول ایسا تو ہونا تھا فلمی پچویشن لگی ہیرو نے ہیروئن کو گاڑی میں ڈالا اور

زبردستی اپنے گھر لے گیا کاش میرے ساتھ بھی ایسا ہوتا (ہاہاہا) اب باری مستقل سلسلوں کی ''بیاض دل'' میں۔ تبسم بشیر، ماہا بشیر، نورین انجم، ماریہ نذیر، فائزہ بھٹی، پروین آپی، رضوانہ وقاص، وقاص عمر، مدیحہ نورین، گلشن چوہدری، شہزادی فرخندہ نے دل جیت لیا۔ ''نیرنگ خیال'' میں شانزہ پرویز (تم نے بہت اچھی غزل لکھی تمہیں پڑھ کر میرا بھی لکھنے کو دل کیا) تبسم بشیر (ویری گڈ) انعم زہرہ، فائزہ شاہ (ویری نائس) حمرہ نے خوب لکھا۔ ''ڈش مقابلہ'' میں ساری ڈشز ایک سے بڑھ کر ایک تھیں (اماں جان نے مجھے کہا جتنے شوق سے پڑھتی ہو اتنے ہی شوق سے پکانا بھی سیکھ جاؤ اور اس بات پر ہم تو ڈھٹائی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چل دیے بھلا بتاؤ ہماری عمر ہے کام کرنے کی (ہاہاہا) ''دوست کا پیغام آئے'' میں جس جس نے یاد رکھا سب کا شکریہ۔ ''آئینہ'' میں ہمیں شہلا نے تو یاد کیا نہیں تو ہم نے خود کو خود ہی یاد کیا۔ ''ہم سے پوچھیے'' کیا ہم ہیں ہمیں یقین نہیں آیا شکر ہے شمائلہ نے محفل میں داخل تو ہونے دیا (ہاہاہا) آپ کی صحت سردیوں میں سردی نہ لگنے کا طریقہ بتائیں اسی کے ساتھ اگلے ماہ تک کے لیے اجازت اللہ حافظ۔

☆ پیاری ام ہانی! تم نے ڈاک ہی تاخیر سے بھیجی تھی اب اور کتنا انتظار کرتے پھر شمائلہ نے تو جگہ دے ہی دی تھی اس لیے میں نظر چرا گئی تھی۔

گلشن چوہدری گل...... **گجرات** ۔ السلام علیکم! آنچل ملا چھبیس دسمبر کو ہم مما کی دوائی لینے جلال پور گئے تھے راستے میں آتے ہوئے آنچل لیا۔ ٹائٹل زبردست تھا۔ دسمبر کا بھی ٹائٹل اچھا تھا۔ بہت عرصے بعد مجھے ٹائٹل پسند آئے۔ بڑے عرصے بعد تبصرے لکھنے لگی ہوں امید ہے شہلا جی جگہ دیں گی تاکہ ان کی محفل کو گل کے آنے سے چار چاند لگیں ہی ہی ہی ہی۔ ''سرگوشیاں'' پڑھ کر سب سے پہلے ''اکائی'' کو کھولا مگر بہت ہی سلو جا رہا ہے۔ پلیز اب تو تھوڑا ٹوئسٹ لائیں۔ آیت اور جہانگیر، وقار اور فاطمہ، جنت اور اکرام کو ملا کر اچھا سا اینڈ کریں اور پلیز تیز کریں۔ افسانے دونوں ہی سبق آموز تھے۔ سچ ہے اس معاشرے کا قانون ہے۔ غلطی مرد اور عورت دونوں کرتے ہیں مگر سزا صرف عورت کو ملتی ہے ناولٹ کھولا مگر آئندہ دیکھ کر سوچا آئندہ ماہ ہی سارا پڑھیں گے۔ ''ایسا تو ہونا تھا'' ہما عامر کا ناول بہت اچھا لگا رخسانہ بیگم کو بھی بالآخر سبق مل گیا کہ دکھاوا کچھ نہیں ہوتا سوائے فضول خرچی کے۔ ''اسیر محبت'' بھی اچھا ناول تھا ماضی اور حال کے سنگم سے ملی کہانی اچھی لگی۔ نعمان کا کردار اچھا لگا۔ ''پچھتانے سے پہلے'' کافی اچھی لگی ایمان اپنی جذباتی طبیعت کے ہاتھ سب کچھ کھوتے کھوتے بچ گئی۔ ''بیاض دل'' میں امبر گل، عائشہ شکیل، نجم انجم کے شعر پسند آئے۔ ''ڈش مقابلہ'' بس دیکھ کر گزر گئے بھئی ہم سے نہیں بنتے۔ ''نیرنگ خیال'' میں نوشین، شانزہ پرویز کی غزل پسند آئی۔ ''دوست کا پیغام'' میں فائزہ شاہ، شانزہ پرویز، پروین افضل، نجمہ نذیر، سعدیہ حور عین، حرا گل، زارا تعبیر، شہرین اسلم اور سعدیہ خان مجھے یاد رکھنے کا سب کا شکریہ۔ ''یادگار لمحے'' میں قاضی صبا ایوب اور سعدیہ حور کا انتخاب پسند آیا۔ ''آئینہ'' میں سب کا تبصرہ شاندار رہا مگر اللہ رکھا بھائی کا پڑھ کر ہنسی آ گئی۔ ''ہم سے پوچھیے'' کے مزیدار جواب دیتے شمائلہ جی اس کے ساتھ ہی آنچل ٹائی ٹائی فش چلو جی میں اگلے ماہ آنے کی کوشش پھر کروں گی جگہ دینا مجھے شہلا آپی ورنہ...... اررررے میں دھمکی کہاں دے رہی ہوں جو غصے سے گھور رہی ہو، ہی ہی ہی ہی۔ اوکے جی امان اللہ۔

☆ پیاری گلشن! ابھی تو گھورا ہی کہاں تھا کہ تم ڈر گئیں اگلے ماہ شرافت سے آ جانا ورنہ...... میں نازک سی دل والی روٹھ جاؤں گی۔

زہرہ فاطمہ...... **نامعلوم** ۔ السلام علیکم آنچل ٹیم اور سب قارئین کو نیا سال بہت مبارک ہو۔ پہلی دفعہ آنچل میں لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں، امید ہے جگہ ملے گی۔ ہو جائے بات آنچل پہ تبصرے کی تو آنچل اس دفعہ ستائیس کو ملا ورنہ ہر دفعہ لیٹ ملتا تھا۔ سوچا اس دفعہ جلدی ملا ہے تو میں بھی ''آئینہ'' میں شامل ہو جاؤں۔ ٹائٹل بہت ہی اچھا تھا لیکن اگر ماڈل نے دوپٹا لیا ہوتا تو کیا ہی بات تھی۔ پلیز ماڈل کو دوپٹا بھی پہنایا کریں باقی آنچل سارا ہی بیسٹ ہے مگر سلسلے وار ناول کی وہ بات نہیں رہی جو دس سال پہلے تھی اتنے عمدہ ناول اور ان کی مصنفہ وہ سب کہاں گئے۔ پلیز سمیرا شریف اور نازیہ کنول نازی، عفت سحر طاہر، ام مریم سے لکھوائیں۔ میں آنچل کی دس سال سے خاموش قاری ہوں۔ بات ہو جائے مکمل

ناول کی تو ''اسیر محبت'' از بشریٰ ماہا بہت ہی عمدہ اختتام ہوا۔ ویسے بھی اسفند کا کردار بہت پسند آیا۔ ''ایسا تو ہونا تھا'' ہما عامر نے بھی بہت اچھا لکھا مزہ آ گیا۔ سلمٰی فہیم گل کی ''پچھتانے سے پہلے'' بس ٹھیک ہی تھی۔ افسانے بھی بس ٹھیک تھے۔ ''گل ریز'' نہیں پڑھی ابھی اور ''اکائی'' کا اینڈ کر دیں اب پلیز بور ہو رہے ہیں۔ کوئی اچھا سا ناول لے کر آئیں رومانٹک جیسے ''اور کچھ خواب ہیں'' اس کو دوبارہ سے پڑھ رہی ہوں۔ ''اکائی'' کو میں نے دو ماہ سے پڑھنا ہی چھوڑ دیا ہے۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' میں بہت اچھی جا رہی ہے۔ دل کرتا ہے آیت کا گلا دبا دوں۔ منتہا کی موت پر میں بہت روئی تھی۔ پلیز شجر کے ساتھ اچھا کیجیے گا۔ باقی سارا آنچل پڑھ چکی ہوں بہت ہی اعلیٰ بہت ہی عمدہ تھا۔ دس سال سے پڑھ رہی ہوں بہت سی قارئین کے نام اب تو زبانی یاد ہو گئے ہیں ویسے مجھے فائزہ شاہ، ملاہب انشال، دلکش مریم، شازیہ پرویز شانو، نور چودھری، عائشہ شکیل، ایمن غفور، رمشا آصف، ارم آصف، ام ہانی، جمنیٰ شاہد، طیبہ نذیر، عائشہ پرویز، پروین افضل شاہین، شاہ فرحان، دعائے سحر سب بہت اچھا لکھتی ہیں۔ باقی سب کے بھی نام رہ گئے ہیں آپ سب کو میں بہت محبت سے پڑھتی ہوں پلیز میں بھی آپ سب سے دوستی کرنا چاہتی ہوں یہ نہ ہو کہ آپی مجھے ''آئینہ'' میں شامل ہی نہ کریں سب خوش رہیں شاد و آباد رہیں، آمین۔

☆ پیاری زہرہ فاطمہ! آپ دس سال سے خاموش قاری ہیں اور اب قلم اٹھایا ہے تو محفل میں آتی رہیے گا، جگہ کا نام ضرور لکھیں۔ خوش آمدید۔

شہزادی حفصہ ...... کراچی۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ! ویسے تو میں آنچل کی خاموش قاری ہوں لیکن اب مجھے خاموشی توڑ دینی چاہیے کیوں؟ تاریخ تھی بائیس اور ڈاکیہ انکل کا کوئی اتا پتا نہیں مجھے تو انیس کو ہی مل جاتا ہے یا بائیس تو پکا لیکن بائیس ہوئی اور آنچل نے دستک ہی نہیں دی۔ پورا ارادہ کر لیا تھا کہ اگر آج بھی نہیں ملا تو میں طاہر بھائی کو کال کر دوں گی لیکن مغرب کی اذانیں ابھی ختم ہی ہوئی تھیں کہ ڈاکیہ انکل کی آواز لگ گئی۔ ''بیٹا پوسٹ مین'' کچن ہمارا صحن کے ساتھ ہی جڑا ہوا ہے میں نے وہیں سے آواز لگائی ''آئی انکل'' جھٹ سے پارسل پکڑا چھوٹا سا سائن کیا اور یہ جا وہ جا، فوراً ہی لفافہ چاک کیا اور آنچل باہر۔ سرورق بہت خوب صورت بہت تھا لیکن ماڈل کو پتا نہیں کس نے شاید ڈانٹ ڈپٹ کر شوٹ کے لیے راضی کیا ویسے شہلا یہ ماڈل نے جو لباس پہن رکھا ہے اس کا رنگ مجھے بہت پسند آیا۔ یہ بتاؤ ماڈل سے چرا لوں؟ اچھا بھئی چونکہ مغرب ہو چکی تھی فوراً سے آنچل رکھا اور نماز ادا کی۔ اس کے بعد آنچل کی فہرست دیکھی جس میں ''صبا ایشل'' کا نام جگمگا رہا تھا۔ صباء ایشل لکھیں اور شہزادی حفصہ نہ پڑھے یہ ہو نہیں ہو سکتا۔ بہت کم وقت میں، میں نے صبا کی صرف دو تحاریر ہی پڑھی ہوں گی لیکن فین ہو گئی ہوں بس پھر کیا تھا اچھل کر ''گل ریز'' پر پہنچ گئی۔ ہمیشہ کی طرح موضوع مختلف ہی پایا انداز بیاں بھی بوریت کے بغیر ہی ملا پڑھتے پڑھتے ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارے میں دیکھ کر خون کھول گیا۔ آدھا دل بھی گیا لیکن خیر یقین ہے اگلی قسط اس سے بھی زیادہ شاندار ہو گی ان شاء اللہ۔ اس کے بعد میں نے افسانے پڑھنے شروع کیے۔ ''سلوک کا اجر'' مہرین کنول سدا سلامت رہیے۔ مہرین بہت ہی اچھی اور بہترین تحریر تھی۔ آج کے دور کی بہترین منظر کشی کے ساتھ عمدہ پیغام۔ ''کیا کھویا کیا پایا'' مریم بنت ارشاد یہ تحریر دل کو اداس کرنے والوں میں سے تھی سچی۔ افسانے ختم ہوئے تو سوچا بس رکھ دیتی ہوں اب کل لیکن ٹائم دیکھا تو سونے کا وقت نہیں ہوا تھا بس پھر کیا ''اسیر محبت'' بشریٰ ماہا کھولی اور پڑھی کہانی روایتی ہی تھی لیکن انداز خوب تھا اور بورنگ بھی نہیں تھی۔ عمدہ پلاٹ بھی تھا جس پر بڑا ہی مزہ آیا لیکن ہائے اسفند اس کے بعد میں نے رسالہ رکھ دیا کیونکہ مما، مجھے گھورنے لگی تھیں۔ اب اگلے دن کا حال سنیے صبح سے ہی بجلی غائب، اب کیا کریں؟ کل کا ادھورا کام پورا کرتے ہیں اٹھا لیا آنچل اور کھول لیا ''ایسا تو ہونا تھا'' ہما عامر جملہ سازی، منظر کشی سب عمدہ تھا سوائے کہانی کے معذرت۔ ''پچھتانے سے پہلے'' سلمٰی فہیم گل اس کا کریڈٹ بھی فرح کو جاتا ہے اگر وہ گلا بے بکا ہے ہم کو سمجھاتی نہ رہتیں تو ہم دونوں کب کے بدگمانی کی لہر میں بہہ کر الگ الگ راہوں کے مسافر بن چکے ہوتے ایک سو ایک فیصد سچی بات۔ ایسی دوستیں بھی قسمت والوں کے ہی نصیب میں لکھی ہوتی ہیں۔ عمدہ ناول تھا۔ ایمان اور اشعر کی تکرار، نوک جھونک پر بہت مزہ آیا۔ ''نیرنگ خیال'' میں ''مجھے انتظار ہے جاناں'' شمع مسکان

بہت پسند آئی باقی بھی زبردستی تھیں۔ جب بھی موڈ خوشگوار کرنا ہوتا ہے میں شائلہ کاشف کی محفل ''ہم سے پوچھیے'' میں ڈوب جاتی ہوں، شائلہ کچھ وقت بعد آپ کی محفل میں شرکت کروں گی ان شاء اللہ۔ ''یادگار لمحے'' میں آمنہ افسر خان اور اللہ رکھا چودھری نے احادیث کے انتخابات بھیجے ماشاء اللہ۔ ''آئینہ'' میں سب کے ہی تبصرے عمدہ تھے لیکن رکھا بھائی اگر ظہیر بھائی آپ کے ساتھ نہ ہوتے یا ظہیر بھائی کے پاس صرف اتنی ہی رقم ہوتی جتنی ان کو از خود ضرورت ہوتی پھر کیا ہوتا۔ ہاہاہاہا۔ ''ربنا اتنا'' کو فرصت سے پڑھوں گی تاکہ دل میں اتر سکے اور دماغ میں بیٹھ جائے رضوانہ وقاص کا انٹرویو پڑھ کر اچھا لگا۔ ''ڈش مقابلہ'' صرف پڑھا ہی جا سکتا ہے آزمانے گئی تو کچن کا حال چیخ چیخ کر بتائے گا کہ میرے مبارک قدم اور ہاتھ لگے ہیں ہی ہی ہی۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں میرا خط بھی شامل ہے اتنی خوشی ہوئی کہ یہ جو میں نے آگے پیچھے تبصرے کیے ہیں وہ میں نے پڑھے بھی ایسے ہی ہیں ہاں ابھی قسط وار ناول نہیں پڑھے ذرا چار پانچ قسطیں جمع ہوجائیں ورنہ انتظار نہیں ہوتا جیسا کہ میں نے ''سانسوں کے اس سفر میں'' کو پڑھ کر غلطی کردی تھی صد شکر اس وقت تک بلا کا تجسس نہیں آیا تھا اب خود کو سمجھا بجھا کر باقی قسطوں کو مزید جمع کرنے کا ارادہ کرلیا ہے پھر ملیں گے ان شاء اللہ خوش رہیں اور خوشیاں بانٹیں اللہ حافظ۔

☆ پیاری شہزادی حفصہ! پہلی بار آمد پر خوش آمدید۔ ماڈل کا ڈریس چرانا ہے پر وہ تو خود کسی سے لے کر پہن کر آئی ہے جب ہی تو ڈری سہمی کھڑی ہے کہ کہیں وہ آ کر بتا نا دے۔

سمیع اللہ...... بہاولپور۔ السلام علیکم آنچل اسٹاف، پہلی بار اس محفل میں شرکت کر رہا ہوں امید ہے آپ سب بھرپور تعاون کریں گے اپنی سسٹرز کو ڈائجسٹ پڑھتے دیکھ کر مجھے بھی شوق ہوا کہ آخر اس میں ایسا کیا ہے کہ سب ہی ہر ماہ بے چینی سے ڈائجسٹ کا انتظار کرتی ہیں اور بازار مجھے ہی بھیجتی ہیں تو میں نے سوچا کیوں نہ اس ماہ کا شمارہ پڑھ لیا جائے پڑھ کر اچھا لگا پسند آیا بہت ہی پھر اللہ رکھا بھائی اور ظہیر ملک بھائی کا خط پڑھا تو مجھے بھی خط لکھنے کی ہمت ہوئی۔ اب بات ہوجائے تو ٹائٹل گرل کی تو اس ماہ کا ٹائٹل بس ٹھیک تھا ''حمد اور نعت'' پڑھ کر اچھا لگا ویسے ہر ماہ ''ربنا اتنا'' میں ضرور پڑھتا ہوں ایمان تازہ ہوتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ دین میں وسعت ہے، نرمی ہے اگر انسان سمجھے تو۔ سلسلے وار ناول میں نے اب پڑھنا شروع کیا تو سب ہی اچھی لگے مگر پچھلے شمارے پڑھ رہا ہوں اب قسط وار صباء ایشل جی نے اچھا لکھا مکمل ناول ''اسیر محبت'' پہلے اس کی پہلی قسط پڑھی پھر دوسری تو بہت اچھی لگی باقی پورا ڈائجسٹ ہی زبردست رہا پڑھ کر اچھا لگا زندگی کو کیسے گزارا جائے میری بہنوں نے سیکھا ہے سبق آموز کہانیاں ہوتی ہیں اب تو مجھے بھی اگلے ماہ کا شدت سے انتظار رہے گا۔ ہاہاہاہا۔ اللہ رکھا اور ظہیر بھائی آپ سے درخواست ہے کہ اپنا پرسنل نمبر ہو تو مجھے دیجیے گا اور میری درخواست قبول کریں باقی سب بہنوں کو میرا سلام اور دعائیں اب ان شاء اللہ اگلے ماہ حاضر ہوں گا دعاؤں میں یاد رکھیے گا، اللہ حافظ۔

ادم کمال...... فیصل آباد۔ پیاری دلاری شہلا جی، سدا خوش و خرم رہو آمین۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ و برکاتہ۔ نئے سال کی شروعات ہوچکی امید ہے بفضل خدا خیریت سے ہوں گی۔ ایک مہینے کی پھر حاضری کے بعد آئی ہوں کیا اجازت ملے گی؟ صبیحہ کی شادی کے بعد اب فراغت ہے۔ اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ صبیحہ اپنے سسرال میں خوش باش ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب بیاہی بیٹیوں کو اپنے اپنے گھروں میں خوش اور سلامت رکھے، آمین۔ ٹائٹل بہت ہی خوب صورت رہا۔ ماڈل بہت ہی خوب صورت لگ رہی تھی۔ جیولری اور ڈریس غضب ڈھا رہے تھے۔ ''سرگوشیاں'' سے خوش خبری ملی کہ سیما رضا ہمارے آنچل سے منسلک ہورہی ہیں ویل کم سیما رضا۔ ''حمد اور نعت'' دل و دماغ کو مہکا گئے۔ ''در جواب آں'' سے بہنوں کے حالات سے آگاہی ہوئی۔ ''ربنا اتنا'' ہمیشہ کی طرح ہمارے کمزور ڈگمگاتے ایمان کو تازہ کمک پہنچا دیا اس کے لیے مشتاق احمد قریشی ڈھیروں مبارک باد کے مستحق ہیں۔ ''ہمارا آنچل'' میں رضوانہ وقاص کی معصوم باتیں دل میں گھر کر گئیں۔ اب چلتے ہیں کہانیوں کی دلفریب وادی میں ''اسیر محبت'' کا دوسرا حصہ پڑھ کر دل اسفند کے لیے دکھی ہوگیا۔ نعمان غلط کر کے بھی کامیاب و کامران ٹھہرا کیونکہ عشنا کی عزت اب نعمان کے نام سے وابستہ ہے۔ ''سلوک کا اجر'' جواد صاحب نے یہ ثابت کیا۔ برے عمل کا برا نتیجہ اور اچھا عمل آپ کی عزت و توقیر میں اضافے کا باعث بنتا ہے اس لیے ہمیشہ

اچھا عمل اور نیک راہ اپنانی چاہیے تب ہی ہم سے وابستہ رشتے عزت اور فخر سے جی سکتے ہیں۔ سلسلے وار ناول ''سانسوں کے اس سفر میں'' آیت مسلسل غلط کر رہی ہے آیت تمہارا بہت برا انجام ہونے والا ہے۔ میری تو آرزو ہے موحد کے ساتھ شجر تم ہی سمجھے گی بس تھوڑا انتظار، عبدالحنان کا دماغ ٹھیک کرنے کے لیے۔ یشرہ کو چاہیے کہ کچھ دن کے لیے اسے اس کے حال پر چھوڑ دے تب ہی عبدالحنان کو یشرہ کی قدر ہوگی۔ ''ایسا تو ہونا تھا'' ہما عامر کی اے ون تحریر رہی وصی نے بروقت فیصلہ کیا اور اپنی عزت کو گھر لے آیا ہیپی اینڈنگ نے دل سرشار کیا سلسلے وار ناول ''اکائی'' میں اب آر یا پار ہونا چاہیے جہانگیر نے بہت اچھا کیا آیت کو اپنا جیون ساتھی بنانے کا۔ جنت بی بی تم بھی اب وقارالحق کا پیچھا چھوڑ دو۔ ''پچھتانے سے پہلے'' غلط فہمیوں کی دھند میں لپٹی تحریر تھی لیکن جب ایمان کی آنکھوں سے دھند چھٹی تو اس نے انا کو کچل کر معذرت کرلی اور زندگی کی ساری خوب صورتی اشعر کے وجود سے پالی اور یہ ساری کاوش فرح نے کرکے دوستی کو امر کر دیا ''کیا کھویا کیا پایا'' ایک سبق آموز تحریر رہی۔ منفرد تحریر ''گل ریز'' کا پہلا حصہ پڑھا انداز اور موضوع ذرا ہٹ کر رہا دوسرے حصے کا انتظار شروع کر دیا ہے۔ ''بیاض دل'' میں اس دفعہ نورین انجم اعوان، انعم زہرہ، عائشہ شکیل، ارم ناصر، مدیحہ نورین، نکس فاطمہ اور وقاص عمر سرفہرست رہے۔ ''ڈش مقابلہ'' میں عربی مچھلی، مٹر تہاری اور چکن کارن سوپ نے خوب مزا دیا۔ ''نیرنگ خیال'' میں شمع مسکان، شہناز شازے سیاہ، سونیا نورین گل اور رقیہ ناز نے سماں باندھ دیا۔ ''دوست کا پیغام آئے'' میں فائزہ شاہ، سعدیہ حورعین حوری، حرا گل غفور، شہرین اسلم اور سعدیہ خان آپ سب کا بہت جزاک اللہ میری طرف سے آپ سب کو ڈھیروں دعائیں ہمیشہ سلامت رہیں خوش رہیں کھلتے گلابوں کی طرح۔ ''یادگار لمحے'' میں حلیمہ خان، عروسہ شہوار، قاضی صبا ایوب، علشبہ خان اور شہزادی فرخندہ کے مراسلات نگاہوں میں جچ گئے۔ ''آئینہ'' میں سب ہی نکھرے نکھرے لگ رہے تھے۔ اب تو ہماری محفل میں بھائی حضرات کی انٹری بھی ہے میری طرف سے اللہ رکھا چودھری، ظہیر ملک اور وقاص عمر کو بہت سلام اور دعائیں۔ ''ہم سے پوچھیے'' میں نجم انجم اعوان، پروین افضل شاہین، ارم آصف اور مدیحہ نورین مہک کے سوالات اور شمائلہ کے جوابات نے کراری نمک کا مزہ دیا اچھا اب اجازت میری طرف سے آنچل کی تمام بہنوں بھائی اور تمام اسٹاف کو بہت بہت سلام زندگی رہی تو پھر ملیں گے فی امان اللہ۔

رضوانہ وقاص ...... ھری پور کرلاں ۔السلام علیکم۔ بہنوں دوستوں کو محبتوں بھرا اسلام۔ اس دفعہ آنچل بہت دیر سے ملا۔ تئیس تاریخ کے بعد پتا کرانا شروع ہوگئی لیکن اس دفعہ بہت دیر سے ملا ہے۔ ستائیس تاریخ کو اتوار والے دن۔ ماڈل حیا خان کو سردی نہیں لگ رہی جو دوپٹا سر پر کیا کہیں بھی نظر نہیں آرہا ہے۔ اگر آپ لوگ ناراض نہ ہو تو، پہلی نظر ہی کتاب کے پہلے حصے پر پڑتی ہے تو اچھا نہیں لگتا عورت کا تو حسن ہے زینت ہے دوپٹا تو دوپٹا ضرور ماڈل کو دیا کریں۔ پلیز ناراض نہیں ہوناں۔ ''سرگوشیاں'' اللہ کرے ہم سب مسلمانوں کے لیے نیا سال اچھا ثابت ہو، آمین۔ کرونا جیسی بیماری کا خاتمہ ہو، بہت موذی بیماری ہے۔ اللہ ہم سب کو بچائے آمین اور میری طرف سے سب کو نیا سال مبارک ہو اور سب کے لیے اچھا ہی ہو، آمین۔ ''حمد و نعت'' پڑھ کر دل کو سکون ملتا ہے۔ ''ربنا آتنا'' اچھا سلسلہ ہے پڑھ کر عمل کرنے کی کوشش کرتی ہوں جو بات نہیں معلوم پتا چل جاتی ہے۔ ''ہمارا آنچل'' میں جب میں نے اپنا انٹرویو دیکھا تو میں تو خوش ہوئی نازیہ خالہ، امی، ابو، بھابی، بھائیوں کا فون آگیا کہ انہیں بتایا کہ میرا انٹرویو آیا ہے کیونکہ میں نے اب اپنا انٹرویو کا انتظار کرنا چھوڑ دیا تھا۔ شکریہ جی میرا انٹرویو لگانے کا۔ اب آتے ہیں اپنے مکمل ناول کی طرف ''اسیر محبت'' جی کیا بات ہے اسفند کی محبت اچھی لگی کوئی اتنی بھی محبت کر سکتا ہے۔ نعمان کا طریقہ غلط تھا اگر وہ عشفا سے محبت کرتا تھا تو رشتہ لے کر جاتا چلیں جی جس طرح بھی ہوا عشفا نعمان کی تھی اسے ہی ملی لیکن ناز کی وجہ سے سارے رشتے ٹوٹ گئے اس کا بھائی بھابی ایک دوسرے سے کتنی محبت کرتے تھے۔ اپنا نہیں اپنے بھائی کی محبت کا سوچتی لیکن غلطی ایک کی ہو تو دوسرے کو سزا نہیں ملنی چاہیے۔ میری شادی بھی وٹہ سٹہ ہے۔ میری پہلے ہوئی تھی دس سال ہوگئے اب میرے بھائی کی ہے اللہ کرے کامیاب ہی ہو یہ شادیاں آمین اور اس میں شعر اچھے ہیں میں نے اپنی ڈائری میں لکھ لیے ہیں۔ بیٹیوں پر ایسے ہی اعتبار کرنا چاہیے اپنے والدین کو جیسا کہ عشفا کے والدین نے کیا اچھی کہانی تھی۔ ''سلوک کا اجر'' افسانہ اچھا تھا ہر بات پر لکھنا چاہیے جیسا

کہ مہرین نے لکھا چنچی پر میں تو یہ کہتی ہوں کہ جس میں لڑکے ہوں اس میں لڑکیاں نہ ہوں دونوں کو علیحدہ علیحدہ بٹھانا چاہیے۔ مردوں کو عورتوں کا احترام کرنا چاہیے جو مرد اور لڑکیوں کی عزت نہیں کرتے۔ اپنی بہن بیٹیوں کا خیال کس طرح رکھ سکتے ہیں۔ کیا خیال ہے آپ کا۔ ”سانسوں کے اس سفر میں“ مجھے آیت پر غصہ آتا ہے ایک لڑکی ہو کر دوسری لڑکی کا پیار چھین لیا۔ اللہ کرے موحد اور گھر والوں پر فوراً اس کی اصلیت کھول دیں دیکھتے ہیں اب ایمان آپی کیا کرتی ہیں۔ ادھر اجمل بے چارے کو فجر سے محبت ہوگئی لیکن اس کی امی اس کا رشتہ اپنی بھتیجی سے طے کر رہی ہے۔ ٹھیک ہے ہمارے والدین ہمارے لیے اچھا سوچتے ہیں۔ جب بچوں کی شادی کرنی ہے تو پسند سے کرنے دیں۔ کیا حرج ہے اس میں عبدالحنان صاحب مخدوم کے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ جب بات ہو تو آرام سے کریں عالیہ عبلی کو بتا دیں کہ میں نے آپ کے مرشد والوں کے گھر سے ہی شادی کی ہے پلیز آمنہ کی اجلال سے شادی ہوگئی ہے۔ اب علیحدہ نہیں کرنا انہیں ”ایسا تو ہونا تھا“ مجھے وصی اور کنزئی کی جوڑی اچھی لگی کس طرح اسے اپنے گھر پر لے کر گیا ہے کیا بات ہے وصی کی کنزئی کی ماں اور بھائی کو بھی عقل آ گئی۔ صفی کو بھی اپنا پیار مل گیا مجھے پسند آیا یہ ناول، صفی کی بہن موموکا کردار پسند آیا ہے۔ ”پچھتانے سے پہلے“ جب اتنے چاہنے والے رشتے اس طرح سے دل دکھائیں روٹھ جائیں تو ایمان کیا سب کا یہی حال ہو لڑکیاں تو ہوتی کمزور دل ہیں لیکن عریشہ بیگم نے دوسروں کی اولاد کو برا بھلا کہا۔ جب اپنی اولاد ہو تو کسی کو کوئی بری بات نہیں کہنی چاہیے کل ہماری اپنی اولاد بری نکل جائیں یہ تو کسی کو نہیں پتا بددعا کسی کو نہیں دینی چاہیے لیکن شکر ہے ایمان کو عقل آ گئی۔ اشعر اس سے پیار کرتا ہے اس سے راضی ہوگئی اور دوست ہو تو فرح جیسی۔ ”کیا کھویا کیا پایا“ کھونے سے پہلے ہی ہم پا لیں ایسا ہو ہی نہیں سکتا چلیے عافیہ نے جس حالات میں بھی شادی کی اویس سے، اسے اپنی بیگم پر اعتبار آ جانا چاہیے تھا نا کہ اس پر شک کرتا اویس کا مجھے اچھا نہیں لگا لڑکیاں تو ہوتی ہیں نادان، پاگل اپنا اتنا چاہنے والا شوہر چھوڑ کر اویس کے ساتھ شادی کرلی۔ چلے صدف کو اپنی ماں کی بات سمجھ میں آ ہی گئی۔ ”گل ریز“ صبا اب آپ فارسی لکھ رہی ہیں جنہیں فارسی آتی ہوگی وہ تو پڑھ لیں گی جنہیں نہیں آتی وہ کیا کریں گی۔ چلیے تفصیل پڑھ کر تبصرہ ہوگا۔ ان شاءاللہ ”بیاض دل“ میں شکریہ میمونہ جی آپ کو میرا شعر پسند آیا۔ خوشی ہوئی مجھے اللہ آپ کو خوش رکھیں، آمین۔ تبسم بشیر، نورین انجم، انعم زہرہ، عائشہ شکیل، شگفتہ خان، پروین افضل کیا بات ہے آپ کے شعر کی۔ کلثوم وڑائچ، ارم ناصر، دانیہ آفرین، ایمن، نجم انجم اعوان، مدیحہ نورین، لیلیٰ شاہ، عائشہ پرویز، وقاص عمر، ”نیرنگ خیال“ نیا سال داستان دل پسند آیا ہے۔ ”دوست کا پیغام آئے“ فائزہ شاہ شکریہ آپ ہمیں مس کرتی ہیں۔ ثمرہ گلزار، اللہ آپ کو صحت دے آمین۔ یہی درد مجھے بھی ہے اللہ کسی کو بھی بیماری اور کوئی تکلیف نہ دیں آمین۔ گلشن چودھری، میرا گاؤں کرالاں سدیاں ہے ہری پور ہمارا شہر ہے۔ جب آپ اپنی بہن کو ملنے آئیں تو ضرور آیئے گا میں آپ کا انتظار کروں گی۔ موسٹ ویلکم نورین انجم، آپ پڑھتی ہیں اللہ آپ کو کامیاب کریں آپ کے بھائی کو بھی۔ سعدیہ حورعین شکریہ آپ نے یاد کیا۔ بس اللہ کا شکر ہے دعاؤں میں یاد رکھا کریں۔ حرا گل میں تو ہر ماہ آتی ہوں کیا آپ کو نظر نہیں آتی آپ کو بھی میرا پیار بھرا اسلام۔ شہرین اسلم شکریہ آپ نے یاد کیا آپ کو بھی میرا پیار بھرا اسلام۔ مدیحہ نورین کیسی ہے آپ سالگرہ مبارک ہو۔ ”یادگار لمحے“ واقعی بہت اچھا سلسلہ ہے ساری باتیں بہت اچھی ہوتی ہیں۔ ”آئینہ“ کی طرف آتے ہیں اب ”آئینہ“ نہ دیکھیں یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ سعدیہ آپ کچھ زیادہ ہی ساس سے خفا لگ رہی ہیں۔ فائزہ شاہ آپ کا تبصرہ اچھا لگا۔ کوثر خالد میں شعاع میں بھی لکھتی ہوں۔ بس آپ لوگوں کی دعا کی ضرورت ہے۔ دعا کیا کریں میرے لیے صائمہ علی خوش آمدید۔ سونیا اداس، تم اداس ہی رہتی ہو ہر وقت۔ رمشا آصف شکریہ تبصرہ پسند کرنے کا۔ اللہ رکھا بھائی آپ کا تبصرہ اچھا لگا شکریہ آپ کو میرا تبصرہ پسند آیا۔ آپ خود بھی اچھا لکھتے ہیں ظہیر بھائی آپ کا بھی تبصرہ اچھا ہے۔ کہیں شادی کی بات چلی یا نہیں ہم بہنوں کو بلاؤ گے یا نہیں۔ فرحانہ اسلم جس طرح آپ اپنا انٹرویو دیکھ کر خوش ہوتی ہیں یہی حال میرا تھا۔ شانزہ پرویز میں نے آپ سے پوچھا کہ ایبٹ آباد آپ کس جگہ رہتی ہے۔ میں جب ڈاکٹر کے پاس آؤں تو آپ کو ملوں لیکن آپ اپنا پتا ہی نہیں رہی ہیں کہ کہیں میں سچ سچ آپ کے گھر نہ آ جاؤں۔ ”ہم سے پوچھیے“ کیا حال ہے شائلہ آپی میں آپ کی محفل میں کس طرح آ سکتی ہوں۔ عالیان نے کہا مما میری سالگرہ کا لکھنا ہے اسے بہت

شوق ہے۔ اپنی سالگرہ منانے کا دوسروں کو بلانے کا اس کی سالگرہ سات جنوری کو ہوتی ہے۔ عباس کو دس تاریخ کو وش کرنا ہے۔ اللہ میرے بچوں کو دنیا کی ہر چیز عطا کرے اور وہ ہر وقت ہنستے مسکراتے رہیں آمین۔ شکریہ شہلا آپی اللہ آپ کو ہمیشہ خوش رکھے آمین۔ ایک بار پھر انٹرویو اور شعر کو جگہ دینے پر بہت بہت شکریہ۔ میں بہت خوش ہوں سب کو سلام محبتوں بھرا نیا سال مبارک ہو کوئی بات بری لگی ہو تو معاف کرنا زندگی رہی تو پھر ملیں گے ان شاء اللہ۔

☆ پیاری رضوانہ! جب ماڈل ڈوپٹا لینا ہی نہیں چاہتی تو ہم کیا کریں۔ اسے تو سردی بھی نہیں لگ رہی۔ ویسے وہ ماڈل کم اور ڈمی زیادہ لگ رہی ہے۔

عائشہ شکیل...... گوجرہ۔ السلام علیکم! امید واثق ہے کہ سب بخیر و عافیت ہوں گے میری طرف سے سب کو نیا سال ۲۰۲۱ء مبارک ہو اور دعا ہے کہ یہ سال ہم سب کے لیے خوشیوں کی نوید لے کر آئے آمین، ثم آمین۔ آنچل پچیس تاریخ کو ملا۔ ماڈل حیا خان پلیز کچھ پہن لو کوٹ وغیرہ آپ کو ایسے دیکھ کر مجھے بہت ٹھنڈ لگ رہی ہے۔ ہائے اتنی سردی میں ویسے آپ کا کمال ہے۔ شونی لگ رہی ہیں۔ ہاہاہا۔ مذاق نہیں کر رہی بچی۔ ''سرگوشیاں'' میں آپی سعیدہ نئے سال کو خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔ ''حمد و نعت'' سے دل کو مسرور کیا اور آگے بڑھے ''در جواب آں'' پر در جواب آں میں کسی معصوم کا حال دل بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ بھئی بہنو حوصلہ نہ ہارنا ہم بھی اسی رہگزر میں شامل ہیں ابھی ہی ہی ہی۔ ''ربنا اتنا'' بہت شاندار، اللہ مزید زور قلم عطا فرمائے، آمین۔ ''ہمارا آنچل'' میں رضوانہ وقاص اور کومل رباب جلوہ گر تھیں۔ دونوں کا انٹرویو پسند آیا اللہ تعالیٰ آپ دونوں کو ہمیشہ خوش و خرم اور شاد و آباد رکھے، آمین۔ اب چلتے ہیں ناولوں کی دنیا میں۔ ''اسیر محبت'' عشفا کو اس کی منزل مل گئی بالآخر نعمان جس غلط فہمی کا شکار تھا دور ہوگئی اور محبت پروان چڑھ گئی۔ ناز کی وجہ سے سارے رشتوں میں دراڑیں آئیں اور آصفہ بیگم بے چاری ناز بیگم کی غلطیوں کی بھینٹ چڑھ گئیں۔ ''ایسا تو ہونا تھا'' واقعی جیسا قسمت میں لکھا ہوتا ہے۔ ویسے ہی ہوتا ہے قسمت کے آگے سب تدبیریں دھری کی دھری رہ جاتی ہیں کنزیٰ کی معصومیت اور رخسانہ بیگم کی خود پسندانہ اور ان کی فطرت آخر ان کو احساس دلا گئی اور شکر ہے کہ وہ راہ راست پر آگئیں۔ واقعی دنیا وقتی طور پر سب کو دیکھ کر رشک کرتی ہے مگر پیٹھ پیچھے برائی کرتی ہے اور دکھاوا کرنے سے بہتر ہے کہ کسی غریب کی مدد کر دی جائے۔ ''پچھتانے سے پہلے'' ویسے آج کے زمانے میں رشتے دار ہیں ہی اسی قابل مگر ہر کسی کو ایک ہی لاٹھی سے بھی نہیں ہانکنا چاہیے بس جو جیسا ہے اس کے ساتھ ویسے بن جاؤ ایمان سب کو ایک ہی نظر سے دیکھنے لگی تھی لیکن فرح کی مسلسل کوشش رنگ لائی اور وہ اپنی نادیدہ نفرت کے خول سے باہر آگئی۔ اچھی کہانی تھی۔ ''سلوک کا اجر'' اسٹوری آف دی منتھ بالکل جیسا کرو گے ویسا بھرو گے اگر انسان خود اچھا ہے تو اسے دوسرے برا نہیں کہہ سکتے۔ لہٰذا انسان کو باکردار رہنا چاہیے۔ ''کیا کھویا کیا پایا'' واقعی معاشرے میں عورت کی عزت اس کے خاندان کی وجہ سے ہوتی ہے گھر سے بھاگی عورت کا تو شوہر بھی ساتھ چھوڑ دیتا ہے۔ سبق آموز افسانہ تھا۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' ام ایمان قاضی آپی بہت ہی شاندار جا رہا ہے آیت کی بچی اللہ کرے پکڑی جائے اور پتا چلے اسے کیسے کسی کے جذبات کو روندتے ہیں شجر بے چاری اتنی معصوم تھی۔ عبدالحنان اور یشعرہ کو جدا مت کیجیے گا پلیز۔ عنایت ابھی بھی ناواقف ہیں کہ جس خاندان سے ان کی بہو ہے وہ اسی کو لانا چاہتی تھیں۔ ''اکائی'' اس کا بھی اب اینڈ ہونے والا ہے۔ فاطمہ اور وقار الحق آیت اور جہانگیر، جنت اور ڈاکٹر اکرام الحق، ویسے جنت نے جتنے کونے ہم سے سنے تھے یہ اسی کا انجام ہے بیچاری کو ہماری بددعائیں لگ گئیں ہاہاہا۔ ''گل ریز'' صبا ایشل اپیا کا تو کیا کہنا ان کا تو انداز ہی نرالا ہے۔ ''بیاض دل'' میں تبسم بشیر، ماہا بشیر، فائزہ بھٹی، پروین افضل، ارم ناصر، گلشن چودھری، دانیہ آفرین، رضوانہ وقاص، ام ہانی، ارم صابرہ، مدیحہ نورین مہک، نوشین دانش، ثمینہ، لیلیٰ شاہ کے اشعار زبردست تھے۔ ''ڈش مقابلہ'' ہی ہی ہی بھئی مسئلہ دراصل یہ ہے کہ ہم میں اتنی سکت ہی نہیں کہ اتنے مشکل کھانے ٹرائی کرسکیں۔ (مصروف بندے ہاہاہا) ''نیرنگ خیال'' میں مدیحہ نورین، سونیا نور، ارم کمال، شانزہ پرویز، رقیہ ناز، تبسم بشیر، حمرہ چودھری، فائزہ شاہ نے کمال کا لکھا۔ ''دوست کا پیغام آئے'' جن دوستوں نے مجھے یاد کیا اللہ تعالیٰ سب کو خوش و خرم رکھے آمین ثم آمین۔ حرا گل اور ایمن غفور میری بہت اچھی دوست ہیں لیکن میں نے سم چینج کی ہے تو

حرا بہنا ناراض مت ہونا۔ دراصل مجھ سے نمبرز ڈیلیٹ ہو گئے تو اس لیے۔ ”یادگار لمحے“ میں اقرأ ممتاز نے بہت ہنسایا۔ ہاہاہاہا۔ ”پٹھان کے جملے توبہ“ پھر پہنچے پیاری آپی شہلا کی محفل میں۔ ماشاء اللہ کافی رونق لگی ہوئی تھی۔ اس لیے ہمیں رشک بھی آیا اور وہ کیا کہتے ہیں ”کی کی جیلسی بھی فیل ہوئی خود کو نا پا کر ہی ہی ہی ہی۔ آپی پلیز اس بار ضرور شامل کیجیے گا۔ شمائلہ آپی کے جواب پڑھ کر ماہ دولت کے دل میں آیا کہ مجھے بھی اب کچھ سوچنا پڑے گا الٹا سا سوال ہاہاہاہا۔ اچھا آپی لگتا ہے کافی لمبا ہو گیا تبصرہ اب سردی بھی بہت لگ رہی ہے۔ سو ہم اب چھٹی کرتے ہیں او کے جی اللہ حافظ۔

ثناء کنول...... ٹی آئی خان۔ پیاری شہلا آپی اور تمام کو محبت بھرا اخلوص سے بھرا چاہت بھرا نئے سال کا سلام کیسے ہیں سب پیارے پیارے میرے بغیر اداس ہو گئے تھے آپ سب تو اداسی تو چلی نہ جوندی اس لیے میں لوٹ آئی۔ شہلا آپی کی لاڈلی ثناء آگئی جی میں اس محفل کی چاندنی اور شہلا آپی چاند اور آپ سب چمکتے ستارے تو سب کو نیا سال بہت مبارک۔ آنے والے نئے برس آچکے ہو اب یوں کرنا اور اپنے گزرتے ہر ایک لمحے میں سب کو خوشیاں نصیب کرنا کہ گزرے برس کی تمام تلخیاں، تمام دکھ بھلا کے سب نئی خوشیوں میں خوش رکھنا سب آمین۔ شہلا آپی تھینک یو بہت بہت شکریہ آپ نے سالگرہ وش کی اور اتنا پیارا گفٹ جھمکے اتنے پیارے جس جس نے دیکھے حیران رہ گئے اور پھوپو نے تو پوچھ بھی لیا کہاں سے آئے ہیں یہ جھمکے، کون لایا ہے یہ جھمکے، کس دیے ہیں یہ جھمکے۔ میں نے بھی شہلا آپی کا کہہ دیا اور میرے تمام دوستوں کا گروپ ممبرز کا سب چاہنے والوں کا دل سے شکریہ جس نے جہاں مجھے سالگرہ وش کی سب کا دل سے شکریہ سدا خوش رہو۔ تبصرہ واہ حیا خان بہت پیاری نیا سال مبارک کی، حیا جی نائس سوٹ اور اتنی پیاری جیولری ہائے دل چاہا لے لوں پر دینا کہاں تھا حیا نے حیا جی اتنی سیریس کیوں ہیں اور آنچل میں آئی ہیں تو پیارا سا آنچل اوڑھ لیتی تو واہ اور پیاری لگتی میرے خیال سے سردی نہیں لگ رہی حیا کو ”سرگوشیاں“ وعلیکم سلام آپی آپ کو بھی نیا سال مبارک بالکل بہت پیاری باتیں کی ہیں آپ نے مجھے آپ سے آپی کی خوشبو آتی محسوس ہوتی ہے ان کی کمی تو ایسا خلا ہے جو کبھی پورا نہیں ہو سکتا اب آپ ہی پیاری آپی ہیں ”حمد و نعت“ سے دلی سکون ملا در جواب آں جن پیارے لوگوں کے ہماری پیاری رائٹرز کے اپنے بچھڑ گئے۔ اللہ ان کی مغفرت فرمائے اور اہل خانہ کو صبر دے آمین کیونکہ موت ایک حقیقت ہے جس نے آنا ہے اس نے جانا تو ہے لیکن اپنوں کی کمی رہ جاتی ہے اور جن کو خوشیاں کامیابیاں ملیں ان کو بہت مبارک ہو۔ ”ربنا اتنا“ ہمیشہ کی طرح دل میں الفاظ اتر گے۔ ”ہمارا آنچل“ ارے واہ رضوانہ وقاص ہماری دوست آپ موبائل استعمال نہیں کرتی آج کے دور میں مجھے یقین نہیں آرہا اور اللہ آپ کو صحت دے آپ چلنے بلکہ دوڑنے لگ جائیں۔ کومل رباب خوش آمدید دونوں سے مل کے اچھا لگا خوش رہو کہانی سب سے پہلے بھا گئی۔ ”اسیر محبت“ پورا ماہ انتظار جو کیا ہے بشریٰ ماہا آپی چھا گئی ہو اتنی خوب صورت کہانی بہترین اسٹوری رہی شاعری درمیان میں بہت اچھی لگی نعمان نے بہت برا غلط کیا عشفا کے ساتھ عشفا نے بے قصور ہوتے ہوئے بھی سزا کاٹی عشفا نے بہت دکھ سہے اور آخر میں رشتوں کو جوڑا سب کو ملا دیا اور اینڈ پہ آپی رولا دیا مجھے اسفند نے بچی محبت کی عشفا سے محبت ایسی ہوتی ہے ”سانسوں کا سفر“ ایمان آپی بہت خوب صورتی سے آگے بڑھتی کہانی، شجر کے ساتھ بہت برا ہوا میرا دل ٹوٹ گیا اور آیت ایک آنکھ نہیں بھاتی مجھے جب آیت کی حقیقت سامنے آئے گی تو بہت پچھتائے گی اب تو شجر کو چھوڑ دو شجر کی شادی فیصل سے تو نہ ہو اور یہ کیا اب فجر کے ساتھ اجمل کی ماں اپنی بھتیجی لانے کا سوچ رہی ہے نہ جی اجمل اور فجر کی شادی کروا دیں آپی یہ عبدالحنان کو کیا ہوتا جا رہا ہے پاگل ہے ہر بار عشرہ کا دل توڑ دیتا ہے آمنہ اجلال کی شادی ہو گی کڑیوں مبارک ہو اللہ کرے آیت فیصل سے بات کرتے ہوئے پکڑی جائے کیا ہو گا آگے دیکھتے ہیں۔ ”اکائی“ عفنا آپی ہمیشہ کی طرح زبردست اپنے اختتام کی جانب بڑھتی کہانی اس بار نواب صاحب کہاں گئے ہیں عشق ڈھونڈنے تو نہیں نکل گئے۔ فاطمہ اور وقار اب لڑنا بند کریں خوشی سے رہیں جہانگیر آیت کی شادی واہ وقار الحق جنت کو طلاق دیں گے۔ ”گل ریز“ بہت انتظار کیا اس اسٹوری کا ویری نائس۔ صبا آپی چھا گئی اس کو پڑھنے کے بعد مجھے میں نے اس جیسی کہانی پہلے پڑھی ہے تو یاد آ گیا یہ ”رنگ ریز“ کا دوسرا حصہ ہے۔ واہ صبا آپی ایک ایک لفظ کمال لکھا اچھا ہوا پہلے کی طرح، واقعی انسان کو جب اللہ ایسی کوئی خوبی عطا کرتا ہے تو انسان کا کوئی حق نہیں ہے دوسروں کے عیب ظاہر

کرے ہائے اور ان کے رنگ بہت اچھے لکھے آپی نے اس پہ تفصیلی تبصرہ آنچل گروپ میں کروں گی۔ سلوک کا اجر۔ مہرین کنول بہت اچھا لکھا یہی ہو رہا ہے ہمارے معاشرے میں کسی کی بہن بیٹی کی عزت نہیں کریں گے تو جواد صاحب کی طرح ہوگا جواد صاحب کو وقت پہ سمجھ آ گئی ''ایسا تو ہونا تھا'' ہما عامر نائس سٹوری زبردست پچھتانے سے پہلے۔ سلمیٰ آپی گڈ بہت اچھی لگی کہانی دوست واقعی انمول ہوتے ہیں اگر مخلص ہوں تو اور اپنے مشکل وقت میں ساتھ نہ ہوں تو بہت تکلیف ہوتی ہے کیا۔ ''کھویا کیا پایا'' مریم بنت ارشاد بہت خوب بالکل جیسا کرو گے ویسا کاٹو گے غلط قدم تو مرد وعورت ساتھ اٹھاتے ہیں پھر ہمارا معاشرہ اور مرد خود کو قصوروار نہیں سمجھتے سب عورت کے اوپر ڈال دیتے ہیں آج کا اٹھایا ایک غلط قدم زندگی بھر کے لیے عورت کے لیے سزا اور روگ بن جاتا ہے یہ کہانی تمام لڑکیوں کے لیے ہے لڑکی کے کردار کو اتنا مضبوط ہونا چاہیے کہ کوئی بھی مرد اس کی طرف غلط نگاہ ڈالنے سے پہلے ہزار بار سوچے بہت اچھا لکھا آپی ایسی ہی کہانی لکھتی رہیں آپی رہیں۔ ''بیاض دل'' ''نیرنگ خیال'' سب نے زبردست لکھا نئے سال کی شاعری اچھی لگی۔ ''دوست کا پیغام'' ثمرہ گلزار بہت شکریہ خوش رہو۔ رخسانہ مبین اینی ورسری مبارک دوستی دل سے قبول ہے۔ زرتاب خان ماہی خان وعلیکم السلام شکریہ میرا اسلام سدا خوش رہو۔ انجم انجم اعوان آپ کے بھتیجے اور تائی کا بہت دکھ ہوا اللہ ان کی مغفرت فرمائے آمین کبریٰ خان چوہان ایمن غفور سمیعہ رانی ارم آصف شکریہ آپ کو میرے تبصرے اچھے لگتے ہیں رضوانہ وقاص کبریٰ خان سعدیہ خان خیر مبارک بہت شکریہ آپ نے سالگرہ کی مبارک باد دی ہے خوش رہو سب پیاری دوستوں شانزہ پرویز شانو میرا لکھا ہوا پسند کرنے کا بہت شکریہ رضوانہ وقاص ارم کمال ام ہانی شاہدہ میری شاعری پسند کرنے کا بے حد شکریہ۔ شہزادی خوش رہو دوستی کا پہلا سلام نجمہ نذیر یاد کیا شکریہ سعدیہ حور عین حوری اللہ کا شکر ہے آپ کیسی ہو۔ حرا غفور وعلیکم السلام دے دی انٹری خوش ہو جاؤ بہت پیاری شاعری شکریہ ایمن غفور کو سلام۔ مدیحہ نورین سالگرہ بہت مبارک ہو آمینہ شہلا آپی وعلیکم السلام۔ رضوانہ وقاص نائس تبصرہ۔ اللہ صحت دے آپ کو دادی بالکل نہیں۔ پیاری شانزہ پرویز۔ ارم آصف۔ مشا آصف گڈ تبصرہ اچھا کی ہو آپ سسٹر ہو گیا سونیا اداس بہت اچھا تبصرہ میں بھی چاہے کی دی [illegible] نہ ملے چاہے دل چاہے بس اچھا کا [illegible] بھی اس محفل میں آرہے ہیں اللہ رکھا بھائی خوب صورت تبصرہ سالگرہ وش کی بہت شکریہ۔ جی میں شہلا آپی کی ازلی ہوں تو کنٹ بھی ایسا ہوتا تھا ناں ویسے آپ نے کہا میرا ہے تیرا نہیں صرف میرا ہے یہ آپ کی کزن آپ کا بھی ہیں کہ کھانے کا آہم۔ ظہیر ملک نائس تبصرہ اللہ سے دعا ہے آپ کی شادی ہو جائے سب آمین کہو۔ باقی سب کے تبصرے زبردست تھے جو دوست غیر حاضر ہیں انٹری دو سب، سب سدا خوش رہو میرے پیپرز اچھے ہو جائیں دعا کیجیے گا ہر بار کینسل ہو جاتے ہیں اس بار تو لے لو یا سا نو وی اینج پاس کر دو زندگی باقی تو ملاقات باقی شہلا آپی میری ہر آتی جاتی سانس دعا گو ہے کہ اللہ پاک آپ سب کو ہر آتی جاتی سانس میں بہت سی خوشیاں نصیب کرے آمین اللہ حافظ فی امان اللہ۔

☆ پیاری شاہ! تم اتنی پرانی ہو ایمان سے لگتی نہیں ہو اس بات پر شرمادمت ورنہ بتیسی گر جائے گی اور بے عزتی خراب ہو جائے گی۔

اللہ رکھا چودھری ..... ہارون آباد ۔ شہلا عامر آپی اور تمام قارئین کرام کو السلام علیکم! تین ماہ ہو گئے ہیں نام والی بات کو لیے ہوئے اس ماہ سناتا ہوں۔ نام کی کہانی۔ میرے پاپا اور ماموں کی شادیاں ایک ساتھ ہوئی تھیں۔ اللہ پاک نے پہلے سال ہی میرے ماموں کو بیٹا عطا کیا اور پھر دوسرے سال بیٹی۔ میرے پاپا اکلوتی اولاد ہیں دادا ابو اور دادی ماں کی جان ہیں۔ اب بھی ہم بہن بھائیوں سمیت دادا دادی سے خوب پیار اور پیسے وصول کرتے ہیں، سچ میں بہت مزہ آتا ہے، اب بھی جب لاہور سے گھر گاؤں جاتا ہوں تو ایک ایک بات دادی ماں کو ان کی گود میں سر رکھ کر بتاتا ہوں، جی تو میرے ماموں کے دو بچے ہو گئے لیکن میری مما کی گود ہری نہ ہوئی یہ بات ہمیشہ سے ہی چلتی آرہی ہے جہاں بچوں کی کمی ہو وہاں ہر چیز کی کمی رہتی ہے، لیکن الحمدللہ پھر پاپا کی شادی کے دس سال بعد اللہ پاک نے میری مما پاپا کو رحمت سے نوازا اور پھر دو سال بعد اللہ پاک نے بیٹا عطا کیا لیکن پھر واپس لے لیا، پھر وقت گزرتا رہا اور دو سال اور گزر گئے اس دوران دادی ماں اور نانی جان نے بہت سے وظیفے کیے، آخر دادی اور نانی کی دعائیں قبول ہوئیں تو میں پیدا ہوا پھر کیا،

لیکن کوئی خوشی نہ منائی گئی سب کو یہ ہی بتایا کے بیٹی پیدا ہوئی ہے، گھر والوں نے باہر کے لوگوں کو میرا نام شمائلہ بتایا ہوا تھا لیکن میری مما کے مرشد نے میرا نام اللہ رکھا رکھا وقت گزرتا گیا اور میں تین سال کا ہو گیا تب ایک دن کسی محلے کی عورت کو پتا چلا پھر کیا کہنے پورے گاؤں میں خوشی پھیل گئی۔ میرے گھر والوں کو ایسا لگا جیسے میں اب پیدا ہوا ہوں، کافی اور بھی باتیں ہیں لیکن میں کرنا نہیں چاہتا لیکن ایک بات بتا دوں میری آواز بچ میں کوئل جیسی ہے، بہت ہی باریک اگر کسی لڑکے کی غلطی سے کال لگ جائے تو پھر وہ یہ غلطی بار بار کرتا ہے، (ہاہاہا) ویسے میرے پیارے بھائی جیسے دوست ظہیر کو بھی میرے نام کی کہانی جان کر حیرت ہو گی کہ مجھے نہیں بتایا اور اب ساری کہانی لکھ دی۔ جی تو اب آتا ہوں جنوری ۲۰۲۱ کے پہلے شمارے کی طرف جس میں میرے لیے بہت کچھ جانی وقت بھی میرے ہاتھ میں ہے ایک بار پڑھ کر بھی دل چاہ رہا ہے دوبارہ پڑھ لوں، سرورق کی بات کروں تو حیا خان کی بس انگلی والی ادا ہی اچھی لگی باقی سرورق سفید سا اچھا نہیں لگا، اچھا مجھے خود پر بہت ہنسی آتی ہے جب میں کشمیر کہانی نمبر کا اشتہار دیکھتا ہوں تو ڈر جاتا ہوں اور سوچتا ہوں میں نے لکھی ہے اور پھر جب یاد آتا ہے تو ہنسی آتی ہے کہ میں تو کب سے میل کر چکا ہوں۔ فہرست کا دیدار کیا اور سعیدہ نثار آپی کی ''سرگوشیاں'' پڑھ کر بہت خوشی ہوئی، کیوں کہ سیمارضا آپی اب ہمارے پیارے سے آنچل کے ساتھ جڑ گئی ہیں، دوسری خوشی کی بات یہ ہے کے اقراصغیر احمد آپی کا ناول اگلے ماہ شائع ہو رہا ہے بچ میں اب سے ہی انتظار شروع ہو گیا ہے۔ میری مدیرہ آپی سے گزارش ہے کہ آنچل کی سالگرہ پر سروے ضرور رکھیں بچ میں بہت مزہ آتا ہے۔ ''حمد و نعت'' پڑھی اور ''در جواب آں'' کی محفل میں آ گیا، سعیدہ نثار آپی مجھے جواب پڑھتے ہوئے ایسا محسوس ہوا جیسے میں قیصر آرا آنٹی کے لکھے جواب پڑھ رہا ہوں، سب جواب پڑھ کر دلی خوشی ہوئی۔ ''ربنا آتنا'' پڑھ کر۔ ''ہمارا آنچل'' میں رضوانہ وقاص آپی کے بارے میں جان کر دل باغ باغ ہو گیا، آپی کے لیے بہت سی دعائیں، کومل رباب آپی نے بھی اچھے جواب دیے ماشاء اللہ اللہ پاک نصیب اچھے کرے آمین۔ ہائے ہائے بچ میں بہت مزے کیے ''اسیر محبت'' پڑھتے ہوئے بشریٰ ماہا آپی بچ میں کہانی میں اتنی روانی، کہانی کا تو کوئی جواب ہی نہیں، شاعری کی بات کروں تو ہر شعر ایک سے ایک پایا، ویسے اسفند کے ساتھ اچھا نہیں ہوا، بھائی جان میں آپ کے غم میں برابر کا شریک ہوں ان شاء اللہ صبح و شام آپ کے زخموں پر نمک لگاؤں گا ویسے عشقا اور نعمان کی جوڑی اچھی لگی، صرف پانے کا نام ہی محبت نہیں کچھ کھونے کو بھی پیار کہتے ہیں۔ ''سلوک کا اجر'' مہر بن کنول کی تحریر بھی کنول کے پھول جیسی لگی بہت عمدہ تحریر سبق آموز، میں اس تحریر کے بارے میں زیادہ نہیں لکھوں گا سارے مرد میرے دشمن بن جائیں گے (ہاہاہا)۔ ام ایمان قاضی ''سانسوں کے اس سفر میں'' کے ساتھ کچھ حجاب میں بھی لکھیں، یہ ناول تو ہر آنے والی قسط میں خوب سے خوب تر ہوتا جا رہا ہے، ماشاء اللہ خوب گرفت رکھی ہوئی ہے بالکل ایسے ہی جیسے ماں اپنے ضدی بچے کو سنبھالتی ہے۔ میں صدقے واری جاؤں ایسا تو ہونا تھا کیا عنوان ہے کچھ دیر تو سوچتا رہا کہ کیوں ''ایسا ہی ہونا تھا'' ہما عامر آپ نے منظر نگاری لاجواب کی ہے میں آج کل منظر نگاری کا فین ہوں، کیوں ہوں؟ (میں نہیں بتاؤں گا ہاہاہاہا) کہانی شروع سے لے کر آخر تک لاجواب رہی، اختتام بہت پسند آیا۔ ویسے مجھے اس وقت ایسا محسوس ہوا کہ رخسانہ رحمان میں میری روح آ گئی جب اس نے دلہن کو اندر دھکیلا بہت ہنسی آئی۔ بہت ہی اینڈ ہوا۔ ''اکائی'' عشنا کوثر سردار اب میں تاں کہانی اتنے غور سے نہیں پڑھتا جتنے غور سے شاعری پڑھتا ہوں کیوں کہ فاطمہ، وقار اور جنت کی کہانی میں تسلسل سے جاری شاعری سے میں شاعر بن جاؤں گا۔ ان کی صلاح چاہے صبح ہو جائے یا دس دن تک ویسے فاطمہ اب وقار کی ہے۔ باقی سارے عاشقوں نے مرنا ہے تو پانی میں ڈوب کر مریں میرے پاس یہ ہی فارمولا ہے سوشیئر کر دیا اگلی قسط کا انتظار رہے گا۔ سلمیٰ فہیم گل کا ناول جب حجاب میں سلسلہ وار شروع ہوا اس وقت سے اب تک ہر تحریر پڑھ رہا ہوں بہت ہی شاندار لکھتی ہیں۔ ''پچھتانے سے پہلے'' بہت پسند آئی مجھے اشعر اور ایمان دونوں کو جوڑنے والی فرح بہت پسند آئی ویسے ایسے دوست آج بھی اس دنیا میں ہیں لیکن کم ہیں بعض اوقات ایسا ہوتا کہ دو لوگوں کی لڑائی میں دوست اپنی جگہ بنا لیتا ہے۔ میری دعا ہے اللہ پاک فرح جیسی دوست ہر ایک کو عطا فرمائے، جوڑنے والی جدا کرنے والی نہیں، فرح کا کردار جاندار رہا اشعر اور ایمان کی اصلاح کرتی رہی اور آخر دونوں ایک ہو گئے ویل ڈن۔ ''کیا کھویا کیا پایا'' مریم بنت ارشاد کی

شاید پہلی تحریر ہے، لیکن بہت عمدہ کوشش رہی مختصر الفاظ میں اپنی بات خوب اچھے سے سمجھائی، ویسے شروع میں مجھے اویس پر اتنا غصہ آیا دل چاہتا ہے ماردوں اسے لیکن پھر شیشے کا گلاس زور سے فرش پر مارا تو پتا چلا کہ چوہدری یہ غصہ کیسا یہ تو میں کہانی پڑھ رہا تھا چلو گلاس نیا آجائے گا لیکن یہ کہانی یادر ہے گی جس کی وجہ سے گلاس ٹوٹا ویسے صدف نے تو بہت کچھ پالیا لیکن افسوس کہ میں نے اپنا ۵۰ اروپے والا گلاس کھودیا، بہت سی داد مریم۔ جس کہانی کا سنتے ہی مجھے آنچل کا شدت سے انتظار شروع ہوگیا اور بار بار دکان کے چکر نہ پوچھیں لیکن میں انصاف پسند ہوں اس لیے باری آنے پر مزے لے کر پڑھا، کبھی چائے تو کبھی چنے ہر دس منٹ میں نئی چیز کھائی اور انجوائے کیا خوب کہانی کو، ہاں میری اتنی لمبی تقریر سے معلوم تو ہو ہی گیا ہوگا کے کس تحریر کی بات کرر ہا ہوں، جی تو اگر ابھی تک پتا نہیں چلا تو بتا دیتا ہوں ہاں جی یہ باتیں ہو رہی تھی صباء ایشل آپی کے ناول ''گل ریز'' کی جس کی شروع کی لائن نے اپنے سحر میں ایسا جکڑا کہ پڑھتا ہی چلا گیا ویسے صباء ایشل آپی کم لکھتی ہیں لیکن کمال لکھتی ہیں، ویسے آپی نے ہر شعر کی تشریح لکھ کر کمال ہی کر دیا، میں پڑھتا چلا گیا لیکن یہ کیا؟ ان شاء اللہ باقی آئندہ شمارہ میں میرے تو سر میں درد ہونا شروع ہوگیا سچ میں بہت دکھ ہوتا ہے، پلیز جو ناول سلسلہ وار ہوں اس کے اوپر قسط نمبر لکھ دیا کریں نہیں تو میرا جیسا کوئی معصوم بچہ مر جائے گا، (ہائے یہ خوش فہمی ہاہاہاہا)۔ ''بیاض دل'' میں کسی ایک کا نام لینا باقی سب کے ساتھ ناانصافی ہوگی اور منہ الگ سے لٹک جائیں گے اس لیے میری طرف سے داد اور دعائیں، ویسے میمونہ رومان آپی مجھے جگہ نہیں دی ورنہ اب جنگ ہوگی ان شاء اللہ کیوں کہ شہلا آپی میری ٹیم میں ہیں۔ (ہاہاہاہا) ''ڈش مقابلہ'' دیکھ کر منہ سے پانی شریف آجاتا ہے جو ڈش پسند آتی ہے ڈائری میں لکھ لیتا ہوں۔ (کبھی بعد میں کام آئیں گی ہاہاہاہا) ''نیرنگ خیال'' میں مدیحہ نورین مہک آپی کی نظم نیا سال اور داستان دل غزل شانزہ پرویز شانو آپی سمیت باقی ساری نظمیں اور غزلیں زبردست رہی۔ ''دوست کا پیغام آئے'' شانزہ پرویز شانو آپی میرے لیے بس دعا کیا کریں کیوں کہ اللہ پاک بہنوں کی دعائیں جلدی قبول کرتا ہے۔ پروین افضل شاہین آپی بہت کمال لکھتی ہیں۔ سعدیہ خان آپی اللہ پاک آپ کے مما اور پاپا کو صحت دے اور ان کا سایہ سدا آپ کے سر پر سلامت رکھے، آمین نام کی کہانی لکھ دی ہے اب دعا ہے شائع ہو جائے۔ ''یادگار لمحے'' جویریہ سالک آپی سب سے پہلے تو بہت سی دعائیں مجھے پیارے سے سلسلے میں جگہ دی سچ میں مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ بیان سے باہر ہے باقی سب کے انتخاب زبردست تھے۔ الحمدللہ اس ماہ تو ''آئینہ'' میں خوب رونق لگی ہوئی تھی سب بہنوں اور اپنے پیارے بھائی کا تبصرہ پڑھ کر بہت مزہ آیا۔ رضوانہ وقاص آپی مبارک ہو خط کے ساتھ تعارف بھی لگ گیا میرا تبصرہ پسند آیا خوشی ہوئی، شہرین اسلم آپی زبردست تبصرہ میرا تبصرہ پسند آیا پڑھ کر خوشی ہوئی، کوثر خالد سودا آپی کے لیے بہت سی دعائیں تبصرہ پڑھ کر خوشی ہوئی آپی میری اور دادا جان کی کہانی کچھ ملتی جلتی ہے باقی دکھی والی دعا پڑھ کر منہ سے آمین نکلا۔ مما پاپا رستہ تلاش کرر ہے ہیں آپی دعا کریں۔ ارم آصف آپی کا تبصرہ زبردست تھا میرا تبصرہ پسند آیا پڑھ کر خوشی ہوئی، شہلا عامر آپی اتنا مرچ مصالحے والا جواب پڑھ کر پہلے تو خوب ہنسی آئی پھر کچھ محسوس ہوا کہ چودھری کچھ بے عزتی سی نہیں ہوگئی ہاہاہاہا۔ ظہیر ملک پیارے بھائی اب آتے رہنا گم نہ ہو جانا اچھا تبصرہ پڑھ کر پسند آیا، شانزہ پرویز شانو آپی کا تبصرہ بھی زبردست تھا۔ ''ہم سے پوچھیے'' پڑھ کر بہت ہنسی آئی شمائلہ آپی اتنے مزے کے جواب کہاں سے لاتی ہیں۔ ''آپ کی صحت'' پڑھ کر سب کے لیے دعا کی کہ اللہ پاک سب کو صحت دے آمین۔

☆ پیارے بھائی اللہ رکھا! آپ کے نام کی حقیقت جان کر خوشی ہوئی اور حیرت بھی کہ اب بھی لوگ ان باتوں پر یقین رکھتے ہیں ویسے ہمیں آپ کے نام پر فلم ''قلی'' یاد آجاتی ہے۔

ظہیر ملک ...... ہارون آباد۔ السلام علیکم پیارے آنچل کی قارئین بہنوں اور شہلا آپی امید ہے سب خیریت سے ہوں گی نیا سال ۲۰۲۱ آپ سب کے لیے خوشیاں لائے آمین۔ خوبصورت سے سرورق کے ساتھ آنچل ۲۲ دسمبر کو ملا سرورق بہت پیارا تھا فہرست میں نئی شامل ہونے والی بہنوں کو خیر مقدم کہتے ہیں۔ ''سرگوشیاں'' میں سعید نثار آپی کو پڑھا اور پڑھتا ہی چلا گیا کچھ تلخ حقائق جن کی وجہ سے ۲۰۲۰ کا سال اچھا نہیں رہا لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں کر بھی کیا سکتے

ہیں یہ سب تو اللہ تعالیٰ کی اس پاک ذات کی قبضہ قدرت میں سب کچھ ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو کامل ہدایت کا راستہ دکھا کر ہماری دنیاوی اور اخروی زندگی میں کامیاب کرے آمین، مشہور ناول و افسانہ نگار سیمار ضا بہن کو آنچل میں شمولیت پر تہہ دل سے خیر مقدم کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کا یہ سفر مبارک کرے، اگلے ماہ سے اقرأ صغیر احمد آپی کا ناول شروع ہو رہا ہے ان شاء اللہ منتظر ہیں وقت اور زندگی نے ساتھ دیا تو۔ ''حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول ﷺ'' کی محفل میں پہنچے اور دل کو منور کیا عمدہ کلام پیش کیا گیا شعراء کرام کے لیے بہت سی دعائیں۔ ''درجواب آں'' میں سعید نثار صاحب کے دیئے ہوئے تمام بہنوں کو جواب بہت پسند آئے اور آنچل کی اس خاصیت سے بہت متاثر ہوا ہوں کہ یہاں سب ایک فیملی کی طرح ہر ایک کے محبت نامے کا محبت بھرا جواب دیتے ہیں اس وجہ سے ہر ماہ تبصرہ لکھنے کو دل کرتا ہے۔ ''ربنا آتنا'' میں مشتاق احمد قریشی صاحب ہر دفعہ بہترین اور سبق آموز موضوع پیش کرتے ہیں اس دفعہ بھی جہنم کی آگ کے بارے میں پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو گئے دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت عطا فرمائے اور جہنم کے دردناک عذاب سے بچائے آمین، اگلی آیتوں کی تفسیر بھی بہت عمدہ تھی۔ ''ہمارا آنچل'' میں اس دفعہ دو بہنوں کے بارے میں جاننے کا موقع ملا رضوانہ وقاص آپی کے بارے میں پڑھ کر بہت خوشی ہوئی آپ کے خیالات کو جاننے کا موقع ملا۔ دوسری بہن کومل ارباب کے خیالات کو جاننے کا موقع ملا جن کے خیالات سے بہت متفق ہوا زبردست۔ ''اسیر محبت'' بشریٰ ماہا آپی کا پیارے سے ناول نے اپنے سحر میں جکڑ لیا طویل تھا لیکن بوریت نہیں ہوئی شاعری بہت کمال کرتی ہیں پہلے پنجابی کے شعر کافی سنے اور پڑھے تھے لیکن شروع میں لکھے گئے تھے جنہوں نے ناول کا حسن دوبالا کر دیا اور پورا ناول پڑھ کر دم لیا، اختتام بہت زبردست تھا آخری پیرہ گراف دل کو لگا زبردست آپی بہت سی داد۔ ''سلوک کا اجر'' مہرین کنول صاحبہ کی کہانی زبردست تھی کہانی مختصر تھی لیکن کہانی کا موضوع جو چنا گیا وہ زبردست تھا مجھے تھوڑی سی کمی محسوس ہوئی لیکن کوشش اچھی تھی کمی یہ کہ موضوع کو تھوڑا کھولا جاتا تو کہانی مزید پرکشش اور سبق آموز بن جاتی خیر یہ بھی زبردست تھی یہ تو کائنات کا نظام ہے جو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کیا کہ جو بوئے سو ہی کاٹو گے جو اس نے کمینی حرکت کی اس کی سزا بھی مل گئی ورد تیں اس نے توبہ کی اور اس کی جزا بھی اسے دنیا میں ہی مل گئی بہت سی داد کہانی کے لیے۔ ''سانسوں کے اس سفر میں'' ام ایمان قاضی صاحبہ کے ناول کی قسط نمبر ۹ میں بہت کچھ بیان کیا گیا مجھے کرداروں کے نام بہت پسند آئے اور سب سے بہترین چیز جو پچھلی قسط کا خلاصہ لکھا گیا تھا اس سے تھوڑی یاد دہانی ہو جاتی ہے کہ پچھلی قسط میں کیا پڑھا تھا لیکن یہ قسط پڑھ کر مزہ دوبالا ہو گیا زبردست آپی اگلی قسط کا ابھی سے انتظار شروع۔ ایسا تو ہونا تھا ہما عامر صاحبہ کی کہانی پڑھ کر بہت مزہ آیا شروع سے اختتام تک تسلسل برقرار رہا کہانی طویل تھی لیکن کنزی اور وصی کے کرداروں نے کہانی میں جان ڈال دی شروع میں جو کنزی اور وصی کی گفتگو بہت بھلی لگی اس لیے پوری کہانی ختم کر کے ہی دم لیا اچھا لگی کہانی بہت سی داد قبول فرمائیں۔ ''اکائی'' عشنا کوثر سردار صاحبہ کا ناول پچھلی قسطوں میں تو مطالعہ نہیں کیا لیکن جب سے آنچل پڑھنا شروع کیا ہے اس کو بھی پڑھنا شروع کر دیا ہے اتنے کرداروں کو سنبھالنا بہت مشکل ہے بھئی عشنا کوثر سردار صاحبہ کو داد و تحسین پیش کرتے ہیں کہ ۳۰ ماہ سے آپ نے لگاتار کردار سنبھالے ہوئے ہیں زبردست بہت عمدہ۔ ''پچھتانے سے پہلے'' سلمیٰ فہیم گل صاحبہ کو جب پڑھنا شروع کیا تو بے دھڑک پڑھتا ہی چلا گیا کہانی میں بہت روانی تھی پڑھ کر ذرا بھی بوریت نہیں ہوئی دوستی پر ایک بے مثال تحریر پڑھ کر مزہ آ گیا بلکہ دل خوش ہو گیا زبردست لکھا گیا بلکہ تمام ہی کہانی کا زبردست تھا واقعی پچھتانے سے پہلے انسان کو کچھ سوچ لینا چاہیے زبردست کہانی کے لیے بہت سی داد۔ ''کیا کھو یا کیا پایا'' مریم بنت ارشاد صاحبہ نے پہلے تو منظر نگاری سے دل جیت لیا کہانی سے زیادہ منظر نگاری سے لطف اندوز ہوا کہانی اچھی تھی محبت چیز ہی ایسی ہے انسان کو نہ خود کا چھوڑتی ہے نہ کسی اور کا اور یہی کچھ ہوا صدف کی ماں کے ساتھ جو اس کے لیے باعث عبرت تھا زبردست کہانی کے لیے بہت سی داد۔ ''گل ریز'' صباء ایشل کے قلم سے شاندار تخلیق پڑھنے کو ملی زبردست لکھا آپ نے شروعات سے ہی میں تو دیوانہ بن گیا شاعری جو فارسی میں تھی میرے خیال سے لیکن اس کا ترجمہ تو دل چیر رہا تھا کیا ہی خوب۔ صباء ایشل آپی آپ کی ہر چیز لاجواب ہیں شاعری نثر دونوں ہی بہت سی دعائیں آپ کے لیے سدا ایسے ہی ترقی کرتی رہیں سلامت

رہیں ہمیشہ۔ ''بیاض دل'' شاعری کی محفل کی انچارج میمونہ رومان صاحبہ کی محفل میں پہنچے تو موڈ خوشگوار ہو گیا زبردست شاعری پڑھنے کو ملی تمام شعراء کرام کے لیے بہت سی داد امید ہے آپ سب ہمیشہ ہی اس بزم کو رونق بخشتے رہیں گے، ان شاءاللہ۔ ''ڈش مقابلہ'' طلعت آغاز کا سلسلہ جس میں جی بھر کر کھانا تو چاہتا تھا لیکن کیا کروں ابھی پکانے والا کوئی نہیں ہے ناں جب تیار ہوگا تو پھر کھاؤں گا بھی اور آپ سب بہنوں کو کھلاؤں گا بھی ویسے سب ریسپیز بہت پسند آئیں اور بہت مزیدار بھی تھیں، امینہ بتول، ثانیہ الطاف، شہزادی فرخندہ، نجم انجم اعوان، ارم کمال اور امینہ آپ سب نے مزے مزے کی ڈشز بھیجیں جن کی ترکیب کی تصویریں لے لی ہیں اور منگیتر کو دے دی ہیں تا کہ شادی تک وہ یہ سب کچھ سیکھ لے گی، بہت سی داد سب کے لیے۔ ''نیرنگ خیال'' ایمان وقار آپی کی شاعری محفل میں پہنچے بنا اجازت لیے تو اچھی اچھی محفل شاعری پڑھی اور دل باغ باغ ہو گیا بہت سی داد تمام شاعروں کے لیے۔ ''دوست کا پیغام'' آئے اس دفعہ سارے خطوط پڑھے اور سب بہنوں کا ایک دوسرے کے لیے محبت اور پیار قابل دید تھا سب کے لیے دعائیں کہ اللہ تعالیٰ سب کو سدا سلامت رکھے اور ہمیشہ خوش رہیں آمین، سعدیہ خان آپی نے میرے بارے میں اپنے خط میں ذکر کیا اور پہلا تبصرہ کیا تو سارے سرورق کیسے پسند آئے اس کی وجہ یہ ہے کہ میری بڑی آپی آنچل اور حجاب کی مستقل قاری تھیں ان کے لیے لے کر جاتا تھا تو سرورق تو دیکھ ہی لیتا تھا لیکن خود اپنے لیے پہلی دفعہ ہی خریدا تھا اب آپی کی شادی ہوگئی ہے تو انہوں نے پڑھنا چھوڑ دیا اور ان کی نشست الحمدللہ میں نے لے لی ہے، بہت اچھا لگا آپ کا خط پڑھ کر ''یادگار لمحے'' جویریہ سالک صاحبہ کا بہت ہی پیارا سلسلہ جس میں تمام الفاظ کو موتیوں میں پرو دیا جانے والا ہے تمام پیارے رائٹرز کے منتخب کردہ اقتباسات زبردست اللہ رکھا چوہدری بھیا بہت مبارک ہو آپ کا نام اس سلسلے میں بھی آ گیا۔ ''آئینہ'' یہ تو میرا پسندیدہ سلسلوں میں سے ہے جسے پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے تبصروں میں جن بہنوں نے میرا تبصرہ پسند کیا اس کے لیے دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں آپ سب اس محفل کی جان ہیں ہر ماہ بہت اچھی باتیں کہانیوں کے بارے میں رائٹرز کے بارے میں پڑھ کر بہت خوشی ہوتی ہے الحمدللہ۔ شہلا عامر آپی وعلیکم السلام آپ کو بھی اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔ رضوانہ وقاص صاحبہ اس دفعہ انٹرویو اور اپنے بہترین تبصرے کے ساتھ حاضر تھیں ماشاءاللہ بہت اچھا تبصرہ کیا آپ نے۔ شہرین اسلم صاحبہ کا تبصرہ مختصر لیکن زبردست تھا اچھا لگا پڑھ کہ اس کے علاوہ سمیہ خان، نورین انجم اعوان، فلزہ شاہ، کوثر خالد سودا، صائمہ علی شیر، ارم آصف، سونیا اداس، رمشا آصف، فرحانہ اسلم، شانزہ پرویز شانو اور فریدہ فری آپ تمام بہنوں کے۔ تبصرے زبردست تھے بہت خوشی ہوئی پڑھ کہ۔ اللہ رکھا چوہدری صاحب آپ کا تبصرہ سب سے لمبا اور بہترین تھا بہت سی داد قبول فرمائیں۔ سلسلہ ''ہم سے پوچھئے'' اپنی طرف توجہ مبذول کررہا تھا زبردست سوالات کے زبردست جوابات پڑھ کر اچھا لگا بلکہ بہت اچھا لگا۔ ''آپ کی صحت'' ڈاکٹر شائستہ سرفراز صاحبہ ماشاءاللہ بہترین تجویزیں دیں آپ نے پڑھ کر اچھا لگا۔ اسی کے ساتھ اجازت دیں اپنا اپنے پیاروں کا بہت سارا خیال رکھیں اللہ حافظ۔

اس دعا کے ساتھ آئندہ ماہ تک کے لیے اجازت کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب مسلمانوں کی پریشانیاں دور فرمائے اور وطن عزیز کو رہتی دنیا تک قائم ودائم رکھے آمین۔

ہم سے پوچھئے

شمائلہ کاشف
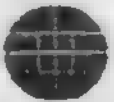
نادیہ احمد...... بہاولپور

سوال:۔شمائل آپی کافی عرصہ بعد آپ کی بزم میں آئی ہوں مجھے بھول تو نہیں گئی؟

جواب:۔ہم تو نہیں بھولے البتہ تم......

سوال:۔آپی جب آنکھیں روتی ہیں تو دل کیوں سسکنے لگتا ہے؟

جواب:۔اف اتنی دردناک باتیں نہ کرو۔

سوال:۔آپی مجھے وہ لوگ یاد آتے ہیں جن کو میں یاد نہیں کرنا چاہتی' کیا کروں؟

جواب:۔اللہ کو یاد کرلیا کرو۔

سوال:۔سویٹ آپی آپ مجھ سے ملنے بہاولپور کب آرہی ہیں؟

جواب:۔جب تم بلاؤ اپنے خرچے پر۔

صبا ریاض، صبا قمر...... خانیوال

س: شمائلہ آپی ہم پہلی دفعہ آئے ہیں کیا آپ ہمارا استقبال کریں گی۔

ج: بہارو پھول برساؤ، وہ بھی سوکھے ہوئے۔

س: آپی جی گھر والے رسالہ پڑھنے نہیں دیتے، کیا کریں؟

ج: رسالے کے ساتھ ساتھ نصابی کتابیں بھی پڑھ لوں تو یہ پابندی نہ لگے۔

س: آپی بڑی شدت سے انتظار ہے، بھلا کس کا؟

ج: گرمیوں کے آنے اور آم کھانے کا۔

ثانیہ مغل...... للیانی، سرگودھا

س: ایسا کیا ہمارے سوالات آپ کو ملنا بند ہوگئے۔

ج: آپ کے سوالات ڈاکیا کھا جاتا ہے۔

س: کبھی کبھی زندگی بہت بدذائقہ لگتی ہے کیا کیا جائے؟

ج: تمہیں بدہضمی کی شکایت ہے اور کوئی بات نہیں۔

س: گزشتہ چند دنوں سے مجھے بے پناہ چھینکیں آرہی ہیں کہیں آپ تو نہیں مجھے......

ج: توبہ توبہ، ہم کیوں یاد کریں، ہاں ڈاکٹر صاحب ضرور یاد کرتے ہیں تمہیں، جاؤ انجکشن لگوا آؤ۔

س: وہ کیا ہے کہ آج کل اچھے موسم نے ہمارے مزاج صاحب پہ بہت اچھا اثر ڈالا ہے آپ پہ کیا ڈالا ہے؟

ج: کوئی موسم ہو دل میں ہے تمہاری یاد کا موسم
کہ بدلا ہی نہیں جاناں تمہارے بعد کا موسم

س: جب آپ میرے سوالوں کے جواب نہیں دیتیں تو میں بے پناہ دکھی ہوجاتی ہوں، ایسا مت کیا کریں۔

ج: اور جواب دے کر ہم جو دکھی ہوجاتے ہیں وہ؟

نازیہ صادق...... سکھ چیناں

سوال:۔آپی لوگ اپنے منہ میاں مٹھو کیوں بنتے ہیں؟

جواب:۔کیونکہ اس میں پیسے خرچ نہیں ہوتے اس لیے۔

سوال:۔آپی فخر اور غرور میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔وہی جو زمین اور آسمان میں ہے۔

سوال:۔کیا دو کشتیوں کا سوار کامیاب ہوسکتا ہے؟

جواب:۔تم سوار ہوکر دیکھ لو پھر ہمیں بھی بتادینا۔

سوال:۔کھٹی چیز کھانے سے ایک آنکھ کیوں بند ہوتی ہے؟

جواب:۔کھٹی چیز کے ساتھ کوئی میٹھی چیز بھی کھاتی ہوگی ورنہ تو دونوں بند ہوجاتیں۔

سوال:۔آج کل لوگ ظاہری خوب صورتی سے کیوں متاثر ہوتے ہیں۔

جواب:۔لوگوں کے پاس اتنا ٹائم نہیں کہ وہ اندر بھی جھانکیں۔

ردا فاطمہ...... تکال

سوال:۔ پہلی بار شرکت کررہی ہوں خوش آمدید کہیے؟

جواب:۔خوش آمدید۔

سوال:۔ مجھے تو لگتا ہے کہ شمائل آپی آپ کمپیوٹر ہیں جو دو منٹ میں ہی جواب دے دیتی ہیں؟

جواب:۔آہم...... شکریہ یہ صحیح کہا۔

سوال:۔ شمائل آپی اگر کسی سے محبت ہوجائے لیکن اس نے محبت کرنے والے کو دیکھا نہ ہوتو؟

جواب:۔تو جاکر دیکھ لو محبت ختم ہوجائے گی۔

سعدیہ رمضان سعدی...... 186 پی

س:شمائل جانو کیسی ہیں؟

ج:اف یہ انداز تخاطب، میدان مارلیا تم نے۔

س:جگہ دینے کا شکریہ؟

ج:فرش پر بھی جگہ نہ دیتے تو مرض بڑھ جاتا ناں آپ کا۔

س:ہم اپنی تمام خوش فہمیوں سمیت جارہے ہیں اپنی خوب صورت دعا سے نواز دیجیے؟

ج:تو جاؤ ناں، خوش رہو اپنے خرچہ پر۔

زائمہ...... ریحانہ یاسمین

سوال:۔آپی جی ہمیں ہر ایک پر اتنی جلدی اعتبار کیوں آجاتا ہے؟

جواب:۔کیونکہ انسان کو کھائی میں گرنے کا شوق جو ہوتا ہے۔

سوال:۔آپی اسے ہر وقت مجھ سے شکوے ہی رہتے ہیں مجھے منانا نہ آئے تو میں کیا کروں؟

جواب:۔اس کے نمبر پر ایزی لوڈ کروادیا کرو۔

سوال:۔آپی وہ کہتا ہے شادی کا گفٹ دو لیکن سستا اب اتنی مہنگائی میں سستا کہاں سے لاؤں؟

جواب:۔یہ تو اسی سے پوچھو یا پھر ہوائی چپل دے دو۔

امبرین کوثر...... ملتان

سوال:۔ شمائلہ آپی پہلی دفعہ شرکت کررہی ہوں آپ کی محفل میں جگہ ملے گی کیا؟

جواب:۔جگہ تو بنانے سے بنتی ہے وہ بھی پیار اور محبت سے خوش آمدید۔

سوال:۔آپی اچھا وقت اتنی جلدی کیوں گزر جاتا ہے؟

جواب:۔کیونکہ وہ اچھا ہوتا ہے۔

سوال:۔آپی اپنے بے وفا کیوں ہوجاتے ہیں؟

جواب:۔کبھی آپ باوفا بن جائیں۔

شازیہ فاروق احمد...... خان بیلہ

سوال:۔شمائلہ جی سردی بھی آگئی اور آپ نے ابھی تک شال سویٹر وغیرہ نہیں خریدا کیوں؟

جواب:۔تم نے ہی تو وعدہ کیا تھا کہ یہ سب بھیج دوگی پھر ہم کیسے خریدتے؟

سوال:۔ ہمدردی اور دکھاوے میں فرق بتایئے؟

جواب:۔وہی جو سچ اور جھوٹ میں ہے۔

سوال:۔آپ مسکراتے ہوئے بہت پیاری لگتی ہیں اور شرماتے ہوئے......؟

جواب:۔ پیارے لوگ ہمیشہ اور ہر حال میں پیارے ہی لگتے ہیں۔

سوال:۔ ماضی میں لڑکے لڑکیوں کی تعریف کرتے ہوئے ان کے دل کش چہرے پر نظریں جماتے تھے مگر آج کل ان کے جوتوں پر ان کی نظر کیا ثابت کرتی ہے؟

جواب:۔ان کی نظر محو انتظار ہوتی ہے کہ آخر کب سینڈل پڑے گی۔

سوال:۔اجازت کے ساتھ کوئی پیاری سی دعا دیں؟

جواب:۔خوش رہو۔

آپ کی صحت

ڈاکٹر شائستہ سرفراز

ش ب ساہیوال سے لکھتی ہیں کہ میری شادی کو چھ سال ہو گئے ہیں لیکن اولاد کی نعمت سے محروم ہوں کئی جگہ سے علاج کرایا ہے سارے ٹیسٹ نارمل ہیں ماہواری بھی وقت پر ہوتی ہے میرے ایک جاننے والے نے ہومیو پیتھک علاج کا بتایا ہے بہت امید سے آپ کو خط لکھ رہی ہوں مجھے علاج بتایئے میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ اپنے ٹیسٹ رپورٹ واٹس ایپ کردیں اور کلینک کے نمبر پر موجود لیڈی ڈاکٹر سے رابطہ کریں ابھی آپ NUXOMICA 200 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں روزانہ ایک دفعہ لینا شروع کردیں اور اس کے بعد ڈاکٹر کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے علاج کرایئے ان شاء اللہ آپ کی مراد جلد پوری ہوگی۔

ثانیہ وہاب چکوال سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ یہ ہے کہ گزشتہ کئی سال سے میرے بالوں کی افزائش رکی ہوئی ہے اور میں سامنے کی طرف سے بالکل گنجی ہو رہی ہوں چند ماہ بعد میری شادی ہے میں چاہتی ہوں آپ مجھے کوئی دوا بھی بتادیں جس سے میرا مسئلہ جلد حل ہوجائے۔

محترمہ آپ بالوں کی بہترین افزائش کے لیے کلینک سے بذریعہ ایزی پیسہ APHRODITE HAIR GROWER منگوالیں۔ اس کے علاوہ بالوں کا گرنا ہارمونل پرابلم کی وجہ سے بھی ہوسکتا ہے۔ آپ کلینک کے نمبرز پر موجود لیڈی ڈاکٹر سے رابطہ کر کے مرض سے متعلق مزید معلومات وعلامات ڈسکس کرلیں تاکہ مناسب دوا بھی تجویز کی جاسکے۔

سلمان احمد حیدر آباد سے لکھتے ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر علاج تجویز فرمادیں۔

محترم آپ اپنی حالیہ رپورٹس کے ہمراہ کلینک پر تشریف لائیں معائنے کے بعد ہی علاج ہوسکے گا بصورت دیگر کلینک نمبر پر رابطہ کر کے ڈاکٹر سے مشورہ کرلیں اور رپورٹس واٹس ایپ کردیں۔

صالحہ ناز شیخوپورہ سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی کی عمر اٹھارہ سال ہے مسئلہ یہ ہے کہ وہ بہت کمزور ہے زیادہ کام نہیں کرپاتی، جلدی تھک جاتی ہے، ہاتھوں میں درد ہونے لگتا ہے میں بہت پریشان ہوں کوئی علاج ممکن ہے تو ضرور بتائیں۔

محترمہ آپ اپنی بیٹی کو CEPRUM MET 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ دیں۔ خوراک میں دودھ اور کھجور شامل کریں اور صحت بخش غذا دیں۔ ان شاء اللہ جلد افاقہ ہوگا۔

دانیہ شمشاد بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ میری عمر 16 سال ہے پہلے میرا رنگ صاف تھا لیکن اب بہت کم ہوگیا ہے چہرے پر دھبے سے پڑ گئے ہیں اور غیر ضروری بالوں کی وجہ سے میں بہت پریشان ہوں کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ JEDUM IM کے 10 قطرے آدھا گلاس پانی میں ہر پندرہ دن بعد پئیں اور غیر ضروری بالوں سے نجات کے لیے کلینک سے بذریعہ ایزی پیسہ APHRODITE OIL INHIBITOR منگوالیں۔

حزنہ سلطان بہاولپور سے لکھتی ہیں کہ میری بیٹی چھ سال کی ہے مسئلہ یہ ہے کہ وہ رات کو بستر پر پیشاب کردیتی ہیں کوئی دوا تجویز فرمائیں تاکہ یہ مسئلہ حل ہوجائے بہت پریشانی ہے۔

محترمہ آپ اپنی بیٹی کو CAUSTICUM 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پلائیں ان شاء اللہ افاقہ ہوگا۔

ساجدہ طیب پتوکی سے لکھتی ہیں کہ میرے جسم میں مستقل درد رہتا ہے چلنے پھرنے میں بھی مشکل ہوتی ہے اور تھوڑی دیر میں ٹانگیں سن ہو جاتی ہیں مجھے لیکوریا کا بھی مسئلہ ہے جس کی وجہ سے بہت پریشانی ہے پلیز کوئی علاج بتائیں۔

محترمہ آپ جسم کے درد کے لیے R-TOX 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین مرتبہ پئیں اور لیکوریا کے لیے PULATILLA 30 کے پانچ قطرے دن میں تین مرتبہ پئیں دونوں دوا کے درمیان کم از کم دس منٹ کا وقفہ رکھیں۔

مسز فائزہ ٹنڈو الہ یار سے لکھتی ہیں کہ مجھے الرجی کا مسئلہ ہے سردیوں میں جلد خشک ہونے کی وجہ سے خارش بڑھ جاتی ہے اور بہت پریشانی ہوتی ہے۔ پلیز مجھے کوئی علاج بتائیں اور یہ دوا یہاں سے کیسے ملے گی۔

محترمہ آپ URNUS 3X کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین دفعہ پئیں، دوا قریبی ہومیو پیتھک اسٹور سے آسانی سے مل جائے گی اگر نہ ملے تو کلینک سے بذریعہ ایزی پیسہ منگوائی جا سکتی ہے۔

ناہید مبشر ملتان سے لکھتی ہیں کہ میرے بیٹے کی عمر بارہ سال ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ وہ دماغی طور پر تھوڑا کمزور ہے۔ خود اعتمادی کی بہت کمی ہے ہر چیز سے بیزار رہتا ہے جو یاد کرتا ہے اگلے دن بھول جاتا ہے امتحان سے بہت گھبراتا ہے برائے مہربانی اگر کوئی دوا ہے تو بتائیں میں بہت پریشان ہوں۔

محترمہ آپ اپنے بیٹے کو ANACARDIUM 20 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین دفعہ پلائیں اور بیٹے سے نرمی سے پیش آئیں ان شاء اللہ بہت جلد افاقہ ہوگا۔

ریاض اختر فیصل آباد سے لکھتے ہیں کہ میں بہت کمزور ہوں ہاضمہ بھی خراب رہتا ہے اور خون کی بھی کمی ہے۔ تے متلی کی بھی اکثر شکایت رہتی ہے۔ ٹیسٹ کرائے تو پتا چلا کہ جگر پر ورم ہے برائے مہربانی میری رہنمائی کریں۔

محترم آپ FCSRUM PHOS 30 کے پانچ قطرے آدھا کپ پانی میں دن میں تین دفعہ پئیں اور چکنائی سے احتیاط کریں۔ پندرہ دن کے استعمال کے بعد کلینک کے نمبر پر ڈاکٹر سے رابطہ کر کے مشورہ کرلیں۔

شازمہ ضلع جھنگ سے لکھتی ہیں کہ میرا مسئلہ شائع کیے بغیر جواب دیں۔

محترمہ آپ کلینک کے نمبر پر لیڈی ڈاکٹر سے رابطہ کریں اور اپنی مطلوبہ دوا بذریعہ ایزی پیسہ منگوالیں مستقل استعمال سے ان شاء اللہ آپ کا مسئلہ حل ہو جائے گا۔

ہومیو ڈاکٹر ہاشم مرزا کلینک
صبح دس تا رات نو بجے
ایڈریس: دکان نمبر 9 مدینہ ٹیرس، پلاٹ نمبر SA-1 (ST-15) سیکٹر 14-B نارتھ کراچی 75850 فون نمبر 021-36997059
ایزی پیسہ اکاؤنٹ نمبر 0349-4900800 خط لکھنے کا پتا آپ کی صحت ماہنامہ آنچل کراچی پوسٹ بکس نمبر 75 کراچی۔
منی آرڈر کی سہولت میسر نہ ہونے کی صورت میں فون پر رابطہ کریں۔
hashim.mirza@aphrodite.com.pk